بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی والصلوۃ والسلام علی رسولہ وخیر خلقہ محمد ن المصطفی وآلہ المجتبی واصحابہ ائمۃ الہدی بعد حمد وصلوۃ کے احقر العباد محمد احسن صدیقی نانوتوی غفر اللہ لہ ولوالدیہ برادران دینی کی خدمت مین عرض کرتا ہی کہ مولانا شاہ اہل اللہ صاحب برادر شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے کتاب کنز الدقائق کہ فقہی مسائل مین ایک متن متین ہی اور اُسکی اکثر رواتین مستند علماء دین ہین بنظر تسہیل زبان فارسی مین ترجمہ کیا تھا اس ترجمہ مین کئی خوبیان شاہ صاحب مغفور نے رکھی تھین اول یہ کہ اکثر جگہہ فرعیات مین امام شافعیؒ کے خلاف کو نقل فرمایا اور امام اعظمؒ کے قول کا ماخذ حدیث شریف سے بیان کر دیا دوم یہ کہ جو لفظ عبارت کنز مین خاص ایسا تھا کہ اُسکے معنی علیحدہ لکھے جاتے اُسکے صرف ترجمہ پر کفایت نہ کی بلکہ علیحدہ اُسکے معانی تشریح کے ساتھ لکھدئے سوم یہ کہ جو مسئلہ نہایت مختصر طور پر تھا اور بدون مثال اُسکے معنی سمجھہ مین نہ آتے تھے اُسکی مثال بھی مندرج فرمائی غرضکہ یہ ترجمہ شاہ صاحب کا کنز کی ایک مختصر اور نہایت مفید شرح ہے اب چونکہ ہمین اس ملک کے لوگونکی با اسباب

چند در چند عربی اور فارسی سے قاصر ہین اور نیز زبان اُردو مین فوائد عوام کے حق مین
وافر اسلیئے اس احقر نے اس کتاب کا ترجمہ زبان اُردو مین مناسب جانا اور اصرار عزیز
از جان مولوی محمد منیر کا اس باب مین زیادہ تر باعث اس سلسلے کی تحریک کا ہوا چنانچہ [illegible]
حسب توفیقہ عرصہ قلیل مین اس کا ترجمہ سلیس و بامحاورہ اُردو مین کیا اور نام اس ترجمہ کا
احسن المسائل رکھا اس ترجمہ مین مین نے التزام کیا ہے کہ حتی الوسع اردو کا محاورہ ہاتھ سے
نہ جاوے اور عبارت فارسی شاہ صاحب مرحوم کا مطلب بھی چھوٹنے نہ پاوے مگر
شاہ صاحب کا ترجمہ حامل المتن تھا اس ترجمہ مین متن کنز کو لکھنا زائد جان کر صرف ترجمے پر
اکتفا کیا اور عبارت شرح کو دو خط مقوس اس شکل مین (   ) لکھدیا ہی دوسرے یہ کہ جسقدر
عبارت فارسی شاہ صاحب نے لکھی تھی اسیقدر پر مین نے کفایت کی ہان جسقدر کچھ مضمون
زائد درکار تھا اُسکو خود اپنی طرف منسوب کر کے یا تو داخل کتاب کر دیا ہی یا حاشیے پر
معانی الفاظ مشکلہ و حل اصطلاح فقہا کو لکھدیا ہی لیکن فرائض مین کسیقدر توضیح نفس عبارت مین
اپنی طرف سے کر دی ہی کہ اسکے مسائل دیکھنے کی اکثر حاجت رہتی ہی اور اختصار اس باب مین
مناسب نہین اور بعض جا کچھ مثالین جو شاہ صاحب نے بخیال وضوح مسائل قلم انداز فرما دی
تھین مین نے بڑھا دی ہین اور جن مسائل کی صورتین ایک سی تھین اور احکام مختلف انکے
دلائل بھی ہدایہ و شرح وقایہ اور دوسری معتبر کتابون سے حاشیے پر لکھدیے ہین حاصل یہ کہ مین نے
اپنی دانست مین نفس کتاب کی توضیح و تشریح مین کوئی دقیقہ نہین چھوڑا اللہ تعالیٰ
قبول فرماوے اور میرے لیے باقیات صالحات مین سے کرے امید ناظرین با[illegible]
یہ ہی کہ دعای خیر سے یاد فرماوین اور اگر اس خود غلط کی غلطی اب بھی نظر سے گذرے تو اسکی اصلاح
فرماوین والحمد للہ اولاً و آخراً وصلی اللہ علی کل عبد مصطفے والسلام علی من اتبع الہدیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ترجمہ

دیباچہ مولانا شاہ ولی اللہ قدس اللہ سرہ

سپاس بے قیاس نثار بارگاہ رب العزت کے ہے جو عالم اور عالم والوں کا پروردگار ہے
اور درود وتحیات اس پیغمبر پر جو کہ آدم اور بنی آدم سے بزرگ ہے اور اس کا نام پاک محمد
مختار ہے صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم بعد حمد وصلوٰۃ کے بندہ درگاہ کریم
ولی اللہ بن شیخ عبد الرحیم مغفرت کرے اللہ اسکو اور اس کے ماں باپ کو اور سالک
کرے انسے پر اور انپر یہ کہتا ہے کہ عقائد اسلام کے درست کرنیکے بعد سب سے زیادہ
ضروری سیکھنا علم فقہ کا ہی اور اس باب میں سب کتابوں اور متنوں سے مشہور ومعروف تر
کنز الدقائق مؤلفہ امام ہمام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد بن محمود نسفی کی ہے مگر چونکہ
اسکی عبارت مشکل تھی اور مبتدیوں کو مسائل کا سمجھنا اس سے دشوار تھا اس لیے اسکا
ترجمہ زبان فارسی میں بعض فوائد ضروری کے ساتھ کیا جاتا ہی کہ طالب کو اس کا پڑھنا آسانی
اور سہولیت سے میسر ہو توفیق اللہ ہی سے ہے اور وہی رفیق ہر ایک امر میں ہے

کتاب الطہارت

(اس مین پاک ہونیکے مسائل ہین فصل وضو کے بیان مین۔ جاننا چاہیئے کہ وضو نماز کے درست ہونے کی شرط ہے یعنی جب تک وضو نہوگا نماز جائز نہوگی اور نماز اسلام کے پانچ رکنون مین سے ایک رکن ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک اسلام ہی دین ہے اس لیے وضو کا جاننا ضروری ہوا) وضو کے فرض۔ (یعنے ایسی چیزین جنکے نہونے سے وضو درست نہین ہوتا یہ ہین اول) نمازی کو اپنا منہ (ایکبار) دھونا یعنے پیشانی کے بالون سے ٹھوڑی کے نیچے تک (طول مین) اور دونو کانون کی لو تک (عرض مین دوم) دونو ہاتھون کا دونو کہنیون کے ساتھہ (ایکدفعہ دھونا سوم) دونو پاؤن کا دونون ٹخنون تک (ایک مرتبہ دھونا چہارم) چوتھائی سر اور داڑھی پر مسح کرنا (یعنی بھیگا ہاتھ پھیرنا تنبیہ سر کے مسح مین مقدار فرض امام مالک رح کے نزدیک تمام سر ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک مسح کا لفظ جس پر بول سکین گو وہ ہی بال سر کے ہون مقدار فرض ہے اور امام اعظم ابوحنیفہ نعمان کوفی رح کے نزدیک مقدار فرض چوتھائی سر ہے اسلیئے کہ حدیث صحیح مین وارد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے بالون اور سر کے اگلے حصہ پر مسح کیا اور یہ مقدار چوتھائی سر کے قریب ہے اور اگر اس سے کمتر درست ہوتا تو آپ اپنی امت کے واسطے کبھی تو دو ایکبار دفعہ کرتے حالانکہ کمتر پر مسح ثابت نہین ہوا اور داڑھی کے مسح کو سر کے مسح پر قیاس کیا ہی

فائدہ۔ شریعت مین فرض ایسے حکم کو کہتے ہین جو ایسے یقین سے ثابت ہو کہ اس مین شبہ نہو ایسے فرض کا چھوڑنے والا فاسق ہوتا ہے اور انکار کرنے والا کافر۔ اور کبھی فرض ایسی بات کو کہتے ہین جس کے بدون عمل درست نہو اسطرح کا فرض عمل کے رکن کی مانند ہوتا ہی) اور سنتین وضو مین (یہ چیزین ہین اول یہ معلوم کرنا چاہیے کہ سنت دین کے اس طریقہ

ف فصل مین بیان ہے مطلب
کہ جانناسی کے لیے
یاد رکھنا چاہیئے
ع من مین بعد
نیچے داڑھی کے
سر کے واسطے الفاظ
جو بتائے گئے ہیں
کہ سنت وغیرہ
کم ہوتا ہے

اُس طریق جاری کو کہتے ہین جسکا حکم آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے کیا بدون واجب
کرنیکے یا آپنے عمل کیا ہو مگر ہمیشہ نہ کیا ہو پس اسطرح کی چیزون مین سے وضو مین اول) دونون
ہاتھونکا پہونچون تک ابتدا وضو مین دھونا ہی جیسے (وضو کے شروع مین) بسم اللہ کہنا بھی سنت
ہے یہ دو سنتین ہوئین) تیسری مسواک کرنا چوتھے کلی کرنا پانچوین ناک مین پانی دینا چھٹے
داڑھی اور انگلیون مین خلال کرنا ساتوین ہر عضو کا تین بار دھونا آٹھوین وضو کا دل سے
ارادہ کرنا نوین سارے سر پر ایک دفعہ مسح کرنا دسوین دونون کانون کا مسح کرنا سر کے مسح کے بچے
ہوئے پانی سے گیارہوین اس ترتیب کی رعایت رکھنی جو قرآن مجید مین مذکور ہی بارہوین اعضا کا لگاتار
دھونا (فائدہ) دل سے ارادہ کرنا اور ترتیب اور پے درپے دھونا امام شافعی رحمہ کے نزدیک فرض ہی
اور امام اعظم ابوحنیفہ نعمان رحمہ کے نزدیک سنت ہے اور انکی دلیل یہ ہے کہ وضو کی آیت مین سوا
تین اعضا کے دھونے اور سر کے مسح کرنیکے اور کوئی بات مذکور نہین اور کلام مجید پر اخبار احادیثون
سے کچھ بڑھا لینا درست نہین اور یہ جو حدیث شریف مین آیا ہی کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ
یہان مراد عملون کا ثواب ہی نہ انکی درستی اور اگر درستی اعمال ہی مراد ہوتی تو چاہیے تھا کہ بدن
اور کپڑے اور مکان کو پاک کرنا اور برہنگی کو چھپانا اور قبلہ کی طرف منہ کرنا بدون
نیت کے درست نہوتا حالانکہ یہ چیزین بدون نیت بھی درست ہین اور یہ بات
ٹھہری ہوئی ہے کہ عمل کا ثواب بدون نیت کے حاصل نہین ہوتا بخلاف عمل کے
صحت کے کہ وہ بدون نیت بھی ہو جاتی ہے اور حرف فٓ کہ فاغسلوا مین ہی وہ
اسواسطے ہی کہ نماز پر کھڑے ہونیکے ارادے سے پیچھے سب اعضا کو دھونا چاہیئے اس سے یہ
معلوم نہین ہوتا کہ بعض اعضا کو پہلے اور بعض کو پیچھے دھووین اسیطرح لگاتار دھونا بھی
آیت سے نہین نکلتا کہ زائد بات ہی اور نہ متواتر اور مشہور حدیثون سے ثابت ہے اور

اور عورت کے بالونکی جڑ اگر تر ہو جاوے تو گندھے ہوئے بالونکا کھولنا ضرور نہین - اور غسل فرض ہی اُس منی کے نکلنے پر جو کود کر نکلے اور اپنی جگہہ سے جدا ہونیکے وقت لذت کے ساتھ جدا ہو (یعنی لذت اور شہوت اپنی جگہ سے جدا ہونیکے وقت شرط ہے نہ ذکر سے باہر نکلنے کے وقت) اور (نیز غسل فرض ہے) جبکہ ذکر کا سر پیشابگاہ یا مقام پاخانہ مین غائب ہو جاوے (اور اس صورت مین) غسلِ فاعل اور مفعول دونون پر واجب ہے (واضح ہو کہ ذکر کا داخل کرنا مقام پاخانۂ مرد و عورت مین حرام و ناجائز ہے لیکن اگر اس امرِ ناشائستہ کے مرتکب ہو جاوین تو غسل دونون پر واجب ہوتا ہے) اور فرض ہے حیض کے موقوف ہونے پر (جو خون معمولی عورت کا ہوتا ہے) اور نفاس کے بند ہونے پر (جو بچہ ہونے کے بعد خون ظاہر ہوتا ہے اور) واجب نہین مذی کے نکلنے کے وقت (جو پتلا پانی ہوتا ہے اور عورت سے چھیڑنے کے وقت ذکر سے تیزی کے بعد نکلتا ہے) اور نہ ودی کے نکلنے کے وقت (جو پیشاب کرنے کے بعد گاڑھا پیشاب نکلتا ہے) اور نہ خواب مین صحبت کرنے سے بدون تری نکلنے کے - اور غسل کرنا جمعہ اور دونون عیدونکے لیے اور احرام باندھنے کیواسطے اور عرفے کے روز سنت ہی اور واجب ہی غسل دینا مردے کو اور اُس شخص کو جو حالت ناپاکی مین مسلمان ہوا ہو اور اگر ناپاک نہ تھا تو (صرف مسلمان ہونیکے لیئے غسل) مستحب ہے (جاننا چاہیئے کہ شریعت مین واجب ایسا حکم ہے جو ثابت ہوا ہو ایسی دلیل سے جسمین شبہ ہو اُسکے ترک کرنے والے کو فاسق شمار کرتے ہین اور اسکے منکر کو کافر نہین جانتے) **(پانی کے مسئلے)** مینھ کے پانی اور چشمے اور دریا کے پانی سے وضو کیا جاوے - اگرچہ کوئی پاک چیز اُسکی تین صفتون مین سے (جو رنگت اور بو اور مزہ ہین) ایک کو بدل دے خواہ بہت دنون رہنے کے باعث بدبودار ہو جاوے مگر جو پانی کہ پتونکے گرنے سے بدل گیا ہو یا اسمین کوئی چیز پکانے سے متغیر ہوا ہو یا کسی درخت

خواہ میوے سے نکالا گیا ہو (جیسے گنّے کا رس اور تربوز کا پانی) یا دوسری چیز کے اجزا
پانی پر غالب ہو جاوین (جیسے ستّو) تو (ایسے پانی سے) وضو نہین ہوگا اور نہ اُس
ٹھہرے ہوئے پانی سے جسمین ناپاکی ہو اور وہ دہ دردہ نہو اور دہ دردہ ہونے کی صورت مین
وہ پانی ایسا ہے جیسا بہتا پانی (اور بہتے پانی کی تعریف یہ ہے) کہ تنکا بہا لیجاوے
(واضح ہو کہ اصل اس مسئلے کی یہ ہے کہ بڑے حوض اور بڑے چشمے سب کے نزدیک پاک ہین
اور سلف کے امامون نے انکے طول وعرض مین سے ہر ایک کی مقدار کو دس گز اور گہراؤ کو
اسقدر کہ چلّو بھرنے سے زمین نہ کھلجاوے ٹھہرایا ہے یعنی چارون طرف اُسکی کپڑے کے
گز سے جو چھ مٹھی یا چوبیس اُنگل کا ہوتا ہے دس گز ہو اور بعضون نے شاہی گز کو اختیار
کیا ہی جو سات مٹھی اور ایک کھڑی اُنگلی کا ہوتا ہے پس جس صورت مین کہ پانی کا طول
زیادہ ہو اور عرض کم یا گہرا بہت ہو اور چوڑا کم۔ مگر پیمایش کے حساب سے اگر ضرب
کیا جاوے تو مکسر دہ دردہ ہو جاتا ہے تو بعض روایات مین ایسے پانی پر دہ دردہ کا حکم
لگایا ہے۔ اور مخفی نہ رہے کہ امام مالک رح کے نزدیک پانی خواہ تھوڑا ہو یا بہت ناپاک
نہین ہوتا جبتک اثر رنگ اور بو اور مزہ نجاست کا اُسمین ظاہر نہو۔ اور امام شافعی رح کے
نزدیک پانی کا ناپاک ہونا قلتین کی مقدار پر مخصوص ہے جو تخمیناً پانچ مشکین متوسط ہوتی ہین
اور امام اعظم رح نے دلیلون کا خلاف ملاحظہ فرماکر دہ دردہ اختیار کیا ہی جس مین سب
مذہبون سے زیادہ تر احتیاط ہے اور حدیثون اور آثار سب کی رو سے طاہر اور پاک ہے)
پس دہ دردہ پانی سے وضو کیا جاوے بشرطیکہ ناپاکی کا اثر یعنے مزہ اور رنگ اور بو اُسمین
معلوم نہو۔ اور پانی مین اگر ایسا جانور مرجاوے جسمین خون جاری نہو جیسے مچھر اور مکھی اور بھڑ اور
بچھو اور مچھلی اور مینڈک اور کیکڑا تو پانی کو ناپاک نہین کرتا۔ اور جو پانی کہ ثواب کے

لیے استعمال کیا گیا ہو (مثلاً اُس سے وضو پر وضو کیا ہو) یا حکمی ناپاکی کے دور کرنے
مین خرچ کیا ہو (مثلاً بے وضو ہو جانے پر اُس سے وضو کیا ہو) اور یہ پانی کسی جگہ مین
(مثلاً زمین پر یا کسی برتن مین) ٹھہر جاوے تو وہ خود پاک ہی مگر پاک کرنیوالا نہین
(یعنی بدن یا کپڑا ایسے پانی مستعمل مین بھر جاوے تو اُسکا دھونا ضرور نہین الا دوبارہ
اُس سے وضو کرنا درست نہین اسلیے کہ وہ پاک کرنیوالا نہین لیکن اگر اُس مستعمل پانی سے
حقیقی نجاست کو دھوڈالین تو پاک ہو جاوے گی کیونکہ نجاست حقیقی کے دور کرنے
مین یہی شرط ہی کہ بہنے والی چیز اور پاک اور نجاست کو دور کرنے والی ہو اور یہ سب باتین
مستعمل پانی مین موجود ہین گو کہ اس سے نجاست حکمی پاک نہین ہوتی) اور کنوئین کے مسئلے
مین تین مذہب ہین ج ح ط (جیم علامت نجاست کی ہے اور حا علامت بحال خود
رہنے کی اور طا علامت طہارت کی اختصار کے لیئے حروف کو رکھ لیا ہی اسکی تفصیل
یہ ہے کہ اگر کوئی مرد ناپاک جو اپنے بدن پر نجاست حقیقی[له] نہ رکھتا ہو کنوئین مین گر جاوے
یا ڈول نکالنے کو اُسمین غوطہ مارے تو امام اعظم رح کے نزدیک کنوئین کا پانی ناپاک
ہو جاتا ہی اور آدمی بھی ناپاک رہتا ہے۔ اور امام ابو یوسف رح کے نزدیک کنوان
بحال خود پاک ہی اور آدمی بدستور ناپاک اور امام محمد رح کے نزدیک کنوان اور آدمی دونون
پاک ہین) اور جو چمڑا کہ دباغت دیا جاوے وہ پاک ہو جاتا ہے مگر سور اور آدمی کا چمڑا
(پاک نہین ہوتا۔ دباغت یہ ہے کہ چمڑے کی رطوبت اور بدبو اور اُسکا سڑ جانا دوا سے خواہ
مٹی ملنے سے خواہ آفتاب مین سوکھانے سے دور کر دیا جاوے۔ اور معلوم رہے
کہ یہ حکم مرے ہوئے جانور کے چمڑے کا ہے ورنہ ذبح کیئے ہوئے جانور کا چمڑا بدون دباغت کے
بھی پاک ہے) اور آدمی اور مردہ جانور کے بال اور ہڈیان پاک ہین اس لیئے

[له] یعنی اگر بدن پر نجاست حقیقی ہوگی تو کنوان سب کے نزدیک ناپاک ہو جاوے گا ۱۲

کرانہین جان نہین کیونکہ اُن کو بذات خود درد معلوم نہین ہو یا تو مرجانا باعث نجاست نہین ہوسکتا۔ **کنوئین کے مسائل**۔ کنوئین مین اگر ناپاکی گر پڑے تو اُسکا پانی کھینچا جاوے الا اونٹ یا بکری کی دو مینگنیون اور کبوتر اور چڑیا کی بیٹ سے پانی نہ نکالا جاوے (اور تین مینگنیون مین اختلاف ہے) اور جو جانور کھائے جاتے ہین اُنکا پیشاب نجس ہے ہرگز پینا نہ چاہیئے (اور امام محمد رح کے نزدیک پاک ہی اور امام ابو یوسف کے نزدیک دوا کے واسطے اُسکا پینا جائز ہے اور امام اعظم رح کے نزدیک ناجائز) اور جو چیز باعث بے وضو ہوجانے کا نہو وہ ناپاک نہین (یعنے تھوڑی سی قے یا خون اور پیپ کہ بہی نہون اگر پانی مین گرجاوین یا کپڑا اور بدن اُنمین بھر جاوے تو ناپاک نہین ہوتا) اور چوہے کے مانند جانور کے مرجانے سے بیس ڈول بیچ کی راس کے نکالنے چاہئین اور چالیس ڈول کبوتر کی برابر کے مرنے سے اور بکری جیسے جانور کے مرنے یا کسی جانور کے پھول جانے اور پھٹ جانے سے (خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا) تمام پانی کا کھینچنا چاہیئے اور اگر تمام پانی کا نکالنا نہوسکے (مثلاً کنواں چشمہ دار ہو کہ اُسکا پانی ٹوٹتا نہو) تو دو سو ڈول نکالے جاوین۔ اور اگر چوہا پھول جاوے یا پھٹ جانے اور اُسکے گرنیکا وقت معلوم نہو تو کنوئین کو تین دن رات سے ناپاک کردیتا ہے۔ اور اگر پھولا نہو تو ایک دن رات سے (مترجم کہتا ہے کہ فتویٰ امام محمد رح کے قول پر ہے کہ جسوقت جانور کو کنوئین مین دیکھین اُسوقت سے ناپاک متصور ہوگا خواہ پھولا ہو یا نہو) اور پسینے کا حال مثل جھوٹے کے ہے اور آدمی اور گھوڑے اور اُن جانورون کا جھوٹا جنکا گوشت کھایا جاتا ہے پاک ہے۔ اور کتے اور سور اور درندہ چوپایون کا جھوٹا مثلاً شیر اور چیتے اور بھیڑیے کا جھوٹا ناپاک ہی اور بلّی اور گلیون مین پھرنے والی مرغی کا اور درندہ

پرندونکا (مثل باز اور چرہ کے) اور گھر کے رہنے والے جانورونکا (جھوٹا مثل چوہے اور سانپ کے) مکروہ ہی (کہ طہارت مین نقصان رکھتا ہی مگر نقصان بہت نہین) اور گدھے اور خچر کے جھوٹے کے پاک ہونے اور ناپاک ہونے مین شک ہے (یعنی بعض دلیلین اُسکی پاکی کو چاہتی ہین اور بعض اُسکی ناپاکی کو بس) اُس سے وضو کرے تیمم بھی کرے اگر پاک پانی میسر نہو اور وضو اور تیمم مین سے جسکو اول کرے درست ہے بخلاف اُس پانی کے جسمین خرما تر کیے ہون (اسمین علما کا اختلاف ہے بعض اُس سے وضو جائز کہتے ہین اور بعض ناجائز اور یہ اختلاف ایسی صورت مین ہے کہ پانی پتلا اور بہتا ہوا ہو اور میٹھا اور نشہ آور اور گاڑھا نہو ورنہ سب کے نزدیک اُس سے وضو کرنا جائز نہین)

باب تیمم کے بیان مین — جس صورت مین کہ نمازی پانی سے ایک میل دور ہو یا مرض یا سردی سے ضرر رکھتا ہو یا درندہ یا دشمن یا پیاس کا خوف ہو یا سامان پانی کا مثل ڈول اور رسی کے نرکھتا ہو تو (ایسی صورت مین) تیمم کرے (واضح ہو کہ میل کی مقدار چار ہزار گز ہے چوبیس انگل کے گز سے) اور تیمم کی صورت یہ ہی کہ جنس زمین پر جو پاک ہو گو غبار نرکھتی ہو نیت تیمم کر کے دو ضرب لگاوے اول ضرب کے بعد اپنے تمام منہ پر ہاتھ پھیر لے اور دوم ضرب کے بعد دونوں ہاتھ مع کہنیوں تک ہاتھ پھیر اوے اگرچہ ناپاک ہو یا حیض والی عورت ہو (یعنی انکو بھی دو ضرب چاہیئین) اور اگر باوجود میسر ہونے جنس زمین کے غبار سے تیمم کرلے تب بھی درست ہے اور بدون نیت کے تیمم جائز نہین (مخفی نرہے کہ جنس زمین اُن چیزون سے مراد ہی جو جلین نہ گلین جیسے خاک اور ریتا اور پتھر اور سرمہ اور سوا اُنکے مثل ہین) پس کافر کا تیمم کرنا بیکار ہے نہ وضو کرنا (اس لیے کہ تیمم مین نیت شرط ہی نہ وضو مین اور کافر اپنے کفر کی جہت سے نیت کا اہل نہین) اور تیمم کو اسلام سے مرتد ہونا نہین توڑتا (اسواسطے کہ تیمم کے وقت ایمان تھا

کہ اسکی نیت درست تھی) بلکہ جو چیز وضو کو توڑتی ہے اور نمازی کا قدرت پانا ایسے پانی پر جو
اسکی حاجت ضروری سے بچ رہے ابتدا تیمم کرنے کو منع کرتا ہے اور پہلے اگر تیمم کیا ہو وہ
اس قدرت سے جاتا رہتا ہے۔ اور جس شخص کو توقع پانی ملنے کی ہو وہ آخر وقت تک
نماز نہ پڑھے اور تیمم کرنا وقت سے پہلے اور دو فرضوں کے لیے اور نماز جنازہ اور
عیدین کے جاتے رہنے کے خوف سے درست ہے اگرچہ بناہی کے طور پر ہو (یعنی نماز تو
وضو سے شروع کی تھی الا نماز میں بے وضو ہو گیا تو ہو سکتا ہے کہ تیمم کر کے اسی نماز کو ادا
کر لے) اور جمعہ کے جاتے رہنے اور وقتی نماز کے جاتے رہنے کے خوف سے تیمم درست
نہیں (اسلیے کہ ان دونوں نمازوں کا بدلا موجود ہے کہ جمعے کا بدلہ ظہر ہے اور وقت کی
نماز کا بدلہ اسکی قضا اور جنازہ اور عیدین کی نمازوں کا کچھ بدلا نہیں) فائدہ جاننا
چاہیے کہ امام شافعی رح کے نزدیک تیمم طہارت ضروری ہے یعنی ضرورت کیواسطے
مشروع ہوا ہے پس وقت سے پہلے اور دو فرضوں کے واسطے اسکی کچھ ضرورت
نہیں اسلیے انکے نزدیک تیمم وقت سے پہلے اور دو فرضوں کے واسطے جائز نہوگا اور
امام اعظم رح کے نزدیک تیمم صرف طہارت ہے مگر اوسمیں پانی کا نہونا یا نہ ملنا شرط ہے پس شرط
کے موجود ہونے پر پانی اور مٹی پاک کرنے میں ایک حکم رکھتی ہے خواہ وقت سے
پہلے ہو یا نہیں اور ارشاد آنحضرت صلعم کا کہ خاک مسلمان کی پاک کرنے والی ہے اگرچہ
دس برس تک استعمال کرے ظاہر میں تائید اسی بات کو کرتی ہے جو امام اعظم رض فرماتے ہیں)
اور اگر نمازی اپنے خیمہ میں پانی بھولجاوے اور (اسیوجہ سے) تیمم کر کے نماز ادا کرے (اور
نماز کے بعد یاد آوے کہ پانی تھا) تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اور پانی کو مقدار ایک تیر کی
تلاش کرے۔ اگر یہ گمان ہو کہ پانی نزدیک ہے ورنہ تلاش نہ کرے۔ اور اگر رفیق کے

پاس پانی ہو تو اُس سے طلب کرے اگر وہ نہ دے تو تیمم کرے اور اگر بدون دام
واجبی کے نہ دے اور اُسکے پاس دام ہون تو تیمم نکرے ورنہ تیمم کرے (یعنی اگر وہ
دام زیادہ مانگے یا نمازی کے پاس واجبی دام نہون تو تیمم جائز ہوگا) اور اگر نمازی کے
اکثر اعضا (جنکو دھونا چاہیئے) زخمی ہون تو تیمم کرے۔ اور اگر اکثر درست ہون تو
اُنکو دھووے اور دھوسنے اور تیمم مین جمع نہ کرے (مثلاً اس طرح نہ کرے
کہ مُنھ پر تیمم کرے اور ہاتھون کو دھولے یا ہاتھون پر تیمم کرلے اور مُنھ کو دھولے)

باب دو موزون پر مسح کرنے کے بیان مین۔ مسح کرنا موزون پر اگرچہ عورت ہو درست ہی
مگر ناپاک کے لیئے درست نہین اور شرط مسح کرنیکی یہہ ہے کہ دونون موزون کو ایسی طرح پہنا
ہووے کہ حدث کے وقت وضو کامل ہو (گو موزہ پہننے کے وقت کامل نہو مثلاً ایک شخص نے
پاؤن دھو کر موزے پہنے بعد اسکے باقی وضو تمام کیا پھر بے وضو ہوا تو اس صورت مین یہ شخص
بے وضو ہونیکے وقت وضوء کامل رکھتا تھا اگرچہ موزے پہننے کے وقت وضو ناقص تھا اب
اُسکو اُن موزون پر مسح کرنا درست ہے) اور مدت مسح کی مقیم کے واسطے ایک دن رات اور مسافر
کیواسطے تین دن رات حدث کے شروع سے ہی۔ اور صورت موزون پر مسح کرنیکی یہ ہے کہ بھیگے ہوے
ہاتھ کی تین انگلیان موزونکے اوپر کیجانب پاؤنکی انگلیون سر رکھکر ایکبار پنڈلیون تک کھینچے
اور بہت پھٹن مسح کی مانع ہی اور وہ بقدر پاؤن کے تین چھوٹی انگلیونکے ہے اور اس سے
کمتر پھٹن مانع نہین اور اگر ایک موزہ مین کئی جگہ پھٹن ہو تو اُسکو ایک جا کیا جائیگا (یعنی
اگر سب ملکر مقدار تین انگلیونکے ہوجاویگی تو مسح کی مانع ہوگی اور اس سے کمتر مانع نہوگی)
اور دونون موزون مین (اگر تھوڑی تھوڑی پھٹن ہوگی) تو ایک جا نہ کی جاوےگی لیکن (اگر
نجاست (دونون موزون مین تھوڑی تھوڑی ہو تو وہ) جمع کیجاویگی (یعنی اگر دونون

باب دو موزون پر مسح کرنے کے بیان

موزون کی نجاست مقدار ایک درم کے ہوجاوے گی تو اُن پر بدون پاک کیے مسح درست نہوگا
اسیطرح برہنگی کا حال ہے کہ اگر تھوڑی تھوڑی کئی جگہ سے کھلنی ہو تو اسکو جمع کرکے
حساب کرنا چاہیے اگر چوتھائی عضو کی برابر ہو تو نماز جائز نہوگی ورنہ نماز درست ہوگی)
اور جو چیز وضو کو توڑتی ہے وہ مسح کو توڑتی ہے اور مسح کو موزے کا نکالنا اور مدت مسح کا
پورا ہوجانا بھی توڑتا ہے بشرطیکہ مدت پوری ہونے پر سردی کے باعث پاؤنکے جاتے
رہنے کا خوف نہو (اور اگر خوف ہوگا تو مسح بحال خود رہیگا) اور موزے کو نکالنے اور مدت
مسح پورا ہوجانیکے بعد صرف دونون پانون دھو ڈالے (یعنی اگر وضو اسوقت موجود ہو تو
سارے وضو کا پھر سے کرنا ضرور نہین) اور بہت سے پانونکا موزے باہر چلا آنا بھی نکالنا ہی
(یعنی موزے کے نکالنے مین سارے پانونکا نکلنا معتبر نہین اگر اکثر حصہ نکل آویگا تب بھی
مسح جاتا رہیگا) اور اگر کسی مقیم نے مسح کیا اور ہنوز ایک دن رات نہوا تھا کہ وہ مسافر ہوگیا
تو اس صورت مین وہ تین دن رات مسح کرے اور اگر مسافر مسح کرتا تھا اور ایک دن رات کے
بعد مقیم ہوگیا تو وہ موزے کو نکالکر پاؤن دھوئے اور اگر ایک دن رات پورا نہوا تھا کہ مقیم ہوگیا
تو ایک دن رات کو پورا کرے - اور مسح کرنا موزے کے اوپر کے موزے پر اور چمڑے کے
جُرابون پر جنمین جوتے کی شکل کا چمڑا لگا ہو یا ایسے سخت ہون کہ بغیر باندھے پنڈلی پر
ٹھہر جاوین درست ہی - اور مسح کرنا پگڑی اور ٹوپی اور برقع اور دستانون پر درست نہین
اور ٹوٹی ہڈی کی بندش پر اور زخم کی پٹی پر یا اسیطرح کی اور چیز پر (مثل فصد کی پٹی کے)
مسح کرنا دھونے کے حکم مین ہی یعنی اُسکے لیے کوئی وقت معین نہین اور غسل کے ساتھ
جمع ہوسکتا ہی (اسطرح کہ بعض اعضا کو دھوئین اور بعض پر مسح کرین) اور یہ مسح پٹی کا
درست ہی اگرچہ پٹی کو بے وضو باندھا ہو - اور مسح تمام پٹی پر کرے خواہ اسکے نیچے زخم ہو یا نہو

پس اگر (پٹی یا پھاہا جسپر مسح کیا تھا) باعث زخم کے اچھے ہوجانے کے گر پڑے تو مسح باطل ہوجاویگا۔ اور بدون اچھا ہوئے گرے تو مسح نہ جاویگا۔ اور موزے کے مسح کرنے اور سر پر مسح کرنے مین نیت کی احتیاج نہین (یعنی مسح تیمم کی طرح نہین ہے کہ بدون نیت کے جائز نہووے)۔

باب حیض کے بیان مین۔ حیض اُس خون کو کہتے ہین جو ایسی عورت کے رحم مین سے بہے جو مرض اور لڑکپن سے سلامت ہو (اس سے معلوم ہوا کہ جو خون مرض سے یا لڑکپن مین نکلے گا اسکو حیض نہ کہین گے بلکہ اُسکا نام استحاضہ ہے) اور مدت حیض کی کم سے کم تین دن رات ہی اور زیادہ سے زیادہ دس دن رات۔ اور جو خون تین دن سے کم اور دس دن سے زیادہ ہو وہ استحاضہ ہے۔ اور سفیدی خالص کے سوا جو رنگ ہو وہ حیض ہے اور حیض نماز اور روزے کا مانع ہی مگر عورت روزے کی قضا کرے نماز کی قضا نہ کرے (یعنی ان ایام کی نماز معاف ہی) اور اس حالت مین مسجد کے اندر جانا اور خانہ کعبہ کے گرد پھرنا اور ناف سے لیکر عورت کے زانو تک مرد کو نزدیکی کرنا اور قرآن پڑھنا اور اُسکو ہاتھ لگانا ممنوع ہے مگر غلاف کے ساتھ (ہاتھ لگانا منع نہین) اور بے وضو ہونا بھی ہاتھ لگانے کا مانع ہے (مگر قرآن پڑھنے کا مانع نہین) اور ناپاکی اور نفاس دونوں کا مانع ہے (یعنے ناپاکی اور حیض اور نفاس کی حالت مین قرآن کا پڑھنا اور اُسکو ہاتھ لگانا دونون ممنوع ہین اور بے وضو ہونے کی حالت مین چھونا ممنوع ہے اور پڑھنا جائز) اور عورت سے صحبت کیجاوے بدون غسل کے جس صورت مین کہ خون حیض اکثر مدت (یعنی دس روز) پر منقطع ہوا ہو اور جس صورت مین کہ کمتر مدت کے بعد (یعنی تین روز سے لیکر دو روز تک کے پیچھے) بند ہوا ہو تو صحبت نکیجاوے یہانتک کہ عورت غسل کرے یا خون بند ہونے پر کمتر وقت نماز کا گذر جاوے (یعنی

باب حیض کے بیان مین

اگر خون دس روز کے بعد بند ہوا ہی تو صحبت کرنی مرد کو درست ہے اگرچہ عورت نے غسل نہ کیا ہو۔ اور اگر خون دس روز سے کم مدت مین بند ہوا ہی تو صحبت کرنی جائز نہین جبتک کہ غسل نکرلے یا اتنا وقت گذر جاوے کہ اُسمین نہانا اور نماز کی نیت ہوسکے) اور پاک ہوجانا دو خون کے درمیان خون کی مدت مین حیض اور نفاس ہی ہے (یعنی اگر عورت مدت حیض و نفاس مین کچھ دنون کو پاک ہوجاوے اور خون بند ہوجاوے تو اُسکو حکم پاک ہونے کا نہوگا بلکہ وہی حیض و نفاس ہوگا) اور کمتر مدت پاک رہنے کی پندرہ دن ہین اور زیادہ مدت کی کچھ انتہا نہین مگر جس صورت مین کہ خون ہمیشہ جاری رہے اور اس عورت کی کوئی عادت مقرر ہووے (یعنی پاک رہنے کے لیے زیادہ مدت کی کچھ حد مقرر نہین حتیٰ کہ بعض عورتین برسون تک پاک رہتی ہین لیکن اگر کسیکو خون استحاضہ جاری ہوجاوے اور پاک رہنے کے لیے اُسکی کچھ عادت مقرر تھی تو ایسی صورت مین وہی عادت کی مدت کو پاک رہنے کی مدت کہین گے) اور خون استحاضہ مانند دوام کی نکسیر کے ہی نماز اور روزہ اور صحبت کا مانع نہین اور اگر خون اکثر مدت حیض و نفاس سے بڑھ جاوے تو جسقدر اُسکی عادت قدیم سے بڑھیگا وہ استحاضہ ہوگا۔ اور اگر عورت کو پہلے ہی پہل استحاضہ ہوجاوے تو اُسکا حیض دس دن کا ہوگا اور نفاس چالیس دن کا۔ اور جو عورت استحاضہ رکھتی ہو اور جس شخص کا پیشاب جاری ہو یا پیٹ چلتا ہو یا ریح نکلتی رہتی ہو یا نکسیر بند نہوتی ہو یا زخم کا خون نہ تھمتا ہو ایسے شخص ہر فرض کے وقت وضو نیا کرین اور اُس وضو سے نماز فرض اور نفل ادا کرین اور یہ وضو صرف وقت کے نکلنے سے جاتا رہتا ہے (یعنی دوسری نماز کے وقت آنے سے نہین جاتا جیسا کہ بعض علماء کا قول ہے اور نہ وضو کے بعد وہی عذر واقع ہونے سے جاوے) اور یہ حکم اُس صورت مین ہی کہ ان عذر والون پر کوئی فرض کا

وقت ایسا نہ گذرے جسمین عذر مذکور انکو نہو (ورنہ معذور نہ کہلاوینگے اور ان کا وضو عذر مذکور سے جاتا رہیگا) اور نفاس وہ خون ہے جو بچے کے پیدا ہونیکے بعد آیا کرتا ہی اور جو خون کہ حاملہ عورت کو آتا ہی وہ استحاضہ ہوتا ہے۔ اور پیٹ جو گر پڑتا ہے اگر اوسمین بعض اعضا موجود ہون تو اسکا حکم بچے کا ہے (اسکے بعد کا خون نفاس ہوگا۔ اور اگر محض گوشت کا لوتھڑا ہو تو وہ بچہ نہین اور نہ اُسکے بعد کا خون نفاس ہے) اور کمتر مدت نفاس کی کچھ حد نہین (یہانتک کہ بعض عورتون کو ایک گھنٹہ بھی نہین ہوتا) اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز ہے (اور چالیس سے بھی اگر بڑھ جاوے تو) جسقدر بڑہے گا وہ استحاضہ ہوگا۔ اور جُڑوان بچون کے ہونے مین مدت نفاس کی اول سے ہوتی ہے (دوسرے بچے سے نہین ہوتی)

باب نجاستونکے بیان مین۔ بدن اور کپڑا پانی سے اور ہر بہتی چیز نجاست کی دور کرنیوالی سے پاک ہوجاتا ہی مثلاً سرکے اور گلاب سے (اگر دھودین تو پاک ہوجاتا ہے) مگر تیل سے پاک نہین ہوتا۔ اور موزے پر اگر نجاست گاڑہی لگی ہو تو خاک پر رگڑنے سے پاک ہوجاتا ہی اور اگر گاڑہی نہو (مثلاً شراب یا پیشاب لگجاوے) تو (موزے کو) دھونا چاہیئے اور خشک منی رگڑنے سے پاک ہوتی ہی اور اگر خشک نہو بلکہ تر ہو تو دھوئی جاوے (واضح ہو کہ امام شافعی رح کے نزدیک منی پاک ہے دھونے اور رگڑنے کی حاجت نہین رکھتی الا طبیعت کی لطافت کی جہت سے دھوڈالنا مضائقہ نہین اور امام مالک رح کے نزدیک ناپاک ہی بدون دھونے کے صرف رگڑنے سے پاک نہین ہوتی اور امام اعظم رح کے نزدیک بھی ناپاک ہی اگر تر ہو تو دھونا چاہیئے اور اگر خشک ہو تو رگڑنے سے بھی پاک ہوجاتی ہی) اور یہ مذہب سب مذہبون سے بہتر ہی اسلیے کہ منی کا پاک ہونا ایسی صورتون مین کہ غسل کا باعث ہے اور

باب نجاستونکے بیان مین

پیشابگاہ سے نکلتی ہے آثار اور قیاس سے بہت بعید معلوم ہوتا ہی اور منی خشک کا رگڑنے سے پاک ہونا بھی خلاف احادیث صحیحہ کے ہی جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئی ہین چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہین کہ مین منی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر سے اگر تر ہوتی تھی تو دھویا کرتی تھی اور خشک ہوتی تھی تو رگڑ ڈالا کرتی تھی اور آنحضرت صلعم نے حضرت عائشہ رض کو ایسا ہی ارشاد فرمایا تھا) اور تلوار جیسی چیزین (مثلاً چھری اور خنجر اور آئینہ اسقدر) پونچھنے سے پاک ہوجاتی ہین (کہ نجاست کا اثر دور ہوجائے) اور زمین خشک ہونے اور نجاست کے اثر دور ہوجانے سے نماز کے لیے پاک ہوجاتی ہی مگر تیمم کے لیئے پاک نہین ہوتی (اسلیئے کہ تیمم مین زمین کا پاک ہونا قرآن سے ثابت ہی اور خشک ہونے سے زمین کی طہارت حدیثون سے ثابت ہی قرآن سے ثابت نہین اور ایک وجہ یہ ہی کہ خاک اپنی طبیعت سے پاک کرنیوالی چیز نہین تو ضرور ہوا کہ طہارت کی رعایت اسمین خوب طرح پر کرنی چاہیئے) اور مقدار ایکدرم کی اور مقدار چوڑائی ہتھیلی کی بڑی نجاست مین سے معاف ہی جیسے خون اور شراب اور مرغی کی بیٹ اور ایسے جانورونکا پیشاب جو کھائے نہین جاتے اور لید اور گوبر (یعنی بڑی نجاست اگر جسمدار ہو تو وزن ایک درم کہ ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہی معاف ہی اور اگر پتلی ہو جیسے شراب اور پیشاب ہی تو ہتھیلی کی چوڑائی کی برابر معاف ہی اور اگر ان دونون مقدارون سے بڑھکر ہو تو دھونا فرض ہی ورنہ مستحب) اور چوتھائی کپڑے سے کم بھرنا ہلکی نجاست مین مثلاً ایسے جانورون کے پیشاب جو کھائے جاتے ہین یا گھوڑے کے پیشاب اور ایسے پرندون کی بیٹ مین جو کھائے نہین جاتے اور مچھلی کے خون اور خچر اور گدھے کے لعاب مین معاف ہی اور نیز آدمی کا پیشاب کہ سوئی کی ناکے کے برابر چھینٹین پڑجاوین معاف ہے (یعنی ہلکی نجاست مین اگر چوتھائی سے کم کپڑا بھر جانے معاف ہی اور چوتھائی بھرے تو دھونا چاہیے۔ مگر چوتھائی مین اختلاف ہے

اختلاف ہی بعضے کہتے ہین کہ چہارم اُسقدر کپڑے کا مراد ہی جس سے ستر عورت کم سے کم ہوجاوے اور بعضے کہتے ہین کہ جو کپڑا ابھرا ہوا وسکی چوتھائی مراد ہے جیسے دامن اور آستین اور پردہ اور پیچھا اور کلی کہ ہر ایک جدا کپڑا ہے جو انمین بھرے اوسی کی چوتھائی لینی چاہیئے اور بعضے چوتھائی کو ایک بالشت لمبا اور ایک بالشت چوڑا کہتے ہین اور اسکو سب سے زیادہ مناسب جانتے ہین) اور جو نجاست کہ سوجھتی ہے وہ اسقدر دھونے سے کہ اسکا جسم جاتا رہے پاک ہوجاتی ہی مگر جسکا اثر دور ہونا مشکل ہو (مثلاً رنگ اور بو نہ جا سکتی ہو) تو وہ تین بار دھونے اور ہر دفعہ نچوڑنے سے پاک ہوجاتی ہے اسیطرح وہ نجاست جو سوجھتی نہو اور جس چیز کا نچوڑنا ممکن نہو (مثلاً بوریا اور بچھونا اور پتھر تو ایسی چیزین) تین بار دھو کر خشک کرنے سے پاک ہوتی ہین (یعنے ہر دفعہ دھو کر اتنا چھوڑ دے کہ اوسمین سے پانی ٹپکنا موقوف ہوجاوے) اور مسنون ہے بعد پاخانہ پھرنے کے استنجا کسی پاک کرنیوالی چیز مثل پتھر (اور اینٹ اور ڈھیلے وغیرہ سے کرنا) اور اسکے لیے کوئی شمار مسنون نہین اور بعد استنجے کے اُس جگہ کا دھونا مستحب ہی (جاننا چاہیئے کہ استنجے مین طاق عدد امام شافعیؒ کے نزدیک مسنون ہی کہ تین یا پانچ یا سات ڈھیلے ہون اور امام اعظمؒ کے نزدیک پاک ہونا ضروری ہی نہ شمار اور لفظ وتر کہ بعض حدیثون مین آیا ہی وہ ایک پر بھی بولا جاتا ہے اور یہ جو حدیث مین آیا ہے کہ جو کوئی ڈھیلے لے اُسکو چاہیئے طاق لے جس نے یہ کیا اُسنے اچھا کیا اور جس نے نہ کیا تو اُسپر کچھ حرج نہین یہ حدیث دلالت کرتی ہے کہ طاق شمار مسنون نہین بلکہ مستحب ہے) اور مقام پاخانہ کا دھونا واجب ہے جس صورت مین کہ نجاست مقام پاخانہ سے بڑھ جاوے اور بڑھنے مین وہی مقدار معتبر ہے جو پاکی کی مانع ہے (یعنے مقدار ایک درم یا ہتھیلی کے عرض کے برابر) مقام پاخانہ سے زائد (ہوجاوے اسلیئے کہ استقام کا

بھرنا معاف ہی اُسکے لئے ڈھیلوں وغیرہ پر اکتفا ممکن ہے مگر جب اُس مقام سے زیادہ ایک درم کے برابر بھر جاوے تو دھونا واجب ہے اور کمی کی صورت مین مستحب) مگر ہڈی اور لید اور کھانے کی چیز سے استنجا کرنا ممنوع ہے اور دہنے ہاتھ سے بھی بدون عذر کے نہ کرنا چاہئیے (بلکہ مخصوص اس کام کے واسطے بایان ہاتھ ہے وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

کتاب الصلوٰۃ

کتاب الصلوٰۃ

(یعنے اس مین نماز کا ذکر ہے۔ جاننا چاہئیے کہ بعد ادا کرنے کلمہ طیبہ کے سب سے بڑا اسلام کے حکمون مین اور سب سے زیادہ ضروری شرع کے احکام مین نماز ہی جسکے لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ اور فرمایا وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا اور حدیث شریف مین وارد ہوا ہی کہ جو شخص چھوڑے نماز کو جان بوجھ کر وہ کافر ہی یہانتک کہ بعض علماء نے نماز کے چھوڑنے والے کو مار ڈالنا جائز رکھا ہے

باب اوقات نماز

(باب نماز کے وقتونکے بیان مین) فجر کا وقت صبح صادق سے لیکر آفتاب کے نکلنے تک ہے اور ظہر کا وقت آفتاب کے ڈھلنے سے اُسوقت تک ہے کہ سایہ ہر چیز کا سوائے سایۂ اصلی کے جو ٹھیک دوپہر کو ہوتا ہی اُس چیز سے دونا ہو جاوے (جاننا چاہئیے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک ظہر کا وقت ایک مثل تک رہتا ہی اور اکثر محدثین اسی کی تقویت کرتی ہین اور امام اعظمؒ کے نزدیک ایک روایت مین موافق امام شافعیؒ کے ہے اور ظاہر روایت مین دو مثل تک ہی اسوجہ سے کہ حدیثون مین حکم ظہر کو ٹھنڈا کر کے پڑھنے کا ہے اور عرب کی زمین مین دو مثل سے پیشتر ٹھنڈا کرنا متصور نہین تو جب شک واقع ہوا تو دوسرے وقت کا آجانا یقیناً ثابت نہوا) اور عصر کا وقت دو مثل سے لیکر آفتاب کے غروب تک ہے اور مغرب کا وقت آفتاب کے ڈوبنے سے شفق کے ڈوبنے تک ہے اور شفق وہ سپیدی ہی

زجو سرخی کے بعد پیدا ہوتی ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک شفق اسی سرخی کا نام ہے جو غروب کے بعد ہوتی ہے اور امام اعظمؒ کی دلیل یہ ہے کہ حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ نماز عشا پڑھے ایسے وقت میں کہ آسمان کے کنارے سیاہ اور تاریک ہو جاویں اور یہ صورت شفق سفید کے جانے کے پہلے متصور نہیں ہوتی) اور عشاء اور وتر کا وقت شفق کے جاتے رہنے کے بعد سے صبح صادق کے نمود ہونے تک ہے اور وتر نماز عشا سے پہلے نہ پڑھنا چاہیئے اسلیئے کہ ان دونوں میں ترتیب ضروری ہے۔ (اگرچہ دونوں کا وقت ایک ہے) اور جس شخص کو عشا اور وتر کا وقت نہ ملے یہ دونوں اسپر واجب نہیں ہوتے (مثلاً بعض زمین کے حصوں میں صبح صادق شفق کے غروب ہوتے ہی ہو جاتی ہے تو ایسی جگہ کے رہنے والوں پر عشا اور وتر واجب نہیں) اور مستحب ہے نماز فجر کو اور گرمیوں کی ظہر کو دیر کر کے پڑھنا اور عصر کو دیر سے پڑھنا بشرطیکہ آفتاب کے رنگ زردی مائل نہو اور عشا کو ایک تہائی رات تک تاخیر کرنا اور وتر کو آخر شب تک دیر کرنا ایسے شخص کے لیے جسکو اپنے جاگنے پر اعتماد ہو (فائدہ) امام شافعیؒ کے نزدیک سب نمازوں میں جلدی کرنی مستحب ہے اور امام اعظمؒ کی دلیل یہ ہے کہ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ صبح کی نماز روشنی میں پڑھو اور ظہر کی نماز ٹھنڈے وقت میں) اور جاڑوں کی ظہر کو اور مغرب کو اول وقت پڑھنا اور جن نمازوں کے شروع میں عین ہے (یعنے عصر اور عشا کو) ابر کے دن جلد پڑھنا اور ابر کے دن میں ان دونوں کے سوا اور نمازوں کو دیر کر کے پڑھنا (یعنے فجر اور ظہر اور مغرب کے لیے ابر و غبار میں تاخیر کرنی مستحب ہے) اور آفتاب کے نکلنے کے وقت اور ٹھیک دوپہر میں (جب آفتاب سر پر ہو) اور اسکے ڈوبنے کے وقت نماز اور نماز جنازہ اور سجدۂ تلاوت منع ہے مگر اسی روز کی عصر (عین غروب کے وقت پڑھنی درست ہے) اور

بعد نماز فجر اور عصر کے نفل پڑھنی ممنوع ہے مگر نماز قضا اور سجدۂ تلاوت اور نماز جنازہ ان دونوں وقتوں میں درست ہیں اور سوائے دو رکعت سنت فجر کے صبح صادق ہو جانے پر نفل پڑھنا اور قبل نماز مغرب کے اور امام کے خطبہ پڑھنے کی حالت میں جمعے کے روز نفل پڑھنا ممنوع ہے (اور شافعیؒ کے نزدیک جمعے کی سنتیں خطبے کے وقت درست ہیں اور دلیل امام اعظمؒ کی یہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے ساتھی کو کہے کہ چپ رہ اور امام خطبہ پڑھ رہا ہے تو تو حرکت لغو کرتا ہے پس جس صورت میں کہ اچھی بات کے امر کرنے میں جو واجب ہے آپنے لغو کا حکم فرمایا ہو تو نفل کے باب میں کیا تصور کرنا چاہیئے علاوہ اسکے نماز خطبہ سننے سے روکتی بھی ہے) اور دو نمازوں کا ایک وقت میں اکٹھا پڑھنا عذر کے ساتھ ممنوع ہے (یعنی بوجہ سفر اور مینہ کے دو نمازوں کو ایک ساتھ نہ پڑھے اور امام شافعیؒ اور مالکؒ کے نزدیک جمع کرنا درست ہے اسلیئے کہ حدیث شریف میں دو نمازوں کا جمع کرنا وارد ہوا ہے اور دلیل امام اعظم رح کی یہ ہے کہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اُس خدا کی جسکے سوا کوئی معبود برحق نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کوئی نماز بجز اُسکے وقت کے اور کسی وقت میں نہیں پڑھی مگر دو نمازیں جمع کی ہیں ظہر و عصر کو عرفات میں اور مغرب و عشا کو مزدلفہ میں اور جو روایتیں کہ دو نمازوں کے جمع کرنے میں وارد ہوئی ہیں وہ اکٹھا پڑھنا ظاہر کی رو سے تھا نہ وقت کے اعتبار سے یعنی آپنے آخر وقت ظہر میں نماز ظہر پڑھی اور اول وقت عصر میں نماز عصر اور اسیطرح مغرب اور عشا میں کہ اول کو آخر وقت میں پڑھا اور دوسری اول وقت میں تو ظاہر کی رو سے اکٹھی ہو گئیں اور حقیقت میں ہر ایک اپنے وقت میں ہوئی واللہ اعلم)

باب اذان کے بیان مین۔ اذان کہنا واسطے فرض نمازون کے بدون دو بار کہنے شہادتین کے اور بدون راگ کی آواز کے سنت ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک ترجیع مسنون ہے اور وہ اسطرح ہے کہ اول شہادتین یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ دو دو بار آہستہ آہستہ کہہ کے پھر دو دو بار بلند آواز سے کہے اسواسطے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی محذورہ کو اسیطرح سکھلایا تھا اور اور امام اعظمؒ کے نزدیک ترجیع سنت نہین اسلیئے کہ عبداللہ بن زید وغیرہ کی روایت مین ترجیع نہین ہے اور ابی محذورہ کو سکھلانیکی وجہ یہ تھی کہ شروع اسلام مین اُنہون نے شہادتین کے ظاہر کہنے سے شرم کر کے خود آہستہ ادا کیئے تھے تب آنحضرت صلعم نے اُنکو ارشاد فرمایا کہ بلند آواز سے کہو پس اُنکا آہستہ کہنا اصل اذان مین داخل نہ تھا واللہ اعلم) اور مؤذن صبح کی اذان مین حی علی الفلاح کے بعد الصلوۃ خیر من النوم دو بار زیادہ کرے اور تکبیر مثل اذان کے ہے اور اُسکے حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصلوۃ دو بار زیادہ کرے اور اذان کے کلمات کو جدا جدا کہے (یعنے ہر کلمہ کے بعد کچھ وقفہ کرے) اور تکبیر کے کلمات جلد جلد کہے (بدون بیچ مین وقفہ کرنیکے) اور دونون مین قبلے کی طرف کو منہ رکھے اور اذان و تکبیر کے درمیان مین کلام نکرے اور جب حی علی الصلوۃ حی علی الفلاح کہے تو اپنا منہ دا ہنے اور بائین پھیر دے اور اذان کے منارے مین گھوم کر اذان کہے (تاکہ اُسکی کھڑکیون مین سے لوگونکو آواز پہونچے) اور اپنی اُنگلیان کانون مین رکھ لے (تاکہ آواز خوب اونچی نکلے) اور تثویب کرے اور اذان اور تکبیر کے بیچ مین ٹھہر جاوے لیکن مغرب کی اذان کے بعد نہ ٹھہرے (تاکہ نماز مغرب کی تاخیر جو مکروہ ہے لازم نہ آوے واضح ہو کہ تثویب اسکو کہتے ہین کہ اذان کے بعد لوگونکی تاکید کے لیئے دوسری

آواز کہین تاکہ لوگ جلد چلے آوین جیسے الصلوٰۃ مثلاً پکار کر کہا کرتے ہین اور درمختار مین تثویب صرف اذان صبح مین لکھی ہے مگر عنایہ حاشیہ ہدایہ مین مسطور ہے کہ تثویب سب نمازون مین مکروہ ہے کیونکہ حضرت علی مرتضےٰ رض سے مروی ہے کہ آپ نے کسی مؤذن کو نماز عشا مین تثویب کہتے سنا تو فرمایا کہ اس بدعتی کو مسجد سے نکالدو اور اسیطرح مجاہد نے حضرت ابن عمر رض سے اسکا بدعت ہونا نقل کیا ہے) اور قضا نماز کے لیئے اذان اور تکبیر دونون کہے اور اسیطرح (بہت سی قضا نمازین اگر ادا کرے) تو سب سے پہلی کے لیئے اذان اور تکبیر دونون کہے اور باقی نمازون مین اذان کے لیے اسکو اختیار ہے (یعنی چاہے تو اذان اور تکبیر دونون کہے چاہے صرف تکبیر پر بس کرے) اور وقت سے پہلے اذان نہ دیجاوے اور اگر ایسا ہو جاوے تو وقت پر دوبارہ کہی جاوے (اور اس مسئلے مین امام شافعیؒ کا خلاف ہے اور امام اعظمؒ کی دلیل یہ ہے کہ اذان اس لیئے ہے کہ لوگون کو وقت نماز ہو جانیکی خبر ہو اور وقت سے پہلے کہنے مین یہ مضمون نہین رہتا) اور مکروہ ہے ناپاک آدمی کا اذان اور تکبیر کہنا اور بے وضو کا تکبیر کہنا اور عورت اور بدکار شخص کا (جو فسق مین مشہور ہو) اور بیٹھے ہوئے مرد کا اور متوالے کا اذان کہنا مکروہ ہے مگر غلام اور لڑکے اور حرامزادے اور اندھے اور گنوار کا اذان کہنا مکروہ نہین اور مسافر کو اذان اور تکبیر دونون کا چھوڑ دینا مکروہ ہے اور جو شخص اپنے گھر مین شہر کے اندر نماز پڑھے اسکو دونون کا چھوڑ دینا مکروہ نہین اور اذان اور تکبیر ان دونون کے لیے مستحب ہین عورتون کے واسطے مستحب نہین (یعنے اگر عورتین جماعت کی نماز پڑھین اور اذان اور تکبیر نہ کہین تو مکروہ نہین) ؎

باب نماز کی شرطون کے بیان مین

(جاننا چاہیے کہ شرط اُسکو کہتے ہین جو کام سے

خارج ہو اور وہ کام اُسپر موقوف ہو اسطرح کہ جب تک شرط نہو لے وہ کام درست نہو۔ نماز کی شرطین یہ ہین کہ نمازی کے بدن کا نجاست حکمی اور نجاست حقیقی سے پاک ہونا اور کپڑے اور نماز کی جگہ کا طاہر ہونا اور برہنگی کو ڈھانکنا اور برہنگی مرد کے لیے ناف کے نیچے سے لیکر گھٹنون کے نیچے تک ہے۔ اور آزاد عورت کے لئے سواے چہرے اور دونون ہتھیلیون اور دونون پاؤن کے تمام بدن برہنگی ہی سبکا ڈھانکنا واجب ہے اور نماز مین عورت کی چوتھائی پنڈلی کا کھلا رہنا مانع نماز کی درستی کا ہی اسیطرح سر کے بال اور پیٹ اور ران اور شرمگاہ کا حال ہی (کہ اگر انمین سے چوتھائی کسی کی کھلجاویگی نماز درست نہوگی) اور لونڈی برہنگی کے ڈھانکنے مین مثل مرد کے ہی (فرق اتنا ہے) کہ لونڈی کا پیٹ اور پیٹھ بھی برہنگی مین داخل ہے (مرد کا نہین) اور اگر نمازی کو ایسا کپڑا ملا جسکا چوتھائی پاک ہے اور اوسنے نماز ننگے بدن پڑھلی تو نماز درست نہوگی اور اگر چوتھائی سے کم پاک ہے تو نمازی کو اختیار ہے (چاہے ننگے بدن نماز پڑھے خواہ اِس کپڑے کو پہنکر پڑھ لے) اور اگر کپڑا بالکل میسر نہو تو چاہیئے کہ نماز بیٹھکر پڑھے اور رکوع اور سجدہ اشارے سے ادا کرے اور بیٹھکر اشارے سے پڑھنا اس سے بہتر ہے کہ کھڑے ہوکر مع رکوع اور سجدے کے پڑھے اور نماز کی شرط نیت ہے بے فصل (یعنی نماز کے ساتھ ہی نیت کرنی چاہیئے) اور نیت مین ضروری یہ ہی کہ اپنے دل سے یہ بات جانے کہ کونسی نماز پڑھتا ہی (یعنی یہ لازم نہین کہ زبان سے نیت کے الفاظ کہے) اور سنتون اور نفلون اور تراویح کے لئے مطلق نماز کی نیت کافی ہی اور فرضون کے لیے فرضون کا تعین کرنا مثلاً عصر کے فرض (یا ظہر کے فرض کو دلمین جان لینا) ضرور ہی اور مقتدی امام کے پیچھے پڑھنے کی بھی نیت کرے۔ اور نماز جنازہ مین نماز کی نیت خدا کے واسطے اور دعا کی مردہ کے لئے کرے

اور نماز کی شرط قبلے کی طرف منہ کرنا ہی تو جو شخص مکہ کا رہنے والا ہو اسکو ٹھیک کعبہ کی عمارت کیطرف منہ کرنا فرض ہی اور جو مکہ مین نہ رہتا ہو وہ اسکی طرف کو منہ کرلے (یعنی اسکے لیے ضرور نہین کہ ایسی طرح کھڑا ہو کہ خاص عمارت کعبہ کی سمت مین اسکا منہ ہو بلکہ کعبہ کی سمت کو منہ کرلینا کافی ہے) اور جو شخص دشمن یا درندہ کا خوف رکھتا ہو وہ (جس طرف کو ہوسکے نماز پڑھ لے) اور جس شخص کو قبلہ معلوم نہو وہ اٹکل کرلے اور اسی طرف کو کھڑا ہوجاوے اور اگر اٹکل مین غلطی ہوجاوے تو نماز کو دوبارہ نہ پڑھے اور اگر غلطی عین نماز مین معلوم ہو تو نماز ہی مین قبلے کی طرف کو پھر جاوے اور اگر چند مقتدیون نے مختلف سمتین قبلے کے لیے اٹکل کین اور امام کا حال کسیکو معلوم نہین (کہ اسکا منھ کس طرف کو ہے) تو انکے لیے کافی ہے (اور جس شخص کو حال اپنے امام کا معلوم ہو اور اس کے خلاف منھ کیے ہو تو اس کی نماز درست نہ ہوگی)۔

باب نماز کی صفت کے بیان مین

باب نماز کی صفت کے بیان مین۔ (یعنی خود نماز اور اسکے اندر کے احوال مین) نماز کے فرض یہ ہین ۱ اللہ اکبر کہکر نماز مین داخل ہونا اور ۲ کھڑا ہونا اور ۳ قرآن کا پڑھنا اور ۴ رکوع کرنا اور ۵ سجدہ کرنا اور ۶ آخر کو التحیات پڑھنے کی قدر بیٹھنا اور ۷ نماز مین سے اپنے فعل سے باہر آنا۔ اور نماز کے واجبات یہ ہین ۱ سورہ الحمد کا پڑھنا اور ۲ دوسری سورت (خواہ ایک آیت لمبی یا تین چھوٹی آیتون کا الحمد کے ساتھ) ملانا اور ۳ پہلی دو رکعتون کو قرآن پڑھنے کے لیے معین کرنا۔ اور ۴ جو فعل ایک رکعت مین مکرر ہین ان مین ترتیب کا لحاظ رکھنا (جیسے سجدہ ہے کہ اگر دوسرے سجدے کو چھوڑ دیا اور دوسری رکعت کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تو نماز فاسد نہوگی بلکہ ناقص ہوجاویگی مگر ترتیب غیر مکرر افعال مین مثلاً رکوع اور قیام مین فرض ہی اسکے چھوڑنے سے نماز نہین ہوتی) اور ۵ ارکان کو درستی سے

کرنا (یعنی رکوع اور سجدے میں اچھی طرح ٹھہرنا) اور پہلی دفعہ بیٹھنا اور التحیات پڑھنا اور لفظ
السلام علیکم ورحمۃ اللہ (آخر نماز میں) کہنا اور دعاء قنوت نماز وتر میں اور دونوں عیدوں
کی نماز میں تکبیریں کہنی اور آہستہ اور پکار کر پڑھنا جن نمازوں میں کہ آہستہ اور پکار کر
پڑھا جاتا ہے اور نماز کی سنتیں یہ ہیں کہ تکبیر تحریمہ کے لیئے دونوں ہاتھوں کا اٹھانا اور
اپنی انگلیوں کو کھلا رکھنا اور امام کو پکار کر اللہ اکبر کہنا اور سبحانک اللھم آخر تک پڑھنا
اور اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا اور (آخر الحمد میں) آمین
کہنا اور ان سب کو پوشیدہ کہنا اور اپنے دہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا
اور رکوع میں جانے کو اور اس سے سر اٹھانے کو اللہ اکبر کہنا اور رکوع کے اندر تین بار
سبحان ربی العظیم کہنا اور رکوع میں اپنے دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑنا اور اونکی
انگلیوں کو کھلا رکھنا اور سجدے کے لیے (اور اس سے اٹھنے کیواسطے) اللہ اکبر کہنا اور اس میں
تین بار سبحان ربی الاعلی کہنا اور دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کو سجدے کے وقت زمین پر رکھنا
(اور التحیات میں) بائیں پاؤں کو بچھانا اور داہنے کو کھڑا رکھنا اور رکوع اور سجدے کے
درمیان میں کھڑا ہونا اور دونوں سجدوں کے بیچ میں بیٹھنا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم پر
درود بھیجنا اور (اللہ تعالے سے) دعا مانگنا۔ اور نماز کے مستحبات یہ ہیں کہ سجدے کی جگہ
کیطرف کو تاکتے رہنا اور جمائی کیوقت اپنا منہ بند کرلینا اور اللہ اکبر کہنے کیوقت آستینوں میں سے اپنے
دونوں ہاتھوں کو نکالنا اور جسقدر ہوسکے کھانسی کو ٹالنا اور جب تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جاوے
اُسوقت کھڑا ہونا اور جب قد قامت الصلوٰۃ کہا جاوے اُسوقت امام کو نماز کا شروع کرنا۔

فصل اور جب نماز میں آیا چاہے تو نمازی کو چاہیئے کہ اللہ اکبر کہے اور دونوں ہاتھ اپنے
کانوں کے برابر تک اٹھاوے۔ اور اگر نماز کے شروع میں (اللہ اکبر کی جگہ) سبحان اللہ

یالاالہ الا اللہ کہا یا فارسی مین کہا (کہ اللہ بزرگترست) تو نماز درست (ہوگی) اور یہی حال ہو اگر قرآن کو فارسی مین پڑھے اوس صورت مین کہ (عربی مین پڑھنے سے) عاجز ہو یا جانور ذبح کرے اور بسم اللہ فارسی مین کہے۔ اور اگر شروع نماز مین اللہم اغفرلی کہے گا تو نماز درست نہو گی۔ پھر اپنے داہنے ہاتھ کو بائین پر ناف کے نیچے رکھے (فائدہ مترجم کہتا ہو کہ یہ صورت مردون کے لیے ہو اور عورت ہاتھون کو مونڈھون تک اٹھاوے اور ہاتھ سینے پر رکھے) اور دعاے استفتاح (یعنے سبحانک اللہم آخر تک آہستہ پڑھے) اور قرآن پڑھنے کے لیے اعوذ باللہ بھی آہستہ کہے (یعنی اعوذ باللہ قرآن پڑھنے کے تابع ہے) اس سے یہ نکلا کہ مسبوق (یعنے جسکو ایک دو رکعت امام کے ساتھ نہ ملی ہووے پیچھے آکے ملا ہو وہ) اعوذ پڑھے (اسواسطے کہ جو نماز اسکو رہ گئی ہے اوسمین قراءت قرآن کریگا) اور مقتدی اعوذ نہ پڑھے (جسنے امام کے ساتھ نماز شروع کی ہے اسواسطے کہ اسکو قرآن پڑھنا نہین) اور عید کی تکبیرونکے پیچھے اعوذ پڑھے (اسلیئے کہ پہلی رکعت مین قرآن پڑھنا تکبیرونکے بعد ہے) اور ہر رکعت مین آہستہ سے بسم اللہ کہے اور بسم اللہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے سورتونکے جدا کرنے کے لیے اتری ہے نہ تو الحمد کا ٹکڑا ہے نہ کسی اور سورت کا (اور اس مسئلے مین امام شافعیؒ کا خلاف ہے وہ اسکو الحمد کا جز فرماتے ہین اور دلیل امام اعظمؒ کی یہ ہے کہ صحیح بخاری اور مسلم مین انسؓ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہین کہ مین نے نماز پڑھی آنحضرتؐ کے پیچھے اور حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ کے پیچھے مگر مین نے انمین سے کسیکو نہ سنا کہ بسم اللہ پڑھتے ہون بلکہ الحمد للہ سے شروع قراءت کیا کرتے تھے اور اس جیسی اتفاقین بہت مروی ہین اگر بسم اللہ الحمد کا جز ہوتی تو پکار کے پڑھنے کی نمازون مین الحمد کی طرح اوسکو بھی پکار کر پڑھتے اور حدیث قدسی مین وارد ہے کہ نماز بٹ گئی ہے خدا تعالی اور بندے مین جب بندہ

کہتا ہی الحمد للہ رب العالمین اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے نے میری تعریف کی روایت کیا اسکو مسلم نے اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہی کہ سورہ فاتحہ الحمد للہ سے شروع ہوتی ہے نہ بسم اللہ سے) پھر الحمد اور ایک سورت یا تین آیتین پڑھے اور امام اور مقتدی الحمد کے بعد آہستہ سے آمین کہین اور اللہ اکبر (دونون) بے مد کے کہین (یعنے اللہ کے الف کو نہ کھینچین اسلیے کہ مشابہ ہمزہ استفہام کے ہوجاوے گا اور وہ درست نہین اور نہ اکبر کی ب کو بڑھاوین) اور اللہ اکبر کے بعد رکوع کرے اور اپنے دونون ہاتھ دونون زانو پر رکھے اور انگلیان ہاتھون کی کھلی رکھے اور پیٹھ کو برابر رکھے اور سر کو سرین کے ساتھ ہموار رکھے اور رکوع مین تین بار سبحان ربی العظیم کہکر سر اٹھاوے اور امام سر اٹھاتے ہوئے سمع اللہ لمن حمدہ پر کفایت کرے اور مقتدی اور اکیلا پڑھنے والا ربنا لک الحمد کہہ لین پھر اللہ اکبر کہے اور اپنے دونون زانو زمین پر رکھے پھر دونون ہاتھ پھر منھ کو دونون ہتھیلیون کے درمیان رکھے اور اٹھنے مین اسکا الٹا کرے (یعنے جب سجدے سے سر اٹھاوے تو اول سر اٹھاوے پھر دونون ہاتھ پھر دونون زانو اٹھاوے) اور سجدے مین ناک اور ماتھا دونون زمین کو لگین اور انمین سے ایک پر کفایت کرنا یا پگڑی کے پیچ پر سجدہ کرنا مکروہ ہے اور سجدے مین اپنے دونون پہلو کو ظاہر رکھے (یعنی بازوؤن کو پہلو سے علیحدہ رکھے اور اپنے پیٹ کو رانون سے دور رکھے اور اپنے دونون پاؤن کی انگلیان قبلے رخ رکھے) اور ہر سجدے مین تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے اور عورت اونچی نہ ابھرے بلکہ پیٹ کو اپنی دونون رانون سے ملا ہوا رکھے پھر اللہ اکبر کہتا ہوا اپنا سر اٹھاوے اور آرام سے بیٹھے پھر اللہ اکبر کہکر دوسرا سجدہ آرام کے ساتھ کرے اور کھڑے ہونیکے لئے اللہ اکبر کہے اور) بدون کسی چیز کے سہارے اور بدون بیٹھنے کے (دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو یعنی اٹھنے مین ہاتھ پر زور نہ دے اور دوسرے سجدے کے بعد

جلسہ استراحت نہ کرے یعنی آرام کے لیے نہ بیٹھے) اور دوسری رکعت مثل پہلی رکعت کے ہی
اتنا فرق ہے کہ دوسری رکعت مین سبحانک اللھم اور اعوذ نہ پڑھے اور اپنے ہاتھ سوائے
فقعس صمعج (یعنے آٹھ جگہ) کے اور جگہہ نہ اُٹھاوے (ف سے مراد افتتاح نماز
یعنی شروع نماز مین اللہ اکبر کہنے کے وقت ق قنوت وتر کیوقت ع عیدین کی تکبیرات
مین س استلام یعنی بوسہ دینے کے وقت حجر اسود کے ص صفا پر اللہ اکبر کہنے کے وقت
م مروہ پر اللہ اکبر کہتے ہوے ع عرفات مین ج جمرونکو پتھر مارنے مین۔ جاننا چاہیئے کہ
امام شافعیؒ کے نزدیک دونون ہاتھون کا اُٹھانا ہر کھڑا ہونے اور رکوع کے لیئے اللہ اکبر
کہنے کے وقت ہر رکعت مین مسنون ہے اور امام اعظمؒ کے نزدیک شروع کی تکبیر مین ہاتھ اُٹھائے
نہ اُسکے سوا دوسری تکبیر مین بدلیل قول پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نہ اُٹھائے
جاوین مگر آٹھ جگہہ جو مذکور ہوئین روایت کیا اُسکو حاکم اور بیہقی اور طبرانی نے اور عبد اللہ بن
مسعودؓ ہاتھ نہ اُٹھاتے تھے مگر شروع نماز مین اللہ اکبر کے وقت روایت کیا اسکو ابو داؤد اور
ترمذی نے) پھر جب دوسری رکعت کے دوسرے سجدے سے فارغ ہو اپنا بایان پاؤن
بچھا کر اُسپر بیٹھے اور دہنے پاؤن کو کھڑا رکھے اور پاؤن کی اُنگلیان قبلے کی طرف رکھے
اور اپنے دونون ہاتھ دونون رانون پر رکھے اور ہاتھون کی اُنگلیان کھلی رکھے اور عورت
دونون پاؤن داہنی طرف کو نکالکر چوتڑون پر بیٹھے اور التحیات (وہ پڑھے جو عبد اللہ
ابن مسعودؓ سے مروی ہے واضح ہو کہ اشارہ شہادت کی اُنگلی سے اشہد ان لا الٰہ الا اللہ
آخر تک پڑھنے کے وقت التحیات مین بہت سی حدیثون مین مروی ہے اور اکثر علما کا عمل ہے
چنانچہ علمای حنیفہ نے بھی اسکو اختیار کیا ہے اور اُس اشارے کی کیفیت حدیث کی کتابون مین
چند طور پر ثابت ہوئی ہے اور جو طور کہ ظاہر مذہب امام اعظمؒ کے خلاف نہین یعنی اُنکے

ظاہر مذہب مین انگلیون کا کھولنا پایا جاتا ہے تو جو طور اشارے کا اسکے خلاف نہین یہ ہی کہ شہادت کے وقت انگشت شہادت سے اشارہ کرے اور دونکو بند نہ کرے خواہ بند کر لے اور بعد اشارے کے کھولدے اور یہ طور حدیث سے زیادہ تر موافق معلوم ہوتا ہی واللہ اعلم اور بعد پہلی دو رکعتون کے اور رکعتون مین صرف الحمد پر کفایت کرے (سورت نہ ملادے) اور آخر کا بیٹھنا مثل اول بیٹھنے کے ہی (اور شافعیؒ کے نزدیک دوسرے قعدے مین چوتڑون کے بیٹھے جیسے عورتین بیٹھتی ہین اور دلیل امام اعظمؒ کی یہ ہے کہ حضرت انسؓ سے مروی ہی کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز مین کتے کیطرح بیٹھنے اور چوتڑون پر بیٹھنے سے منع فرمایا اس روایت کو احمد نے بیان کیا ہی اور رفاعہ بن رافع سے منقول ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو فرمایا کہ جب تو بیٹھے نماز مین اپنے بائین پاؤن پر بیٹھ اسکو بھی احمد نے روایت کیا ہی اس سے معلوم ہوا کہ یہ صورت دونون قعدون مین مسنون ہی واللہ اعلم) اور التحیات پڑہے اور پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے اور ایسی دعا مانگے جو مشابہ قرآن وحدیث کے ہو نہ لوگون کے کلام سے اور (بعد دعا کے) امام کے ساتھ سلام پھیرے مثل تحریمہ کے (یعنی جسطرح تحریمہ اپنے امام کے ساتھ کرے اسیطرح سلام بھی امام ہی کے ساتھ پھیرے اور داہنے بائین سلام پھیرنے مین لوگونکی اور کراماً کاتبین کی نیت کرلے (کہ انپر سلام کہتا ہون اور جسطرف امام ہو داہنے خواہ بائین اسطرف اسکی بھی نیت کرے اور اگر ٹھیک سامنے ہو تو اسکی نیت دونون طرف کرے اور امام اپنے دونون طرف کے سلام مین لوگونکی اور کراماً کاتبین کی نیت کرے۔ اور قراءت فجر کی نماز مین اور پہلی دو رکعتون مین مغرب کی اور عشا کی پکار کر پڑہے گو قضا ہی پڑہتا ہو اور جمعہ اور دونون عیدون کی نماز مین (بھی پکار کر پڑہے) اور انکے سوا اور نمازون مین قراءت آہستہ پڑہے جیسے دن کو نفل پڑہنے والا (کہ وہ بھی قراءت آہستہ

یعنے فرشتے اعمال لکھنے والے

پڑہے) اور جو شخص ایسی نماز جسمین پکار کر پڑہنا چاہیئے اکیلا پڑہے اُسکو اختیار ہے
(چاہے پکار کر پڑہے چاہے آہستہ پڑہے) جیسے رات کو نفلین پڑہنے والا (مختار ہے چاہے
پکار کے پڑہے چاہے آہستہ) اور اگر عشا کی نماز مین پہلی دو رکعتونمین سورت چھوڑ دے
تو اُسکو دو رکعتون پچھلی مین الحمد کے ساتھہ پکار کر پڑھ لے اور اگر (پہلی دونون رکعتون مین)
الحمد نہ پڑھی ہو تو (الحمد کی) قضا (پچھلی دو رکعتون مین) نہ کرے (اسلیئے کہ الحمد کو دو دفعہ
پچھلی دو رکعتون مین پڑھنا پڑیگا) اور فرض ایک آیت کا پڑھنا ہے (اور امام شافعی وغیرہ کے
نزدیک سورۂ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہے اور اُنکی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے
کہ اُس شخص کی نماز نہین جسنے سورہ فاتحہ نہ پڑہی اور امام اعظمؒ کی دلیل قول خداوندی ہے
فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ یعنے پڑہو جسقدر ہو سکے قرآن اور کلام الٰہی پر احادیث سے
زیادتی کرنی درست نہین اِلّا حدیث احاد پر عمل کرنا لازم ہوتا ہے اسلیئے الحمد کے پڑھنے کو واجب
ٹھہرایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو فرمایا کہ پڑھ جو کچھ تیرے پاس ہے
قرآن سے یعنی جو کچھ تجھے یاد ہے یہ حدیث بھی الحمد کے فرض نہونے پر دلالت کرتی ہے اسلیئے کہ
اِس حدیث کے آخر مین وارد ہوا ہے کہ پھر تیری نماز تمام ہوئی) اور قراءت کی سنت سفر مین
سورہ الحمد اور ایک سورت ہے جونسی چاہے اور حضر مین (یعنے ٹھہرے رہنے کی صورت مین)
اگر فجر اور ظہر کی نماز ہو تو انمین دراز مفصل سورتین (مسنون) ہین اور اگر عصر اور عشا ہو تو
میانہ سورتین مفصل اور اگر مغرب ہو تو چھوٹی مفصل سورتین (پڑھنی سنت ہین مخفی نرہے کہ
سورۂ حجرات سے آخر کلام مجید تک جتنی سورتین ہین اُنکو مفصل کہتے ہین انمین سے حجرات سے
لیکر سورۂ والسماء ذات البروج تک دراز مفصل کہلاتی ہین اور وہان سے لیکر
لم یکن تک میانہ اور وہان سے سورۂ ناس تک چھوٹی) اور نماز فجر مین حضرت اول رکعت کو

دراز کیا جاوے (نہ اسکے سوا اور کسی نماز مین یعنے صبح کی نماز مین اول رکعت کو دوسری
کی نسبت زیادہ بڑہانا چاہیئے اور نمازون مین ایسا نہ کرنا چاہیئے بلکہ دونون رکعتین
مساوی پڑہین) اور کسی نماز کے لیے کوئی صورت قرآن کی مقرر نہین ہوئی (یعنے
ایسا نہ چاہیئے کہ کسی نماز کے لیئے کوئی خاص صورت مقرر کرلین اور اُسکے سوا دوسری
سورت کبھی نہ پڑہین) اور مقتدی قرارت نہ کرے بلکہ چپکا سُنتے جاوے اگرچہ امام
آیت رغبت یا آیت خوف کی پڑھے یا خطبہ پڑھنے والا خطبہ پڑھے یا آنحضرت صلے اللہ
علیہ وسلم پر درود بھیجے (ان سب صورتون مین چپکا سُننا چاہیئے لیکن کہتے ہین کہ جب
خطیب پڑھے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا تو سُننے والے کو چاہیئے
کہ آہستہ درود بھیجے اور (امام اور خطیب سے) دور کا شخص اور پاس کا (اس حکم مین)
برابر ہین (یعنے خواہ امام کا پڑھنا اور خطبہ پاس ہونیکی جہت سے سنتا خواہ دور ہونیکے
سبب سے نہ سُنتا ہو دونون حالون مین کچھ نہ پڑھے اور چپ رہے۔ جاننا چاہیئے کہ
امام شافعیؒ کے نزدیک مقتدی پر قرارت الحمد کی واجب ہی بدلیل ارشاد آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ اور اس باب مین بہت سی حدیثین وارد ہین اور
دلیل امام اعظمؒ کی یہ ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا تو اس
آیت کی رو سے مقتدی کو سُننا اور چپ رہنا لازم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہین جس کسیکا امام ہو تو امام کی قرارت اُسکی قرارت ہی اس سے معلوم ہوا کہ مقتدی سے الحمد کا
پڑھنا حکماً ثابت ہی اور حضرت علیؓ فرماتے ہین کہ جو کوئی امام کے پیچھے پڑھتا ہے وہ فطرت
سلیم کو چوکتا ہی یعنی طبع سلیم کے خلاف چلتا ہی اسکو ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق
نے اپنی کتابون مین روایت کیا ہی اور حضرت جابرؓ سے مروی ہی کہ اُنہون نے فرمایا کہ

امام کے پیچھے ست پڑھ گو وہ پکار کر پڑھے یا آہستہ روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے
باب امامت کے بیان مین۔ جماعت سنت موکدہ ہی۔ امامت کے لیے لائق تر وہ ہی جو سب مین
زیادہ عالم ہو اسکے بعد وہ ہے جو قرآن سب سے اچھا پڑھتا ہو اسکے بعد جو زیادہ پرہیزگار ہو اسکے بعد
جو سب مین عمر زیادہ رکھتا ہو (اور امام شافعیؒ کے نزدیک قرآن کا اچھا پڑھنے والا عالم پر
مقدم ہے اور امام اعظمؒ کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے حضرت ابوبکرؓ کو حکم امامت کا فرمایا
اس لیے کہ آپ علم زیادہ رکھتے تھے قرآن کے قاری سب سے زیادہ نہ تھے کیونکہ
صحابہ مین قرآن مجید سب سے اچھا بالاتفاق حضرت ابی بن کعبؓ پڑھتے تھے اور یہ امر آنحضرتؐ
کے آخر عہد مبارک مین ہوا تھا اور اسی سے لوگون نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا
استحقاق ثابت کیا ہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے وقت مین قرآن کے عمدہ پڑھنے والے
زیادہ علم والے ہوتے تھے اسی جہت سے آنحضرتؐ نے زیادہ علم والے کو مقدم
فرمایا بخلاف اس زمانہ کے کہ بہت سے قاری جاہل تر ہوتے ہین علاوہ ازین قرارت پر
صرف ایک رکن نماز کا موقوف ہے اور علم پر نماز کے سب ارکان منحصر ہین) اور بندہ
اور گنوار اور فاسق معلن (جو بدکاری مین مشہور ہو) اور بدعتی (جو مذہب سنت وجماعت
کے خلاف رکھتا ہو) اور اندھا اور حرامزادہ (جو اس عیب مین مشہور ہو گیا ہو)
ان سب کا امام ہونا مکروہ ہے اور نماز کو اتنا لمبا کرنا (جس سے لوگ گھبرا جاوین) اور
جماعت صرف عورتون کی مکروہ ہی اور اگر (عورتین) جماعت کرین تو امام صف کے اندر
کھڑا ہو ننگون کی جماعت کی طرح (کہ ان کا امام بھی صف مین رہے آگے نہ بڑھے)
اور مقتدی اگر ایک ہو تو امام کے دہنی طرف کھڑا ہو اور دو (خواہ زیادہ ہون) تو
اسکے پیچھے کھڑے ہون۔ اور اول مرد صف باندھین پھر دوسری صف مین لڑکے

(کھڑے ہوں) اُنکے پیچھے عورتیں (صف کریں) اور اگر جس نماز میں رکوع اور سجدہ ہوتا ہے مرد کے برابر ایک ہی جگہہ میں بدون آڑ کے عورت بالغ کھڑی ہو جاوے اور نیت اُسکی برابر کرے اور ادا بھی اُسکے ساتھ کرے اور امام نے اُس عورت کے امام ہونیکی نیت کر لی ہو تو اس صورت میں مرد کی نماز جاتی رہیگی (اور نماز جنازے میں یہ حکم نہیں ہے بلکہ اس میں دونوں کی نماز ہو جاویگی اور امام شافعیؒ کے نزدیک پہلی صورت میں نماز نہیں جاتی اور امام اعظمؒ کے قول کی وجہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ عورتوں کو پیچھے کرو جہاں کہ اللہ تعالیٰ نے اونکو موخر کیا ہی اس حکم کے مخاطب مرد ہیں پس صورت مذکورۂ بالا میں جو مرد برابر عورت کے کھڑا ہوا ہے اُس نے فرض مقام کو چھوڑا ہی نہ عورت نے اس لیئے مرد کی نماز جاتی رہی اور یہ سب شرطیں کہ مذکور ہوئی ہیں اسی واسطے ہیں کہ مرد و عورت کی نماز میں اتحاد اچھی طرح ہو جاوے) اور عورتیں جماعتوں میں حاضر نہوویں (یعنی خوف فتنے کی جہت سے) اور ناجائز ہے اقتدا کرنا مرد کو عورت یا لڑکے کے پیچھے اور پاک کو عذر والے کا (مثلاً جسکو سلسل بول ہو یعنی پیشاب جاری ہوتا ہو یا ریح نہ تھمتی ہو یا پیٹ چلتا ہو ایسے شخص کو ایسے لوگوں کے پیچھے نماز پڑھنا ناجائز ہے) اور پڑھے ہوئے کو ایسے کا اقتدا جو قدرت پڑھنے کی نہ رکھتا ہو اور کپڑا پہنے ہوئے کو ننگے کا جو ستر نہ رکھتا ہو اور تندرست کو ایسے شخص کا جو رکوع اور سجدہ اشارے سے کرے اور فرض پڑھنے والے کو نفل پڑھنے والے کا یا اُس شخص کا کہ دوسرے فرض پڑھتا ہو (اسلیے کہ یہ سب مقتدی اپنے امام کی نسبت عمدہ حال رکھتے ہیں پس امامت اولٹی طرح ہو جاویگی) اور اقتدا وضو والے کا تیمم والے کے پیچھے اور دھونے والیکا مسح کرنیوالے کے پیچھے اور کھڑا ہونے والے کا بیٹھنے والے کے پیچھے یا کُبڑے کے پیچھے اور اشارہ کرنیوالیکا اپنے جیسے شخص کے پیچھے اور نفل پڑھنے والیکا فرض پڑھنے والے کے پیچھے نماز کو خراب

نہین کرتا (یعنی جائز ہے) اور اگر (مقتدی کو بعد نماز کے) معلوم ہوا کہ امام بے وضو تھا تو (اپنی) نماز کو پھر سے پڑھ لے۔ اور اگر ایک ان پڑھ اور ایک پڑھا ہوا کسی ان پڑھ کے پیچھے نماز پڑھین یا امام پڑھا ہوا پچھلی دو رکعتون مین کسی ان پڑھ آدمی کو خلیفہ کر دے تو سب کی نماز جاتی رہے گی (اس لیئے کہ پڑھے ہوئے کے ہوتے ان پڑھ کی امامت جائز نہین ہوتی اور یہی حال ہے اگر پڑھا شخص ان پڑھ کو پڑھے ہوون پر خلیفہ کر دے اور پچھلی رکعتونکی قید اس لیے لگا دی ہے کہ اس حکم مین مبالغہ ہو جاوے یعنی باوجودیکہ پچھلی رکعتون مین قرارت نہین ان مین اگر خلیفہ کرے گا تو نماز جاتی رہے گی تو اگر پہلی دو رکعتون مین کہ قرارت فرض ہے خلیفہ کر دیگا تو بطریق اولے نماز فاسد ہو جاوے گی)

باب نماز مین بے وضو ہو جانیکے بیان مین جس شخص کا وضو (نماز مین) ٹوٹ جاوے وہ وضو کرے اور جس جگہ سے نماز چھوڑی ہی وہانسے شروع کرے اور اگر امام ہو تو اپنا خلیفہ کسیکو کر دے اور یہی حال ہی اگر قرارت سے رک جاوے (یعنے اُسکو بھی چاہیئے کہ خلیفہ کر دے تاکہ لوگون کو قرارت سے نماز پڑھاوے اور اس مسئلے مین امام شافعیؒ کا خلاف ہے اُنکے نزدیک جتنی پہلی پڑھی ہی وہ جاتی رہی نئے سر سے پڑھے اور امام اعظمؒ کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ جس کسیکو آجاوے قی یا نکسیر تو چاہیئے کہ نماز سے ہٹے اور وضو کرے اور پھر اپنی نماز پر بنا کرے یعنی جتنی پہلے پڑھ لی ہے اُسمین اور ملا کر پوری کر دے روایت کیا اسکو ابن ماجہ نے اور ابن ابی شیبہ نے بھی اسیطرح کا مضمون حضرت ابو بکر اور عمر اور علی اور ابن مسعود اور سلمان رضی اللہ عنہم سے بیان کیا ہے) اور اگر وضو ٹوٹنے کے خیال سے مسجد کے باہر نکلجاوے یا دیوانہ ہو جاوے یا خواب مین انزال ہو جاوے یا بیہوش ہو جاوے تو ان صورتون مین نماز از سر نو پڑھے (پہلے کی نماز کو پورا نکرے اسیلئے کہ

باب نماز مین بے وضو ہونیکے بیان مین

یہ باتین بہت کمتر ہوا کرتی ہین ان کو عادت کے موافق امور پر قیاس نکرنا چاہیئے) اور اگر التحیات پڑھنے کے بعد وضو ٹوٹا تو وضو کرکے سلام پھیرے (اسلیئے کہ لفظ سلام واجب تھا اُسکے ذمے پر باقی ہے) اور اگر دانستہ وضو توڑ دیا یا بات کی تو نماز پوری ہوگئی (کیونکہ اپنے فعل سے نماز کے باہر آنا فرض تھا وہ ادا ہوگیا) اور اگر نماز مین تیمم والا پانی دیکھ لے یا مسح کرنے والے کی مدت مسح پوری ہوجاوے یا موزے کو تھوڑے سے عمل سے نکالدے (تو نماز باطل ہوجاویگی اور تھوڑے عمل کی شرط اسلیے ہی کہ اگر عمل بہت ہوگا تو عمل ہی سے نماز باطل ہوجاویگی طہارتِ قدم کے دور ہونے پر منحصر نرہیگی) یا اَن پڑھ نماز مین کوئی سورت سیکھ لے یا ننگے کو کپڑا ملجاوے یا اشارے سے پڑھنے والا رکوع اور سجدہ پر قادر ہو یا صاحب ترتیب کو قضا نماز یاد آجاوے یا پڑھنے والا کسی اَن پڑھ کو نائب کردے یا صبح کی نماز مین آفتاب نکل آدے یا جمعے کی نماز مین عصر کا وقت آجاوے یا زخم اچھا ہوکر پٹی گرپڑے یا عذر والے کا عذر (مثل سلسل بول اور پیٹ چلنے کے) دور ہوجاوے تو (ان سب صورتون مین) نماز باطل ہوجاویگی ۔ اور جائز ہے نائب بنانا مسبوق کا (اور مسبوق وہ ہے جسکو امام کے ساتھ کچھ نماز نہ ملی ہو) پس (مسبوق) جب امام کی نماز تمام کر چکے وہ ایسے شخص کو اپنا نائب کرے جسکو امام کے ساتھ پوری نماز ملی ہو (اُسکو مدرک کہتے ہین) یہ مدرک مقتدیونکے ساتھ سلام پھیرے (اور مسبوق اپنی نماز پوری کرے) اور مسبوق اگر کوئی کام نماز کے خلاف کریگا (مثلاً بے وضو ہوجاوے یا کھلکھلا دے یا اور ایسا ہی کام کرے) تو اُس (مسبوق) کی نماز جاتی رہیگی نہ اور لوگونکی (اسلیئے کہ جب اُسنے مدرک کو اپنا نائب کردیا تو امام مدرک ہوگا نہ یہ مسبوق اب جو کام نماز کا مفسد مسبوق سے سرزد ہوگا اُس سے صرف مسبوق کی نماز جاویگی نہ اور لوگونکی) جیسے اگر امام نے اپنی نماز تمام کرنیکے وقت قہقہہ کیا تو اس صورت مین بھی

نماز مسبوق کی جاتی رہیگی (اسلیے کہ یہ فعل نماز کا مفسد امام کی طرف سے مسبوق کی نماز کے بیچ مین ہوا ہے گو امام کی نماز کے ختم کے وقت ہوا ہے) اور اگر امام مسجد مین سے نکلجاوے اور باتین کرنے لگے تو نماز نہین جاتی (یعنے ان دونون صورتون مین امام کی نماز تمام ہوگئی اسلیئے کہ اپنے فعل سے نماز سے باہر ہوگیا کوئی رکن اُسکے ذمے باقی نہین رہا اسلیئے مسبوق کی نماز بھی فاسد نہوئی کیونکہ نماز کے بیچ مین کوئی مفسد پیش نہین ہوا بخلاف پکار کر ہنسنے کے نماز کے اندر کہ وہ مفسد نماز ہے امام کے حق مین بھی اور مدرک اور مسبوق کے حق مین بھی) اور اگر رکوع مین خواہ سجدے مین بے وضو ہوا ہو تو وضو کر کے پہلی نماز پر بنا کرے اور جس رکوع خواہ سجدے مین بے وضو ہوا ہووے اُسکو دوبارہ کرے (اسلیئے کہ اُسکا کچھ اعتبار نہین اسیوجہ سے اُسکو دوبارہ ادا کرنا چاہیئے) اور اگر نمازی کو حالت رکوع خواہ سجدے مین یاد آیا کہ ایک سجدہ رہگیا ہے اور اُس رہے ہوئے سجدے کو ادا کیا تو جس رکوع و سجدے مین وہ یاد آیا ہو اُسکو دوبارہ ادا نکرے اور اگر مقتدی ایک ہی ہو تو نائب ہونیکے لیے وہی متعین ہو جاتا ہی بدون نیت کے (یعنی اگر امام کے پیچھے صرف ایک ہی مقتدی ہو اور امام بے وضو ہو جاے تو وہ مقتدی خود امام ہو جاتا ہے بدون نیت کے اور بدون خلیفہ بنانیکے)

باب اُن چیزونکے بیان مین جو نماز کو فاسد کر دیتی ہین اور جو نماز کے اندر مکروہ ہین۔ (نماز کے اندر) بات کرنی اور ایسی دعا مانگنی جو ہم لوگونکی باتونکے مشابہ ہو اور باریک آواز سے رونا اور آہ آہ کرنا اور پکار کر رونا مصیبت اور درد بیماری سے نماز کا مفسد ہے اور بہشت اور دوزخ کو یاد کر کے رونا مفسد نہین اور بدون عذر کے کھانسنا (یعنی بدون اس بات کے کہ گلے یا چھاتی مین بلغم اٹکا ہو یا اثر کھانسی کا ہو) اَحِین اَحِین کرنا) اور چھینک کے جواب مین یرحمک اللہ کہنا اور اپنے امام کے سوا غیر کو پڑھنے مین لقمہ دینا اور

باب نماز کے مفسدات اور مکروہات کے بیان مین

کسیکے جواب مین لا الہ الا اللہ کہنا اور سلام کرنا اور اُسکا جواب دینا اور شروع کرنا نماز
عصر یا نفل کا بعد ایک رکعت ظہر کے نہ خود ظہر کا (یہ سب بھی مفسد نماز نہین یعنی ایک نماز
کی ایک رکعت پڑھلی پھر دوسری نماز شروع کی تو پہلی نماز فاسد ہوجاویگی اور اگر پہلے ہی
نماز کی نیت نئے سرے سے کی تو فاسد نہوگی) اور نمازی کا پڑھنا قرآن دیکھکر اور کھانا اور
پینا (یہ بھی مفسد نماز ہین) اور اگر کسی لکھی ہوئی چیز کو نماز کے اندر دیکھا اور اُسکو سمجھ گیا
یا اپنے دانتونکے درمیان کی چیز کھائی یا کوئی شخص اُسکی سجدہ گاہ مین کو گذر گیا تو
ان باتون سے نماز نہین جاتی اگرچہ گذرنے والے پر گناہ ہوتا ہے۔ اور مکروہات نماز کے
یہ ہین نمازی کا اپنے بدن اور کپڑے سے کھیلنا اور ایک دفعہ سے زیادہ سجدے کے لیے کنکرونکو
ہٹانا اور انگلیان چٹخانا اور ہاتھ کو پہلو پر رکھنا اور بائین دہنے دیکھنا اور کتے کی طرح
چوتڑون پر بیٹھنا اور دونون ہاتھون کو سجدے مین کہنیون تک بچھانا اور سلام کا جواب
ہاتھ کے اشارے سے دینا اور بدون عذر پالتی مار کر بیٹھنا اور سر کے بالون مین گرہ دینا
اور کپڑے کو زمین پر گرنے سے بچانا اور اُسکو بدون باندھے یا آنچل مارے لٹکا رکھنا اور
جمائی لینی اور آنکھین بند کرنی اور مسجد کی محراب مین کھڑا ہونا مگر سجدہ کرنا محراب مین
مکروہ نہین اور صرف امام کا چبوترے پر کھڑا ہونا اور اُسکا اُلٹا یعنی امام نیچے ہو اور مقتدی سب
چبوترے پر ہون اور ایسا کپڑا پہننا جسمین تصویرین ہون یا ایسی طرح کھڑا ہونا کہ سر کے اوپر
خواہ سامنے یا برابر مین تصویرین ہون لیکن اگر تصویر بہت چھوٹی ہو یا سر کٹی ہوئی یا بیجان
چیز کی ہو مثلاً درخت اور پھول وغیرہ کی تو مکروہ نہین اور آیتون اور تسبیحون کو ہاتھون پر گننا
اور مکروہ نہین سانپ اور بچھو کا (تھوڑے سے عمل سے) مار ڈالنا اور ایسے شخص کی پشت کی
طرف کو نماز پڑھنا جو باتین کرتا ہو یا قرآن مجید کی طرف کو یا لٹکی ہوئی تلوار کی طرف کو نماز پڑھنی

(اور بے لٹکی ہوئی بھی یہی حکم رکھتی ہے) یا شمع یا چراغ کی طرف کو نماز پڑھنی اور ایسے فرش پر نماز پڑھنی جس مین تصویرین ہون بشرطیکہ سجدہ تصویرون پر نہو۔

فصل پاخانہ پھرنے مین قبلے کی طرف مُنھ کرنا اور پیٹھ کرنا (مکانات مین) مکروہ ہی (پس جنگل مین بطریق اولے مکروہ ہوگا) اور مسجد کا دروازہ مقفل کرنا اور اُسکی چھت پر صحبت کرنی اور بول و براز کرنا مکروہ ہے نہ ایسے گھر پر پیشاب کرنا جسکے اندر مسجد ہو (اور مکروہ نہین مسجد کو گچ اور سونے کے پانی سے منقش کرنا)

باب وتر اور نوافل کے بیان مین۔ وتر نماز واجب ہے (اور امام شافعیؒ کے نزدیک سنت ہی اور امام اعظمؒ کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہی کہ وتر حق واجب ہے ہر مسلمان پر روایت کیا اسکو ابو داؤد اور ابن ماجہ اور نسائی نے) اور وتر مین رکعتین ہین ایک سلام کے ساتھ اور دعاء قنوت تیسری رکعت مین رکوع سے پہلے ہمیشہ پڑھے اور اول ہاتھ اُٹھاکر اللہ اکبر کہہ لے (اور امام شافعیؒ کے نزدیک وتر مین قنوت پڑھے مگر نصف اخیر رمضان کے وترمین اور فجر کی نماز مین قنوت پڑھے اور اُنکے یہان قنوت رکوع کے بعد پڑھے نہ رکوع سے پہلے اور دلیل امام اعظمؒ کی یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قنوت پڑھتے تھے وتر مین رکوع سے پیشتر روایت کیا اسکو ابن ماجہ اور نسائی اور دارقطنی اور طبرانی اور ابو نعیم اور ابن ابی شیبہ نے اور نسائی مین ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وتر مین تین رکعتین پڑھتے تھے اور قنوت پہلے رکوع سے پڑھتے تھے) اور وتر کی تینون رکعتون مین الحمد اور ایک سورت پڑھے اور سوا ے وتر کے اور نماز مین قنوت نہ پڑھے (جیسے امام شافعیؒ کے تابعین فجر مین پڑھتے ہین) اور جو امام کہ وتر مین قنوت پڑھتا ہو مقتدی اُسکی متابعت کرین اور اگر فجر کی نماز مین امام قنوت پڑھے اُسکی متابعت نہ کرین (یعنے

امام اگر وتر میں قنوت پڑھے تو مقتدی بھی اسکے ساتھ پڑھیں اور اگر امام مذہب شافعی ہو اور فجر کی نماز میں قنوت پڑھے تو مقتدی چپ رہیں کچھ نہ پڑھیں اور دعاء قنوت یہ ہی اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَانَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْا رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ الْجِدَّ اِنَّ عَذَابَکَ الْجِدَّ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ اور حدیث میں یہ دعا بھی آئی ہے اَللّٰھُمَّ اھْدِنِیْ فِیْمَنْ ھَدَیْتَ وَعَافِنِیْ فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِکْ لِیْ فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّکَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْکَ اِنَّہٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَکْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنَتُوْبُ اِلَیْکَ وَصَلَّی اللّٰہُ عَلَی النَّبِیِّ) اور فجر کی نماز کے پہلے اور ظہر اور مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد دو رکعتیں سنت ہیں اور ظہر سے پہلے اور جمعہ کے پیشتر اور جمعہ کے بعد چار رکعتیں سنت ہیں اور عصر اور عشاء کے پیشتر اور عشاء کے بعد چار رکعتیں مستحب ہیں اور مغرب کے بعد چھ مستحب ہیں اور دن کے نفلوں میں ایک سلام سے چار رکعتوں سے زیادہ پڑھنی اور رات کی نفلوں میں آٹھ سے زیادہ ایک سلام سے ادا کرنی مکروہ ہی اور دن اور رات میں چار چار رکعتیں ایک سلام سے ادا کرنی بہتر ہیں اور دیر تک کھڑا رہنا اچھا ہی بہ نسبت بہت سجدے کرنیکے (یعنی اس بات سے بہتر ہی کہ تھوڑا کھڑا ہو اور رکعتیں بہت سی ادا کرے مگر یہ حکم نفل پڑھنے والے اور اکیلے پڑھنے والے کا ہے ورنہ جماعت میں اس قدر رکعت کا زیادہ کرنا جس سے لوگ گھبرا جاویں مکروہ ہے) اور قرآن کا پڑھنا فرضوں کی دو رکعتوں میں اور نفلوں اور وتروں کی سب رکعتوں میں فرض ہے۔ اور نماز نفل شروع کرنے سے لازم ہو جاتی ہی اگرچہ آفتاب کے غروب ہونے اور طلوع ہونے کے وقت (کہ اوقات

ممنوع ہین شروع کی) ہو (اور امام شافعیؒ کے نزدیک چونکہ نفل اصل مین لازم نہین تو
شروع کے بعد بھی لازم نہین یعنے اگر بعد شروع کے فاسد کر دیگا تو اُسکی قضا
اُنکے نزدیک لازم نہوگی اور دلیل امام اعظمؒ کی قول خدا تعالیٰ کا ہے لَا تُبْطِلُوْا اَعْمَالَکُمْ
یعنی مت بیکار کرو اپنے عملون کو اور شروع کے بعد توڑ دینا بھی عمل کا باطل کرنا ہے اور
حضرت عائشہ رضہ اور حفصہ رضہ سے منقول ہے کہ ہم روزہ سے تھے کہ ہمارے سامنے ایک کھانا
آیا جسکو ہمارا دل چاہتا تھا ہمنے اُسکو کھا لیا تو آنحضرت صنے فرمایا کہ اُسکی قضا دوسرے دن
کر لینا روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ترمذی اور نسائی نے اور طبرانی مین یہ بھی ہے
کہ آپنے فرمایا کہ پھر ایسا کام مت کرنا) اور اگر چار رکعت نفل کی نیت کی اور بعد
پہلے قعدے کے توڑ دی یا قعدہ اولے سے پیشتر فاسد کر دی یا چارون مین کچھ نہ
پڑھا یا صرف اول دو رکعتون مین پڑھا یا صرف دو پچھلی رکعتون مین پڑھا یا دو رکعتون مین
اول کی اور ایک پچھلی مین قرارت کی یا ایک پہلی رکعت مین اور دو پچھلی رکعتون مین پڑھا
(ان سب صورتون مین) دو رکعتین قضا کرے۔ اور اگر اول کی دو رکعتون مین سے ایک مین
اور پیچھے کی دو رکعتون مین سے بھی ایک مین قرارت کی یا ایک رکعت مین صرف پہلی دو مین سے
پڑھا یا پچھلی دو مین سے تو (ان صورتون مین) چارون رکعتین قضا پڑھے۔ اور ایک
نماز پڑھ کے پھر اس جیسی دوسری نہ پڑھی جاوے (جاننا چاہیئے کہ سلف سے یہ مضمون
اسیطرح چلا آتا ہے اور بعض علماء نے اسکو حدیث خیال کیا ہے اور اُسکے معنے چند طور پر
بیان کیے ہین اول یہ کہ جو فرض چار ہین اُنکے بعد اور چار رکعتین اسطرح نہ پڑھے کہ
دو رکعتون مین قرارت ہو اور دو مین نہو جیسے فرض پڑھتے ہین اس قول کے موجب یہ
مضمون نفل کی کل رکعتون مین قرارت کے فرض ہونیکا بیان ہے اور اسی توجیہ کو امام محمد رحمہ نے

ایک نماز پڑھکر پھر اس جیسی دوسری نماز نہ پڑھے ۱۲

پسند فرمایا ہے دوسرے یہ کہ مسجدون مین جماعتون کے مکرر کرنیکو منع کیا ہے تیسرے
یہ کہ نماز مین وسوسہ جاتے رہنے کا ہووے تو اسکے ازسر نو پڑھنے کو منع کیا ہے) اور باوجود
قدرت کھڑا ہونے کے نفل پڑھنے والا شروع سے بیٹھ کر پڑھے اور کھڑا ہو کر شروع کی ہو
تو بیٹھ کر تمام کر لے اور سوار آدمی شہر کے باہر اپنی سواری پر نفل اشارے سے پڑھے
اور منھ اُس طرف کو کرے جدھر اُسکی سواری جاتی ہو اور اتر کر جتنی باقی ہو اُتنی پڑھ لے
اور اگر زمین پر پڑھتا ہو تو سواری پر اُسکو تمام کرنا درست نہین (یعنے اگر سواری پر نماز
اشارے سے پڑھتا ہو اوسی حال مین اُترا تو پہلی نماز پر بنا کر سکتا ہو اور اگر زمین پر پڑھتا تھا
اور اسی حال مین سوار ہوا تو پہلی نماز پر بنا نکرے بلکہ نئے سرے نماز پڑھے)

فصل تراویح کے بیان مین۔ رمضان کے مہینہ مین نماز عشار کے بعد بیس رکعتین دس
سلام سے وترون سے بیشتر مسنون ہین اور وتر کے بعد بھی آئی ہین اور سنت ہے اونمین
جماعت اور قرآن پورا ایکبار سُننا اور چار رکعتون کے بعد بقدر چار رکعتون کے بیٹھنا
اور نماز وتر صرف رمضان مین جماعت سے پڑھے (غیر رمضان مین جماعت سے نہ پڑھے)

باب فرض نماز مین ملنے کے بیان مین۔ فرض ظہر کی ایک رکعت تنہا پڑھ چکا تھا
کہ تکبیر ہو گئی تو دو رکعتین پوری کر کے امام کے ساتھ شامل ہو جاوے اور اگر تین پڑھنے پر
تکبیر ہوئی تو نماز کو پورا کرے اور امام کے ساتھ نفل کا اقتدا کرے اور اگر فرض فجر یا مغرب
کی ایک رکعت پڑھنے پر تکبیر جماعت کی ہو تو نماز کو توڑ کر شامل جماعت ہو جاوے۔
اور جس مسجد مین اذان ہو گئی ہو اوس مین سے نکلنا مکروہ ہے جبتک کہ نماز نہ پڑھ لے اور
اگر اذان سے پیشتر نماز پڑھ چکا ہو تو نکلنا مکروہ نہین مگر ظہر اور عشا مین (کہ باوجود نماز
پڑھ چکنے کے مسجد سے نکلنا مکروہ ہے) جبکہ تکبیر شروع ہو گئی ہو۔ اور جو شخص کہ اس بار

فصل

باب فرض نماز مین ملنے کے بیان مین ہے

خوف کرے کہ اگر سنت فجر کی ادا کرونگا تو فرض نہ ملین گے تو اُسکو چاہیئے کہ سنتون کو
ترک کرکے جماعت مین ملجاوے اور اگر فرضونکے نہ ملنے کا خوف نہو تو سنتون کو
ترک نکرے۔ اور فجر کی سنتین قضا نہ کیجاوین مگر فرضونکے ساتھ مین (یعنی اگر سنتین
صرف قضا ہوگئی ہون فرض قضا نہوئے ہون تو سنتون کو قضا نہ پڑھے ہان اگر سنت
و فرض دونون قضا ہوگئے ہون تو اُسوقت قضاء فرض کے ساتھ مین سنتین بھی پڑھلے)
اور ظہر سے پہلے کی چار رکعتین ظہر ہی کے وقت مین بعد کی دو رکعت سنت سے پیشتر
ادا کیجاوین (یعنے اگر چار سنتین ظہر سے پہلے نملی ہون تو اُن کو فرضون کے بعد ہی
دو سنتون سے پیشتر ادا کرلے اگر وقت ظہر ہو) اور ایک رکعت کے ملنے سے ظہر جماعت کے
ساتھ نہوگی بلکہ ثواب جماعت کا ملیگا (یعنے اگر کسی نے قسم کھائی کہ مین ظہر کو جماعت
کے ساتھ پڑھونگا اور اُسکو ایک رکعت ہاتھ آئی تو اُسپر قسم کا کفارہ لازم ہوگا) اور نماز
فرض سے پہلے نفلین اس صورت مین پڑھے کہ وقت کی نماز کے جاتے رہنے کا
خوف نہو ورنہ نفل نہ پڑھے (فرضون پر کفایت کرنا چاہیئے بعض علماء نے ان نفلون سے
مراد سنت لی ہی یعنے حکم سنتین پڑھنے کا اُسوقت ہے کہ وقت کی نماز کے جانے کا
خوف نہو اور بعضون نے نفلین ہی مراد لی ہین یعنی جب کوئی مسجد مین آوے اور جماعت
مین دیر ہو تو نفلین پڑھے یہانتک کہ خوف اس بات کا نہو کہ وقتی نماز جماعت سے
نہ ملیگی) اور اگر امام کو رکوع مین پایا اور تکبیر کہکے کھڑا رہا یہانتک کہ امام نے سر اپنا رکوع
اُٹھالیا تو مقتدی سے رکعت مذکور فوت ہوگئی (یعنے شرط رکعت کے ملنے کی یہہ
کہ امام کے ساتھ رکوع مین شامل ہوجاوے اور اگر رکوع امام کے ساتھ نملا تو رکعت بھی
نملی) اور اگر مقتدی نے (امام سے پہلے) رکوع کیا اور رکوع ہی مین امام نے اوسکو

جالیا تو درست ہے) اور اگر امام کے رکوع سے پہلے مقتدی نے رکوع سے سر اٹھالیا
تو نماز اسکی جاتی رہے گی گو اول صورت مین نماز نہین جاتی مگر تاہم مقتدی کو
نچاہیئے کہ امام سے پہلے کوئی کام کرے)

باب قضا نمازوں کے ادا کرنے کے بیان مین - ترتیب نماز قضا اور نماز وقتی مین اور
خود قضا نمازوں مین واجب ہے اور (ترتیب تین باتون سے) ساقط ہو جاتی ہے (اول
وقت کی تنگی سے (جس مین گنجایش قضا نماز اور وقتی کی نہو) دوم (قضا نماز کے
یاد نرہنے سے سوم قضا نمازون کا شمار پانچ سے زیادہ ہو جانے سے اور ترتیب نہین پھر
آتی بہت سی قضا نمازون کے کم ہو جانے سے (یعنے اگر اسکے ذمے بہت سی
نمازین تھین اور اس نے انمین سے ادا کین یہانتک کہ پانچ سے کم رہگئین تو اس سے
صاحب ترتیب نہو جاویگا جبتک کہ سب ادا نہ کر چکے) پس اگر کوئی شخص فرض وقت
پڑھے حالانکہ اسکو یاد ہے کہ میرے ذمہ ایک نماز ہے گو وہ قضا نماز وتر ہی ہو تو اوس
شخص کے فرض فاسد ہو وینگے مگر انکا فساد موقوف (ایک شرط پر) رہیگا (وہ
یہ ہے کہ ان فرضون کے بعد اگر قضا نماز کو ادا کر لیگا تو یہ فرض فاسد ہو جاوین گے انکو بھی
دوبارہ پڑھے اور اگر اس قضا نماز کو ادا نہ کیا یہانتک کہ چھ وقتی نمازین ادا کر لین
تو سب نمازین صحیح ہو جاوینگی اسلیے کہ کثرت کی حد مین داخل ہو گئین اور کثرت
ترتیب کو دور کر دیتی ہے جیسے کہ بھولنا اور وقت کا تنگ ہونا ترتیب کو ساقط کر دیتا ہے
مثلاً اگر بھولے سے وقتی نماز پڑھ لے تو جائز ہو جاتی ہے اسیطرح اگر وقت تنگ ہو
کہ قضا کو پڑھیگا تو وقتی نماز کا وقت نرہیگا تو اس صورت مین بھی قضا کو ملتوی رکھکے وقتی کو
پڑھے اور ترتیب کے واجب ہونے مین امام شافعیؒ کا خلاف ہے اور امام اعظمؒ کی دلیل قول

باب قضا نمازوں کے ادا کرنے کے بیان مین

آنحضرت کا ہے کہ جو شخص کوئی نماز نہ پڑھے اور بھول جاوے اور اس وقت یاد کرے کہ امام کے ساتھ نماز پڑھتا ہو پس اسکو چاہیے کہ جو نماز پڑھ رہا ہے اسکو چھوڑ دے پھر وہ نماز پڑھے جو اسکو یاد آئی ہے یعنی قضا کو پڑھے پھر اس نماز کو دوبارہ پڑھے جو امام کے ساتھ پڑھی تھی اس حدیث سے ترتیب کا لازم ہونا قضا نماز اور وقتی نماز مین معلوم ہوتا ہے اور اس حدیث کو مالک اور دارقطنی اور بیہقی نے روایت کیا ہے اور نیز جب آنحضرت صلعم سے کئی نمازین فوت ہوگئین تو آپ نے انکو ترتیب وار ادا فرمایا اور ارشاد کیا کہ نماز اسیطرح ادا کرو جس طرح مجھے ادا کرتے دیکھا اس حدیث سے قضا نمازون مین ترتیب کا لازم ہونا پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم)

باب سجدہ سہو کے بیان مین

باب سہو (یعنے بھول کے سجدون کے بیان مین) جو فعل کہ نماز مین واجب ہے اسکے چھوڑنے سے بعد سلام کے دو سجدے مع التحیات اور سلام کے واجب ہوتے ہین اگرچہ ترک واجب مکرر ہو جاوے (یعنی چند سہو کے لیئے دو ہی سجدے کفایت کرتے ہین اور سجدہ سہو واجب ہوتا ہے) امام کے سہو سے نہ مقتدی کی بھول سے (یعنے اگر امام نے سہو کیا تو مقتدی کو بسبب امام کی متابعت کے سجدہ سہو لازم ہوجاتا ہے اور اگر مقتدی سے سہو ہوا امام سے نہوا تو مقتدی سے سجدہ سہو ساقط ہوجاتا ہے اور امام شافعیؒ کے نزدیک سجدہ سہو سنت ہے واجب نہین اور سلام پہلے ہے نہ بعد اسکے اور دلیل امام اعظمؒ کی ظاہر قول آنحضرت صلعم کا ہے کہ ہر سہو کے واسطے دو سجدے ہین بعد سلام کے روایت کیا اسکو ابوداؤد اور ابن ماجہ نے) پس اگر نمازی پہلا قعدہ بھولکر اٹھے مگر قعدہ سے نزدیک ہو تو بیٹھ جاوے اور قعدہ کرے اور اگر قیام سے نزدیک ہو تو نہ بیٹھے اور (آخر مین قعدے کی بھول کے واسطے) سجدہ سہو کرے

کمتر کو یعنی تین اختیار کرے (یعنی اگر شک تین اور چار میں تھا تو تین کو اختیار کر کے ایک رکعت اور پڑھے) ظہر کی نماز پڑھنے والے کو گمان ہوا کہ میں نماز پوری پڑھ چکا اور (اسی دھوکے میں) سلام پھیر دیا بعد اُسکے جانا کہ دو رکعتیں پڑھی ہیں (چار نہیں ہوئیں) تو دو اور پڑھ لے اور سجدہ سہو کر لے (لیکن یہ حکم جبتک ہے کہ اُسنے سلام کے بعد کوئی کام نماز کا مفسد نکیا ہو اور اگر کوئی امر خلاف نماز کے واقع ہوا ہو تو نماز پھر سے پڑھے)

باب بیمار کی نماز کے بیان میں

باب بیمار کی نماز کے بیان میں جس شخص کو نماز میں کھڑا ہونا دشوار ہو یا مرض کی زیادتی کا خوف ہو تو (وہ شخص) نماز بیٹھکر رکوع اور سجدے کے ساتھ پڑھے اور اگر رکوع اور سجدہ بھی مشکل ہو تو اشارے سے پڑھے اور سجدے کو رکوع کی نسبت زیادہ پست کرے اور کوئی چیز اوسکے منھ کے سامنے اس لیے نہ اُٹھائی جاوے کہ اُسپر سجدہ کرے (مثلاً تکیہ خواہ لکڑی سجدے کے لیے نہ اُبھاری جاوے) اور اگر ایسا بھی ہو مگر سجدے میں سر رکوع سے پست تر کرتا ہو تو جائز ہے اور اگر سر پست تر نکرتا ہو تو درست نہیں۔ اور اگر بیٹھا بھی نہ جاوے تو نماز چت لیٹ کر یا کروٹ پر لیٹ کر اشارے سے پڑھے اور اگر یہ بھی نہو سکے تو نماز ملتوی کیجاوے (یعنے بعد شفا کے قضا کرے) اور اشارہ دونوں آنکھوں اور دل اور بھوں سے نکرے (اور بعض علماء کے نزدیک جسطرح پر ہو سکے ادا کرے اور بعد تندرستی کے قضا کرے اور یہ قول احتیاط کے قریب ہے اور دلیل امام اعظمؒ کے قول رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی کہ نماز پڑھ کھڑا ہو کر اور اگر نہو سکے تو بیٹھکر اور اگر نہو سکے تو چت لیٹ کر اور ایک روایت میں آیا ہی کہ اگر نہو سکے تو اللہ سبحانہ تعالیٰ عذر ماننے کیواسطے سزاوار تر ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ اشارہ آنکھ اور دل اور ابرو کا لازم نہیں واللہ اعلم)

مسئلہ اگر رکوع اور سجدہ مشکل ہو کھڑا ہونا دشوار نہو تو بیٹھ کر اشارے سے پڑھے

اور اگر عین نماز کے اندر بیمار ہو جاوے تو اسکو پورا کرے جسطور پر کہ ہو سکے (خواہ بیٹھکر خواہ کروٹ پر خواہ اشارے سے) اور اگر بیٹھکر نماز رکوع اور سجدے کے ساتھ پڑھتا تھا اور (نماز ہی مین) تندرست ہو گیا تو کھڑا ہو کر باقی کو پورا کرے اور اگر رکوع سجدہ اشارے سے کرتا تھا (اور صحت پائی) تو (اس صورت مین) اس نماز پر بنا نکرے (بلکہ کھڑا ہو کر نئے سر سے نماز پڑھے) اور نفل والے کو تکیہ کرنا کسی چیز (مثل دیوار اور لاٹھی) پر درست ہے بشرطیکہ تھک گیا ہو۔ اور اگر کشتی مین بدون عذر نماز بیٹھکر پڑھے تو درست ہے۔ (اور عذر کشتی کا سر گھومنا اور قے کا آنا وغیرہ ہی اور شروع نماز کے وقت قبلے کی طرف کو منھ کر لینا لازم ہے اور بعد اسکے جس طرف کو قبلہ پھرے اُسی طرف کو نماز کے اندر منھ کر لے) اور جو شخص بیہوش یا مجنون ہو جاوے پانچ نمازون کے وقت تک وہ نمازون کو قضا کرے اور اگر (پانچ نمازون سے) زیادہ ہو جاوین تو قضا کرنا لازم نہین ہ

باب تلاوت قرآن کے سجدہ کرنے کے بیان مین۔ سجدہ واجب ہوتا ہی ایک آیت کے پڑھنے سے چودہ آیات (سجدہ مین) سے (اور نزدیک شافعیؒ کے سجدہ تلاوت سنت ہی اور دلیل امام اعظمؒ کی یہ حدیث ہی کہ سجدہ لازم ہے سننے والے اور پڑھنے والے سجدہ پر اور ظاہر الفاظ اس حدیث کے واجب ہونے کو مقتضی ہین) ان آیتون مین سے پہلی آیت سجدے کی سورہ حج مین ہی اور ایک آیت سورہ صٓ مین (اور نزدیک امام شافعیؒ کے سورہ حج کی آخر آیت سجدہ ہی اور سورۂ صٓ مین انکے نزدیک سجدہ نہین اور دلیل امام اعظمؒ کی یہ ہے کہ مصحف عثمانی مین کہ معتمد علیہ اس باب مین ہی ان آیات پر علامت سجدہ کی ہوئی ہی فائدہ سجدہ کی آیتین ان سورتون مین ہین

باب تلاوت قرآن کے سجدہ کرنے کے بیان مین

سورہ اعراف کے آخر مین سورہ رعد مین سورہ نحل مین سورہ بنی اسرائیل مین سورہ مریم مین سورہ حج مین اول کی آیت سورہ فرقان مین سورہ نمل مین سورہ الم تنزیل مین سورہ حم سجدہ مین سورہ ص مین سورہ والنجم مین سورہ اذا السماء انشقت مین سورہ اقرا مین) سجدہ واجب ہوتا ہے اُس شخص پر کہ آیت سجدہ کو تلاوت کرے گو امام ہو اور اُس شخص پر جو اوسکو سُنے اگرچہ بے ارادہ سنا ہو وے یا مقتدی ہو اور واجب نہین ہوتا مقتدی کی تلاوت سے (یعنے اگر مقتدی نے آیت سجدہ نماز مین پڑہی ہو تو اُسپر یا امام پر سجدہ لازم نہو گا) اور اگر آیت سجدہ نمازی نے اپنے سوا کسی اور سے سُنی تو بعد نماز کے سجدہ کرے اور اگر نماز مین سجدہ کرے تو بعد نماز کے پھر سے سجدہ کرے نماز کو نہ دوہراوے۔ اور اگر امام سے آیت سجدہ سُنی پھر اُسکا اقتدا کیا پیشتر اس سے کہ امام سجدہ تلاوت کرے تو امام کے ساتھ سجدہ کرلے اور اگر اقتدا بعد سجدۂ امام کے کیا تو اُسکو سجدہ نہ کرنا چاہیئے اور اگر اس امام کا اقتدا نہ کرے تو سجدۂ تلاوت خود کرلے۔ اور جو سجدہ کہ نماز کے اندر واجب ہوا ہو وہ نماز کے باہر قضا نہ کیا جاوے اور اگر آیت سجدہ نماز کے باہر پڑہی اور سجدہ کرلیا پھر نماز مین اوسی آیت کو دوبارہ پڑھا تو دوسری دفعہ سجدہ کرے اور اگر سجدہ اول بار نہین کیا تھا تو ایک سجدہ کفایت کرتا ہے جیسے وہ شخص کہ آیت سجدہ کو ایک مجلس مین کئی بار پڑھے نہ کہ دو مجلسونمین (یعنے اگر آیت سجدہ کو ایک مجلس مین کئی بار پڑھا تو ایک سجدہ واجب ہوگا اور اگر کئی مجلسون مین پڑھا تو ہر مجلس مین ایک سجدہ واجب ہوگا) اور کیفیت سجدہ کی یہ ہے کہ نماز کی شرایط کے ساتھ بدون ہاتھ اُٹھانے کے اللہ اکبر کہکر سجدہ کرے۔ اور پھر اللہ اکبر کہکر سر اوٹھاوے۔ التحیات اور سلام پھیرنا

اس مین کچھ نہین - اور مکروہ ہے کہ کسی سورت کو پوری پڑہے اور آیت سجدہ کو چھوڑ دے اور اسکا اُلٹا (یعنے آیت سجدہ کو صرف پڑھنا اور سورت کو نہ پڑھنا) مکروہ نہین -

باب مسافر کی نماز کے بیان مین - جو شخص کہ بارادۂ سفر میانہ تین دن رات کے اپنے شہر کے گھرون سے باہر نکلجاوے جنگل مین خواہ دریا مین خواہ پہاڑ مین تو وہ چار رکعت فرضون کو دو رکعت پڑھے (جاننا چاہیئے کہ نماز کے قصر کرنے کے لیے میانہ چال سے سفر تین دن یا تین رات کا شرط ہے یعنی ایسی چال سے کہ قافلہ بھی پہونچ سکے پس جنگل اور دریا اور پہاڑ مین اسکا فاصلہ مختلف ہوگا اسلیئے ہر جگہ مین اوسی کے موافق تین دن رات کے سفر کی نیت کرنی چاہیئے اور امام شافعیؒ کے نزدیک دو دن رات کا سفر ہونا شرط ہی اور دلیل امام اعظمؒ کی قول رسول خدا صلعم کا ہی کہ مسافر موزون پر مسح کرے تین دن رات پس ہر مسافر کے لیے تین دن رات مدت مسح ہونی چاہیئے اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ مسافرت کم تین دن رات سے نہین ہوتی ہی اور نیز امام شافعیؒ کے نزدیک سفر مین قصر اور پوری نماز پڑھنی دونون جائز ہین اور امام اعظمؒ کے نزدیک قصر لازم ہے اور پوری پڑھنی جائز نہین اس دلیل سے کہ حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہی کہ اُنہون نے فرمایا کہ نماز دو دو رکعت فرض ہوئی تھی پس سفر کی نماز تو ویسی ہی رہی اور حالت قیام مین زائد کی گئی اور نیز ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ اُنہون نے فرمایا کہ تمہارے نبی کی زبانی اللہ تعالےٰ نے چار چار رکعتین حالت قیام مین فرض کین اور دو دو حالت سفر مین روایت کیا اسکو بخاری اور مسلم نے) پس اگر سفر مین پوری چار رکعتین پڑھین اور دو رکعت کے بعد بیٹھا تو نماز درست ہوگی اور اگر دوسری رکعت کے بعد نہین بیٹھا تو نماز جائز نہوگی (اسلیئے کہ مسافر کے حق مین اول قعدہ ہی قعدہ اخیر ہی

جو فرض ہی تو اُسکے ترک سے نماز ہو گی۔ اور یہ حکم قصر کا) جبتک (ہی کہ) مسافر اپنے شہر مین داخل ہو یا پندرہ روز کے ٹھہرنے کی کسی شہر مین یا گانون مین نیت کر لے نہ مکہ اور منی مین (یعنی پندرہ دن کی نیت اگر دو جگہ مین کریگا تو اس سے مقیم نہو گا اور ذکر مکے اور منی کا مثال کے طور پر ہے) اور اگر نیت ٹھہرنے کی پندرہ دن سے کم کرے خواہ کچھ نیت نہ کرے اور برسون تک رہے تو سفر ہی کا حکم رہیگا نماز قصر کیے جاوے یا نیت کرے پندرہ دن کے ٹھہرنے کی کوئی لشکر کسی دارالحرب مین گو وہان کے کسی شہر کا محاصرہ کیے ہون (یعنے لشکر اسلام غالب ہو) یا لشکر اسلام نے سرکشونکا محاصرہ دارالاسلام مین ایسی جگہہ کر رکھا ہو جو شہر نہو (توان صورتون مین بھی حکم سفر کا ہو گا نہ اقامت کا) بخلاف اہل خیمون کے (کہ جہان کہین گھاس اور پانی پاتے ہین اپنے مواشی کے ساتھ وہان ہی خیمہ ڈالدیتے ہین انکا وطن وہی خیمہ ٹھہر گیا ہی اور اس قسم کے لوگ ہمیشہ مقیم رہتے ہین نہ مسافر۔ متن کنز مین لفظ اخبیہ جمع خبا کی ہے جسکے معنے خیمے کے ہین) اور اگر کوئی مسافر کسی مقیم کے پیچھے نماز پڑھے تو اُس نماز کے وقت مین یہ اقتدا درست ہی اور (مقیم کی متابعت سے مسافر بھی) پوری نماز پڑھے اور اگر وقت نماز کا نہین (یعنے مقیم قضا پڑھتا ہو اور مسافر بھی وہی نماز قضا پڑھنا چاہیے) تو اقتدا درست نہین اور اگر مقیم مسافر کے پیچھے نماز پڑھے تو دونون صورتون مین اقتدا درست ہے (خواہ وقت نماز ہو یا وقت کے بعد پڑھتا ہو) لیکن جب مسافر امام اپنی دو رکعت پڑھ لے مقیم اپنی نماز کو چار رکعتین کر لے فائدہ مقیم بعد دو رکعتین اپنی پڑھے انکو ایسی طرح پڑھے کہ گویا امام کے پیچھے ہے یعنی اُن مین الحمد نہ پڑھے بلکہ الحمد کی مقدار تک کھڑا رہکر رکوع سجدہ کرے اور یہ مسئلہ کار آمد ہی اکثر عوام اس سے

غافل ہین) اور وطن اصلی دوسرے وطن اصلی سے جاتا رہتا ہی سفر سے باطل نہین ہوتا اور وطن اقامت دوسرے وطن اقامت سے اور اُس جگہہ سے سفر کرنے سے اور وطن اصلی مین چلے جانے سے باطل ہوجاتا ہے (جاننا چاہیئے کہ وطن اصلی اُسکو کہتے ہین کہ آدمی اپنی اور اپنے اہل وعیال کی بود و باش مقرر کرے اور وطن اقامت وہ ہی جہان پندرہ روز یا زیادہ ٹھہرنے کی نیت کرے پس اگر ایک وطن اصلی کو چھوڑکر دوسرا وطن اصلی اختیار کرے تو وطن اصلی اول باطل ہوجاتا ہی اور اُس جگہہ سے چند روز کے سفر کر جانے سے باطل نہین ہوتا اور وطن اقامت کو چھوڑکر اگر دوسرا وطن اقامت کرلے تب بھی باطل ہوجاتا ہی اور اگر اُس سے سفر کرے یا وطن اصلی کو چلا جائے تب بھی جاتا رہتا ہے) اور سفر کی قضا اور مقام کی قضا دو رکعتین اور چار رکعتین پڑھی جاوین (یعنے سفر کی قضا دو رکعت ہین اور حضر کی چار) اور سفر اور مقام مین معتبر وقت آخر نماز کا ہی (تو آخر وقت مین اگر نمازی مسافر ہوگا تو سفر کی پڑھنی پڑیگی اور اگر مقیم ہوگا تو اقامت کی) اور سفر (کی اجازت قصر وغیرہ مین) گنا ہگار دوسرون جیسا ہے (یعنے اگر بارادہ رہزنی یا سرکشی کے مثلاً سفر اختیار کرے تو اُس سفر مین بھی اجازت قصر نماز اور افطار روزے کی ہوتی ہی اس لیئے کہ نافرمانی اُس شخص کی دوسری بات مین ہے جو سفر کے بعد حاصل ہوگی اصل سفر مین نافرمانی نہین وہ اپنی ذات سے مباح ہے) اور نیت اقامت اور سفر مین اصل کا اعتبار ہے تابع کا نہین یعنے عورت اور غلام اور سپاہی کی نیت کا اعتبار نہین (بلکہ شوہر اور آقا اور حاکم کی نیت کا اعتبار ہے)

باب نماز جمعے کے بیان مین۔ نماز جمعہ کی ادا کی یہ شرطین ہین اول شہر کا ہونا اور شہر وہ جگہ ہی جہان کوئی حاکم ہو (جس سے اہل اسلام کو تقویت ہو) اور قاضی ہو

باب نماز جمعہ کے بیان مین

(کہ حدود و احکام شرعی کو جاری کرتا ہو) خواہ عیدگاہ کا ہونا (کہ شہر کے کنارے پر ہوا کرتی ہے وہ بھی سب باتون مین شہر مین داخل ہے) اور امام شافعی رح کے نزدیک شہر شرط نہین اور انپر قول حضرت علی رضہ کا حجت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جمعہ اور تشریق اور عید الفطر اور عید اضحی سوائے شہر جامع کے اور جگہہ نہین روایت کیا اسکو ابن ابی شیبہ نے اور اس روایت کی تصحیح کی ابن حزم اور عبد الرزاق نے علاوہ ازین جب صحابہ اور تابعین نے ملک فتح کیے تو شہرون کے سوا اور جگہون مین نہ منبر بنائے نہ جمعہ مقرر فرمایا) اور منی شہر ہے عرفات شہر نہین۔ اور ایک شہر مین جمعہ چند جا ادا کیا جاوے۔ دوسری شرط اداے جمعہ کی حاضر ہونا بادشاہ کا ہے یا اسکے نائب کا (جو قاضی ہے اور اسمین امام شافعی کا اختلاف ہے اور دلیل امام اعظم رح کی ارشاد حسن بصری رح کا ہے کہ آپنے فرمایا کہ چار چیزین جو بادشاہ کو سپرد ہین ان سب مین سے جمعہ اور عید ہے) تیسری شرط وقت ظہر کا ہونا ہے پس اوسکے نکلجانے سے جمعہ باطل ہوجاویگا۔ چوتھی شرط نماز جمعہ سے پہلے خطبہ ہے اور مسنون یہ ہے کہ امام دو خطبے طہارت کے ساتھ کھڑا ہوکر پڑھے اور دونون کے بیچ مین کچھہ بیٹھے اور کفایت کرتا ہے ایک دفعہ الحمد للہ یا لا الہ الا اللہ یا سبحان اللہ کہنا پانچوین شرط جماعت ہے اور وہ (امام کے سوا) تین آدمی ہین پس اگر سجدہ کرنے سے پیشتر (جماعت کے لوگ) بھاگ جاوین تو جمعہ باطل ہوجاوے گا۔ چھٹی شرط اذن عام ہے (یہانتک کہ جو کوئی چاہے آکر نماز مین مشغول ہوجاوے) اور جمعہ کے واجب ہونے کی شرطین یہ ہین اول مقیم ہونا (کہ مسافر پر جمعہ واجب نہین) دوسرے مرد ہونا (کہ عورت پر نہین) تیسرے تندرستی (کہ بیمار پر واجب نہین) چوتھے آزاد ہونا (کہ غلام پر جمعہ نہین) پانچوین

آنکھونکا سلامت ہونا (کہ اندھے پر واجب نہین) چھٹے پاؤن کا درست ہونا (کہ لنگڑے اور اپاہج پر جمعہ نہین) اور جو شخص کہ جمعہ اُسپر واجب نہین اگر وہ جمعہ کو (اُن شرائط کے ساتھ جو گذر چکین) ادا کرے تو یہ جمعہ فرض وقت (یعنے ظہر) کے بدلے مین ادا ہو جاوے گا اور مسافر اور غلام اور بیمار کو جائز ہے کہ جمعے مین امام ہو جاوین اور جمعہ اُن لوگون سے بھی ہو جاتا ہی (یعنے اگر ایسے ہی لوگ ہون اُنکے سوا اور نہون اور جمعہ پڑھین تو جائز ہوگا) اور جس شخص کو کوئی عذر نہو اگر وہ ظہر کی نماز جمعے سے پیشتر پڑھ لے تو مکروہ ہے پھر اگر (نماز پڑھ کر) جمعے کے لیے جاوے تو ظہر کی نماز اُسکی باطل ہو جاویگی۔ اور معذور اور قیدی کو نماز ظہر جماعت کے ساتھ شہر مین پڑھنا مکروہ ہی اور جس شخص کو کہ جمعے کی نماز مین التحیات یا سجدۂ سہو امام کے ساتھ ملے تو وہ نماز جمعہ تمام کرے اور جسوقت امام خطبے کے لیئے نکلے اُسوقت نہ کوئی نماز درست ہی نہ کوئی کلام اور واجب ہی جمعے کیواسطے چلنا اور خرید و فروخت کو چھوڑنا پہلی اذان کے ساتھ پھر جب امام منبر پر بیٹھے تو اُسکے سامنے اذان دیجاوے اور خطبہ پورا ہونے پر تکبیر نماز کہی جاوے (واللہ اعلم)

باب دونون عیدون کی نماز کے بیان مین۔ نماز عید کی اُس شخص پر واجب ہے جسپر جمعہ واجب ہے اور شرطین بھی وہی ہین جو جمعے مین تھین سوا خطبے کے (کہ عید مین شرط نہین بلکہ سنت ہی) اور عید فطر مین مستحب یہ ہے کہ کچھ کھاوے اور غسل اور مسواک کرے اور خوشبو لگاوے اور سب سے عمدہ اپنے کپڑے پہنے اور صدقہ فطر دیکر عیدگاہ کو چلے اسطرح کہ تکبیر پکار کر نہ کہے اور نہ نماز عید سے پہلے کوئی نفل نماز پڑھے۔ اور نماز عید کا وقت آفتاب کے اونچے ہونے سے لیکر اوسکے زوال تک ہے اور نماز کی دو رکعتین پڑھے اور دعا شروع یعنے سبحانک اللھم زائد تکبیرون سے پہلے

باب دونون عیدون کی نماز کے بیان مین

پڑھتے زائد تکبیرین ہر رکعت مین تین تین ہین اور دونون رکعتون کی قرأت کو ملا دیوے
(یعنے اول رکعت مین تکبیرین قرأت سے پہلے کہے اور دوسری رکعت مین قرأت
کے بعد) اور زائد تکبیرون مین اپنے دونون ہاتھ (کانون تک) اوٹھاوے اور نماز کے بعد
دو خطبہ پڑہے اور خطبہ مین صدقہ فطر کے احکام بیان کرے اور اگر کسی شخص کو امام کے
ساتھ نماز عید نہ ملے تو قضا نہ پڑہے (اور مینہ وغیرہ) عذر کے باعث نماز عید مین
کل تک کی تاخیر کرین (یعنے اگر اول روز نہ پڑھ سکین تو دوسرے روز پڑھ لین
تیسرے روز پڑھنا جائز نہین) اور یہی احکام نماز عید الضحے کے ہین مگر (اتنا
فرق ہے کہ) اس عید مین کھانا بعد نماز کے کھاوے اور راستے مین پکار کر تکبیر کہے
اور خطبے مین قربانی اور تکبیر تشریق کے احکام بیان کرے اور یہ نماز تاخیر کیجاوے
تیسرے دن (یعنی بارہوین تاریخ) تک اور تعریف (یعنے عرفہ کرنا) کوئی (مشروع)
بات نہین (اور تعریف اسکو کہتے ہین کہ عرفے کے دن احرام باندھکر حاجیونکی طرح
ننگے سر جنگل مین لبیک کہتے ہوئے کھڑے رہین تو یہ امر مشروع نہین ہے اسواسطے کہ یہ
عبادت ایک خاص جگہ مین مشروع ہے دوسری جگہون کو اسپر قیاس نکرنا چاہیئے)
اور مسنون ہے عرفے کے دن کی نماز فجر کے بعد سے آٹھ نمازون تک (ہر نماز کے بعد)
ایکبار اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ کہنا بشرط
مقیم ہونے اور شہر مین ہونے اور نماز فرض اور جماعت مستحبہ کے (اور مستحب جماعت
فرض) مردون کی جماعت مراد ہے عورتون کی جماعت کے بعد تکبیر واجب نہین (اور
اقتدا کے سبب سے عورت اور مسافر پر بھی تکبیر واجب ہو جاتی ہے (جاننا چاہیئے
کہ ایام تشریق کی تکبیرین واجب ہین اور کنز مین جو مسنون کا لفظ ہے تو

اس جہت سے ہے کہ ان کا ثبوت سنت سے ہوا ہے چنانچہ اسی مسئلے میں لفظ
یجب اوسپر دلالت کرتا ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالی اور امام محمد رحمہ اللہ
کے نزدیک آخر ایام تشریق یعنے تیرہوین تاریخ کے عصر تک واجب ہین
کہ تیئیس نمازین ہوتی ہین)

باب سورج گہن (اور چاند گہن) کی نماز کے بیان مین - سورج گہن مین
امام جمعہ دو رکعتین مثل نفل کے (یعنے بدون اذان اور تکبیر کے جماعت کے ساتھ
ایک ہی رکوع سے ہر رکعت مین) پڑھے اور قرارت پکار کر اور خطبہ نہ پڑھے
پھر دعا مانگے یہانتک کہ آفتاب کھل جاوے اور اگر امام جمعہ نہو یا لوگ جمع نہون تو
اکیلے نماز پڑہین مثل چاند گہن کے اور (اسیطرح اکیلے پڑھین) سخت اندھیری اور
اور آندھی اور خوف (مین مثل زلزلے اور کڑک اور دشمن) کے ۔

باب - مینھ کی طلب کے بیان مین - مینھ کی طلب مین نماز تو ہے مگر جماعت کے
ساتھ نہین اور دعا مانگنا اور استغفار پڑھنا ہے نہ چادر کا لوٹنا اور اہل ذمہ کا موجود
ہونا بلکہ صرف تین روز نماز کے لیے نکلین (جاننا چاہیئے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک
مینھ کی نماز مین جماعت مسنون نہین بلکہ مینھ کی طلب مین دعا مانگنا مینھ کے لیئے
اور اپنے گناہون کی مغفرت چاہنی ہے اور اگر اکیلے اکیلے نماز پڑہین تو ہوسکتا ہی اور
صاحبین کے نزدیک دو رکعتین جماعت سے پڑہین جیسے عید کی نماز پڑہتے ہین
اور چادر کو لوٹ لین یعنے ایک مونڈھے کی دوسرے پر کرین اور نیچے کی اوپر
اور چاہیئے کہ اہل ذمہ نماز کی جگہہ مین حاضر نہون اور اس کام کے واسطے تین
دن نکلین واللہ اعلم)

باب خوف (کے وقت) کی نماز کے بیان مین - جسوقت کہ دشمن خواہ درندہ
سے خوف زیادہ ہو تو امام اپنی جماعت کے دو گروہ کرے ایک کو دشمن کے سامنے
کھڑا کرے اور دوسرے کے ساتھ (اگر مسافر ہو) تو ایک رکعت پڑھے اور اگر مقیم ہو
تو دو رکعتین پڑھے پھر یہ گروہ دشمن کے سامنے چلا جاوے اور سامنے والا گروہ ہشکر
امام کے پیچھے آوے اور امام باقی نماز ان لوگون کے ساتھ پڑھ کر سلام پھیر دے (امام کے
سلام کے) بعد یہ گروہ دشمن کے مقابل جاوے اور پہلا گروہ آکر اپنی نماز بدون قراءت کے
تمام کرے (اسلیے کہ وہ لوگ شروع سے امام کے ساتھ تھے اور سلام کے بعد یہ لوگ
پھر دشمن کے سامنے جاوین اور دوسرا گروہ آکر اپنی نماز تمام کرے قراءت کے ساتھ (اسلیے
کہ یہ لوگ شروع نماز مین امام کے ساتھ نہ تھے اور جو پیچھے آکر ملتا ہے اُسکو قراءت
پڑھنی چاہیئے اور جو پہلے سے شامل ہے اور بیچ مین کسی وجہ سے شامل نہین رہا
اوسکو قراءت نہین چاہیئے اسلیئے قراءت پہلے گروہ پر نہ ہوئی اور دوسرے پر ہوئی)
اور نماز مغرب مین اول گروہ کو دو رکعت پڑھاوے اور دوسرے کو ایک رکعت
اور جو شخص لڑنے لگے گا اُسکی نماز باطل ہو جاوے گی - اور اگر خوف بہت زیادہ ہو
تو حالت سواری مین اکیلے اکیلے اشارے سے نماز جس طرف کو قادر ہون پڑھین
اور خوف کی نماز بدون دشمن کے موجود ہونے کے جائز نہین -

باب جنازہ کے بیان مین (جنازہ جیم کے زبر سے بمعنے مردہ کے ہی اور جیم کے
کسرہ سے اوس تختے کو کہتے ہین جسپر مردہ کو رکھتے ہین) جب آدمی کی موت
قریب ہو تو اُسکا مُنہ قبلے کی طرف داہنی کروٹ پر پھیرین اور اُسکو کلمۂ شہادت
سکھایا جاوے اور جب مرجاوے تو اُسکے دونون جبڑے باندھے جاوین اور دونون انکھین بند

باب جنازہ کے بیان مین

کیجاوین اور ایک تختے کو طاق مرتبہ (یعنی ایک یا تین یا پانچ یا سات بار) بسا کر اوسپر
اسکو اتارین اور اسکی برہنگی (ناف سے لیکر گھٹنون تک) ڈھانپ کر کپڑے اتار لین
اور وضو بغیر کُلی اور ناک مین پانی دینے کے کراوین بعدہ اسپر وہ پانی ڈالین جسمین بیری
کے پتے خواہ اشنان جوش دیا ہو ورنہ خالص پانی ڈالین اور اسکے سر اور داڑھی کے
بالون کو گل خیرو سے دھووین اور بائین کروٹ پر لٹا کر اتنا دھووین کہ پانی بدن کے اوس
حصے پر پہنچ جاوے جو تختے سے ملا ہو پھر داہنی کروٹ دیکر اسی طرح نہلا دین (کہ پانی
نیچے تک پہنچ جاوے) پھر اسکو سہارا دیکر بٹھلاوین اور اسکے پیٹ کو آہستگی اور
نرمی سے سُوتین اور جو کچھ اسکے پیٹ مین سے نکلے اسکو دھو ڈالین اور پھر دوبارہ
غسل ندیوین اور اسکے بدن کو کپڑے سے پونچھ کر خشک کرین اور خوشبو مرکب اسکے
سر اور داڑھی مین لگاوین اور سجدے کی جگہون (یعنی پیشانی اور ناک اور ہتھیلیون اور
گھٹنون اور تلوون) پر کافور ملین اور اسکے بالونمین اور داڑھی مین کنگھی نہ کرین اور نہ بال اور
ناخن کترین۔ اور مرد کا کفن مسنون اندر کی چادر اور پیراہن (یعنے کفنی گردن سے لیکر
گھٹنونکے نیچے تک) اور پوٹ کی چادر ہے اور کفن کفایہ اندر اور پوٹ کی چادرین ہین اور
مردے پر کفن کو اسکے بائین طرف سے لپیٹین پھر داہنی طرف سے اور اگر خوف کفن کے
اُڑنے اور کھلنے کا ہو تو گرہ دیدین اور کفن ضرورۃ جو کچھ میسر ہو جاوے اور عورت کا کفن مسنون
(پانچ کپڑے ہین) کفنی اور اندر کی چادر اور دامنی اور سینہ بند (جسکو اُسکی چھاتیون پر
لپیٹا جاتا ہے اور سینے سے زانو کے نیچے تک ہوتا ہے) اور پوٹ کی چادر اور کفن کفایہ
(اسکے لیے تین کپڑے ہین) دونون چادرین اور دامنی (جسکو اوڑہنی کہتے ہین) اور عورت کو
اسطرح کفن پہنایا جاوے کہ اول کفنی پہنا دین پھر سر کے بالون کو (دو لٹین کرکے)

چھاتی پر رکھین اور دامنی پہناوین کفنی کے اوپر اور لوپٹ کی چادر کے نیچے (پھر سینہ بند
اور چادرین لپیٹین) اور کفن کے کپڑون کو طاق مرتبہ پہنانے سے پیشتر بسا لین
فصل جنازے کی نماز کے لیے بادشاہ لایق تر ہے اور یہ نماز فرض کفایہ ہے (یعنے اگر
کچھ لوگ ادا کرین تو سب کے ذمے سے ساقط ہو جاتی ہے ورنہ سب گناہگار ہوتے ہین)
اور جنازے کی نماز کی شرط مردے کا مسلمان اور پاک ہونا ہے (پس کافر پر نماز جائز
نہین اسیطرح غسل سے پہلے نماز درست نہین) بعد بادشاہ کے لایق تر جنازہ کی امامت
کے لیے قاضی ہے اگر دونون موجود ہون پھر محلے کا امام پس مردے کا ولی اور ولی کو
جائز ہے کہ اپنے سوا کسی دوسرے کو نماز پڑھانے کی اجازت دیدے پس اگر بادشاہ اور ولی کے سوا
کوئی اور نماز پڑھ لے تو ولی دوبارہ نماز پڑھ سکتا ہے اور ولی کے سوا دوسرا شخص پھر نہین
پڑھ سکتا اور اگر بدون نماز کے دفن کر دیا جاوے تو اسکی قبر پر نماز پڑھی جاوے جبتک
کہ اسکا بدن پھٹا نہو اور نماز جنازہ چار تکبیرین ہین اول تکبیر کے بعد سبحانک اللھم
آخر تک پڑھکر اللہ اکبر کہے اسکے بعد درود پڑھے اور تیسری بار اللہ اکبر کہے پھر دعا میت
کیواسطے کرے پھر چوتھی تکبیر کہکر دونون طرف سلام پھیر دے اور اگر امام پانچوین دفعہ
تکبیر کہے تو مقتدی اوسکی پیروی نہ کرین (یعنے وہ پانچوین دفعہ اللہ اکبر نہ کہین اور
دعا میت کے واسطے یون کہے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا
وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا
فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ) اور لڑکے کے لیے استغفار نہ کہے بلکہ یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ
لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْهُ لَنَا شَافِعًا وَّمُشَفَّعًا اور مسبوق (یعنے جس سے پہلے
کوئی تکبیر ہو چکی ہو) انتظار امام کی تکبیر کا کرے (کہ جب وہ اللہ اکبر کہے اوسکے

ساتھ مسبوق بھی کہکر ملجاوے) نہ وہ شخص کہ موجود ہو (یعنے جو موجود ہے اور پہلی تکبیر
امام کے ساتھ نہین کہی وہ امام کی تکبیر کا انتظار نکرے بلکہ خود تکبیر کہکر شریک ہوجاوے
اور دوسری تکبیر امام کے ساتھ کہے اور مسبوق کو جو تکبیر رہ گئی ہو نماز کے ہوچکنے کے بعد
قضا کرلے) اور امام مرد و عورت کے سینے کے مقابل کھڑا ہو اور اس نماز کو سوار ہوکر
نہ پڑھین اور نہ مسجد کے اندر ادا کرین (اور امام شافعی کے نزدیک مسجد مین جائز ہے اور دلیل
امام اعظمؒ کی یہ ہے کہ مسجد نماز پنجگانہ کے لیے بنی ہے نہ نماز جنازے کے لیے علاوہ اسکے
احتمال مسجد کے آلودہ ہوجانیکا ہے اور زمانہ صحابہ اور تابعین مین جنازے کی نماز مسجد مین
نہ پڑھتے تھے مگر جب کوئی خاص ضرورت اُسکی مقتضی ہوتی تھی تو پڑھتے تھے واللہ اعلم)
اور جو بچہ کہ پیدا ہوکر آواز کرے (اور مرجاوے) اوسپر نماز پڑھی جاوے ورنہ نہین پڑھنا
چاہیئے جیسے وہ لڑکا کہ اپنی مان خواہ باپ کے ساتھ قید مین اگر مرجاوے (تو اوسپر
نماز نہ پڑھین گے اسلئے کہ مان باپ کی متابعت سے وہ بھی کافر گنا جاویگا) لیکن جس
صورت مین کہ باپ خواہ مان مسلمان ہوجاوے (تو اُسکی متابعت مین بچہ کو مسلمان
جانینگے اور اُسپر نماز پڑھینگے) یا وہ لڑکا خود مسلمان ہوجاے (بشرطیکہ عاقل ہو) یا اُسکے ساتھ
مین اُسکا باپ خواہ مان قید نہوئے ہون (تو اس صورت مین بھی اُسکو دارالاسلام کی متابعت
سے مسلمان تصور کرینگے اور نماز پڑھین گے) اور ولی اگر مسلمان ہو تو وہ کافر مردہ کو
نہلاوے اور کفن دے اور دفن کردے (مگر سنت کے طور پر یہ امور نہ کرے بلکہ
اُسپر پانی ڈال کر اور کپڑے مین لپیٹ کر گڈھے مین دباوے) اور جنازہ کی چارپائی
کے چارون پائے پکڑکر جلد جلد لے جاوین مگر دوڑین نہین اور نہ پہلے جنازہ
رکھنے سے بیٹھین اور نہ اُس سے آگے چلین۔ اور اُسکے سرہانے کو پہلے اپنے داہنے

کندھے پر رکھے پھر بائین پر پھر پائینتی کیطرف اول داہنے پر رکھے پھر بائین پر یعنے
اگر اٹھانے والے بہت سے ہون تو ہر ایک کو چاہیئے کہ نوبت بنوبت اسیطرح اٹھاوین)
اور قبر کھود کر لحد بنائی جاوے اور قبلہ کیطرف سے گور مین اوتارا جاوے اور جو گور مین
اتارے وہ کہے بسم اللہِ علٰی ملۃ رسول اللہِ اور گور مین رکھکر منھ قبلے کی طرف کو کیا جاوے
اور کفن کے بند کھول دیئے جاوین اور کچی اینٹین خواہ نل لحد کے اوپر رکھین پکی اینٹین
اور لکڑی نرکھین اور عورت کی قبر چھپائی جاوے نہ مرد کی پھر مٹی دیجاوے اور قبر کو اونٹ کی
کوہان کی صورت بناوین چوکھونٹی چبوترے کی شکل نہ بناوین اور قبر کو چونے کی نہ بناوین
اور نہ مردہ کو قبر سے نکالین مگر اوس صورت مین کہ زمین زبردستی سے چھینی ہوئی ہو

باب شہید کے حکمون کے بیان مین۔ شہید وہ شخص ہے جسکو کافرون یا سرکشون
یا رہزنون نے مار ڈالا ہو یا میدان جنگ مین اسکی نعش ملے اور زخم کا نشان اسپر ہو
یا اسکو کسی مسلمان نے براہ ظلم مار ڈالا ہو اور مارنے والے پر خون بہا لازم ہوا ہو
(یعنی دانستہ مارا ہو) تو ایسے شخص کو کفن دیا جاوے اور نماز پڑھی جاوے بدون نہلانیکے
اور خون اور کپڑونکے ساتھ دفن کیا جاوے مگر جو کپڑے کفن کے جنس سے نہون وہ اوتار لیے جاوین
اور زیادہ اور کم کیے جاوین یعنے اگر کپڑے کفن سے کم ہون تو زیادہ کرکے کفن پورا کردین
اور اگر زیادہ ہون تو کفن سے زیادہ کو کم کرین) اور اگر حالت ناپاکی مین مارا گیا ہو
یا لڑکپن مین یا دیر مین موا ہو اسطرح کہ زخمی ہونے کے بعد کھاوے یا پیوے یا سووے
یا علاج کیا جاوے یا اسپر ایک وقت نماز کا گذرے اور اسکے ہوش بجا ہون یا لڑائی کیجگہہ
سے زندہ لایا جاوے یا وصیت کرے یا شہر مین مارا جاوے اور یہ معلوم ہو کہ
وہ ہتھیار سے براہ ظلم مارا گیا ہے یا حد مارنے کے سبب سے تو ان دوسرے کے

باب شہید کے حکمون کے بیان مین ۲۷

مار ڈالنے کے عوض مین مارا گیا ہو) تو ان سب صورتون مین غسل دیا جاوے گا اور اگر کوئی شخص باغی ہونے کی جہت سے خواہ رہزنی کے باعث مارا گیا ہو تو اوسکو نہ غسل دینا چاہیئے نہ نماز پڑھنی چاہیئے۔

باب کعبے کے اندر نماز پڑھنے کے بیان مین۔ کعبے کے اندر اور اوپر نماز فرض اور نفل دونون درست ہین۔ اور جو شخص کہ کعبے کے اندر اپنی پیٹھ امام کی پیٹھ کی طرف کو کریگا تو جائز ہوگا لیکن اگر پیٹھ امام کے منھ کی طرف کریگا تو نماز درست نہوگی اور اگر گرد کعبے کے حلقہ کرین تو درست ہی نماز اس شخص کی کہ کعبے سے امام کی نسبت قریب تر ہووے بشرطیکہ وہ شخص امام کی طرف نہو (اس مسئلے کی صورت یہ ہی کہ کعبے کے چارون طرف نمازی کھڑے ہوئے تو جو شخص کہ اسطرف مین ہی جدھر امام ہی اوسکو نہ چاہیے کہ کعبہ کیطرف کو اپنے امام سے نزدیک ہو جاوے اس لیے کہ امام سے آگے بڑھنا لازم آویگا اور جو شخص کہ اور تین طرف ہین انکو جائز ہے کہ امام کی نسبت کعبے سے نزدیک زیادہ ہو جاوین)

باب کعبے کے اندر نماز پڑھنے کے بیان مین

کتاب الزکوۃ

کتاب الزکوۃ

اسمین زکوۃ کا بیان ہی (جاننا چاہیے کہ زکوۃ اسلام کا تیسرا رکن ہی اور نماز کے بعد سب حکمون سے زیادہ اسی کی تاکید ہی اسلیے کہ قرآن مین اکثر جگہہ زکوۃ کے دینے کو نماز کے برپا رکھنے کے ساتھ بیان فرمایا ہے اور بعد وفات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے جب بعضے گروہ عرب کے زکوۃ کے دینے سے باز رہے حضرت ابوبکر صدیق رضہ نے انکے مرتد ہو جانے کا حکم فرما کر انپر جہاد کیا) زکوۃ شریعت مین مالک کرنا مال کا ہی صرف اللہ تعالی کی رضامندی کے لیے کر کے مفت بلاعوض ایسے مسلمان فقیر کو جو ہاشمی نہو نہ ہاشمی کا غلام ہو اس شرط سے کہ اور اس کی منفعت ہر طرح اس مال سے علیحدہ ہو جاوے۔ زکوۃ کے

واجب ہونیکی شرطین (یہ ہین) اول عاقل ہونا دوم بالغ ہونا سوم مسلمان ہونا چہارم آزاد ہونا (پس باؤلے اور لڑکے اور کافر اور غلام پر واجب نہین) پنجم مالک ہونا ایسے مال کا جو نصاب کی مقدار ہو اور برس دن اسپر گذر گیا ہو اور قرض اور حاجت اصلی سے بچا ہوا ہو اور بڑھنے والا ہو گو فرضاً ہی بڑھے (مثلاً سونا اور چاندی کہ اگرچہ بدون بڑھے ان پر برس گذر جاوے لیکن یہ دونون چیزین بڑھنے والے مال کے حکم مین ہین اس لیے کہ اگر تجارت کرتا تو انکی مالیت زیادہ ہو جاتی) اور شرط زکوٰۃ کے ادا کرنے کی نیت ہی خواہ دینے کے وقت ہو خواہ مقدار واجب کے علیحدہ کرنیکے وقت یا کل مال خیرات کر ڈالنا ہے۔

باب چرنے والے جانورون کی زکوٰۃ مین

باب چرنے والے جانورون کی زکوٰۃ مین۔ چرنے والے جانور وہ کہلاتے ہین کہ سال مین بہت دن چرنے پر گذارہ کرین (یعنے گو بعض اوقات گھر سے انکو گھاس کھلائی جاوے مگر اکثر چرنے پر کفایت کرتے ہون)

فصل اونٹون کی زکوٰۃ مین

فصل اونٹ کی زکوٰۃ کے ذکر مین پچیس اونٹو مین ایک بنت مخاض ہے (اور وہ ایسا بچہ ہے کہ جو ایک برس کا ہو کر دوسرا سال اسکو لگا ہو) اور اونٹ اگر پچیس سے کم ہون تو ہر پانچ اونٹ کی زکوٰۃ ایک بکری ہے اور چھتیس اونٹو مین ایک بنت لبون (دینی چاہیے وہ ایسا بچہ ہے کہ دو برس کا ہو کر تیسرے مین پاؤن دھرا ہو) اور چھیالیس اونٹونکی زکوٰۃ حقہ ہے (یعنی وہ بچہ کہ جو چوتھے سال مین ہو) اور اکسٹھ اونٹون مین ایک جذعہ ہے (جسکو پانچوان سال ہو) اور چھہتر اونٹون مین نوّے تک دو بنت لبون مین اور اکانوے اونٹون مین ایکسو بیس تک دو حقے مین پھر ایکسو بیس سے آگے ہر پانچ اونٹ پیچھے ایک بکری ہے یہانتک کہ تعداد ایکسو پینتالیس ہو جاوے اسقدر مین دو حقے اور ایک بنت مخاض (مقدار زکوٰۃ) ہے اور ایکسو پچاس اونٹو مین تین حقے ہین پھر

ہر پانچ اونٹ پر ایک بکری ہے اور ایکسو چھتر اونٹون پر تین حِقّے اور ایک بنت مخاض اور اور ایکسو چھیاسی مین تین حِقّے اور ایک بنت لبون ہی اور ایکسو چھیانوے مین چار حِقّے مین دو سو اونٹون تک پھر دو سو کے بعد نیا حساب کرے اُس طرح جیسا ڈیڑھ سو کے بعد کیا ہے (یعنی ہر پانچ پر ایک بکری اور پچیس پر بنت مخاض اور چھتیس پر بنت لبون اور چھیالیس سے پچاس تک ایک حِقّہ) اور بختی اونٹ مثل عرب کے اونٹو نکے ہین (اُنکی زکوٰۃ بھی اسی طرح ہونی چاہیئے **فصل** گائے کی زکوٰۃ مین) تیس گایون مین ایک بچھڑا خواہ بچھڑی ایکسالہ ہی اور چالیس مین دو برس کا بچھڑا خواہ بچھڑی ہی پھر چالیس سے اگر بڑھین تو اُن کی زکوٰۃ حصہ سے حساب کرلیا جاوے (یعنے اگر اکتالیس ہون تو ایک دو برس کا بچھڑا اور اُسکی قیمت کا چالیسوان حصہ اُنکی زکوٰۃ ہوگی اسیطرح اگر چالیس سے دو زائد ہون تو دو چالیسوین حصے یعنی بیسوان حصہ قیمت کا بڑھا لیا جاویگا) یہان تک کہ تعداد ساٹھ ہو پس ساٹھ گایون مین برس برس کے دو بچھڑے ہونگے اور ستّر مین ایک برس روز کا اور ایک دو برس کی اور اسّی مین دو بچھڑیان دو دو برس کی ہونگی پس مقدار زکوٰۃ ہر دہائی پر بدلتی جائیگی کہ ایک برس کے بچھڑے کی جگہہ دو برس کا ہوجاویگا (یعنے ہر دہائی پر دیکھنا چاہیئے کہ اُس مین کتنے تیس ہین اور کتنے چالیس پس تیس کی عوض ایک برس کا بچھڑا لگا یعنی اور چالیس کے عوض دو برس کا مثلاً اگر تعداد نوّے ہو تو تیس اُس مین تین دفعہ پورے ہین اسلیے اُنکی زکوٰۃ تین بچھڑے یک سالہ ہووینگے اور سو مین تیس دو دفعہ اور چالیس ایکدفعہ ہی تو اُسکی زکوٰۃ دو ایکسالہ بچھڑے اور ایک دو سالہ بچھڑا ہوگا اور علےٰ ہذا القیاس) اور بھینس مثل گائے کے ہی زکوٰۃ کے باب مین (**فصل** بکری کی زکوٰۃ مین) چالیس بکریون مین ایک بکری ہی اور ایکسو بیس بکریون مین دو بکریان ہین اور دو سو ایک بکریون مین

فصل بختی کی زکوٰۃ مین

فصل بھیڑ بکری کی زکوٰۃ مین

تین بکریان ہین اور چار سو مین چار پھر ہر سو پیچھے ایک بکری دینی چاہیئے۔ اور بھیڑ مثل
بکری کے ہی اور بکریون کی زکوٰۃ مین ایک برس کا بکرا دو دانت کا لینا چاہیئے جذع
(جو ایک برس سے کم کا ہوتا ہے) نہ لینا چاہیئے اور گھوڑون اور گدھون اور خچرون مین
اور صرف بھیڑ بکری کے بچون اور محض بوتون اور نری بچھڑون اور کام کے مواشی
اور گھر پر کھانے والون مین کچھ زکوٰۃ واجب نہین اور نہ اُس مقدار مین جو معاف ہی
اور نہ اُسمین کہ بعد زکوٰۃ کے واجب ہونے کے ہلاک ہو گئے ہون۔ (یعنی اگر فقط بچے ہی
ہون بڑے مواشی نہون تو اُنمین زکوٰۃ نہین اسیطرح جو جانور کھیتی وغیرہ کے کام مین
لگے ہون یا اُن کو گھر سے گھاس دانہ دینا پڑتا ہو چرنے پر بسر نکرتے ہون اُنپر بھی
زکوٰۃ نہین ایسا ہی دو نصابونکے بیچ مین جو عدد معاف ہین جیسے تیس اور چالیس
گایون کے بیچ مین مثلاً پینتیس ہون تو تیس کی زکوٰۃ ہے پانچ کی کچھ نہین اور یہی
حال ہے جبکہ مال بعد زکوٰۃ واجب ہونے کے جاتا رہے کہ مال کے جاتے رہنے سے
زکوٰۃ واجب بھی جاتی رہتی ہے) اور اگر کسی عمر کے جانور کا دینا زکوٰۃ مین لازم آوے اور
اُس عمر کا جانور زکوٰۃ کے گلے مین پایا نہ جاوے تو زکوٰۃ دینے والے کو چاہیئے کہ (تین
باتون مین سے ایک کرے) یا اُس جانور سے زائد عمر کا دیوے اور زکوٰۃ لینے والے سے
اوپراون پھیر لے یا اُس سے کم عمر کا مع اوپراون زکوٰۃ لینے والے کے حوالے کرے یا قیمت
اُس جانور کی جو لازم ہوا ہی دیدے (مخفی نرہے کہ مقدار واجب کی قیمت دینے مین
امام شافعی خلاف کرتے ہین اور اُنکے اوپر قول حضرت معاذ بن جبل رضؓ کا حجت ہے جو
آنحضرت صلعم کی طرف سے یمن والون سے زکوٰۃ لیتے تھے کہ اُنہون نے فرمایا کہ تم جو اور
جو کے بدلے مین کمل دیدو کہ تم پر بھی آسان ہو اور مدینہ منورہ مین اصحاب رضؓ کے کار آمد ہو

له گھوڑون اور گدھون اور خچرون مین ... [illegible] ... مال تجارت ... دینی ہوگی"

روایت کیا اسکو بخاری نے اور ثابت ہوا ہی کہ آنحضرتؐ نے زکوٰۃ کے اونٹون مین ایک اونٹنی نہایت عمدہ دیکھی استفسار فرمایا کہ اسکو زکوٰۃ مین کیون لیا ہی لوگون نے عرض کیا کہ یہ دو اونٹو نکی عوض مین آئی ہے آپ نے فرمایا کہ خیر اس روایت سے بھی مقدار واجب کا بدل لینا ثابت ہوتا ہی واللہ اعلم) اور زکوٰۃ مین میانہ جانور لینا چاہیئے (نہ سب سے اچھا ہو اور نہ سب سے برا ہو) اور جو کچھ جنس نصاب سے سال کے بیچ مین حاصل ہو وہ نصاب مین ملالیا جاوے (یعنی اگر سال کے بیچ مین اونٹ خواہ گائین یا بکریان اور حاصل ہوئین تو یہ بھی اوسی جنس مین ملالی جاوینگی کہ گویا برس روز اونپر پورا ہوگیا) اور اگر باغی خراج اور دہ یکی اور زکوٰۃ لے لیوین تو دوسری بار نہ لینی چاہیئے۔ اور اگر مال والا اپنے مال کی زکوٰۃ کئی برسون کی خواہ کئی نصاب کی پیشتر سے ادا کردے تو جائز ہے۔

باب مال نقد کی زکوٰۃ کے بیان مین - چاندی اگر وزن مین دو سو درم ہو اور سونا بیس دینار تو اُن مین چالیسوان حصہ زکوٰۃ واجب ہوتی ہی خواہ اُنکی ڈلیان ہون خواہ زیور خواہ برتن (خواہ روپیہ اشرفی) پھر ہر پانچوین حصہ مین درم اور دینار کی تعداد سے اوسی حساب سے ہے (یعنے دو سو پر جب چالیس درم وزن بڑھیگا اور بیس دینار سونے پر جب چار دینار زائد ہونگے تو اُن کا بھی چالیسوان حصہ دینا پڑیگا) اور زکوٰۃ کے ادا کرنے اور واجب ہونے مین درم اور دینار کا وزن معتبر ہی (یعنے اگر چاندی یا سونے کے برتن کی قیمت مال کی نسبت زیادہ ہو تو اُسکا اعتبار نہین بلکہ وزن کا اعتبار ہے) اور درمون مین وزن سبعہ معتبر ہے یعنے دس درم چاندی کے سات مثقال سونے کے برابر ہونے چاہیئین۔ اور جسمین چاندی غالب ہو وہ چاندی ہی نہ اسکا الٹا (یعنے اگر برتن یا روپیہ تانبے کا ملا ہوا ہو تو جسمین چاندی زیادہ ہوگی وہ ایسا ہی جیسا خالص چاندی کا

باب مال نقد کی زکوٰۃ کے بیان مین

اور جسمین تانبا زیادہ ہے وہ بزمنزلہ تانبے کے حکم مین ہوگا) اور واجب ہے زکوۃ اسباب
تجارت مین جسکی قیمت مقدار نصاب چاندی خواہ سونے کو پہونچ جاوے (یعنی
اگر کپڑا خواہ لکڑی یا پتھر یا گھوڑا یا گدھا تجارت کے واسطے لیا تو اگر اوسکی قیمت دوسو درم
چاندی کے خواہ بیس دینار سونے کے برابر ہوگی تو اُسکا چالیسوان حصہ زکوۃ دینی پڑیگی)
اور سال کے بیچ مین مقدار مال کا نصاب سے کم ہوجانا زکوۃ کے واجب ہونے کو
مضر نہین بشرطیکہ مال کے دونون سرون پر پوری نصاب ہو۔ اور اسباب
تجارت کی قیمت نقد چاندی سونے مین ملالیجاوے اور سونے کو چاندی مین قیمت
کے اعتبار سے ملالیا جاوے نہ وزن کے اعتبار سے (یعنی اگر سو درم چاندی کے
اور دس دینار سونے کے ہون جنکی قیمت سو درم ہو تو دوسو درم کی زکوۃ کہ پانچ درم ہوئے
دیدے اور وزن کے اعتبار سے نہ ملاوین مثلاً اگر مثال مذکور مین دس دینار
سو درم کے نہون بلکہ نوے درم کے ہون تو اس صورت مین گو وزن کے اعتبار
سے آدھی نصاب چاندی کی اور آدھی سونے کی ہے مگر زکوۃ لازم نہوگی۔

باب زکوۃ لینے والے کے بیان مین۔ (جسکو عاشر کہتے ہین) عاشر وہ شخص ہے جسکو
بادشاہ سوداگرون سے زکوۃ لینے کے واسطے مقرر کرے۔ پس اگر کوئی شخص سوداگرون
مین سے کہے کہ میرے مال پر ابھی برس دن نہین گذرا یا میرے ذمہ قرض ہے یا مین نے خود
ایک فقیر کو دیدی ہے یا دوسرے عاشر کو حوالے کی ہے جو اسی سال مین ہوا ہے اور
ان باتون پر قسم کھاوے تو اوسکی بات مان لیجاویگی (یعنے زکوۃ اُس سے نہ لیوین)
مگر چرنے والون کی زکوۃ مین اُسکا قول آپ دیدینے کا نہ مانین گے (یعنی اگر وہ کہے کہ مین نے
خود ایک فقیر کو زکوۃ اُن چرنے والون جانورون کی دیدی ہے تو باوجود اُس کے قسم

باب زکوۃ لینے والے کے بیان مین

کہا ننے کے نا نین گے اور دوسری دفعہ اُس سے زکوٰۃ لینگے) اور جس باب مین مسلمان کا قول مانا جاوے اسمین جزیہ دینے والیکا قول بھی مانا جاوے نہ کافر حربی کا لیکن ام ولد کے باب مین کافر حربی کا قول بھی مانا جاتا ہے (یعنی اگر کوئی حربی امن لیکر دارالاسلام مین سوداگری کو آوے اور اپنی لونڈی کو کہے کہ یہ میری حرم ہے سوداگری کی نہین تو اُسکے قول کو مان لین گے) اور عاشر کو چاہیئے کہ مسلمانون سے چالیسوان حصہ زکوٰۃ لیوے اور ذمی سے (یعنی جو کافر جزیہ یعنی چیٹی دیکر دارالاسلام مین رہتا ہو اُس سے) بیسوان حصہ زکوٰۃ لیوے اور حربی سے دسوان حصہ بشرطیکہ نصاب پوری ہو اور حربی بھی مسلمانون سے لیتے ہون (یعنے اگر کافر دارالحرب مین مسلمان سوداگرون سے راہداری لیتے ہون تو عاشر بھی کافر سوداگرون سے لیوے ورنہ نہ لیوے) اور بدون دارالحرب سے دوبارہ آنے کے ایک برس مین دوبار زکوٰۃ نہ لیجاوے (یعنے اگر حربی ایک برس مین دوبار دارالحرب سے دارالاسلام مین آمد و رفت کرے تو اُس سے دوبارہ دہ یکے لیوین) اور شراب کی دہ یکے لیجاوے نہ سور کی (اسلیے کہ شراب مثلی چیزون مین سے ہے یعنی ایسی چیز ہے کہ اُسکے تلف کرنے سے ویسی ہی دینی پڑے تو اوسکی قیمت خود شراب نہوگی اور سور قیمت والی چیزون مین سے ہے کہ اُسکے تلف سے قیمت دینی پڑتی ہے تو اُسکی قیمت اُسکی ذات کا حکم رکھتی ہے اور ان دونون چیزونکی ذات کا لینا ممنوع ہے) اور نہ اُس چیز کی زکوٰۃ لین جو اُسکے گھر مین ہو اور نہ اُس مال کی لیوین جو کسی نے اسکو تجارت کے لیے دیا ہو اور نہ مال مضاربت کی اور نہ اُس مال کی جو اُسکے غلام نے پیدا کیا ہو جسکو اُسنے تجارت کی اجازت دے رکھی ہو (یعنے اگر کوئی سوداگر ایسا گذرے جسکے گھر مین مال تجارت اتنا ہے کہ اُسپر زکوٰۃ واجب ہو تو اُسیقدر مال کی زکوٰۃ لین جو موجود ہے اور جو اُسکے گھر مین ہے

اسکی ہو لیکن ایسا ہی حال زکوۃ مال بضاعت اور مال مضاربت اور غلام کی کمائی کا ہے کہ اسکو بھی نہ لینا چاہیئے) اور دہ یکے دوبارہ لی جاوے۔ اگر خارجیون نے راہداری لے لی ہو (یعنے اگر باغیون نے ملک بادشاہ پر غالب ہو کر حربی سوداگرون سے راہداری لے لی ہو تو اُن سے دوبارہ لیجاوے)

باب رکاز (یعنے زمین کی چیزین مثل کان اور خزانہ مدفون) کی زکوۃ کے ذکر مین۔ کان اگر نقد کی ہو (یعنے سونے اور چاندی کی) خواہ لوہے جیسی چیز کی ہو (مثل تانبے اور سیسے کی سطح کی کان) اگر زمین خراجی اور دہ یکے والی مین پائی جاوے تو اسمین سے پانچوان حصہ لیا جاوے اور اگر یہ کان پانیوالے کے گھر مین یا اُسکی ملک کی زمین مین نکلے تو کچھ نہ لیا جاوے۔ اور ایسا ہی پانچوان حصہ خزانہ مدفون کا لیا جاوے اور باقی چار حصے زمیندار قدیم کو ملین گے اور پارے مین سے بھی پانچوان حصہ لیا جاوے۔ اور جو دفینہ اور کان کہ دارالحرب مین نکلے خواہ فیروزہ اور موتی اور عنبر دارالاسلام مین سے نکلے اسمین سے پانچوان نہ لیوین

باب عشر (یعنے محصول زمین مین سے دہ یکے کے لینے) کے بیان مین۔ دہ یکی واجب ہے زمین عشری کے شہد مین سے اور اُس زمین کے پیداوار سے جسکو مینھ کا خواہ ندی کا پانی پہونچا ہو اور اُس مین کچھ شرط مقدار نصاب کی اور باقی رہنے کی نہین (یعنے ایسی چیزین خواہ تھوڑی ہون خواہ بہت ٹھہرتی ہون یا نہین سب مین سے دہ یکے لیوین) لیکن لکڑی اور نرکل اور گھاس (اگر پیدا ہو اوس) مین دہ یکے نہین۔ اور بیسوان حصہ لیا جاوے اگر زمین کو چرس اور بڑے ڈول سے پانی دیا ہو۔ اور ہر دوری کا خرچ مجرا نہ دیا جاوے (یعنے دہ یکے اور بیسوان حصہ کل پیداوار سے

باب رکاز کی زکوۃ مین

باب عشر کے بیان مین

لیاجاوے نہ یہ کیا جاوے کہ بیلون اور کارکنون کا خرچ مجرا دیکر باقی کی دہ یکی اور پانچوان حصہ لیاجاوے تغلبی شخص کی زمین عشری کے پیداوار مین گو وہ مسلمان ہوگیا ہو یا اس سے کسی مسلمان یا جزیہ دینے والے نے خریدلی ہو (اور تغلبی ایک فرقہ نصاری مین کا ہے جو جزیہ کے عوض دوچند دہ یکی دیتے ہین اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک مین اسیطرح ٹھہر گیا ہے) اور اگر زمین عشری کو مسلمان کے پاس سے کوئی ذمی مول لےلیوے تو خراج لیا جاویگا اور اگر زمین عشری مذکور کو اس ذمی کے پاس سے کوئی حق شفعہ کی جہت سے لےلیوے یا وہ ذمی اس زمین کو بیع فاسد ہونیکی جہت سے پھر بائع کو پھیر دے جو مسلمان تھا تو اس صورت مین دہ یکی لیجاویگی۔ اور اگر کوئی مسلمان اپنے گھر کو باغ بنالے تو اسکا مقدار واجب پانی کے ساتھ بدلتا رہتا ہے (یعنی اگر پانی عشر والا دیا تو اس باغ کی پیداوار سے دہ یکی لیجاوے گی اور اگر پانی خراج کا دیا تو خراج دینا پڑیگا) بخلاف جزیہ دینے والے یعنی ذمی کے (کہ وہ اگر اپنے گھر کو باغچہ کردے گا تو اس مین دونون صورتون مین خراج ہی دینا پڑیگا) اور ذمی کے گھر کی زمین آزاد ہے (یعنی اوسپر کچھ واجب نہین) مانند چشمہ قیر اور نفط کے زمین عشری مین (کہ اسپر بھی کچھ واجب نہین) اور اگر یہ دونون چشمے زمین خراج مین ہودین تو انپر خراج واجب ہوتا ہے۔ واضح ہو کہ عشر کا پانی مینہ اور کنوؤن اور دریاؤن کا ہے کہ کسیکے تابع حکم نہین اور خراج کا پانی اُن نہرونکا پانی ہے جنکو عجم کے بادشاہون نے کھدوایا ہے اور اُن چشمون کا جو زمین خراجی مین ہون اور قیر اور نفط لون کے کسرہ سے گوندکی طرح کی چیز ہے کہ آگ کے شعلے لے اٹھتی ہے جیسے رال وغیرہ)۔

باب مال زکوۃ کے مصرف کے بیان مین۔ زکوۃ جسکو دیجاوے وہ فقیر ہے

اور مسکین فقیر سے بھی خراب حال ہے (اسلیے کہ مشہور یہ ہے کہ فقیر وہ ہے جو مالک نصاب نہو اور مسکین وہ ہے جسکے پاس ایک رات دن کی غذا نہو) اور جو شخص بادشاہ کیطرف سے مال زکوۃ کی تحصیل کا عامل ہو اور مکاتب (یعنے وہ غلام اور لونڈی کہ اُسکے مالک نے ایک مقدار معین مال پر اُسکو آزاد کیا ہو) اور قرضدار اور شکستہ حال غازیون مین سے (جو گھوڑا اور ہتھیار نرکھتا ہو) اور مسافر (کہ مال اپنے پاس نرکھتا ہو گو وطن مین مالدار ہو) پس مال زکوۃ خواہ ان سب کو دیا جاوے خواہ ایک قسم کے شخص کو۔ اور زکوۃ ذمی کو نہ دیجاوے۔ اور زکوۃ کے سوا اور صدقون کا اُسکو دینا جائز ہی۔ اور نہ مال زکوۃ سے مسجد بناوے اور نہ مُردے کو کفن دے نہ مردے کا قرض ادا کرے نہ آزاد کرنیکے لیے غلام خریدے اور نہ اپنی اصل (یعنے ماں باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ کو دے) اور نہ اپنی فرع (یعنے بیٹا بیٹی اور اُنکی اولاد) کو دے نہ عورت اپنے خاوند کو دے نہ خاوند اپنی بی بی کو نہ اپنے غلام اور مکاتب اور مدبر اور ام ولد کو اور نہ اُس غلام کو جسکا کچھہ حصہ آزاد ہو گیا ہے اور ایسے شخص کو بھی نہ دے جو توانگر ہو نصاب کے مالک ہونے سے اور نہ اُسکے لڑکے اور غلام کو دے۔ اور بنی ہاشم کی قوم کو اور اُنکے آزاد کیے ہوؤن کو بھی نہ دیوے (جاننا چاہئیے کہ بعض روایتون کے بموجب بنی ہاشم کے فقرا کو زکوۃ نہین دے سکتے اور بعض روایتون مین یہ ہے کہ چونکہ ذوی القربی کا حصہ ان لوگون سے موقوف ہو گیا ہے تو ناچار زکوۃ کا مال اُنکو دینا جائز ہے واللہ اعلم) اور اگر زکوۃ اٹکل سے دیدی پھر معلوم ہوا کہ جسکو دی وہ توانگر تھا یا ہاشمی تھا یا کافر تھا یا اُس خود کا باپ یا بیٹا تھا تو جائز ہے اور اگر یہ معلوم ہوا کہ وہ شخص اُسکا غلام یا مکاتب تھا تو جائز نہین (دوبارہ

زکوۃ نہ دے) اور مکروہ ہے زکوۃ کا اسقدر دینا کہ فقیر تو انگر ہو جاوے مگر اسقدر دینا مستحب ہے
کہ اُس دن کے) سوال کی اُسکو حاجت نہ ہے اور مکروہ ہے مال زکوۃ کو ایک شہر سے
دوسرے شہر مین لیجانا بشرطیکہ دوسرے شہر مین کوئی اُسکا رشتہ دار نہین نہ اول شہر کی
نسبت وہان زیادہ محتاج (اور اگر دوسرے شہر مین اپنے رشتہ دارونکے لیے لیجاوے
یا اول شہر کی نسبت دوسرے مین زیادہ محتاج کے لیے دینے کیواسطے لیجاوے تو بلا
کراہت درست ہے) اور جس شخص کے پاس ایک دن کی غذا ہو اُسکو سوال کرنا نہ چاہیے

باب صدقۂ فطر کے بیان مین (یعنے اُس صدقہ کے بیان مین جسکا دینا بعد رمضان
کے روزونکے واجب ہوتا ہے) صدقۂ فطر واجب ہے اُس شخص پر جو آزاد اور مسلمان
صاحب نصاب ہو اور وہ نصاب اُسکے گھر اور کپڑون اور اسباب اور گھوڑے اور ہتھیار
اور غلامون سے علاوہ ہو اور صدقۂ فطر خود اپنی طرف سے اور اپنے لڑکے کی طرف سے جو نابالغ
ہو اور اپنی خدمت کے غلامون کی طرف سے اور مدبر اور ام ولد کی طرف سے دیوے اور
اگر بچہ غنی ہو تو اُسکی طرف سے اُسکے ذمے واجب نہیں) نہ اپنی بیوی کی طرف سے اور نہ اپنے بڑے بیٹے کیطرف سے
مکاتب کیطرف سے اور نہ ایسے ایک غلام یا چند غلامون کی طرف سے جو مشترک ہون
دو شخصون مین اور اگر کسی غلام کو جا کر بیچدیا ہو تو اُسکا صدقہ ملتوی رہیگا (یعنے اگر خریدار نے
واپس کر دیا اور اس شخص کے ملک مین آگیا تب اُسکو دینا پڑے گا اور اگر خریدار کے
ملک مین جاویگا تو اُسپر لازم آویگا) اور (مقدار صدقہ) واجب (کی) آدھا صاع گیہون
خواہ اُسکا آٹا یا ستو یا خشک انگور (یعنے کشمش ہے) یا ایک صاع چھوہارے یا جو کا ہی
اور صاع آٹھ رطل کا ہوتا ہی (اور رطل تخمیناً ساہجہانی وزن کے آدھ سیر کے برابر ہے)
اور وقت (صدقے کے) واجب ہونیکا عید کے دن کی صبح ہے پس جو شخص کہ

باب صدقۂ فطر کے بیان مین

۱ یعنی جو غلام کہ صاحب خانہ کی خدمت گذاری کیواسطے ہو اور سوداگری کیلئے نہو ۱۲

صبح سے پہلے مرجاوے یا صبح کے بعد مسلمان ہو یا پیدا ہوا ہو اوسپر صدقۂ فطر واجب نہوگا۔ اور اگر صدقہ عید کی صبح سے پہلے خواہ پیچھے ادا کرے تو درست ہے ❊

کتاب الصوم

اس مین روزہ کا بیان ہے (جاننا چاہیئے کہ روزہ اسلام کے پانچون رکن مین سے چوتھا رکن ہے اور قدیم سے فرض ہوا ہے کہ پہلی امتون پر بھی فرض تھا چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ یعنے تمپر روزہ کو فرض کیا گیا جیسے اُن لوگون پر فرض کیا گیا جو تم سے پیشتر تھے) روزہ اسکو کہتے ہین کہ جو شخص روزے کا اہل ہے (یعنے مرد مسلمان اور عورت پاک حیض ونفاس سے) وہ نیت کے ساتھ کھانا اور پینا اور صحبت کرنی صبح صادق سے آفتاب کے ڈوبنے تک چھوڑ دے۔ اور رمضان کا روزہ جو فرض ہے اور نذر معین کا روزہ جو واجب ہے (مثلاً کہے کہ اس جمعرات کا روزہ رکھونگا) اور نفل کا روزہ ان (تینون روزون) کے لیئے اگر نیت مع تعیین رات سے لیکر دوپہر تک کرلے خواہ مطلق نیت کرلے (یعنے فرض اور واجب اور نفل کو معین نہ کرے) خواہ نفل ہی کی نیت کرے تو درست ہونگے اور ان تینون قسمون کے سوا اور روزے (جو ہین مثلاً قضاء رمضان اور کفارے کے اور نذر غیر معین کے جیسے یون کہے کہ خدا کے واسطے روزہ رکھونگا تو یہ روزے) درست نہین ہوتے جبتک کہ نیت رات سے نکرے اور تعیین روزے کی نکرے اور رمضان چاند دیکھنے سے یا شعبان کے تیس دن ہوجانے سے ثابت ہوجاتا ہے اور شک کے روز (یعنے تیسوین تاریخ شعبان کی اگر اونتیسوین کو ابر و غبار مین چاند معلوم نہوا ہو) روزہ نفل کی نیت کے سوا نرکھا جاوے (جاننا چاہیئے کہ روز

شک کا روزہ امام شافعیؒ کے نزدیک ممنوع ہے اسلیئے کہ حدیث مین آیا ہی کہ جو کوئی شک کے روز روزہ رکھیگا وہ میری نافرمانی کریگا اور برہان مین مذکور ہے کہ اُس روز کا روزہ امام احمدؒ کے نزدیک واجب ہے۔ اور امام اعظمؒ کے نزدیک نفل کی نیت سے روزہ رکھنا جائز ہے اور فرض رمضان کی نیت سے ناجائز اور اس نیت سے بھی جائز نہین کہ اگر کل رمضان ہے تو روزہ رکھونگا اور اگر نہین ہی تو روزہ نرکھونگا اور دلیل امام اعظمؒ کی یہ ہے کہ حدیثون مین رمضان کے مہینے سے پیشتر روزہ رکھنے سے ممانعت آئی ہے اور بعضی حدیثون مین شروع ماہ شعبان اور اُسکے آخر دن کا روزہ رکھنے کے لیئے حکم آیا ہے جو امام احمد رحمہ اللہ کے لیے دلیل ہے ان دونون حدیثون کی رعایت کرنے سے روزہ نفل جائز ہوگا اور فرض رمضان کی نیت سے جائز نہوگا۔ اور ہدایہ مین ذکر کیا ہی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا ہے کہ شک کے روز روزہ نرکھا جاوے مگر نفل کی نیت سے اور یہ حدیث خواہ مرفوع ہو یا موقوف یعنی اسکی اسناد حضرت صلعم تک پہونچی ہو یا نہ پہونچی ہو اسی مذہب کے موافق ہے اور احتیاط زیادہ اسمین ہی کہ قاضی اور مفتی اور خواص شک کے روز نفل کی نیت سے روزہ رکھین اور عوام کو افطار کا حکم کرین) اور جو کوئی چاند رمضان کا خواہ عید کا دیکھ لے اور اوسکی گواہی نہ مانی جاوے تو اُسکو چاہیئے کہ روزہ رکھے پس اگر افطار کرلے تو صرف ایک روزہ قضا رکھے (یعنے کفارہ اُسپر لازم نہین۔ اور روزہ رمضان مین اوسپر بسبب چاند دیکھنے کے لازم ہی اور عید مین بسبب سب مسلمانون کی پیروی کیہ) اور آسمان مین ابر و غبار کی بہت سے ایک عادل[له] کی خبر اگرچہ وہ غلام یا عورت ہو رمضان کے لیے مقبول ہوگی اور ماہ شوال کے لیے دو مرد دو خواہ ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی لیجاویگی۔ اور اگر آسمان مین ابر و غبار نہو تو بڑی جماعت کا دیکھنا معتبر ہوگا رمضان اور شوال دونون مین

[له] عادل وہ ہی کہ جنھون کی نیکیان زیادہ ہون برائیون سے ۱۲

(اور بڑی جماعت کے لیے پچاس آدمی مقرر کیے گئے ہین) اور عید الضحے مانند عید فطر کے ہے (یعنے چاند کے دیکھنے مین اور گواہی کے قبول ہونے مین دونون کا ایک حکم ہے) اور مطلعون کا مختلف ہونا معتبر نہین (یہانتک کہ اگر تمام جہان مین ایک ہی جگہہ چاند دیکھین تو پورب سے پچھم تک اور شمال سے جنوب تک چاند معلوم ہونے کا حکم ہوگا اور بعضے علماء کے نزدیک اختلاف اطراف کے مطلعون کا معتبر ہے اس روایت کے بموجب ہر ولایت مین اوسی کے مطلع کا حکم معتبر ہوگا) ؎

باب ان چیزونکے بیان مین جنسے روزہ فاسد ہوجاتا ہے اور جنسے نہین ہوتا۔ اگر روزہ دار کھائے یا پیوے یا صحبت کرے (مگر یہ باتین) بھولکر (ہوجاوین) یا خواب مین نہانے کی حاجت ہو یا شہوت سے دیکھنے کے باعث منی نکل پڑے یا تیل ملے یا سینگی سے خون نکلواوے یا سرمہ لگاوے یا بوسہ لے اور اوس سے انزال نہو یا اوسکے گلے مین غبار یا مکھی چلی جاوے اور اوسکو اپنا روزہ یاد ہو یا اپنے دانتون مین لگی ہوئی چیز کو کھا جاوے یا قے کرے اور وہ ہٹ کر اوسکے حلق مین خود چلی جاوے تو اوسکا روزہ نہ ٹوٹیگا اور اگر قے خود نگلجاوے یا جان بوجھ کر قے کرے یا کنکر یا لوہے کا ٹکڑا (یعنے جو چیز کھانے کی نہو) نگلجاوے تو ان صورتون مین صرف روزے کی قضا کرے (یعنی کفارہ لازم نہوگا) اور جو مرد صحبت کرے خواہ عورت صحبت کیجاوے یا غذا کھاوے یا دوا پیوے (اور یہ باتین) جان بوجھکر (ہون) تو (روزے کی) قضا کرے اور ظہار کا سا کفارہ دے (یعنے ایک بردہ آزاد کرے یا ساٹھ مسکینونکو کھانا کھلاوے یا دو مہینے برابر روزے رکھے) اور کفارہ لازم نہوگا اگر شرمگاہ کے سوا (اور کسی عضو) مین صحبت کرنے سے انزال ہوگا اور ایسا ہی حال ہے رمضان کے سوا اور روزے کے توڑنے کا اور اگر حقنہ کراوے یا ناک مین

باب ان چیزون کے بیان مین جنسے روزہ فاسد ہوجاتا ہے اور جنسے نہین ہوتا

دوا ٹپکاوے نے یا کان مین یا زخم پیٹ یا زخم کھوپری کا علاج کسی خشک خواہ تر دوا سے
کرے اور وہ دوا اُسکے پیٹ یا دماغ مین پہنچ جاوے تو ان صورتون مین روزہ ٹوٹ
جاتا ہے۔ اور اگر سوراخ ذکر مین کوئی دوا ڈالے تو روزہ نجاوے گا اور مکروہ ہے
بدون عذر کے کسی چیز کا چکھنا اور چبانا اسی طرح علک کا چابنا (جو ایک قسم کا گوند ہے
اور عذر یہ ہے کہ لڑکے کے لیے چبائے کہ بدون اُسکے چارہ نہو یا کسی درد کے لیے
چباوے کہ اُسکے چبانے سے آرام ہو) اور سرمہ لگانا اور موچھونپر تیل ملنا اور
مسواک کرنی اور بوسہ لینا اس شرط سے کہ خوف (صحبت کر بیٹھنے اور انزال ہوجانیکا) نہو مکروہ
نہین اور نہ مکروہ ہے۔ اور امام شافعیؒ کے نزدیک دن ڈھلے سے غروب آفتاب تک مسواک کرنی
مکروہ ہے اور اُنپر حجت ارشاد آنحضرت صلعم کا ہے کہ فرمایا اگر مین اپنی امت پر محنت نہ جانتا تو
مسواک کا حکم ہر نماز کے وقت کر دیتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رمضان مین بھی مسواک
ظہر اور عصر کی نماز کے لیے مسنون ہے اور ابراہیم نے عاصم سے پوچھا کہ آیا روزہ دار
تر مسواک کرے اُنہون نے کہا البتہ اسلیئے کہ مسواک کی تری پانی کی تری سے بڑھکر
نہین ہے کلی ہر وضو مین کرتے ہین اور تری منھ مین پہونچتی ہے پھر مسواک کی تری تو
اس سے کم ہی ہے۔ ابراہیم نے پوچھا کہ دن کے شروع مین مسواک کرے یا آخر مین
عاصم نے کہا کہ دونون وقتون مین ابراہیم نے پوچھا کہ یہ بات تم کس شخص سے روایت
کرتے ہو اُنہون نے کہا کہ مین انس رضؓ سے روایت کرتا ہون اور وہ نبی صلعم سے راوی ہین
روایت کیا اس حدیث کو بیہقی نے) **فصل** جو شخص بیماری کے بڑھجانیکا خوف رکھتا ہو
اُسکو روزے کا افطار کرنا درست ہے اور (جائز ہے افطار کرنا) مسافر کو (بھی) اور مسافر
اگر روزہ رکھے تو مستحب ہے بشرطیکہ اُسکو ضرر نکرے (یعنی مسافر کو اگر مشقت اور ماندگی

فصل

سفر کی نہو تو باوجود افطار کے مباح ہونے کے روزہ رکھنا مستحب ہی اور اگر مشقت ہو تو افطار کرنا مستحب ہے۔ اور بیمار اور مسافر اگر حالت بیماری یا سفر مین مرجاوین تو انپر روزے کی قضا نہین ہے یعنے بیمار اگر صحت نہ پاوے اور مسافر نہ ٹھہرے تو اسپر لازم نہین کہ اپنے وارثون کو وصیت کرے کہ میرے ان روزونکا فدیہ دیدینا) اور اگر وہ دونون اپنے وارثون کو وصیت کرجاوین تو انکا وارث ہر روزہ کے عوض مین صدقہ دیوے مثل صدقہ عید فطر کے (اور بدون وصیت کے لازم نہین اور میت کیطرف سے روزہ اور نماز درست نہین) اور اگر وہ دونون روزہ رکھنے پر قادر ہوجاوین تو قضا رکھ لین بدون شرط پے درپے رکھنے کے (یعنے رمضان کے روزون کی قضا مین یہ قید نہین کہ سب ایک ساتھ ہون اگر جدا جدا رکھے گا تب بھی جائز ہے) پس اگر اس عرصہ مین دوسرا رمضان آجاوے اور انکے ذمے قضا کے روزے باقی ہون تو انکو چاہیئے کہ رمضان حال کے روزے اول رکھین اور قضاے رمضان کے پیچھے اور عورت حاملہ اور دودہ پلانے والی کو افطار کرنا روزے کا درست ہے بشرطیکہ دونون کو بچے کا خوف ہو یا حاملہ کو اپنی جان کا خوف ہو اور جائز ہے افطار نہایت بوڑھے شخص کو (جو ناطاقتی کے باعث روزہ نہ رکھ سکے اور آیندہ کو بھی توقع نہ رکھتا ہو) اور صرف اسطرح کا بوڑھا اپنے روزے کے عوض مین فدیہ دیوے (یعنے پیٹ والی عورت اور دودہ پلانیوالی کو فدیہ دینا لازم نہین) اور جائز ہے نفل روزے کو افطار کرنا (عذر کے ساتھ سب رواتیون مین اور) بدون عذر کے ایک[1] روایت مین اور اس روزے کی وہ قضا کرے (اسلیئے کہ نفل کو شروع کرکے اگر توڑ ڈالیگا تو اسکی قضا لازم ہوجاویگی) اور اگر رمضان کے دنون مین کوئی لڑکا بالغ ہو یا کوئی کافر مسلمان ہو تو اس روز امساک کرے

[1] اور شرح سے اصح یہ ہے کہ بدون عذر افطار مکروہ ہے کذا فی الکافی ۱۲

(یعنے افطار کرنے والی چیزون مین سے کچھ نکرے) اورکوئی روزہ اُس دن کی عوض قضا نرکھے۔ اور اگر کوئی مسافر افطار کی نیت کر کے چلے پھر اپنے شہر کو پھر آوے اور روزے کے وقت مین نیت روزے کی کرے (یعنے دوپہر ڈھلنے سے پہلے نیت کرلے) تو اُسکا روزہ درست ہوگا اور اگر روزہ دار کو بیہوشی عارض ہوجاوے تو بیہوشی کے (ایام کے) روزے قضا کرے مگر جس رات مین بیہوشی ہوئی ہو اُسکے دن کے روزے کی قضا نکرے (یعنے اگر چند روز رمضان کے مہینے مین بیہوش رہا تو سب دنونکی قضا کرے اسلئے کہ نیت روزے کی نہین پائی گئی مگر اُس دن کی قضا نکرے جسکی رات مین بیہوش ہوا ہو اسلئے کہ ظاہر یہی ہے کہ اُس رات مین نیت اُس روزے کی کی ہوگی) اور قضا کرے روزے کو سبب ایسے جنون کے جو مدت تک کا نہو (یعنے مہینہ مین کبھی ہوگیا ہو اور کبھی نہوا ہو۔ اور اگر تمام مہینے جنون رہا ہو تو اوسپر قضا نہوگی۔ اس لیے کہ ماہ رمضان مین اُسکو موجود ہونا میسر نہوا جو کہ شرط روزے کے واجب ہونے کی ہے چنانچہ اللہ تعالے فرماتا ہے فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ یعنے پس جو کہ حاضر ہووے تم مین سے مہینے مین وہ اُسکے روزے رکھے) اور بھی قضا کرے وہ شخص کہ افطار کی چیزون سے بدون نیت کے باز رہے (یعنی اگر کوئی کچھ نیت نکرے نہ افطار کرنے کی اور نہ روزہ رکھنے کی رمضان کے روزون مین تو وہ شخص اُن روزون کی قضا رکھے اسلیے کہ روزہ بدون نیت کے جائز نہین ہوتا) اور اگر دن کو رمضان مین مسافر اپنے شہر مین پہونچ جاوے یا حیض والی عورت پاک ہو خواہ رات کے گمان سے سحر کھاوے حالانکہ صبح ہوگئی ہو یا رات ہوجانے کے گمان پر افطار کرے حالانکہ آفتاب موجود ہو ایسے لوگ دن کو افطار کی چیزون سے باز رہین اور اوس روزے کی عوض قضا رکھین اور کفارہ نہ دین اور یہی حکم ہے بھول کر کھانے کے بعد جان بوجھکر کھا لینے کا

(یعنے اگر کسی نے بھول کر کھالیا اور نادانی سے یہ سمجھا کہ میرا روزہ جاتا رہا پھر دانستہ کھایا تو اسکو روزہ قضا رکھنا پڑیگا کفارہ لازم نہوگا) اسیطرح اگر سوتی ہوئی اور دیوانی عورت سے صحبت کیجاوے تو اُن دونون پر قضا لازم ہوگی کفارہ نہوگا **فصل** اور جو شخص کہ قربانی کے دن (یعنے عید اضحیٰ کے) روزہ رکھنے کی منت مانے تو وہ اُس روز افطار کرے اور اوسکے عوض دوسرا روزہ رکھے اور اگر اوس منت سے قسم مراد لے تو قسم کا کفارہ بھی دیوے (اسلیے کہ اوس دن کا روزہ رکھنا جائز نہین اسی لیے افطار کرکے قضا رکھے اور قسم کی نیت مین قسم کا کفارہ بھی لازم آتا ہے اور یہی حکم اور د نونکے روزے کی نذر کا ہی جنمین روزہ رکھنا منع ہی جیسے ایام تشریق اور عید فطر کا روزہ) اور اگر نذر کرے کہ اس برس کے روزے رکھونگا تو چاہیئے کہ جن دنون مین روزہ ممنوع ہے یعنے دو عیدونکے دن اور تین دن تشریق کے ان پانچون روزون مین افطار کرے اور اُنکے عوض اور دن رکھے اور قضا ان روزون کی لازم نہین جس صورت مین کہ ان دنون مین روزہ شروع کرکے افطار کرلیا ہو (یعنے جس طرح اور روزون مین ہے کہ نفل مین شروع کرکے افطار کرنے سے قضا لازم آتی ہے قضا اُن روزون کی لازم نہین ہوتی)۔

باب اعتکاف کے بیان مین۔ مسجد مین روزہ اور نیت اعتکاف کے ساتھ ٹھہرنا (اعتکاف کہلاتا ہے اور وہ) مسنون ہے۔ اور کمتر مدت نفل اعتکاف کی ایک ساعت ہی اور عورت اپنے گھر کی مسجد مین اعتکاف کرے۔ اور اعتکاف والا بدون حاجت شرعیہ یا طبیعت کی حاجت کے مسجد سے باہر نہ نکلے (حاجت شرعی جیسے نماز جمعہ اور نماز جنازہ اور بیمار پرسی ہی اور حاجت طبعی مثل) بول و براز (کے ہے) پس اگر بدون عذر کے ایک ساعت کو باہر نکلیگا اعتکاف جاتا رہیگا۔ اور جائز ہے اعتکاف والے کو کھانا اور پینا

اور سونا اور خرید و فروخت کرنا جس مسجد مین کہ اعتکاف کیا ہو اور مکروہ ہے بیچنے کی چیز کو مسجد مین لانا (بلکہ صرف زبانی معاملہ داد و ستد کا کرے) اور مکروہ ہے اسکو چپ رہنا اور نیک کلام کے سوا دوسری باتین کرنی۔ اور حرام ہے اسکو صحبت کرنا اور اسکے لوازم (مثل بوسہ لینے اور گلے چمٹانے کے) اور صحبت کرنے سے اعتکاف باطل ہو جاتا ہے اور اگر چند روز کے اعتکاف کی نذر کرے تو ان روزون کی راتین بھی اوسپر لازم ہو جاتی ہین اور دو روز کی اگر نذر کرے تو دو راتین لازم ہون گی۔

کتاب الحج

اسمین حج کا بیان ہے (جاننا چاہیئے کہ حج کرنا خانہ کعبہ کا اسلام کے پانچون رکنون مین سے پانچوان رکن ہے اسلیئے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا یعنے اللہ کے واسطے ہے لوگونپر حج کرنا خانہ کعبہ کا جسکو قدرت ہو اوسکے راہ کی) خاص طور پر زیارت کرنا خانہ کعبہ کا حج کے مہینون مین حج کہلاتا ہے اور وہ عمر بھر مین ایک بار بالفور پائے جانے شرطونکے فرض ہے اور شرطین اوسکی یہ ہین اول آزاد ہونا دوم بالغ ہونا سوم عاقل ہونا چہارم تندرستی مرض سے۔ پنجم قادر ہونا راہ کے خرچ اور سواری پر جو زائد ہو اوسکے مکان اور ضروری چیزون سے ششم قادر ہونا خرچ آنے جانے اور گھر والون کے اخراجات پر ہفتم راستے کا مامون ہونا آٹھوین شرط عورت کیلیے یہ ہے کہ محرم (یعنے باپ یا بیٹا) یا خاوند ساتھ ہو اوس صورت مین کہ اسکے اور کعبہ کے درمیان مین فاصلہ سفر شرعی (یا اوس سے بڑھکر) ہو (اور اگر کعبے سے ایک دو منزل رہتی ہو تو محرم کا ہونا شرط نہین) پس اگر کوئی لڑکا یا غلام احرام باندھے اور بعد احرام کے وہ لڑکا بالغ ہو جاوے یا غلام آزاد کیا جاوے اور پھر یہ دونون باقی افعال حج کے

نکالا دین تو اُن کے ذمے سے حج فرض (یعنے حج اسلام) ادا نہوگا (اس لیے کہ احرام بالغ ہونے اور آزاد ہونے سے بیشتر باندھا تھا) اور میقات یعنی وہ جگہین جہان سے احرام باندھتے ہین اور بدون احرام کے گذرنا جائز نہین پانچ ہین اول ذو الحلیفہ دوم ذات عرق سوم جحفہ چہارم قرن المنازل پنجم یلملم (انمین سے ہر ایک جگہ) اُن لوگون کے واسطے جو وہان موجود رہتے ہین اور جو اُن پر کو گذرتے ہین احرام باندھنے کا مقام ہے اور جائز ہے اُن جگہون سے بیشتر احرام کا باندھنا مگر ان سے آگے بڑھکر باندھنا جائز نہین۔ اور جو لوگ ان جگہون کے اندر رہتے ہین اُنکے لیے احرام باندھنے کی جگہہ حل ہے (یعنے حرم کے سوا) اور مکے کے رہنے والون کی میقات (اگر حج) کیواسطے (احرام باندھین تو) حرم ہے اور عمرے کے لیے (باندھین تو) حل ہی

باب احرام باندھنے کے بیان مین

(حج کے اعمال مین احرام مثل تحریمہ کے ہی افعال نماز مین) اور جب تو احرام باندھنا چاہے تو وضو کر اور نہانا مستحب ہے اور (وضو خواہ نہانے کے بعد) ایک تہمد اور چادر کہ دونون نئی ہون یا دھوئی ہین اور خوشبو لگا اور دو رکعتین پڑھکر یون کہہ کہ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْہُ لِیْ وَتَقَبَّلْہُ مِنِّیْ اور نماز کے بعد نیت حج سے تلبیہ کہہ (یعنی یہ الفاظ زبان پر لا) لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اور ان الفاظ مین چاہے تو اور بڑھادے مگر کم نہ کر جب تو نیت حج سے تلبیہ کہہ چکے تو اب تو احرام باندھ چکا تو اب بری باتون اور گناہون اور لڑائی جھگڑے اور شکار کے مارنے اور اسکی طرف اشارہ کرنے اور اسکو بتلانے اور کرتہ اور پاجامہ اور پگڑی اور ٹوپی اور قبا اور موزے پہننے سے پرہیز کر لیکن اگر جوتیان میسر نہون تو موزون کو ٹخنے کے نیچے سے کاٹ کر

پہن لے اور درس اور زعفران اور کسم کا رنگ مت پہن مگر یہ رنگین کپڑا اگر دھویا ہوا ہو کہ بو نہ آتی ہو (تو اسکا مضائقہ نہین) اور سر اور چہرے کے ڈھانپنے اور انگول خیرو وغیرہ سے دھونے اور خوشبو لگانے اور اپنے سر کے بال منڈانے اور کترانے اور ناخن دور کرانے سے بھی پرہیز کر۔ اور نہانے اور حمام مین جانے اور مکان کے خواہ کجاوے کے سایے مین ٹھہرنے اور ہمیانی کمر مین باندھنے سے (پرہیز کرنا) ضرور نہین۔ اور جب تو نماز پڑھے یا اونچی جگہ پر چڑہے یا پستی مین اُترے یا سوارون سے ملے اور سحر کے وقت مین تلبیہ کثرت سے پکار کے کہتا رہ۔ اور جسوقت مکہ مین داخل ہو تو اول مسجد حرام مین جا اور خانۂ کعبہ کو دیکھکر اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ زبان پر لا اور پھر حجر اسود کے سامنے جاکر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ کہتا ہوا اسکو بوسہ دے (خواہ ہاتھ لگا کر ہاتھ کو بوسہ دے) بدون دوسرے شخص کو تکلیف دینے کے اور خانہ کعبہ کے گرد اپنی چادر داہنی بغل کے نیچے سے نکالکر بائین کندھے پر ڈالکر حطیم کو شامل کر کے سات بار پھیر (اور حطیم ایک دیوار کا ٹکڑا ہے کعبہ کے ایک کنارے کو) اور پھرنا گرد کعبے کے اپنی دہنی طرف سے شروع کر او جگہہ سے جو دروازہ کعبہ کے پاس ہے اور اول کے تین پھیرون مین رمل کر (یعنے مونڈھے ہلاتا ہوا جھپٹ کر چل) اور جب حجر اسود کے پاس کو گذرے تو اگر ہو سکے تو بوسہ دے (یا ہاتھ لگادے) اور ختم کر گردش کو حجر اسود کے بوسہ دینے پر بعد اسکے دو رکعت نماز مقام ابراہیم مین خواہ جسجگہہ مسجد مین ہو سکے ادا کر (اور یہ) طواف خانہ کعبہ کے سامنے آنیکا ہے یعنی اسکو طواف قدوم کہتے ہین) اور یہ طواف مکے کے رہنے والون کے سوا کے لیے سنت ہے (کیونکہ یہ طواف اول آنے کے واسطے ہے اور اہل مکہ تو وہان ہی رہتے ہین دوسری جگہہ سے نہین آتے) پھر مسجد مین سے نکلکر صفا کی پہاڑی پر جا اور خانہ کعبہ کیطرف کو منہ کر کے تکبیر اور

تہلیل کہہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج اور اپنے پروردگار سے اپنی مراد مانگ
پھر وہان سے اتر کر مروہ کی طرف چل اور سبز میلونکے درمیان مین دوڑ اور مروہ پر پہنچکر جو کچھ
صفا پر کیا تھا وہی افعال بجالا اسیطرح ان دونون کے درمیان مین سات پھیرے کر
کہ شروع پھیرونکا صفا سے اور ساتوان پھیرا اتمام مروہ پر ہو بعد اسکے مکہ مین احرام باندھے
ٹھہر اور جب تیرا دل چاہے خانہ کعبہ کا طواف کیا کر پھر ساتوین تاریخ ذی الحجہ کو (امام کو چاہیئے کہ
خطبہ پڑھے اور اس مین افعال حج کے بیان کرے اور آٹھوین تاریخ منی کو جا اور نوین کو
صبح کی نماز کے بعد عرفات کو جا وہان امام خطبہ پڑھے اور افعال حج کے لوگون کو
تعلیم کرے پھر دوپہر ڈھلے ظہر اور عصر کی نماز ایک اذان اور دو تکبیرون سے پڑھ بشرطیکہ
امام اور احرام ہو (یعنے اگر احرام نہ باندھے یا اکیلا ہو تو اس صورت مین ایک وقت مین
دو نمازون کو ساتھ پڑھنا چاہیئے) پھر موقف کی طرف چل اور کوہ رحمت کے قریب ٹھہر
اور عرفات کا میدان سب ٹھہرنے کی جگہہ ہے سوائے میدان عرنہ کے اور وہان تحمید
اور تکبیر اور تہلیل اور تلبیہ اور درود اور دعائین پڑھتا رہ پھر دن چھپے کے بعد مزدلفہ
کی طرف چل اور کوہ قزح کے پاس اتر اور جماعت کے ساتھ مغرب اور عشا کی نماز
ایک اذان اور ایک تکبیر سے پڑھ اور نماز مغرب کو راہ مین پڑھنا درست نہین پھر نماز فجر کی اندھیرے
مین پڑھکر تکبیر اور تہلیل اور تلبیہ اور درود اور دعائین پڑھتا ہوا وقوف کر اور مزدلفہ میدان
محسر کے سوا سب جگہہ ٹھہرنے کی ہے پھر روشنی ہوجانیکے بعد منی کو چل اور (وہان پہونچکر)
جمرہ عقبہ کو پست نالے کے بیچ مین کھڑا ہو کر سات کنکریان ایسی مار جنکو انگلی سے مار سکین اور
ہر کنکری کے ساتھ اللہ اکبر کہہ اور لبیک کہنا اول ہی کنکری کے مارنے سے موقوف کر
پھر قربانی کر پھر سر کے بال منڈا یا کترا اور منڈانا مستحب ہے ان کامونکے بعد تجھپر سب احرام کی

ممنوع چیزین سوا عورت سے صحبت کرنے کے جائز ہوجاوینگی پھر اسی تاریخ دسوین کو یا
گیارھوین خواہ بارھوین کو مکے مین آ اور طواف رکن کے (جسکو طواف زیارت بھی کہتے ہین)
سات پھیرے بدون رمل اور صفا مروہ دوڑنے کے بجالا اگر یہ دونون باتین طواف قدوم
مین کرلی ہون اور اگر نہ کی ہون تو طواف رکن مین کیجاوین اس طواف کے بعد تجکو عورت سے
صحبت کرنا درست ہوجاویگا اور مکروہ ہے اس طواف کو ذبح کے دنون (یعنے دسوین
گیارھوین بارھوین تاریخ) سے پیچھے ڈالنا۔ پھر (طواف رکن کرنیکے بعد) منٰے کو جا اور
قربانی کے دوسرے دن (یعنے گیارھوین کو) دوپہر ڈھلے سے پیچھے تینون جمرون کو
سات سات کنکریان مار اور شروع اُس جمرے سے کر جو مسجد خیف کے قریب ہے پھر جو اُسکے
قریب ہے پھر جمرۂ عقبہ کو مار اور جس کنکر مارنے کے بعد دوسرا کنکر مارنا ہو تو اوسکے بعد
کچھ توقف کر (یعنے جمرۂ اول اور دوسرے کو کنکر مارنے کے بعد توقف کر اور جمرۂ عقبہ کو
مارنے کے بعد توقف مت کر) پھر گیارھوین کو اسیطرح کر اور بارھوین کو بھی ایسا ہی کر اگر منے
مین ٹھہر رہے اور اگر تیرھوین تاریخ کو کنکر مارے تو زوال سے پہلے کنکر مارنا درست ہے اور اول
اور دوم جمرے کو کنکریان پیادہ ہوکر مارنی چاہئین اور تیسرے کو سوار ہوکر بھی مارنا درست ہے
اور مکروہ ہے کہ اپنا اسباب اور سامان مکے کو روانہ کرد ے اور خود کنکریان مارنے کو منی مین
ٹھہر رہے پھر محصب مین پہونچ (اور محصب ایک پتھریلی زمین مکے کے کنارہ پر ہے وہان
رات کو رہنا سنت ہے پھر محصب سے مسجد حرام مین داخل ہوکر) طواف رخصت کے سات پھیرے
پھر اور یہ طواف سوائے اہل مکہ کے اوروںپر واجب ہے (اسکو طواف صدر بھی کہتے ہین اور
مکے والون پر اسلیے نہین کہ وہ اپنے وطن کو رخصت نہین ہوتے) پھر (طواف رخصت کے
بعد زمزم کا پانی پی اور ملتزم سے لپٹ (اور یہ جگہ حجر اسود سے لیکر دروازہ کعبہ تک ہے)

اور خانہ کعبہ کے پردون کو پکڑے اور دیوار سے لگ کر اور دعا مانگ کر گریہ وزاری کرتا علیحدہ ہو)
فصل اور جو شخص مکے مین نجاوے اور عرفات مین ٹھہرے اُسکے ذمے سے طواف
قدوم جاتا رہیگا اور جو شخص عرفے کے روز زوال کے بعد سے دسوین کی صبح تک ایک ساعت
بھی توقف کریگا تو اُسکا حج پورا ہو جاویگا گو نے جانے یا سوتے ہوئے خواہ بیہوشی کی
حالت مین توقف کرے اور اگر اُسکی طرف سے بیہوشی کی جہت سے اُسکا رفیق احرام باندھلے
توجائز ہے (یعنے اُسکا حج ہو جائیگا) اور (حج کے تمام افعال مین) عورت کا حکم مثل
مرد کے ہے اتنا فرق ہے کہ عورت اپنا مُنہ کھولے مگر سر نہ کھولے اور لبیک بلند آواز سے
نہ کہے اور طواف مین مونڈھے ہلاوے اور نہ سبز میلو نکے درمیان دوڑے اور نہ سر
منڈاوے بلکہ بال تھوڑے سے کترواے اور سیا ہوا کپڑا پہنے (مترجم کہتا ہے کہ عورت مرد مین
ایک فرق یہ بھی ہے کہ عورت کو بباعث عذر حیض کے طواف رکن مین تاخیر کرنی درست ہے)
اور جو شخص کہ نفل کی بدنہ یعنی قربانی کے گلے مین خواہ نذر کی بدنہ کے خواہ شکار کے
عوض کے بدنہ کے گلے مین خواہ اور اسکی مانند (مثل تمتع کے بدنہ کے) کلاوہ باندھے
اور اُسکو حج کے ارادے سے اپنے ساتھ لیکر کعبے کیطرف متوجہ ہو تو اُسکا احرام
بندھ گیا (یعنی بدون تلبیہ کے اس عمل سے محرم ہو جاتا ہے اور اس مسئلے مین امام شافعی رح کا
خلاف ہے اور دلیل اونپر ارشاد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ آپ نے فرمایا
جو کوئی کلاوہ باندھے بدنہ کو تو وہ محرم ہو گیا) پس اگر بدنہ کو اول روانہ کرے بعد
اوسکے خود روانہ ہو تو محرم ہو گا جب تک کہ راہ مین اُس سے نہ ملے مگر بدنہ
تمتع مین (کہ بدون ملنے کے محرم ہو جاتا ہے) پھر اگر اس بدنہ پر جھول ڈالے
یا اوسکے کوہان مین زخم لگا دیا یا بکری کے گلے مین کلاوہ باندھا تو محرم نہو گا

باب قران کے بیان مین

اور بدنہ شریعت مین اونٹ اور گاے کا معتبر ہے (بکری کا نہین ن)
باب قران کے بیان مین (جاننا چاہیئے کہ حج کے افعال تین قسم ہین قران اور تمتع اور
افراد- قران ایکسا احرام سے حج اور عمرے کے ادا کرنے کو کہتے ہین اور تمتع ایک
سفر اور دو احرام سے حج اور عمرہ کرنے کو کہتے ہین- اور افراد اکیلا حج بدون عمرے کے
کرنیکو کہتے ہین- ان تینون قسمون مین سے) افضل قران ہے (اسلیے کہ اسمین دو عمل
ادا کرنے ہوتے ہین اور احرام بہت دنون تک رہتا ہے جسمین سب کامونکی نسبت زیادہ
مشقت ہوتی ہے) قران کے بعد تمتع ہے (اسلئے کہ اس مین دو عمل ادا ہوتے ہین
لیکن چونکہ احرام اول کے بعد حلال ہوجاتا ہے اس لیئے اسمین محنت کم ہوتی ہے
بہ نسبت قران کے) اور تمتع کے بعد افراد ہے (کہ اسمین صرف حج کا ادا کرنا ہے نہ عمرے کا
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے آل محمد احرام باندھو حج اور عمرے کا ایک ساتھ
اس حدیث کو طحاوی رح نے بیان کیا ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک قران کی نسبت تمتع
بہتر ہے واللہ اعلم) اور قران کی صورت یہ ہے کہ میقات (یعنے احرام باندھنے کی جگہ سے)
حج اور عمرے کا احرام اکٹھا باندھے اور یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ وَالْعُمْرَۃَ
فَیَسِّرْھُمَا لِیْ وَتَقَبَّلْھُمَا مِنِّیْ پھر مکے مین داخل ہو کر طواف اور سعی عمرے کی کرے پھر جو جو
بیان گذشتہ بالا کے حج ادا کرے پس اگر حج اور عمرے کے لیے دو طواف کریگا اور دو ہی سعی
کریگا یعنی صفا اور مروہ مین دوبار دوڑیگا تو جائز ہوگا مگر برا کریگا (یعنے اسطرح کرنا مکروہ[1] ہے)
اور جب قربانی کے روز جمرہ عقبہ کو کنکریان مار چکے تو ایک بکری یا بدنہ کا ساتوان حصہ
ذبح کرے (اسلیے کہ یہ ذبح واجب ہے) اور جو شخص ذبح کرنے سے عاجز ہو
وہ دس روزے رکھے اسطرح کہ تین تو ساتوین اور آٹھوین اور نوین تاریخ کو

[1] اس لیے کہ متمتع کی سعی کافی نہین ہے نسبت تمتع کے اور اس سے پہلے حج کا طواف کرکے احرام

رکھے اور سات روز جبکہ افعال حج سے فارغ ہو چلے گو مکہ ہی مین ٹھہرا رہے اور اگر قربانی کے دن تک روزہ نرکھے گا تو ذبح کرنے کے سوا اور کچھ نہین ہو سکتا۔ اور اگر قران والا مکے مین نجاوے (کہ حج سے پہلے عمرہ ادا کرے) اور عرفات مین توقف کرے (یعنے حج کے ارکان شروع کر دے) تو اُسپر عمرے کے چھوڑنیکا دم دینا لازم ہوگا اور عمرے کی قضا کرے۔

باب تمتع کے بیان مین۔ اُسکی صورت یہ ہے کہ میقات پر عمرے کا احرام باندھے پھر طواف عمرے کا اور سعی کرے اور سر کے بال منڈاوے یا کتراوے اور احرام کھولکر حلال ہو جاوے ایسا شخص طواف کے اول ہی پھیرے مین لبیک کہنا موقوف کر دے پھر آٹھوین تاریخ ذیحجہ کی احرام حج کا حرم سے باندھے اور حج کرے اور ذبح کرے پس اگر ذبح سے عاجز ہو تو اُسکا حکم گذر چکا (کہ دس دن روزے رکھے) اور اگر تین روزے ماہ شوال مین رکھے (یعنے حج کے مہینون مین سے کوئی سے تین دن رکھے) اور روزون کے بعد عمرہ کرے تو (یہ روزے) تمتع (کے تین روزون) کے عوض کافی نہونگے لیکن اگر عمرے کا احرام باندھکر طواف عمرہ سے پیشتر (تین روزے) رکھیگا تو (البتہ تمتع کے روزونکے عوض مین) کافی ہونگے۔ پس اگر تمتع کرنیوالا قربانی اپنے ساتھ لیجانا چاہے (کہ یہ دوسری قسم تمتع کی ہے) تو وہ احرام باندھکر قربانی کو ہانکتا چلے اور اُسکے گلے مین توشہ دان یا جوتی ڈالدے مگر اُسکے کوہان مین زخم نکرے اور عمرہ کرنے کے بعد (احرام کی قید مین لگی رکھے) حلال نہو جاوے اور آٹھوین تاریخ کو حج کے لیے احرام باندھے اور (آٹھوین سے پہلے باندھنا مستحب ہے پھر جب دسوین کو بال منڈا چکے اُس وقت دونون احرامون (یعنی عمرہ اور حج سے) حلال ہو جاوے۔ اور مکہ اور اُسکے قریب کے باشندون کو تمتع اور قران

باب تمتع کے بیان مین

درست نہین پس اگر تمتع کرنے والا اپنے شہر کو عمرے کے بعد لوٹ آوے اور قربانی کو
روانہ نکیا تو اُسکا تمتع باطل ہوجاویگا اور اگر قربانی روانہ کرچکا تھا (اور عمرے کے بعد اپنے شہر کو
واپس آیا) تو تمتع باطل نہوگا - اور جو شخص عمرے کے طواف مین کمتر پھیرے (یعنی تین
پھیرے یا اُن سے کم) حج کے مہینون کے بیشتر کرلے اور حج کے مہینون مین اُس
طواف کے باقی پھیرے پورے کرے اور حج ادا کرے تو تمتع اُسکا باقی رہیگا اور اسکے عکس
کی صورت مین (یعنے حج کے مہینون مین زیادہ پھیرے نکرے بلکہ کمتر کرے تو وہ) تمتع والا نرہیگا
اور حج کے مہینے ماہ شوال اور ذیقعدہ اور دس روز ذیحجہ کے ہین اور حج کے لیئے ان
مہینون سے پیشتر احرام باندھنا جائز ہے مگر مکروہ ہے اور اگر کسی کوفے کے رہنے والے نے
حج کے مہینون مین عمرہ کیا اور مکے مین خواہ بصرے مین ٹھہر گیا (یعنی اپنے وطن کو واپس نگیا)
اور حج کیا تو اُسکا تمتع جائز ہوگا اور اگر عمرے کو فاسد کردیا اور مکے خواہ بصرے مین ٹھہرا
اور عمرۂ فاسد کو قضا کرکے حج کیا تو (اس صورت مین) تمتع والا نرہیگا مگر ایک صورت سے
کہ اپنے وطن کو واپس جاوے (اور پھر آوے اور عمرۂ فاسد کو حج کے مہینون مین قضا
کرکے حج ادا کرے اس صورت مین البتہ اسکا تمتع درست ہوگا) اور انہین سے جس نے کو
فاسد کردے چاہیئے کہ اُسکے افعال کرتا رہے اور ذبح لازم نہوگا (اس لیے کہ حج خواہ
عمرے کے فاسد کردینے سے تمتع والا نرہا) اور اگر کسی نے تمتع کیا اور قربانی کی تو یہ
قربانی تمتع کے دم کے عوض نہوگی (اسلیئے کہ تمتع کا دم قربانی کے سوا ہے) اور اگر عورت
احرام باندھنے کے وقت حائض ہوگئی تو طواف کے سوا سب ارکان حج کے ادا کرے
اور اگر طواف رخصت کرنیکے وقت حائض ہو تو طواف رخصت کو چھوڑ دے اور اپنے وطن کو
چلی جاوے (یعنے اُس طواف کے چھوڑنے سے اُسپر کچھ لازم نہوگا) جیسے وہ شخص کہ مکے مین

رہنا اختیار کرلے (یعنے حج کے بعد اگر کوئی شخص مکے کی اقامت اختیار کرے تو اُسپر بھی طواف رخصت لازم نہین رہتا)

باب احرام اور حج کے اعمال مین قصورون کے بیان مین (ذبح کرنا) ایک بکری کا واجب (ہوتا ہے) اگر محرم (اپنے) ایک عضو (کامل) پر خوشبو لگادے اور اگر (ایک عضو سے) کم کو لگادے تو صدقہ دے اور اگر اپنے سر کو مہندی سے رنگین کرے یا زیتون کا تیل ملے یا کپڑا سیا ہوا پہنے یا دن بھر سر کو چھپاوے تو (ان صورتون مین) بکری ذبح کرے اور (ایک روز سے) کم (اگر سر کو) چھپاوے تو صدقہ دے اور اگر چوتھائی سر کے خواہ داڑھی کے بال منڈادے تو دم دے اور (چوتھائی سے) کم مین صدقہ دے مثل مونڈنے والے کے (یعنی اگر محرم کسی کے بال مونڈے تو اسپر صدقہ واجب ہوتا ہے) اور اگر گردن کے بال خواہ دونون بغلون کے یا ایک کے یا پچھنے لگانے کی جگہ کے منڈادے تو (ان سب صورتون مین) دم دے اور مونچھ مونڈانے مین حکم ایک مرد عادل کا ہے (کہ جو کچھ وہ کہے صدقہ دے ڈالے) اور محرم شخص اگر حلال آدمی کی مونچھین مونڈے یا ناخن کترے تو کچھ کھانا دے اور اگر یہ دونون ہاتھ پانوٗ کے ناخن ایک مجلس مین کاٹ لے یا ایک ہاتھ خواہ ایک پانوٗن کے کاٹے تو دم دے اور (اگر اس سے) کم کترادے تو صدقہ دے اور یہی حال ہے اگر پانچ ناخن متفرق (دونون ہاتھ پانوٗن مین سے) لے ڈالے اور اگر ٹوٹا ہوا ناخن دور کرے تو کچھ واجب نہین ہوتا اور اگر کسی عذر کی جہت سے (مثلاً بیماری کے باعث) خوشبو لگادے یا سیا ہوا کپڑا پہنے یا سر منڈادے تو بکری ذبح کرے یا تین صاع گیہون چھ مسکینون کو دے یا تین روزے رکھے (اور بدون عذر کے ان چیزون کے مرتکب ہونے سے ذبح کرنیکے سوا اور کوئی چیز درست نہین

فصل اور کچھ واجب نہین ہوتا اس صورت مین کہ محرم کسی عورت کی شرمگاہ کیطرف شہوت سے دیکھے اور منی نکل پڑے اور اگر بوسہ دے خواہ شہوت سے اسکو چھوئے یا اپنے حج کو فاسد کرے اسطرح کہ عرفات مین ٹھہرنے سے پیشتر صحبت کر بیٹھے تو دم دے اور اعمال حج کے کیے چلا جاوے اور اسکی قضا کرے (آیندہ سال مین) اور مرد و عورت (جنہون نے ہم بستری کی ہو) قضا کرنے مین (حج کے) یہ ضرور نہین کہ جدا جدا ہون اور اگر عرفات پر ٹھہرنے کے بعد صحبت کی ہو تو بدنہ واجب ہوگا اور حج فاسد نہوگا۔ اور اگر صحبت کرے (حج مین) بعد سر منڈانے کے یا عمرے مین طواف کے اکثر پھیرون (یعنے چار یا زیادہ) سے پیشتر تو دم دے اور عمرہ اس صحبت سے فاسد ہوجاویگا اسکے اعمال بجالاوے اور اسکو قضا کرے اور اگر (عمرے مین) طواف کے اکثر پھیرونکے بعد صحبت کریگا تو عمرہ فاسد نہوگا (مگر اس صورت مین دم دینا لازم ہوگا) اور بھولکر صحبت کرنی مثل جان بوجھکر صحبت کرنے کے ہی اور بکری ذبح کرے جس صورت مین کہ طواف رکن بیوضو کرے اور بدنہ ذبح کرے اگر طواف رکن حالت ناپاکی مین کرے اور اس طواف کو (اس صورت مین) دوبارہ کرے اور اگر طواف قدوم کو یا طواف رخصت کو بے وضو کرے تو صدقہ دے اور بکری ہے اگر طواف رکن مین کے کمتر پھیرے چھوڑ دے اور اگر زیادہ (پھیرون کو اس طواف کے) چھوڑ دیگا تو محرم ہی بنا رہیگا (چاہیئے کہ اسکو دوبارہ کرے بدون نئے احرام کے) اور بکری دے اگر طواف رخصت کے اکثر پھیرے ترک کرے یا اوسکو حالت ناپاکی مین کرے اور اگر اس طواف مین سے کمتر پھیرے (یعنی تین یا دو یا ایک) ترک کرے تو صدقہ دے اور بکری دے اگر طواف رکن بے وضو کرے اور طواف رخصت باوضو ایام تشریق کے آخر دن مین (یعنے تیرہوین تاریخ) کرے اور اگر طواف رکن کو

حالت جنابت مین کرے تو دو دم (واجب ہوتے) ہین - اور بکری ذبح کرے اگر عمرے کا طواف اور سعی بے وضو کرے لیکن اس عمرے اور سعی کا دوبارہ کرنا لازم نہین اور بکری ہے اگر سعی چھوڑ دے یا عرفات پر سے امام سے پیشتر چلا آوے یا مزدلفہ مین رہنا چھوڑ دے یا سب دنون کی کنکریان مارنے کو خواہ ایک دن کی کنکرین مارنے کو ترک کرے یا بال بارھوین تاریخ کے بعد منڈا دے یا طواف رکن کو بارھوین کے بعد کرے یا سر کو حرم کے باہر حل مین منڈا دے - اور اگر قران کرنے والا ذبح سے پیشتر سر کے بال منڈا دے تو دو دم دینے لازم ہونگے -

فصل

فصل اگر کوئی محرم شکار کو مار ڈالے یا ایسے شخص کو شکار بتلا دے جو اسکو مار ڈالے تو اُسپر جزا واجب ہوتی ہے اور (جزا شکار کی) وہ قیمت ہی جو دو مرد عادل اُسکے مار ڈالنے کی جگہ مین یا اُسکے قریب ٹھہرا دین (اور امام شافعیؒ کے نزدیک صورت مذکورہ مین اوس شکار کی صورت کا جانور واجب ہوتا ہی اور دلیل اونپر یہ ہی کہ اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہی کہ مثل شکار پر حکم مین کے دو صاحب عدل حکم کرین اگر صورت کا مثل اس سے مراد لیا جاوے تو دو شخصونکے حکم کی کیا حاجت ہے صورت کے یکسان ہونے کو تو ہر کس و ناکس پہچانتا ہے پس ضرور ہوا کہ مثل سے غرض مال مین یکسان ہونا ہے اور وہ قیمت ہے صورت نہین) پس اس قیمت سے ہدی (قربانی کا جانور ۱۲) خرید کرکے ذبح کرے اگر قیمت مین ہدی کی گنجائش ہو اور اگر اتنی قیمت نہو تو اوس سے جو اور گیہون خرید کر مساکین پر صدقہ کرے مثل صدقہ فطر کے (یعنی ہر مسکین کو ایک صاع جو اور نصف صاع گیہون دے) یا ہر مسکین کے پورے صدقے کے عوض مین ایک روزہ رکھے (یعنے حساب کرے کہ یہ اناج کتنے مساکین کو تقسیم ہوگا اوسیقدر روزے رکھ لے اور) اگر حساب مین مسکینو نکو دیکر

نصف صاع سے کم بچ رہے تو اسکو خیرات کردے یا اسکے عوض ایک دن روزہ رکھے۔ اور اگر شکار کو زخمی کرے یا اسکا عضو کاٹ ڈالے یا بال اوکھاڑ دے تو (ان افعال سے) جسقدر نقصان شکار کی قیمت مین ہو جاوے اسقدر دام لیکر صدقہ کردے۔ اور اگر شکار کے شہپر اکھاڑ ڈالے یا اسکے ہاتھ پاؤن کاٹ ڈالے یا اسکا دودھ دوہے یا اسکا انڈا توڑے یا اسمین سے مردہ بچہ نکلے تو (ان سب صورتون مین ہر ایک کی پوری) قیمت واجب ہوگی۔ اور کوّے اور چیل اور بھیڑیے اور سانپ اور بچھو اور چوہے اور باؤلے کتے اور مچھڑ اور چینٹی اور پسّو اور کلنی اور کچھوے کے مار ڈالنے سے کچھ لازم نہین ہوتا اور جون اور ٹڈی کے مار ڈالنے مین جو چاہے صدقہ دے (مثلاً ایک مٹھی اناج خواہ اور ایسی ہی چیز دیدے) اور درندے کے مار ڈالنے مین ایک بکری سے زیادہ قیمت نہ دیجاویگی (یعنے اگرچہ قیمت درندے کی زائد ہو مگر بکری سے زیادہ واجب نہین ہوتی) اور اگر درندہ محرم پر حملہ کرے تو اسکے مار ڈالنے سے کچھ واجب نہین ہوتا بخلاف بے اختیار کے (یعنے اگر محرم بھوک سے مجبور ہو کر شکار کو کھانے کے لیے مارے تو اسپر جزا لازم آتی ہے) اور محرم کو ذبح کرنا بکری اور گاے اور اونٹ اور مرغی اور گھر کی پلی بطخ کا جائز ہے۔ اور اگر پاموز کبوتر کو یا پلے ہوئے ہرن کو ذبح کرے تو جزا لازم ہوتی ہے۔ اور اگر محرم کسی شکار کو ذبح کرے تو وہ حرام ہو جاتا ہے اور تاوان دے اگر اسکو کھالے (یعنی ذبح کئے ہوئے کو کھالے تو قیمت اسکی مساکین پر صدقہ کرے) اور اگر اس جانور کو دوسرا محرم کھالے تو اسپر کچھ (تاوان) واجب نہین اور محرم کو اس شکار کا گوشت حلال ہے جسکو حلال شخص نے مار کر ذبح کیا ہو بشرطیکہ محرم نے اسکو شکار نہ بتلایا ہو اور نہ حکم شکار مارنے کا کیا ہو۔ اور مرد حلال اگر حرم کے

شکار کو ذبح کرے تو واجب ہے کہ اسکی قیمت خیرات کرے نہ روزہ رکھنا (یعنے روزہ
نہ رکھے جیسا شکار مارنے مین رکھتا تھا) اور جو شخص کہ حرم مین شکار ساتھ لاوے تو اسکو
چھوڑ دینا چاہیے پس اگر اسکو بیچ لے اور شکار موجود ہو تو اس بیع کو واپس کرانا
چاہیے اور اگر شکار مرجاوے تو اس شخص بائع پر جزا لازم ہوگی - اور اگر کوئی شخص احرام
باندھے اور اسکے گھر مین یا اسکے ساتھ پنجرے مین شکار ہو تو اسپر لازم نہین کہ اوس
شکار کو چھوڑ دے - اگر کوئی حلال شخص (زید) شکار پکڑ کر احرام باندھے تو جو کوئی اوسکو
چھوڑ دے وہ ڈانڈ بھر دے (اسلئے کہ احرام کی حالت کے سوا مین شکار ممنوع نہ تھا
جو پکڑنے والا نقصان اٹھاوے تو اسکے چھوڑنے والے پر تاوان لازم ہوگا) اور اگر کوئی
محرم (عمرو ۱۲) اس شکار کو پکڑے تو چھوڑنے والا تاوان نہ دے (اسلئے کہ پکڑنا شکار کا حالت احرام
مین ممنوع ہے تو اسکے چھوڑنے والے پر تاوان نہوگا) پھر اگر کسی دوسرے محرم (بکر) نے اوسکو
مار ڈالا تو دونون محرم (عمرو اور بکر) تاوان دین (اول تو شکار پکڑنے کی جہت سے اور دوسرا اسکے
مار ڈالنے کے سبب سے) اور جس نے (عمرو ۱۲) شکار پکڑا تھا وہ اپنا تاوان مارنے والے (بکر) سے بھر لے
(اسلئے کہ اگر وہ نہ مارتا تو شاید پکڑنے والا (عمرو ۱۲) اس شکار کو خود چھوڑ دیتا تو اسکے ذمے کچھ بھی
واجب نہوتا اب جو تاوان دینا پڑا تو اسکے مار ڈالنے کی جہت سے دینا پڑا) پس اگر
محرم حرم کی گھاس کاٹے یا ایسا درخت جو کسیکی ملک نہو اور نہ ان چیزونمین سے ہو
جنکو لوگ بویا کرتے ہین تو اسکی قیمت کا تاوان دے لیکن اگر گھاس اور درخت خشک ہو
تو اس مین کچھ تاوان نہین - اور حرام ہے حرم کی گھاس کا چرانا اور کاٹنا سوا ہی اذخر کے
(اور وہ ایک گھاس خوشبودار ہے اسکا کاٹ لینا حاجت کے واسطے درست ہے)
اور جو قصور ایسے ہین کہ انکے باعث تنہا حج کرنے والے پر ایک دم لازم آتا ہی تو اونکی

لہ اسلئے کہ اب وہ صید حرم ہو گیا ۱۲ ٹلہ یعنے اوسکی قیمت مالک کو دے ۱۲

جہت سے قران والے پر دو دم لازم آتے ہیں ایک حج کے واسطے اور ایک عمرے کے لیے مگر ایک صورت میں کہ قران والا احرام باندھنے کی جگہہ سے بدون احرام کے آگے بڑھ جاوے (تو اُس صورت میں تنہا حج کرنیوالے اور قران والے پر دونو پر ایکدم سے زیادہ لازم نہیں) اور اگر دو محرم ملکر ایک شکار ماریں تو جزا دو دینی پڑینگی اور اگر دو حلال ملکر حرم کا شکار ماریں تو ایک جزا سے زیادہ لازم نہوگی (اسلیئے کہ یہ جزا حرم محترم کی تعظیم کے لیے ہے اور وہ ایک ہی ہے اور پہلی جزا احرام میں امر ممنوع کرنے کی جہت سے ہے اور وہ دو شخصوں سے سرزد ہوا ہے) اور اگر محرم شکار کو بیچے یا خریدے تو یہ خرید و فروخت باطل ہے اور اگر کوئی شخص حرم میں سے ہرنی پکڑلاوے اور اُسکے بچہ پیدا ہو اور دونوں مرجاویں تو اُسکو دونوں کا تاوان دینا چاہیئے اور اگر وہ ہرنی کا تاوان دیچکے اُسکے بعد وہ بچہ جنے اور دونوں مرجاویں تو بچے کا تاوان نہ دے۔

باب میقات پر سے بدون احرام کے آگے بڑھنے کے بیان میں۔ جو شخص بدون احرام کے میقات سے گذر جاوے اور پھر میقات کو احرام باندھکر لبیک کہتا ہوا لوٹ آوے یا بدون احرام آگے بڑھ گیا تھا پھر عمرے کا احرام باندھ لیا اور عمرے کو فاسد کر کے اُسکو قضا کیا (اسطرح کہ دوسرا احرام میقات پر سے باندھا) تو (جو) ذبح کرنا (اُسکے ذمے میقات پر سے بدون احرام نکلجانے کے باعث لازم ہوا تھا وہ) ساقط ہوجاوے گا اور اگر کوفے کا کوئی رہنے والا (یا کسی اور شہر کا) بنی عامر کے باغ میں کسی اپنے کام آوے (اور یہ باغ حرم کے باہر میقاتوں کے اندر واقع ہے) تو اُس شخص کو مکے میں بدون احرام داخل ہونا جائز ہے اور (حج کے واسطے) اُس شخص کی میقات وہی باغ ہے۔ اور جو کوئی مکے میں بدون احرام کے داخل ہو پھر اُسی سال میں اپنے ذمے پر کے حج اسلام کو

باب میقات پر سے بدون احرام آگے بڑھنے کے بیان میں

ادا کرے تو یہ حج عوض اُس حج کے جو اُسکے ذمے پر مکے مین بدون احرام داخل ہونے سے ہوا تھا جائز ہوگا اور اگر سال بدلجاوے (یعنے حج اسلام دوسرے برس کرے) تو (اُسکی عوض) جائز نہوگا (غرض کہ جو کوئی مکے مین بدون احرام چلا آتا ہے اُسپر حج لازم ہوجاتا ہے اور اگر اُسی سال مین حج اسلام ادا کرے تو دوسرے حج کی ضرورت نہین ایک ہی دونون کے عوض ہوجائے گا۔

باب ایک احرام پر دوسرا احرام کر لینے کے بیان مین۔ ایک مکے کے رہنے والے نے عمرے کے طواف کا ایک پھیر اکیا پھر احرام کا حج باندھ لیا تو حج کو ترک کرے اور اُسپر حج اور عمرہ دونون کی قضا اور دم لازم ہوگا واسطے ترک کرنے حج کے پھر اگر حج اور عمرے کے افعال پورے کرے تو جائز ہوگا اور دم لازم آویگا (کہ گنہگار ہو کر دونون کو اکٹھا کیا) اور اگر کسی شخص نے حج کا احرام کیا پھر قربانی کے دن (یعنے دسوین تاریخ) دوسرے حج کا احرام کر لیا تو اگر اول حج مین اُسنے بال منڈائے ہین تو اوسکو دوسرا حج کرنا لازم ہوگا اور دم دینا نہ پڑیگا اور اگر بال نہ منڈاے ہون تو حج و دم بھی لازم ہوگا اور دم دینا بھی پڑیگا گو بال کترواے یا نہ کتراوے (یعنے دوسرے احرام مین کہ پہلے احرام کے بعد باندھے بال کترانے سے دم ساقط نہوگا اور کترانے سے مراد دور کرنا بالونکا ہے خواہ منڈانے سے ہو یا کترانے سے اور) جو شخص سواے بال منڈانے کے اپنے عمرے کے سب افعال سے فارغ ہوجاوے پھر احرام دوسرے عمرے کا باندھے تو اُسپر دم لازم آویگا (اسلیئے کہ اُسنے دو احرامونکو جمع کر دیا) اور جس شخص نے احرام حج کا باندھا پھر عمرے کا احرام کر لیا پھر عرفات مین ٹھہرا تو اُسنے عمرے کو ترک کیا اور اگر صرف عرفات کی طرف کو چلے تو (جبتک وہان توقف نکریگا عمرہ) کا ترک کرنا متحقق

باب ایک احرام پر دوسرا احرام کر لینے کے بیان مین

مسئلہ ایک احرام پر دوسرا احرام کرنے سے دم لازم آتا ہے (اور بعضی صورتون مین قضا بھی) [illegible]

نہوگا، پھر اگر حج کا طواف کرکے عمرے کا احرام باندھ لے اور اُسکے اعمال بجا لاوے
تو ذبح کرنا اُسپر واجب ہے اور مستحب ہے کہ اُس عمرے کو ترک کرے۔ اور اگر قربانی کے روز
عمرے کا احرام باندھے تو عمرہ لازم ہوجاتا ہے مگر اُسوقت اُسکا ترک کرنا لازم ہے اور
اُس عمرے کی قضا مع دم کے لازم ہے اگر اسوقت عمرے کو نہ چھوڑا اور حج اور عمرے کے
افعال دونون کیے تو جائز ہوجاویگا اور دم دینا پڑیگا اور جس شخص سے حج فوت
ہوجاوے پھر وہ عمرے یا حج کا احرام کرلے تو دونون کو اُسوقت ترک کرے اور
عمرے کی قضا مین تو صرف عمرہ کرے اور حج کی قضا مین حج اور عمرہ دونون کرے)

باب حج اور عمرے سے رُک جانے کے بیان مین۔ جو شخص کہ دشمن یا مرض کی جہت سے
حج خواہ عمرے سے رُک گیا ہو اُسکو چاہیئے کہ ایک بکری روانہ کرے اور اگر قران والا
ہو تو دو دم روانہ کرے یہ دم اسکی طرف سے ذبح کیا جاوے اُس کے بعد وہ احرام
کھولے اور اس دم کا ذبح ہونا حرم مین چاہیئے یہ نہین کہ قربانی کے روز ذبح ہو۔ اور
جو کوئی کہ حج سے رُک کر حلال ہوجاوے تو اُسپر قضا ایک حج اور ایک عمرے
کی ہے اور اگر عمرے سے رُکا ہے تو ایک عمرے کی قضا ہے اور قران والے پر ایک
حج اور دو عمرے کی قضا ہے۔ پھر اگر ہدی کے روانہ کرنیکے بعد رکاوٹ جاتی رہی اور
وہ شخص ہدی کو پکڑ سکتا ہے اور حج ادا کرسکتا ہے تو حج کو چلا جاوے ورنہ نہ جاوے
(ہدی رکاوٹ کو کافی ہوگی اور حج یا عمرے کی قضا کردے) اور جب عرفات مین ٹھیر چکا
تو پھر روکا جانا معتبر نہین (اسلیے کہ اُسکا حج پورا ہوگیا اور جو رُکن سب مین عمدہ تھا
وہ تو ادا ہوگیا باقی رہا طواف رکن اور طواف رخصت اور سر منڈانا تو ان اعمال کو
دیر سے ادا کرلے گا) اور جو شخص دو رکنون سے روکا جاوے (یعنے عرفات اور

ٹھہرنے اور طواف رکن کرنے سے) وہ اگرچہ مکہ معظمہ مین ہی روکا ہوا کہلائیگا ورنہ روکا ہوا نہ ہوگا ؛

باب حج کے نہ ملنے کے بیان مین۔ جس شخص کا حج عرفات پر نہ ٹھہرنے کے باعث فوت ہوجاوے تو اُسکو چاہیئے کہ عمرہ کرکے حلال ہوجاوے اور اُسپر سال آیندہ مین حج بدون ذبح لازم ہوگا (یعنے حج کے قضا مین دم دینا واجب نہوگا) اور عمرہ فوت ہونے کی چیز نہین اور عمرہ یہ ہے کہ احرام کے بعد طواف اور سعی کرے (اور سر منڈاوے یا بال کترواوے) اور یہ تمام سال مین جائز ہے مگر عرفے کے روز اور قربانی کے دن اور ایام تشریق مین مکروہ ہے اور عمرہ سنت موکدہ ہے (واللہ اعلم)

باب دوسرے کیطرف سے حج کرنیکے بیان مین۔ عبادت مالی مین۔ (جیسے زکوۃ یا صدقہ فطر کے دینے مین) نیابت (دونون صورتون مین) ہوسکتی ہے آدمی خود قادر ہو یا نہو اور عبادت بدنی مین (مثل نماز اور روزے کے) کسی صورت مین نیابت نہین (چل سکتی) اور جو عبادت کہ مرکب ہو مالی اور بدنی سے (جیسا حج اور عمرہ ہے) اُسمین نیابت جب چل سکتی ہے کہ نائب کرنے والا عاجز ہو (اور اگر خود قادر ہو تو نیابت درست نہین) اور (حج کرانیکے لئے یہ شرط ہے کہ (جسکی طرف سے حج ہو وہ) ہمیشہ کو اپنے مرنے تک عاجز ہو اور یہ شرط حج فرض کے لیئے ہے نہ نفل کے لیے (یعنے نفل حج مین دوسرا شخص اگر قادر بھی ہو تو باوجود قدرت کے نائب کردینا جائز ہے) اور جو شخص دو آدمیون کی طرف سے احرام باندھے وہ جتنا خرچ ہوا ہو اُن دونونکو ہٹاوے (اسلئے کہ حج ہر ایک کیطرف سے جدا جدا چاہیئے تھا وہ ثابت نہین ہوا) اور رکنے جانیکا دم بھیجنے والے کے ذمے ہے اور قران اور قصور کا دم نائب کے ذمے پس اگر نائب حج کے راستے مین مرجاوے تو جسکی طرف سے حج کو گیا تھا اُسکے ترکہ مین سے جسقدر رہا ہو

تہائی سے کر حج اسکی طرف سے اُسی جگہہ سے کرایا جاوے جہان وہ رہتا تھا نہ اُس جگہہ سے جہان نائب مرا ہے) اور جو شخص حج کے لیے اپنے مان باپ دونون کیطرف سے احرام باندھے پھر اُسکے بعد اُن مین سے ایک کے لیے معین کردے تو جائز ہوگا *

باب ہدی کے بیان مین (جو حرم مین ذبح کے لیے بھیجی جاوے) کم سے کم ہدی بکری ہے (کہ اس سے کمتر درست نہین) اور ہدی اونٹ اور گائے اور بکری سبکی ہوسکتی ہے اور جو جانور قربانی کے لیے درست ہین وہ ہدی مین جائز ہین اور بکری ہر قصور مین درست ہے مگر جو طواف فرض (یعنے طواف رکن) ناپاکی مین کیا ہو یا بعد عرفات پر ٹھہرنے کے صحبت کی ہو (تو ان صورتون مین بکری جائز نہین بدنہ لازم آتا ہے جو اونٹ اور گائے کا ہوتا ہے) اور صرف ہدی نفل اور تمتع اور قران کا کھانا درست ہے (یعنے اگر صاحب ہدی چاہے تو انمین سے کھاوے) اور تمتع اور قران کے دم کا ذبح کرنا قربانی کے روز مخصوص ہے صرف (اُسی روز ذبح کرے اور اُنکے سوا اور دم جب چاہے ذبح کرے) اور تمام اقسام ہدی کا ذبح کرنا حرم مین مخصوص ہے فقیر حرم پر مخصوص نہین (بلکہ غیر حرم کے فقیرون کو بھی انکا دینا درست ہے) اور واجب نہین ہدی کا عرفات کو لیجانا اور ہدی کی جھول اور نکیل کو صدقہ کردے اور قصائی کی مزدوری اُسمین سے نہ دے اور بدون سخت ضرورت کے اُسپر سوار نہو اور نہ اُسکا دودھ نکالے اور اُسکے تھنون پر ٹھنڈا پانی چھڑک دے (کہ دودھ نہ ٹپکے۔ کنز مین جو نقاخ کا لفظ ہے وہ نون کے پیش اور قاف اور خاء معجمہ سے آب سرد کے معنون مین ہے) پس اگر ہدی واجب مرجاوے یا عیب دار ہو (یعنے اُسمین ایسا عیب ہوجاوے جو ہدی مین درست نہین) تو اُسکی جگہہ دوسری ہدی قائم کرے اور عیب دار اُسکی خود کی رہیگی (اُسکو جو چاہے کرے) اور اگر ہدی نفل کی ہو

اور عیب دار ہو جاوے تو اسکو ذبح کردے اور اسکے خون سے اسکے سم بھردے اور ایک چھاپہ خون کا اسکی گردن کی طرف لگادے (جس سے معلوم ہو کہ ہدی ہے اور اسکو کوئی غنی نہ کھاوے) اور کلاوہ صرف نفل کے بدنہ اور قران اور تمتع کے بدنہ کے گلے میں باندھا جاوے (یعنی انکے سوا اور دم مثل رک جانے کے اور قصور کے دم کے گلے میں کلاوہ نہ باندھیں) اور اگر لوگ اس بات کی گواہی دین کہ حاجی عرفات میں عرفے سے ایک روز پہلے ٹھہرے ہین تو انکی گواہی قبول کیجاویگی (یعنی دوسرے روز پھر عرفات پر ٹھہرنا چاہیئے) اور (اگر یہ گواہی دین کہ) عرفے سے (ایک روز بعد ٹھہرے ہین تو) قبول نکیجاوے گی (اور مراد گواہی سے ماہ ذیحجہ کے چاند دیکھنے کی گواہی ہے اسطرح کہ عرفات پر ٹھہرنا عرفے کے روز سے ایک دن پہلے یا پیچھے لازم آوے حاصل یہ ہے کہ اگر عرفات پر ٹھہرنے کی خطا کا تدارک ممکن ہو تب تو گواہی قبول کیجاویگی ورنہ مقبول نہوگی) اور اگر کوئی شخص اول جمرے کو کنکرین مارنی گیارہوین تاریخ ترک کرے تو (اسکی قضا مین چاہیے) سب کو بترتیب کنکریان مارے خواہ صرف اول کو مارے (اور یہی حال ہے بارھوین اور تیرھوین تاریخ کا بخلاف روز اول کے یعنی دسوین کے کہ اسمین سوائے جمرۂ عقبہ کے اور جمرات کو کنکرین نہین مارتے) اور جو شخص اپنے اوپر حج کو پیادہ واجب کرلے مثلاً نذر وغیرہ سے تو اسکو چاہیئے کہ سوار نہو جبتک کہ طواف رکن نہ کرلے (اسلیئے کہ یہ طواف فرض ہے اور حج کے ارکان اسپر تمام ہو جاتے ہین بعد اس طواف کے اسکو اختیار ہے چاہے سوار ہو یا پیادہ رہے) اور جو شخص کہ محرم لونڈی خریدے (اور اس سے صحبت چاہے تو) چاہیئے کہ اسکو حلال کرلے پھر صحبت کرے (یعنی لونڈی کے احرام مین

یہ نچاہیئے کہ اُس سے صحبت کرے اور اپنی صحبت سے اُسکو حلال کرے بلکہ پہلے اُسکو حلال کرلے پھر صحبت کرے واللہ اعلم بالصواب)

کتاب النکاح

اسمین نکاح کا بیان ہی جاننا چاہیئے کہ نکاح دنیا کی ضروری باتون مین سے ہی مثل کھانے اور پینے اور لباس اور رہنے کے مکان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ نکاح کرنا میری سنت سے ہی جو شخص کہ میری سنت سے منہ پھیرے وہ میری امت مین سے اور میرے طریق پر نہین) نکاح ایک معاملہ ہے کہ عورت سے فائدہ لینے کے لیے قصداً ہوا کرتا ہی (یعنے اس معاملے مین قصد اصلی صحبت کا حلال کرنا ہوتا ہے ورنہ لونڈی کے خریدنے مین بھی صحبت حلال ہوجاتی ہے مگر قصد اوّلی سے نہین ہوتی بلکہ اول ملک اُس لونڈی کی خود کی ہوتی ہی اُسکی تبعیت مین صحبت حلال ہوجاتی ہے) اور نکاح سنت ہے - اور جبکہ خواہش صحبت زیادہ ہو اُس صورت مین نکاح واجب ہی (تاکہ زنا مین مبتلا ہونے سے محفوظ رہے) اور نکاح (ایک کے) ایجاب اور (دوسرے کے) قبول سے ہوجاتا ہی (مگر شرط یہ ہی کہ ایجاب اور قبول ایسے الفاظ سے ہون) جو زمانہ گذشتہ کے لیے بنائے گئے ہون (خواہ دونون زمانہ گذشتہ کے لیے موضوع ہون) یا ایک (مثلاً مرد کہے کہ مین نے تجھ سے نکاح کیا اور عورت کہے کہ مین نے قبول کیا یہان دونون ماضی ہین یا عورت کہے کہ مجھ سے بیاہ کرلے اور مرد کہے کہ مین نے تجھ سے بیاہ کرلیا اسمین ایک لفظ ماضی ہی) اور نکاح لفظ نکاح اور تزویج اور اُن لفظون سے درست ہوتا ہے جو اُسیوقت چیز کے مالک کردینے کے لیئے بنائے گئے ہین (مثلاً ہبہ کے لفظ سے درست ہوجاویگا لیکن اجارے کے لفظ سے درست نہوگا اسلیے کہ لفظ اجارہ چیز کی ملکیت کے واسطے نہین بنا

نالہ نفع کے مالک کر دینے کو بنا ہی اور وصیت کے لفظ سے بھی درست نہین اسلیئے کہ وصیت اسی وقت چیز کی ملکیت کے لیے نہین ہے بلکہ بعد موت کے مالک کر دینے کو بنی ہی) اور (شرط یہ ہے کہ ایجاب وقبول) دو آزاد مردون خواہ ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتون کے سامنے ہو۔ اور وہ دونون عاقل اور بالغ اور مسلمان ہون اگرچہ گناہگار ہون یا گالی دینے کے بدلے مین انکو سزا شرعی ہوئی ہو یا دونون اندھے ہون یا دونون خاوند بی بی کی اولاد ہون۔ اور اگر کوئی مسلمان مرد کسی ذمی عورت سے دو ذمیون کے سامنے نکاح کرے (یعنی گواہ نکاح کے دو ذمی ہون) تو (یہ نکاح) درست ہے اور جس شخص نے کسی دوسرے سے کہا کہ میری صغیر لڑکی کا نکاح کر دے اور اسنے ایک مرد کے سامنے نکاح کر دیا اور باپ موجود تھا تو نکاح درست ہوگا اور اگر موجود نہوگا تو (نکاح) درست نہوگا (اسلیئے کہ باپ کے موجود ہونے سے باپ خود نکاح پڑھنے والا مانا جاویگا اور وہ مرد اجنبی اور ایک جسکو نکاح کر دینے کو کہا تھا دونون گواہ ٹھہرینگے اور اگر باپ موجود نہوگا تو صرف ایک شخص اجنبی گواہ رہیگا اور یہ درست نہین)

فصل اُن عورتون کے بیان مین جنسے نکاح کرنا حرام ہی۔ حرام ہے نکاح کرنا اپنی مان سے اور بیٹی سے اگرچہ دور کی ہون (یعنی نانی ہو یا دادی یا نواسی ہو یا پوتی ایک مرتبہ کی ہو یا کئی مرتبہ کی) اور (حرام ہے نکاح کرنا) اپنی بہن اور بھانجی اور بھتیجی اور پھوپھی اور خالہ اور ساس اور اپنی بی بی کی لڑکی سے بشرطیکہ بی بی سے صحبت کر چکا ہو (اور اگر صحبت نہ کی ہو تو نکاح اسکی لڑکی سے درست ہے) اور اپنے باپ کی جورو سے اور اپنی بہو سے اگرچہ باپ اور بیٹا دور کا ہو (یعنے دادا ہو یا پوتا ان کی بی بی سے نکاح کرنا حرام ہے) اور یہ سب رشتے دودھ کے ناتے سے بھی حرام ہین (جیسے

نسب میں حرام ہین) اور (حرام ہے) جمع کرنا دو بہنون کا نکاح مین یا صحبت مین خریدنے کی جہت سے (یعنے دو بہنون کو نہ نکاح مین جمع کرنا چاہیئے نہ خرید کر ایک ساتھ حرم بنانا چاہیئے) پس اگر کوئی شخص اپنی لونڈی سے صحبت کرلے پھر اُسکی بہن سے نکاح کرے تو اب دونون مین سے ایک کے ساتھ بھی ہم بستر نہو اس لیے کہ دو بہنونکا جمع کرنا صحبت مین لازم آجاویگا گو ایک کی صحبت نکاح سے ہوگی اور دوسری کی ملکیت کی جہت سے) جب تک خریدی ہوئی لونڈی کو بیچ نہ ڈالے (اُسکے فروخت کے بعد منکوحہ سے صحبت جائز ہوجاویگی) اور اگر کسی مرد نے دو بہنون سے دو عقدون مین نکاح کیا اور یہ معلوم نہین کہ اول کسکا ہوا تو اُس مرد اور اُن دونون بہنون مین جدائی کردیجاوے اور اُن دونون بہنون کو آدھا مہر ملیگا (اسلیے کہ صحبت سے پہلے جدا ہونیکی صورت مین آدھا مہر لازم آتا ہے اور یہ معلوم نہین کہ کسکو ملنا چاہیئے اسواسطے یہ آدھا مہر دونونکو نصف نصف ملے گا) اور (نہین درست ہے جمع کرنا) ایسی دو عورتونکو جون سی اُن مین سے مرد مفروض کیجاوے تو دوسری کے ساتھ اُسکا نکاح درست نہو (مثلاً پھوپھی اور بھتیجی کو ایک ساتھ نکاح مین نہ رکھے اسلیئے کہ انمین سے جسکو مرد فرض کرین تو اُسکا نکاح دوسری سے درست نہین) اور زنا کرنا اور شہوت سے ہاتھ لگانا اور مرد کو شہوت سے عورت کی شرمگاہ کا دیکھنا یا اسکا عکس ان سب باتون سے حرمت دامادی ثابت ہوجاتی ہے (یعنے جسطرح منکوحہ کی مان حرام ہے اسیطرح جس عورت سے زنا کیا ہو یا اُسکو شہوت سے ہاتھ لگایا ہو یا اسکی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھا ہو اُسکی مان سے بھی نکاح کرنا حرام ہے اور (حرام ہے) اپنی طلاق دی ہوئی بیوی کی بہن سے نکاح کرنا جب تک کہ وہ طلاق کی عدت مین ہو اور (اسیطرح)

اپنی لونڈی سے نکاح کرنا اور غلام کو اپنی مالکہ سے نکاح کرنا اور مسلمان کو مجوسی اور بت پرست عورت سے نکاح کرنا (ناجائز ہے) اور درست ہے کتابیہ عورت سے (یعنی یہودی خواہ نصرانی سے) نکاح کرنا اور صابیہ عورت سے (بھی جائز ہے صابی ایک فرقہ نصاری کا ہی جو زبور پڑھتے ہین اور بعضے ستارونکی تعظیم کرتے ہین لیکن اونکی تعظیم عبادت کے طور پر نہین کرتے تاکہ مشرک ہوجاوین) اور (درست ہے احرام والی عورت سے (نکاح کرنا) اگرچہ مرد بھی محرم ہو۔ اور دوسرے کی لونڈی سے (نکاح کرنا) گو (وہ لونڈی) اہل کتاب (مین سے) ہو اور (درست ہے) لونڈی (کے نکاح) پر آزاد عورت سے نکاح کرنا نہ اسکا عکس (یعنے یہ جائز نہین کہ آزاد عورت اگر نکاح مین ہو تو اُسپر لونڈی سے نکاح کرے) گو (یہ لونڈی کا نکاح اُس عورت آزاد کی عدت کے دنون مین ہو (تاہم جائز نہوگا) اور نکاح کرنا صرف چار عورتون آزاد کا خواہ چار لونڈیون کا درست ہے (یعنے چار عورتونکے سوا نکاح مین جمع کرنا درست نہین خواہ وہ آزاد ہون یا لونڈیان) اور غلام کو صرف دو عورتون سے نکاح کرنا درست ہی (خواہ آزاد ہون یا لونڈیان) اور نکاح اُس عورت کا جسکو زنا سے پیٹ ہو درست ہے نہ دوسری طرح کا پیٹ (یعنے جس عورت کا حمل زنا سے نہو اُسکا نکاح درست نہین) اور جائز ہے نکاح اُس عورت کا جس سے صحبت ملک کے باعث یا زنا کے طور کی ہو (یعنے بعد صحبت کے نکاح اُس سے درست ہے) اور (درست ہے نکاح) اُس عورت کا جو حرام عورت کے ساتھ عقد مین آئی ہو (اسطرح کہ ایک عقد مین دو عورتون سے نکاح کیا کہ ایک اُن دونون مین سے اُسپر حرام تھی تو دوسری کا نکاح درست ہوگا) اور مہر جتنا ٹھہرایا ہو تمام وکمال اُس حلال عورت کا ہوگا (اُس حرام

عورت کو کچھ نہ ملے گا) اور باطل ہی نکاح متعہ اور میعادی (متعے کی صورت یہ ہی کہ کسی عورت سے
کہے کہ مجھ سے اسقدر روپیہ لے لے تاکہ مین تجھ سے اتنے دنون کام نکالون اور
یہ معاملہ شروع اسلام مین مشروع تھا پھر منسوخ ہوگیا اور میعادی نکاح کی صورت
یہ ہی کہ کسی عورت سے نکاح کی سب شرطون کے ساتھ نکاح کرے اور کہے کہ مین نے
ایک مہینے کیواسطے تجھ سے نکاح کیا ہی اس نکاح کا حال بھی متعے کا سا ہے) اور جائز ہے
مرد کو صحبت کرنی ایسی عورت سے جو یہ دعوے کرے کہ تو نے مجھ سے نکاح کیا ہے
اور گواہونکی رو سے اسپر حکم نکاح کا کر دیا جاوے حالانکہ (واقع مین) نکاح نہوا ہو
(یعنے ایک عورت نے قاضی کے سامنے دعوی کیا کہ اس مرد نے مجھ سے نکاح کیا ہے
اور اس دعوی پر گواہ گذرانے اور قاضی نے گواہی مانکر دونون مین حکم نکاح کا کر دیا
تو اس صورت مین اس مرد کو اس عورت سے صحبت کرنی جائز ہے گو واقع مین
نکاح نہین ہوا تھا اور گواہون نے جھوٹی گواہی دی تھی اور اس مسئلے مین امام شافعی کا
خلاف ہی وہ کہتے ہین کہ چونکہ حقیقت مین نکاح نہ تھا اسیلئے صحبت درست نہین اور دلیل
امام اعظمؒ کی یہ ہی کہ اگر پہلے نکاح نہ تھا تو اب ہوگیا یعنی قاضی کے حکم نے گویا نیا عقد
کر دیا لیکن اس عورت کا حلال ہو جانا اس امر پر مشروط ہی کہ کوئی اور سبب مانع نکاح کا اوس
مرد و عورت مین نہو مثلاً ایک دوسرے کے محرم نہون اور دودھ کا رشتہ نہو اور
روایت صحیح ہے کہ یہ مقدمہ حضرت علی رضؓ کی خلافت مین واقع ہوا تھا کہ ایک شخص نے
ایک عورت پر دعوی نکاح کا کیا اور جھوٹے گواہ گذران دیئے حضرت علی رضؓ نے ان
دونون مین نکاح کا حکم کر دیا عورت نے عرض کیا کہ بہتر اگر اب کچھ چارہ نہین تو میرا نکاح
اس مرد سے کر دو اسیلئے کہ واقع مین نکاح نہین ہوا آپ نے فرمایا کہ انہین گواہون نے

تیسرا نکاح کر دیا یعنے حاجت دوسرے نکاح کی نہین)

باب بیان مین ولیون اور کفوون کے

باب بیان مین ولیون اور کفوون (یعنے ہمسرون) کے جو عورت کہ آزاد اور عاقل اور بالغ ہو اُسکا نکاح بدون اجازت اُسکے ولی کے جائز ہے (اور اس مسئلے مین امام شافعیؒ کا خلاف ہے کہ اُنکے نزدیک بدون ولی کی اجازت کے نکاح نہین ہوتا اور دلیل امام اعظمؒ کی یہ ہے کہ آیات قرآنی مین معاملات کی نسبت عورتون کیطرف بہت جگہہ ہی چنانچہ اس آیت مین فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا فَعَلْنَ فِي أَنْفُسِهِنَّ اور اس آیت مین فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ عورت مالک عقد کی ہوتی ہے) اور باکرہ عورت یعنی کنواری اگر بالغ ہو تو ولی کو نہین پہنچتا کہ زبردستی سے اُسکا نکاح کردے (اس مسئلہ مین بھی امام شافعی رح کا خلاف ہے اور دلیل امام اعظمؒ کی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی کہ کنواری سے اُسکے خود کے باب مین اجازت طلب کیجاوے اور اُسکا چپ رہنا اجازت ہی اور اسیکے موافق بہت سے قصون مین ابوداود اور نسائی اور ابن ماجہ اور احمد اور دارقطنی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے) پس اگر ولی نے کنواری سے اجازت مانگی اور وہ چپ ہو رہی یا ہنس پڑی یا یہ کہ ولی نے اُسکا نکاح کر دیا اور وہ نکاح کو سنکر چپ ہو رہی تو یہ اذن مین داخل ہی لیکن اگر ایسا شخص اجازت مانگے جو ولی نہو تو زبان سے اجازت دینی ضرور ہے جیسے اُس عورت کی اجازت جو کنواری نہو (یعنے اُسکا چپ رہنا یا ہنس دینا اجازت مین کافی نہین زبان سے کہنا معتبر ہے) اور جس عورت کی بکارت کودنے سے خواہ حیض کے خون سے خواہ بہت دنون ٹھہرنے سے خواہ زنا سے جاتی رہی ہو تو وہ (زبردستی نکاح کرنے اور اجازت مانگنے مین مثل) کنواری (کے) ہے اور اگر عورت اور شوہر

چپ رہنے مین مختلف ہون تو عورت کا قول معتبر ہوگا اور ولی کو اختیار ہے چھوٹے لڑکے اور لڑکی کے نکاح کرنے کا (خواہ ولی باپ ہو یا کوئی اور) اور ولی عصبہ ہوتا ہی وراثت کی ترتیب پر (یعنے جو شخص ارث مین مقدم ہے وہ ولی نکاح ہونے مین بھی مقدم رہے) اور اُن دونون کو بعد بالغ ہونے کے اختیار عقد کے توڑنے کا ہے بشرطیکہ نکاح باپ دادا کے سوا کسی اور نے کیا ہو اور قاضی کا حکم (بھی واسطے اس عقد کے توڑنے کے) شرط ہے (یعنے نابالغ کو چاہیئے کہ بعد بالغ ہونے کے قاضی کے یہان رجوع کرے تاکہ وہ اُس نکاح کو توڑ دے) اور صغیرہ کا اختیار جاتا رہتا ہے جس صورت مین کہ حال نکاح کا اُسنے اپنے کنوارے پن مین جانا اور بعد بالغ ہونے کے چپ ہو رہی اور صغیر کا اختیار بعد بلوغ کے چپ رہنے سے نہین جاتا جبتک راضی نہو جاوے گو رضامندی حال کی دلالت سے معلوم ہوتی ہو۔ اور اگر اُن دونون مین سے نکاح کے ٹوٹنے سے پیشتر کوئی مرجاویگا تو دوسرا اُسکے ترکے وراثت پاویگا اور غلام اور نابالغ اور دیوانے کو ولی ہونے کا حق نہین اور نہ مرد کافر مسلمان عورت کا ولی ہو سکے۔ اور جس صورت مین کہ عورت کے کوئی عصبہ نہو تو ولایت مان کو ہے پھر حقیقی بہن کو پھر علاتی بہن کو پھر اخیافی بھائی یا بہن کو پھر ذوی الارحام کو (مثلاً نواسی کو یا بھانجے کو) اور اگر یہ بھی نہون تو حاکم کو حق ولایت ہے (یعنے بادشاہ یا قاضی کو۔ اور) اگر ولی قریب موجود نہو بلکہ اتنے فاصلے پر ہو کہ وہان تک جانے مین نماز قصر سے پڑھی جاوے تو دور کے ولی کو اختیار نکاح کر دینے کا ہے اور اسکا نکاح کیا ہوا قریب تر کے ولی کے آنے سے جاتا نرہے گا (بلکہ بدستور صحیح رہے گا) اور دیوانی عورت کا ولی اُسکا لڑکا ہوتا ہے باپ نہین ہوتا

جسکا باپ ایک ہو
جسکی مان ایک ہو

فصل

فصل جو عورت غیر کفو سے نکاح کرلے تو ولی خاوند بی بی کو جدا کردے اور اُسکے بعض ولیون کا راضی ہونا ایسا ہے جیسا سب کا راضی ہونا اور اُسکے خاوند سے مہر کا لینا اور اسیطرح کی بات کرنی (مثلاً اُسکے جہیز کا سامان کردینا) رضامندی ہے چپ ہو رہنا رضامندی نہین۔ اور ہمسری اور برابری نکاح مین نسب کی راہ سے معتبر ہوتی ہے پس قریشی آپس مین ایک دوسرے کے کفو اور برابر ہین اور عرب کے لوگ سوائے قریش کے سب آپس مین کفو (ہین) اور (برابری کا اعتبار) آزادی اور مسلمان ہونے مین (بھی چاہیئے) اور جسکا باپ اور دادا آزاد اور مسلمان ہو وہ مثل اُس شخص کے ہے جسکی پشتہا پشت ایسی ہی ہون (یعنے جو شخص باپ اور دادے سے مسلمان اور آزاد ہو وہ ایسے شخص کا کفو ہے جسکی بہت پشتین آزاد مسلمان ہون) اور (برابری کا اعتبار) پرہیزگاری اور بدکاری اور توانگری اور پیشہ وری کی راہ سے (بھی چاہیے جیسے لوہار اور بڑھئی اور جولاہا اور گندھی اور چمار اور جاروب کش کہ انمین سے ہر ایک اپنے ہم پیشہ کے برابر ہے) اور اگر عورت اپنے نکاح مین مہر مثل سے گھٹاوے تو ولی کو اختیار ہے کہ نکاح کو توڑ دے یا مہر کو کامل کردے اور اگر کوئی شخص اپنے بچے کا نکاح غیر کفو سے کردے یا مہر بہت سا گھٹا کر باندھے تو نکاح درست ہے۔ مگر سوا باپ اور دادے کے اور کسی کو یہ امر جائز نہین۔

فصل

فصل چچا کے بیٹے کو اختیار ہے کہ اپنے چچا کی دختر کا نکاح اپنے آپ سے کرلے۔ اور اگر عورت نے اُسکو وکیل (اپنے نکاح کردینے کا کیا ہو تو اُس) کو بھی اختیار ہے (کہ اُس وکیل کرنے والی کو اپنے نکاح مین لے آوے (اسلیئے کہ یہ دونون اگر اپنے سوا کسی دوسرے سے اُن عورتونکا نکاح کردین تو جائز ہوتا ہے اگر خود اپنی ذات سے کرلین گے

تب بھی درست ہوگا) اور اگر غلام یا لونڈی بدون اجازت آقا کے اپنا نکاح کرلے تو یہ
نکاح آقا کی اجازت پر موقوف رہیگا جیسے فضولی (اجنبی) کا نکاح (کہ وہ بھی طرفین کی اجازت پر
موقوف رہتا ہے اگر وہ اجازت دین تو درست ہوجاتا ہے ورنہ باطل نکاح مین فضولی
اس کو کہتے ہین کہ مرد وعورت کی اجازت کے بدون خواہ بغیر ایک کی اجازت کے
بالا بالا نکاح کردے) اور نصف عقد غائب شخص کے قبول کرنے پر موقوف نہین رہتا
(یعنے اگر ایک طرف سے ایجاب ہوا اور دوسری جانب وہان موجود نہین تو یہ ایجاب
اسکی حاضری پر موقوف نرہیگا بلکہ اسکے آنے کے بعد نئے سر سے ایجاب کرنا چاہیئے
پہلا ایجاب جو ہوا تھا بیکار گیا) اور اگر کسی شخص نے دوسرے کو وکیل کیا ہو کہ میرا نکاح
ایک عورت سے کردے اور وہ دو عورتون سے اس کا عقد کردے تو وہ شخص اس کے
حکم کا خلاف کرنے والا ہوگا (یعنے اسکا عقد کرنا ثانی اجازت پر موقوف رہیگا) اور
اگر لونڈی سے اسکا عقد کردے گا تو (پہلی ہی اجازت سے) جائز ہوگا۔

باب۔ مہر کے بیان مین۔ نکاح بدون ذکر مہر کے بھی درست ہے اور مہر کم سے کم دس درم ہے
(اور امام شافعیؒ کے نزدیک جو چیز کہ کسی کار آمد شے کی قیمت ہوسکے خواہ تھوڑی ہو یا بہت
وہ مہر ہونے کی لیاقت رکھتی ہے اور دلیل امام اعظمؒ کی قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کا ہے کہ مہر دس درم سے کمتر نہین روایت کیا اس حدیث کو حاکم نے اور قول
حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی ایسا ہی ہے روایت کیا اسکو دار قطنی اور بیہقی نے)
پس اگر مہر دس درم ٹھہرایا یا اس سے کم تو صحبت کرنے سے خواہ میان بی بی مین سے
ایک کے مرجانے سے دس درم واجب ہوجاتے ہین اور قبل صحبت کے طلاق دیدینے
سے مہر مذکور آدھا رہ جاتا ہے۔ اور اگر مہر معین نہ کیا ہو یا یہ کہا ہو کہ مہر نہ دونگا تو (ان

صورتون مین) عورت کو مہر مثل (یعنے اُس جیسی عورت کا مہر) بشرط صحبت یا مرجانے
خاوند کے ملیگا اور اگر صحبت سے بیشتر خاوند اُسکو چھوڑ دے تو جوڑا ملیگا اور اسمین تین
کپڑے ہین پیراہن اور دامنی اور چادر اور جو چیز کہ عقد نکاح کے بعد ٹھہری ہو یا مہر بڑھائی گئی ہو اُسکو نصف نکرین (یعنے اگر صحبت سے بیشتر طلاق دین تو اصل
مہر کا نصف دلادین جو زیادتی بعد ہوئی ہو اسکو نصف نکرین) اور جائز ہی عورت کا اپنے
مہر کو گھٹا دینا۔ (یعنے اگر مہر زیادہ بندھا ہو اور عورت کہے کہ مین اسقدر کم کیے دیتی ہون
تو جائز ہے) اور عورت سے خلوت کرنی بدون مرض کے (کہ نہ خود مریض ہو نہ عورت) اور بدون حیض اور بدون اپنے اور اُسکے احرام کے اور بدون روزہ فرض کے
صحبت کرنے کے حکم مین ہے اگرچہ مرد ذکر کٹا یا نامرد یا خصیہ نکالا ہوا ہو (کہ ان سبکا
عورت کے ساتھ علیحدہ ہونا ایسی طرح کہ عذر شرعی صحبت کے نکرنے کا
موجود نہو خلوت صحیحہ ہوتی ہے) اور عورت کو ان سب صورتون مین (بعد طلاق کے
یا خاوند کے مرنے کے احتیاطاً) عِدّت واجب ہی (اگرچہ واقع مین صحبت کا ہونا ان
شخصون سے محال ہے) اور مستحب ہے جوڑا دینا سوا مفوضہ کے ہر ایک طلاق
والی عورت کو (خواہ اُس سے صحبت کی ہو یا نہین اور اگر مفوضہ کو پہلے صحبت کے
طلاق دی ہو تو اُسکو جوڑا دینا واجب ہی اور مفوضہ وہ عورت ہی جسکا نکاح بدون ذکر
مہر کے ہوا ہو) اور نکاح شغار مین مہر مثل واجب ہی (اور شغار اُس نکاح کو کہتے ہین
کہ ایک شخص اپنی لڑکی خواہ بہن کا نکاح دوسرے شخص سے اس شرط سے
کرے کہ دوسرا بھی اپنی لڑکی خواہ بہن کو اول شخص سے بیاہ دے اور اس کے سوائے اس شرط کے
اور مہر کچھ نہ ٹھہرے پس اس صورت مین یہ شرط لغو ہوگی اور مہر مثل لازم آویگا) اور اگر

نکاح اس شرط پر کیا کہ شوہر آزاد منکوحہ کی خدمت بجالاویگا اسکو قرآن پڑھاویگا تو ان دونوں صورتوں مین بھی مہر مثل واجب ہوتا ہے (نہ خدمت اور قرآن کا پڑھانا) ہان اگر شوہر غلام ہو (اور شرط خدمت کرے) تو البتہ (اس صورت مین) عورت کو (بجاے مہر مثل کے) شوہر سے خدمت لینی لازم ہوگی اور اگر کسی عورت کا مہر ہزار تھا اور خاوند سے ہزار مہر کی بابت لے کر اسکو ہبہ کر دیئے پھر اس عورت کو صحبت سے پہلے طلاق ہو گئی تو خاوند آدھا مہر یعنی پانسو عورت سے اور لے (اسواسطے کہ ہزار جو مہر کے واجب وہ اسنے دیدیئے تھے مگر پہلے صحبت کے طلاق دیدینے سے اسکے ذمے صرف پانسو ہی لازم ہوے اسلیئے پانسو عورت سے ہٹا لیوے اور وہ جو ہزار لے چکا ہی وہ ہبہ کے تھے مہر سے انکو کچھ علاقہ نہین) پھر اگر ایسی صورت ہو کہ عورت ہزار نہ لے یا پانسو ہی لے اور ہزار خاوند کو ہبہ کرے یا جو اسباب کہ مہر مین تھا اسکو قبضہ کرنے سے پہلے یا پیچھے خاوند کو ہبہ کر دے اور پھر صحبت سے پہلے طلاق دیجاوے تو اس صورت مین خاوند اس سے کچھ نہ پھیرے (اسلیئے کہ ان صورتوں مین عورت کے پاس کچھ زائد نہین پہونچا ہی کہ خاوند اس سے واپس کرے اور صورت مہر کے اسباب کو قبضہ سے پہلے ہبہ کرنے کی یہ ہی کہ خاوند نے کوئی چیز مہر کے ادا کرنے کو ٹھہرائی تھی عورت نے وہ چیز مول لیکر خاوند کو ہبہ کر دی) اور اگر کسی عورت سے اس شرط سے نکاح کیا کہ اسکو اسکے وطن سے باہر نہ لیجاونگا یا اوسپر دوسرا نکاح نکرونگا اور ہزار مہر کے ٹھہرائے یا یہ شرط کی کہ اگر اسکو اسکے وطن مین رکھونگا تو ہزار دونگا اور وطن سے باہر لیجاونگا تو دو ہزار دونگا پس اگر شرط کو پورا کیا اور اسکے وطن ہی مین رہا تب اسکو ہزار دینے پڑینگے اور اگر (شرط) پوری نہ کی (اور اسکے وطن مین اسکے ساتھ نہ ٹھہرا) تو اسکو مہر مثل دینا ہوگا۔ اور اگر مہر عورت کا نکاح مین دو غلامون سے ایک کو

کہا (معین نہ کیا کہ کون سا ہے اور اُن دونون غلامون کی قیمت مختلف ہو) تو (اس صورت مین)
مہر مثل (کو) حکم کیا جاوے گا (یعنے مہر مثل جس غلام کی قیمت کے موافق ہوگا وہی
غلام مہر مین رہیگا) اور اگر نکاح کیا کسی گھوڑے یا گدھے کی عوض (یعنے گھوڑا اور گدھا
معین نہ کیا) تو بیچ کی جنس دینی واجب ہوگی (یعنے نہ بہت اچھا نہ بہت برا دینا ہوگا)
خواہ میانہ جانور کی قیمت واجب ہوگی۔ اور اگر مہر ایک نقصان کپڑے کا مقرر کیا یا شراب
یا سور (کو ٹھہرایا) یا کہا (کہ) اس سرکے پر (نکاح کرتا ہون) اور وہ شراب تھی یا (کہا
کہ) اس غلام خاص پر اور وہ آزاد تھا تو (ان سب صورتون مین) مہر مثل واجب ہے۔ اور
اگر دو غلامون معین کو مہر ٹھہرایا اور (اُنمین سے) ایک آزاد نکلا تو مہر (صرف وہی)
غلام (رہا قیماندہ) ہوگا اور نکاح فاسد مین مہر مثل صرف صحبت سے واجب ہوتا ہی
اور وہ بھی (جسقدر خاوند بی بی نے) مقرر (کیا تھا اُس) مقدار سے زائد دینا نہ چاہئیے
اور نکاح فاسد سے بچے کا نسب ثابت ہوتا ہی (یعنی ولد الزنا نہ کہلاویگا) اور عدت بھی
(عورت پر لازم ہوتی ہے) اور مہر مثل عورت کے باپ کی قوم کا معتبر ہوتا ہی
جب دونون (عورتین) عمر (مین) اور خوبصورتی (مین) اور مال اور شہر اور زمانہ اور
عقل اور دینداری اور کنواری ہونے مین برابر ہون اور اگر (اس طرح کی عورت باپ کی
قوم مین) نہ پائی جاوے تو اجنبی عورت کا (جو اُسکی برابر ان چیزون مین ہو) مہر معتبر ہوگا)
اور اگر عورت کا ولی (خاوند کی طرف سے) مہر کا ضامن ہوجاوے تو درست ہی اور عورت کو
(اس صورت مین) اختیار ہی چاہے مہر کا مطالبہ اپنے ولی (ذمہ دار) سے کرے خواہ خاوند سے
(مانگے) اور عورت کو پہنچتا ہی کہ اپنے مہر کے لینے کیواسطے مرد کو صحبت کرنے سے اور دوسرے
شہر مین لیجانے سے روکے گو (اول اُس سے) صحبت کرچکا ہو اور اگر عورت دمڑی مہر کی

مقدار مختلف بیان کریں تو مہر مثل کو حکم کیا جاویگا (جسکے بیان سے مہر مثل ملتا ہوگا وہی معتبر ہوگا) اور اگر پہلے صحبت سے طلاق دیدی ہو (اور مہر مین اختلاف واقع ہو) (تو اس صورت مین) جوڑے کو حکم کیا جاویگا[1] اور اگر اصل مہر مین تکرار ہو (کہ ایک کہے کہ مہر کچھ ٹھہرا ہی اور دوسرا کہے کہ کچھ نہین ٹھہرا) تو مہر مثل واجب ہوتا ہی گو دونون خاوند بی بی مرجاوین اور اگر (خاوند بی بی کے) وارث (بعد ان دونون کے مرجانیکے) مقدار مہر مین اختلاف کرین تو مرد کے وارثون کا قول معتبر ہوگا (عورت کے وارثون کا نہوگا) اور جو شخص اپنی بی بی کو کچھ بھیجے پھر وہ عورت دعوے کرے کہ وہ چیز ہدیہ تھی اور مرد کہے کہ وہ مہر مین تھی تو (اس صورت مین) قول مرد کا معتبر ہوگا ان چیزون مین جو کھانے کی جنس سے نہون (یعنے کھانے کی چیزون کو مہر مین سے تصور نکرینگے گو مرد بیان کرے کہ مین نے مہر کی نیت سے بھیجی تھی اسلیے کہ ظاہر حال سے وہ جھوٹا معلوم ہوتا ہے) اور اگر کوئی جزیہ دینے والا مرد جزیہ دینے والی عورت سے نکاح کرے کسی مردار جانور کے عوض مین خواہ بدون مہر کے اور یہ امر انکے یہان جائز ہو پھر اس سے صحبت کیجاوے یا قبل صحبت کے طلاق دیجاوے یا خاوند مرجاوے تو اس عورت کا مہر کچھ نہ ملیگا اور یہی حال حربی عورتون کا ہے کفرستان مین (کہ ان صورتون مین انکو مہر نہ ملیگا یعنی اگر وہ عورتین قاضی کے یہان نالش کرینگی تو قاضی خاوند پر مہر کا حکم نہ دیگا) اور اگر کوئی ذمی کسی ذمی عورت سے معین شراب کے عوض یا معین سور کے عوض مین نکاح کرے پھر وہ دونون مسلمان ہوجاوین یا ایک (ان مین سے مسلمان ہوجاوے) تو عورت کو وہی شراب اور سور ملینگے اور اگر شراب اور سور کو معین نکرے تو شراب کی قیمت ملیگی اور سور کی صورت مین مہر مثل دلایا جاویگا

[1] یعنے اگر عورت کا جوڑا جسکے بیان سے مطابق پڑیگا وہی معتبر ہوگا ۱۲

باب غلام کے نکاح کے بیان میں غلام اور لونڈی اور مکاتب اور مدبر اور خاوند سے
اولاد والی لونڈی کا نکاح بدون مالک کی اجازت کے جائز نہیں پس اگر کوئی غلام آقا
کی اجازت سے نکاح کرے تو مہر میں بیچڈالا جاویگا اور مدبر اور مکاتب (یعنی جو آقا کے
مرنے کے بعد یا کسیقدر مال پر آزاد ہو تو یہ دونوں مہر میں) نہ بیچے جاوینگے (بلکہ) کما کر مہر
ادا کرینگے اور (اگر آقا کو غلام کے نکاح کرلینے کی خبر ہوئی اور اس نے غلام سے کہا کہ)
اس عورت کو طلاق رجعی دیدے تو (یہ) لفظ اجازت (نکاح کی تصدیق) ہوگا (اسلئے
کہ طلاق رجعی وہی ہے جسمین پھر عورت سے رجوع کرنا درست ہو) اور (اگر اسنے یہ کہا
کہ اس عورت کو طلاق دیدے یا الگ کردے (تو ان الفاظ سے نکاح کی) اجازت نہوگی
اور اجازت نکاح فاسد کو بھی شامل ہے (یعنے آقا نے اگر اجازت دی اور غلام
نے نکاح فاسد کیا تو یہ نکاح بھی آقا کی اجازت سے شمار ہوگا) اور اگر مالک اپنے
کسی غلام کا نکاح کسی عورت سے کردے اور اس غلام کو تجارت کی اجازت دے رکھی ہو
تو یہ نکاح جائز ہوگا اور عورت اپنے مہر کے باب میں اور قرضخواہونکی شریک ہوگی (یعنے
غلام پر اگر لوگونکا تجارت میں قرض ہوگا تو عورت کا مہر بھی منجملہ ان قرضوں کے متصور
ہوگا) اور جو شخص اپنی لونڈی کا نکاح کردے تو اسکے ذمے یہ لازم نہیں کہ اسکے لیئے
کوئی جگہ بھی علیحدہ سونے کی مقرر کردے بلکہ وہ عورت آقا کی خدمت کرے اور خاوند
کو جب موقع ملے اس سے ہم بستر ہو اور آقا کو اپنے غلام اور لونڈی کا نکاح
زبردستی کرنا درست ہے (یعنے ان کا دل چاہے یا نہ چاہے آقا کو اختیار ہے
کہ نکاح کردے) اور آقا اگر اپنی لونڈی کو شوہر کی صحبت سے پہلے مارڈالے
تو اسکا مہر ساقط ہوجاتا ہے لیکن اگر آزاد عورت اپنے آپ کو صحبت سے پہلے

مار ڈالے تو اُسکا مہر بجا دیگا (اُسکے وارثون کو مہر کا دعوی پہونچتا ہے) اور عزل کے باب مین اجازت آقا کی چاہیئے (لونڈی کا قول معتبر نہین۔ عزل اُسکو کہتے ہین کہ صحبت کے وقت انزال سے پہلے ذکر نکال لے تاکہ نطفہ باہر گرے اور حمل نہ رہے اور یہ حرکت کراہت کے ساتھ درست ہے) اور اگر کوئی لونڈی یا مکاتبہ (نکاح کے بعد آزاد ہوجاوے تو اُنکو (نکاح کے باقی رکھنے اور توڑ دینے کا) اختیار دیا جائے گا اگرچہ اُسکا شوہر آزاد ہو (اس مین امام شافعی کا خلاف ہے اور جس صورت مین کہ اُسکا شوہر غلام ہو تو اُنکو بالاتفاق اختیار ہے) اور اگر لونڈی بدون اجازت (آقا کے) نکاح کرے اور پھر آزاد کیجاوے تو اُسکا نکاح (کہ موقوف تھا اب) بدون اختیار کے جاری ہوجاویگا پھر اگر اُسکا شوہر (اُسکے) آزاد ہونے سے پیشتر (اُس سے) صحبت کر چکا ہو تو مہر آقا کو ملیگا اور اگر بعد آزاد ہونے کے صحبت کرے تو مہر لونڈی کا ہوگا اور اگر کوئی شخص اپنے بیٹے کی لونڈی سے صحبت کرے اور اُس سے بچہ پیدا ہوا اور وہ اُسکا دعویٰ کرے (کہ میرا ہے) تو اُس بچے کا نسب باپ سے ثابت ہوگا اور وہ لونڈی اُسکی حرم ہوجاویگی اور اُسکی قیمت (اپنے بیٹے لونڈی کے مالک کو) دینی پڑیگی صحبت کا تاوان اور بچے کی قیمت نہ دینی ہوگی اور اگر باپ نہو (اور دادا یہی بات کرے) تو دادا کا حال بھی باپ ہی کا سا ہے اور اگر بیٹا اپنی لونڈی کا نکاح باپ سے کرے اور اُس سے اولاد ہو تو وہ لونڈی باپ کی حرم نہوگی (بلکہ اُسکی منکوحہ ہے) اور (اس صورت مین) باپ پر اُسکی قیمت نہ واجب ہوگی بلکہ مہر واجب ہوگا اور اُسکی اولاد آزاد ہوگی (اسلیئے کہ لونڈی کی اولاد کا مالک اُسکا آقا ہوا کرتا ہے اور اس صورت مین آقا اولاد کا علاتی بھائی ہے اسی جہت سے وہ بھائی پر آزاد ہوگی) جو آزاد عورت کہ غلام کے نکاح مین ہو

(وہ اگر) اپنے شوہر کے آقا سے کہے کہ اسکو میری طرف سے ہزار کے عوض آزاد کردے
اور وہ ایسا ہی کرے تو نکاح فاسد ہوجاویگا (اس لیئے کہ اس کلام کے کہنے سے عورت
مذکور اپنے خاوند کی مالک ہوجاتی ہی اور پھر وہ آزاد ہوتا ہے اور عورت کو اپنے شوہر کا
مالک ہونا نکاح کا مفسد ہے) اور اگر ہزار کے عوض نہ کہے تو (البتہ) نکاح فاسد نہوگا (اسلیئے کہ
عورت شوہر کی مالک نہوئی) اور اس صورت مین غلام کی ولا آقا کو پہونچے گی (نہ
اس عورت کو کیونکہ آزاد کرنے والا وہی ہے اور پہلی صورت مین ولا عورت کو پہونچے گی کہ
وہ آزاد کرنے والی ہے اور آقا صرف وکیل ہی ولا اس مال کو کہتے ہین کہ مرنے کے بعد
اگر میت کا کوئی وارث قرابت دار نہو تو اُسکے آزاد کرنے والے کو وہ ترکہ پہونچے ۱۲

باب کافرکے نکاح کے بیان مین

باب کافر کے نکاح کے بیان مین۔ اگر کوئی کافر کسی عورت سے بدون گواہون کے
نکاح کرے یا ایسی عورت سے نکاح کرے جو دوسرے کافر کی عدت مین تھی اور یہ امر
اُنکے دین مین درست ہو تو اب اگر وہ دونون مسلمان ہوجاوینگے تو اُنکا وہی پہلا نکاح
قائم رکھا جاویگا لیکین اگر عورت اُس مرد کی محرم ہوگی (مثلاً بہن یا بیٹی وغیرہ) تو
(اس صورت مین) ان دونون کو جدا کردیا جاویگا (اگرچہ اُنکے دین مین درست ہو)
اور جو مرد خواہ عورت کہ مرتد ہوگئے ہون (یعنے دین اسلام سے پھر گئے ہون) وہ
کسی سے نکاح نکرین (یعنے نہ مسلمان سے نہ ذمی سے نہ مرتد سے اسلیئے کہ مرتد کا نکاح
جائز نہین) اور لڑکا ماں باپ مین سے دین مین بہتر کا تابع ہوتا ہی (یعنے اگر شوہر
مسلمان ہو اور عورت اہل کتاب مین سے تو اُنکی اولاد کو مسلمان تصور کرین گے) اور
آتش پرست بہ نسبت یہودیون اور نصرانیون کے بُرا ہی (اس سے یہ نکلا کہ جو اولاد اہل
کتاب مرد اور آتش پرست عورت سے ہوگی وہ اہل کتاب ہوگی) اور اگر میان بی بی مین

ایک مسلمان ہو جاوے تو دوسرے کو مسلمان ہونیکو کہا جاوے اگر وہ بھی مسلمان ہو جاوے
تو بہتر ہے (نکاح باقی رہیگا) ورنہ دونون کو جدا کر دیا جاوے اور (اگر) مرد (مسلمان
ہونے سے انکار کریگا تو اُس) کا انکار طلاق متصور ہوگا لیکن عورت کا انکار طلاق
نہوگا (بلکہ صرف جدا ہونا ہوگا) اور اگر دونون مین سے ایک دار الحرب مین مسلمان ہو تو عورت
نکاح سے جدا نہوگی جب تک کہ تین بار حیض سے نہولے اور اگر کتاب والی عورت کا شوہر
مسلمان ہو جاوے تو دونون کا نکاح باقی رہیگا (اسلیے کہ مسلمان کو کتابی عورت کا
نکاح جائز ہے) اور دو ملکون کا علیحدہ ہونا جدائی کا سبب ہی نہ قید مین آنا (یعنی
اگر مرد و عورت مین سے ایک مسلمان ہو کر کفرستان سے دار الاسلام مین چلا آوے تو
جدائی ہو جاویگی اور اگر کسیکو اُن مین سے قید کرکے اُسی ملک مین رکھین تو جدائی نہوگی
جبتک کہ اُسکو دار الاسلام مین نہ لاوین) اور جو عورت کہ دار الحرب سے ہجرت کرکے
دار الاسلام کو چلی آوے اور اُسکو حمل نہو وہ بدون عدت مین بیٹھنے کے نکاح کرلے (اور حامل جو
عبارت کنز مین ہی اُسکے معنی جو عورت حاملہ نہو) اور دونون مین سے کسیکا مرتد ہو جانا
اُسیوقت نکاح کا ٹوٹ جانا ہی پس جس عورت سے صحبت کی ہو اُسکا تمام مہر لازم ہوگا اور
جس سے صحبت نہ کی ہو اُسکو نصف مہر دینا پڑیگا (یعنی جس صورت مین کہ مرد مرتد ہو جاوے
اور اگر عورت مرتد ہو تو اُسکو مہر نہ ملیگا) اور مسلمان ہونے سے انکار کردینا مرتد ہونیکے حکم مین ہی
(یعنی جب دونون مین سے ایک مسلمان ہو جاوے اور دوسرے کو مسلمان ہونیکو کہا جاوے
اور وہ انکار کرے اور اس انکار سے دونون مین جدائی واقع ہو تو مہر کے واجب ہونے اور
نہونے مین اس انکار کا حکم مرتد ہونیکا سا ہی جو اوپر مذکور ہوا) اور اگر دونون اکٹھے مرتد
ہو جاوین) اور ساتھ ہی مسلمان ہون تو عورت و مرد مین جدائی نہوگی لیکن اگر

آگے پیچھے مسلمان ہونگے تو جدائی ہوجاوے گی۔

باب - عورتوں کی نوبت کے بیان میں۔ نوبت کے باب میں کواری اور بیاہی برابر ہے اور نئی اور پرانی اور مسلمان عورت اور کتاب والی بھی برابر۔ اور آزاد عورت کی باری لونڈی کی نسبت دونی ہے (اگر ایک روز منکوحہ لونڈی کی باری کا ہو تو دو روز آزاد منکوحہ کے مقرر کرے) اور مرد کو اختیار ہے کہ جس بی بی کے ساتھ چاہے سفر کرے (اس میں باری کی رعایت نہیں مگر) قرعہ ڈالنا مستحب ہے (جسکے نام قرعہ نکلے اسکو ساتھ لیجاوے) اور عورت کو اختیار ہے کہ اگر اپنی باری دوسری عورت کو بخشدی ہو پھر اس سے لے لے (واللہ اعلم)

باب عورتوں کی نوبت کے بیان میں۔ ۱۶ اپنے بیٹے کی اول شادی کی سیکے بیاہے پیچھے کی اپنی باری دوسری شادی کی جودہ ۲۱

کتاب الرضاع

رضاع کا بیان

اس میں دودھ پینے کا بیان ہے۔ دودھ پینا اسکو کہتے ہیں کہ شیرخوار بچہ ایک خاص وقت میں کسی عورت کی چھاتی سے دودھ پیوے اور اسکے باعث اگرچہ تیس مہینے کے اندر کم ہی پیا ہو وہ رشتے حرام ہوجاتے ہیں جو قرابت نسب سے تھے مگر دودھ کی بہن کی ماں اور اسکے بیٹے کی بہن (کہ نسبت میں حرام تھی اور دودھ میں حرام نہیں ہیں اسلیے کہ نسبی بہن کی ماں یا اپنی حقیقی ماں ہوگی یا باپ کی بی بی ہوگی جو دونوں حرام ہیں اور نسبی لڑکے کی بہن یا اپنی بیٹی ہوگی یا اپنی اس زوجہ کی بیٹی ہوگی جس سے صحبت کرچکا ہو اور یہ دونوں بھی حرام ہیں) بخلاف دودھ کے کہ اس میں یہ رشتے حلال ہیں واضح ہو کہ امام شافعی کے نزدیک دودھ پینے سے حرمت کی شرط یہ ہے کہ پانچ بار دودھ پیوے اور امام اعظمؒ کے نزدیک ایکبار کے پینے سے بھی حرمت ثابت ہے اور انکی دلیل قول اللہ تعالیٰ کا ہے وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ کہ اسمیں مطلق

ستیس مہینے جنہوں نے بچپن میں دودھ پلایا

دودھ پلانا ارشاد ہوا پانچ بار کی قید نہیں اور قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ دودھ پینے
سے وہ رشتے حرام ہیں جو نسب سے ہیں اس میں بھی شرط گنتی اور تھوڑے اور بہت کی
نہیں اور اسیطرح حضرت ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ سے مروی ہے اور نیز امام شافعی کے نزدیک
دودھ پینے کی مدت دو برس ہے یعنی اسی کے اندر پینے سے حرمت ثابت ہوتی ہے اور
امام اعظمؒ کے نزدیک تیس مہینے ہیں اور ان کی دلیل یہ آیت ہے وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُونَ شَهْرًا ظاہرا اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حمل اور دودھ چھوڑانے کی
ہر ایک کی مدت تیس مہینے ہیں لیکن چونکہ حمل کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں ہوتی تو
دودھ چھوڑانے کو تیس مہینے قائم رکھے اور اگر یہ بھی مان لیا جاوے کہ مدت جمیع اس آیت میں
مذکور ہے وہ دونوں چیزوں کے مجموعے کے لیے ہے تو جس صورت میں کہ حمل کی کمتر مدت چھ مہینے
اختیار فرمائی ہے تو دو برس بھی کمتر مدت دودھ کی ہوگی) اور دودھ پلانیوالی کا وہ خاوند جس سے
اسکے دودھ پیدا ہوا ہے وہ شیر خوار بچے کا باپ ہوگا اور اسکا بیٹا اس بچے کا بھائی
اور اسکی بیٹی بچے کی بہن اور اسکا بھائی بچے کا چچا اور اسکی بہن اسکی پھوپھی ہوگی
اور اپنے بھائی کی دودھ کی بہن اور نسبی بہن حلال ہو سکتی ہیں (دودھ کی صورت تو
ظاہر ہے مگر نسب کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کے دو لڑکے دو بیبیوں سے ہوں اور
ان بیبیوں میں سے ایک کے ایک لڑکی بھی ہو دوسرے خاوند سے تو یہ لڑکی دوسری بی بی
کے لڑکے کو حلال ہوگی اس لیے کہ ان دونوں میں کوئی قرابت نہیں مگر اسی بی بی کے
لڑکے کو حلال نہیں اسلیئے کہ وہ اخیافی بہن اسکی ہے) اور دو شیر خوار جنہوں نے ایک چھاتی
سے دودھ پیا ہو ائمیں حلت نہیں (یعنے ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا اسلیئے کہ وہ
دونوں بھائی بہن ہیں) اور نہ کوئی دودھ پینے والی اپنی دودھ پلانیوالی کے لڑکے

ع اس کے حمل اور دودھ چھڑانے میں تیس مہینے

یا پوتے کو حلال ہو سکتی ہے (جاننا چاہیئے کہ یہ مسئلہ پہلی عبارت سے بھی سمجھ مین آتا ہی
لیکن مصنف نے تاکید اور تصریح کے لیے جو اس باب مین مناسب ہی اسکو دوبارہ
بیان کیا اور دودھ کے مسائل کی جامع یہ بیت مشہور ہی ؎ ازجانب شیردہ ہمہ خویش شوند
وزجانب شیرخوار زوجان و فروع * یعنے دودھ پینے والے کے اصول مثل باپ دادے
کے اور انکی اولاد یعنی شیرخوار کے بھائی اور چچا یہ لوگ دودھ پلانیوالی اور اسکی بیٹی پوتی پر
حرام نہین ہوتے) اور جو دودھ کہ بچہ کو کھانے مین ملاکر دیا جاوے خواہ دودھ غالب ہو
یا کھانا وہ حرام نہین کرتا (اسلیئے کہ حکم کھانیکا ہے نہ دودھ کا) ہان اگر دودھ کو پانی مین
یا دوا مین یا بکری کے دودھ مین یا دوسری عورت کے دودھ مین ملاکر دیا تو ان صورتون مین
اگر دودھ غالب ہوگا تب تو حرمت ہوگی (اور اگر دوسری چیز غالب ہوگی تو وہی
کہلاوے گی اور حرمت اُس سے متعلق نہوگی مگر دو عورتون کے دودھ کی صورت مین
ایک کی حرمت ضرور ہوگی جسکا کہ دودھ غالب ہوگا) اور کنواری عورت کے اگر دودھ
اُتر آوے اور مری ہوئی عورت کا دودھ دونون حرام کرنیوالے ہین لیکن اگر دودھ کا حقنہ بچہ کو
کیا جاوے (یعنے پاخانے کی راہ سے دودھ اندر پہنچایا جاوے) یا مرد کے دودھ اُتر آوے
یا بکری کا دودھ دو بچے پیوین تو (ان صورتون مین حرمت) نہوگی اور اگر کوئی عورت اپنی
دودھ پیتی سوت کو دودھ پلاوے تو یہ دونون جورو حرام ہو جاتی ہین (اسلیئے کہ مان بیٹی کا
نکاح مین رکھنا حرام ہے) اور اس صورت مین بڑی کو مہر نملیگا اگر اُس سے شوہر نے
صحبت نہ کی ہو اور چھوٹی کو نصف مہر دیوے اور یہ آدھا مہر بڑی سے لیوے اگر اُسنے
جان بوجھکر نکاح کو فاسد کیا ہو ورنہ کچھ نہ لے اور جس گواہی سے مال ثابت ہوتا ہے
اسی سے دودھ کا پینا بھی ثابت ہوتا ہی (یعنی دو مرد دن خواہ ایک مرد دو عورتونکی گواہی سے

دودھ کا پینا ثابت ہو جاتا ہے)؛

کتاب الطلاق

اسمین عورت کو چھوڑ دینے کا بیان ہی (واضح ہو کہ سب مباح چیزوں مین سے زیادہ بُری طلاق ہی اسلیے کہ اسمین نکاح کا دور کرنا ہے جو سنت یا واجب ہی لیکن جب بعد نکاح کے ناموافقت ہو تو جدائی کے سوا کوئی علاج نہین اسواسطے شریعت نے اسکو درست کیا) جو قید کہ شریعت سے نکاح کے باعث ہوتی ہے اسکے دور کرنے کو طلاق کہتے ہین (پھر طلاق کی تین قسمین ہین ایک یہ ہے کہ عورت کو ایسے طُہر مین جسمین صحبت نہ کی ہو ایک طلاق دیکر چھوڑ دے یہانتک کہ اسکی عدت پوری ہو جاوے اس (طرح کی طلاق کو) احسن کہتے ہین (دوسرے یہ کہ) تین طُہر وہین تین طلاق دے اسکو حسن اور سُنی کہتے ہین (یعنے انکا ثابت ہونا سنت سے ثابت ہوا تیسرے یہ کہ) تین طلاقین ایک طُہر مین یا ایک لفظ مین دے (مثلاً یہ کہے کہ مین نے تجکو تین طلاقین دین) اسکو بدعی کہتے ہین (یعنے منسوب بدعت کیطرف ہے) اور جس عورت سے صحبت نہوئی ہو اسکو طلاق سُنی حالت حیض مین بھی ہو سکتی ہی یعنے اسکے حق مین حیض حکم طُہر کا رکھتا ہے طلاق کے باب مین) اور جس عورت کو حیض نہ آتا ہو اسکی طلاق کو مہینون پر منقسم کرنا چاہیئے (یعنی اگر ایسی عورت کو طلاق سُنی دیجاوے تو ہر طُہر کی عوض مین ایک مہینا ہوگا) اور صحبت کے بعد اُنکو طلاق دینا جائز ہے اور جس عورت سے صحبت کرلی ہو اسکو حالت حیض مین طلاق دینی بدعت ہے پس (ایسی طلاق کے بعد) عورت سے رجعت کرلے اور دوسرے طُہر مین اسکو طلاق دے اور اگر اپنی صحبت کی ہوئی سے کہا کہ تجکو تین طلاق ہین بطور سنت کے تو ہر طُہر پر ایک طلاق واقع ہوگی اور اگر شوہر نیت کرے کہ تینون طلاقین اُسی ساعت مین پڑجاوین یا

طہر میں ایک ایک پڑے تو جائز ہی اور طلاق ایسے شوہر کی پڑا کرتی ہی جو عاقل اور بالغ ہو گو اُس سے کسی نے زبردستی طلاق دلوائی ہو اور مست کی طلاق اور گونگے کی طلاق اشارہ سے اور غلام کی (بھی واقع ہوتی ہے مگر) لڑکے کی اور دیولنے کی اور سوتے ہوئے شخص کی اور آقا کی طلاق جو اپنے غلام کی منکوحہ کو دے نہیں پڑتی اور طلاق (کی گنتی) کا اعتبار عورتوں سے ہی اور وہ آزاد عورت کے حق میں تین ہیں (گو شوہر آزاد ہو یا غلام) اور لونڈی کے حق میں دو ہیں (اگرچہ شوہر آزاد ہو یا غلام)

باب صریح طلاق کے بیان میں (صریح طلاق کے یہ الفاظ ہیں کہ) تو طلاق والی ہے یا طلاق دی ہوئی ہی یا میں نے تجکو طلاق دی اور ان (الفاظ) سے ایک طلاق رجعی پڑتی ہی اگرچہ نیت زیادہ کی کرے یا بائن کرنے کی یا کچھ نیت نکرے اور اگر (یہ الفاظ) کہے انتِ الطلاق وانتِ طالق الطلاق وانتِ طالق طلاقا تو (ان لفظوں سے) ایک طلاق رجعی پڑیگی بشرطیکہ نیت کچھ نہو یا نیت ایک طلاق کی خواہ دو کی کرے لیکن اگر نیت تین طلاقوں کی کریگا تو تین پڑجاوینگی اور اگر طلاق کو تمام عورت کی طرف منسوب کیا یا ایسی چیز کیطرف جس سے تمام بدن بیان کیا جاتا ہے مثلاً گردن اور گلا اور روح اور بدن اور جسم اور شرمگاہ اور سر اور چہرہ یا اُسکے حصہ غیر معین کیطرف منسوب کیا جیسے آدھا اور تہائی ہی تو ان صورتوں میں طلاق پڑجاویگی (اور) اگر ہاتھ اور پاؤں اور اُنگلی اور مقام پاخانے کیطرف نسبت کیا (مثلاً کہا کہ تیری اونگلی پر طلاق ہی) تو (طلاق نہ پڑے گی (اسلیئے کہ ان اعضاء سے تمام بدن کو تعبیر نہیں کرتے) اور (اگر کہے کہ) آدھی طلاق (ہے) یا تہائی طلاق (ہے تو) پوری طلاق ہوگی اور دو طلاق کے تین نصف کہے تو تین طلاقیں ہونگی اور (اگر یوں کہے کہ) ایک طلاق سے لے کر دو تک

یا (سے کہے کہ جو کچھ) ایک طلاق سے دو تک کے درمیان ہیں (ہے تو) ایک طلاق پڑیگی اور (ایک سے) تین تک (خواہ ایک سے تین تک کے درمیان ہیں کہنے سے) دو طلاقیں ہوتی ہیں اور (اگر کہے) ایک در دو (تو) ایک طلاق ہوگی۔ اگر کچھ نیت نکرے یا نیت ضرب کی کرے اور اگر (ان لفظوں سے) ایک اور دوم مراد لے تو (اس صورت میں) تین پڑینگی (جاننا چاہیئے کہ ضرب کے معنی فقہا کے نزدیک یہ ہیں کہ مضروب کے اجزا بقدر مضروب فیہ کے زیادہ ہو جاویں پس ایک کی ضرب تین میں یہ ہے کہ ایک کے تین جز ہو گئے یہ معنی نہیں کہ ایک کو تین بار اعتبار کریں جیسا حساب میں ہوتا ہے) اور دو در دو (کہنے میں) دو طلاقیں ہونگی گو ضرب کی نیت کرے۔ اور (اگر یوں کہے کہ) یہاں سے شام تک طلاق ہے (تو اس سے) ایک طلاق رجعی ہوگی اور (اگر کہے کہ) مکے کے پاس یا مکے کے اندر یا گھر کے اندر طلاق ہے تو یہ طلاق) اسیوقت پڑجاتی ہے اور (اگر یوں کہے کہ) جب تو مکے میں داخل ہو تو تجھے طلاق ہے تو) یہ الفاظ معلق یعنی مشروط کرنیکے ہیں (جب عورت مکے میں داخل ہوگی اس وقت طلاق پڑیگی اور مخفی نرہے کہ شام اور مکے کا ذکر مثال کے لیے ہے ورنہ ہر ایک شہر اور گانوں کا یہی حکم ہے فصل جس عورت میں کہ کہے تو طالق (یعنی طلاق والی) ہے کل کو یا کل میں تو اس پر طلاق صبح ہونے پر پڑیگی اور اگر (شوہر ان لفظوں سے) نیت عصر کے وقت کی کرے تو صرف دوسرے لفظ میں جائز ہوگی (یعنے اگر کہا کہ کل میں طلاق ہے) اور (اگر کہا کہ تو طالق ہے) آجکل یا کل آج (تو ایسے الفاظ) میں اول لفظ کا اعتبار کیا جاتا ہے (دوسرے کا اعتبار نہیں پس جو لفظ زبان سے اول کہا ہے اسمیں طلاق پڑیگی) اور (اگر کہے کہ) تو طالق ہے پیشتر اس سے کہ میں تجھ سے نکاح کروں یا تو کل طالق تھی حالانکہ اس نے نکاح آج کیا ہے تو یہ طلاق لغو ہے (اسلیئے کہ نکاح سے پہلے طلاق دینے کے کچھ معنے نہیں) اور اگر

اُس سے نکاح کل سے پیشتر کر چکا تھا تو طلاق اُسوقت پڑیگی (اسلیئے کہ گذرے ہوئے زمانے
مین طلاق پڑ نہین سکتی تو ضرور ہوا کہ جسوقت طلاق دیتا ہے اسوقت پڑے) اور (اگر یون کہے
کہ) تو طالق ہے جسوقت مین کہ مین تجکو طلاق دون اور (یہ کہکر) چپ ہو رہا تو طلاق پڑ جاویگی
(اسلیئے کہ جب چپکا ہوا تو ایک وقت ایسا ثابت ہوا کہ اُسمین طلاق ندی حالانکہ وہ وقت
طلاق دینے کے قابل تھا پس اسوقت مین طلاق پڑ جاویگی) اور (اگر یہ کہا کہ) تو طالق ہے
اگر مین تجکو طلاق ندون تو (یہ طلاق) نہین پڑتی جبتک کہ ایک اُن دونون مین سے
نہ مر جاوے۔ اور (اگر یون کہے کہ) تو طالق ہے اُسوقت مین کہ مین طلاق ندون تو طالق ہے
تو اس سے پچھلے لفظ سے طلاق پڑ جاویگی۔ اور (اگر کہے کہ) تو طالق ہے جس روز کہ مین
تجھ سے نکاح کرون اور نکاح اس سے رات کو کیا تو طلاق پڑ جاوے گی (اسلیئے کہ مراد مرد
کی روز سے مطلق وقت تھا دن ہو یا رات) بخلاف اس (صورت) کے کہ اپنی عورت سے کہے) کہ تیرا
اختیار تیرے ہاتھون مین ہے جس روز ایسا معاملہ ہو (اور اس اختیار دینے سے اُسکی نیت طلاق کی
ہو پھر وہ معاملہ رات کو واقع ہو تو طلاق نہ پڑیگی) اور (اگر کہے مین) تجھ سے طلاق والا ہون
(تو یہ لفظ) لغو ہے اگرچہ طلاق کی نیت کرلے (اسلیئے کہ طلاق مرد کی طرف سے عورت کو ہوا کرتی ہے
نہ مرد کو عورت کی طرف سے) اور اگر یہ کہے کہ مین تجھ سے جدا ہون یا حرام ہون تو عورت جدا
ہو جاتی ہے اور (اگر یہ کہے کہ) تو طلاق والی ہے ایک طلاق سے یا نہین یا (تو طلاق والی ہے)
میرے مرنے کے ساتھ خواہ اپنے مرنے کے ساتھ (تو یہ الفاظ) لغو ہین انسے طلاق نہین ہوتی
اور اگر شوہر عورت کے کل کا یا جزو کا مالک ہو جاوے یا عورت اپنے شوہر کے کل خواہ جزو
کی مالک ہو تو نکاح جاتا رہتا ہے پھر اگر شوہر اپنی منکوحہ (لونڈی) کو خرید کر طلاق دیگا تو
نہ پڑیگی (اسلیئے کہ خریدنے کے بعد نکاح جاتا رہا وہ عورت طلاق کی جگہ ہی نہ رہی اگر یون کہے کہ)

جب ہی تیرا آقا تجھے آزاد کرے تب ہی تجکو دو طلاق ہین پس آقا نے اُسے آزاد کر دیا تو شوہر کو اُس سے رجوع کر لینے کا اختیار ہے (اسلیے کہ طلاق آزادی کے ساتھ پڑتی ہے تو دو طلاق سے وہ بائن نہ ہوگی لونڈی رہتی تو بائن ہوجاتی) اور اگر لونڈی کا آزاد ہونا اور دو طلاقین کل کے آنے پر مشروط کر دیجادین تو کل کے آنے پر شوہر کو رجوع کا اختیار نرہیگا اور (اُس عورت کی) عدت تین حیض ہونگے (اس مسئلے کی صورت یہ ہے کہ شوہر نے اپنی منکوحہ لونڈی کو کہا کہ جب اگلی کل ہو تو تجکو دو طلاقین ہین اور اُس لونڈی کے آقا نے کہا کہ جب کل ہو تو تو آزاد ہے پس جس وقت دوسرا دن ہوگا وہ عورت دو طلاق سے بائن ہوجاویگی اور صحبت کے قابل نرہے گی اسلیے کہ طلاقونکے پڑنے کے وقت وہ لونڈی تھی مگر عدت اُسکی تین حیض ہونگے کہ عدت کے وقت مین بلاشبہ آزاد ہے اور آزاد کی عدت تین حیض ہین اور فرق اول مسئلے اور دوسرے مین یہ ہے کہ اول مین لونڈی کے آزاد ہونیکے بعد طلاق پڑتی ہے کیونکہ عرف مین اُس عبارت سے یہی سمجھا جاتا ہے اور دوسرے مین آزادی سے پہلے پڑتی ہے) اور (اگر کہے) تو طالق ہے اتنی اور اشارہ تین انگلیون سے کرے تو تین طلاقین پڑینگی (اور اگر کہے کہ) تو طالق ہے بائن یا بتہ یا سب سے فاحش تر طلاق یا شیطان کی طلاق یا بدعت کی طلاق یا سخت تر طلاق یا پہاڑ جیسی یا مثل ہزار کے یا گھر بھر کر یا طلاق سخت (یا لمبی یا چوڑی تو ان سب الفاظ سے) ایک طلاق بائن پڑے گی (بشرطیکہ تین کی نیت نکرے اور اگر تین کی نیت کرے تو تین پڑینگی) فصل صحبت سے پہلے طلاق دینے کے بیان مین۔ جو عورت غیر مدخولہ ہو (یعنی شوہر نے اُس سے صحبت نہ کی ہو) اسکو اگر شوہر تین طلاقین اکٹھی دیوے تو تینون پڑجاوینگی (اور اگر جدا جدا کرکے دیوے) تو عورت پہلی ہی طلاق مین نکاح سے باہر ہوجاوے گی اور اگر طلاق کہہ چکا اور ہنوز شمار

وقت نکلنے پایا تھا کہ عورت مرگئی تو وہ طلاق لغو ہوئی (اسلیئے کہ شوہر نے کلام پورا نہ کیا تھا تو گویا کچھ منھ سے نکالا ہی نہ تھا) اور اگر کہا کہ تو طالق ہے ایک اور ایک یا ایک سی پہلے ایک یا ایک جسکے بعد ایک ہو تو (ان سب صورتون مین) ایک ہی پڑیگی (اسلیئے کہ عورت غیر مدخولہ تھی ایک سے بائن ہوگئی دوسرے کا محل نرہی) اور اگر کہا کہ تو طالق ہے ایک کے بعد ایک طلاق سے یا ایک طلاق سے جسکے پہلے ایک ہو یا ایک سے جسکے ساتھ ایک ہو تو ان سب مین دو طلاقین واقع ہوتی ہین (اسلیئے کہ دونون ایک ساتھ پڑین آگے پیچھے نہ پڑین اور اگر آگے پیچھے تھین تو بولنے سے پیشتر صرف خیال اور تصور مین تھین اسلیئے ایکبارگی پڑین) اور (اگر یون کہے کہ) جب تو داخل ہو تو طالق ہے ایک اور ایک پس وہ داخل ہوئی تو ایک طلاق پڑیگی اور شرط کو پیچھے بولے (یعنی یون کہے کہ تو طالق ہے ایک اور ایک جب داخل ہو) تو دو پڑین گی۔

باب کنایہ کے لفظون سے طلاق دینے کے بیان مین۔ کنایات سے عورت کو طلاق نہین پڑتی مگر نیت سے یا قرینے کے باعث اگر (شوہر یہ) کہے کہ تو عدت مین بیٹھ اور اپنے رحم کو صاف کر اور انتِ واحدۃ تو (ان صورتون مین) ایک طلاق رجعی پڑتی ہے اور ان (الفاظ کے) سوا (اگر دوسری کنایات بولیگا تو) ایک طلاق بائن پڑیگی اگرچہ دو کی نیت کرے اور جائز ہی تین طلاقون کی نیت کرنی کنایات مین (اس مسئلے مین امام شافعی کا خلاف ہے کہ انکے نزدیک کنایات مین طلاق رجعی پڑتی ہی اور دلیل امام اعظمؒ کی یہ ہی کہ طلاق بائن دینے کی ضرورت تو ہوا ہی کرتی ہی پس شوہر اپنی ملک مین اگر اس قسم کا تصرف کرے تو جائز ہوگا بلکہ صریح طلاق مین بھی قیاس یہی ہی لیکن نص کی ضرورت سے صریح مین حکم رجعت کا کیا گیا ہی اور روایت کیا ہی عبدالرزاق نے کہ کنایات سے طلاق بائنہ کا واقع ہونا اکثر صحابہ کا

قول ہے سوا حضرت ابن عمرؓ اور ابن مسعودؓ کے اور امام محمدؒ نے اپنی کتاب الآثار مین اسیطرح کہا ہے) اور (الفاظ) کنایات (کے) یہ ہین (کہ تو) بائنؑ اور بتّہ اور بتلہ (ہے یعنے جدا ہے) حرام (ہے) خالی (ہے) پاک ہے تیری ٹھوڑ تیرے مونڈھے پر ہے اپنے میکے مین جا اُل مین نے تجھے تیرے میکے کو دیا تجھے مین نے جدا کیا مین تجھسے الگ ہوا تو جانے تیرا کام تو آزادی اختیار کر گھونگھٹ نکال جا در ہین چھپ جا دور ہو باہر نکل چلی جا اٹھ کھڑی ہو شوہر تلاش کر۔ اگر شوہر نے تین بار کہا کہ تو حیض شمار کر اور اول سے نیت طلاق کی کی اور دو بار حیض کے شمار سے (عدت) مراد لی تو اُسکا قول مانا جاویگا اور اگر اُن دو پچھلے حیضوں کے شمار کرنے سے کچھ نیت نہ کی تو تین طلاقین ہونگی اور اگر کہا کہ تو میری بیوی نہین یا مین تیرا خاوند نہین اور طلاق کی نیت کی تو طلاق پڑ جاویگی اور

طلاق صریح طلاق صریح اور بائن دونون سے ملتی ہے اور بائن صرف صریح سے ملتی ہے نہ بائن سے مگر جس صورت مین کہ بائن کسی شرط پر موقوف ہو (تو اس صورت مین بائن سے بھی ملجاتی ہے اول مسئلے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی عورت کو کہا کہ مین نے تجکو طلاق دی یا طلاق کنایے سے دی پھر اس طلاق کی عدت مین دوسری طلاق صریح دی تو یہ دوسری طلاق بھی پہلی طلاق سے ملجاویگی اور اُسپر دو طلاقین واقع ہونگی اسیطرح اگر پہلی طلاق صریح دی اور پھر بائن دی تو وہ صریح سے ملجاویگی لیکن اگر پہلے بائن دی اور دوبارہ پھر بائن دی تو یہ اول کے ساتھ نہ ملیگی اسلیے کہ جب طلاق اول سے عورت جدا ہو چکی تو پھر طلاق کی محل نہ رہی ہان اگر پہلی طلاق بائن کسی شرط پر موقوف ہوگی تو اُسکا پڑنا شرط کے ہونے پر ہوگا اُس سے پہلے نہ ہوگا اسلیئے دوسری بھی اس اثناء مین پڑ سکتی ہے

باب عورت کو طلاق کے سپرد کرنیکے بیان مین۔ اگر شوہر اپنی بی بی سے کہے کہ اختیار کر اور

میں سے نیت طلاق کی کرے اور وہ عورت اسی مجلس میں اپنے آپ کو اختیار کر لے تو ایک طلاق سے بائن ہو جاویگی اور (اس صورت میں اگر شوہر) تین طلاقوں کی نیت (کریگا تو درست نہوگی پھر اگر وہ عورت وہاں سے اٹھ جائے یا اور کام کرنے لگے تو اسکا اختیار جاتا رہیگا۔ اور اس باب میں (یعنی اختیار کے ثابت ہونے میں) یہ شرط ہے کہ ذکر نفس کا یا اختیار کا دونوں میں سے ایک کے کلام میں پایا جاوے (مثلاً یا مرد کہے کہ اختیار کر اپنے نفس کو خواہ طلاق کو یا عورت کہے کہ میں نے اپنے نفس کو خواہ طلاق کو اختیار کیا اور اگر دونوں کے کلام میں سے کسی میں نہ پایا جاوے گا تو اختیار کا ثبوت درست نہوگا اور اگر شوہر نے عورت سے کہا کہ تو اختیار کر اور عورت نے جواب دیا کہ میں اپنی ذات کو اختیار کرتی ہوں یا میں نے اپنی ذات کو اختیار کیا تو طلاق پڑ جاوے گی اور اگر عورت سے تین بار کہے کہ اختیار کر اختیار کر اختیار کر اور عورت جواب دے کہ میں نے اول کو یا دوم کو یا پچھلی کو اختیار کیا یا ایک اختیار کو اختیار کیا تو تین طلاقیں بدون نیت کے پڑ جاوینگی اور اگر کہے گی کہ میں نے اپنی ذات کو طلاق دے لی یا اپنی ذات کو ایک طلاق سے اختیار کیا تو اس صورت میں ایک طلاق سے بائن ہو جاویگی (اور اگر شوہر عورت سے کہے کہ) تیرا معاملہ تیرے ہاتھ ہے ایک طلاق کے بابت یا یہ کہ ایک طلاق اختیار کر لے اور (اسکے جواب میں) عورت اپنی ذات کو اختیار کرے تو ایک طلاق رجعی پڑیگی (اسلئے کہ شوہر کے کلام میں صریح لفظ طلاق کا موجود ہے اور صریح طلاق میں حکم رجعت کا ہے اور اگر شوہر نے کہا کہ) تیرا معاملہ تیرے ہاتھ ہے اور تین طلاقوں کی نیت کی اور عورت نے جواب دیا کہ میں نے اپنی ذات کو ایک دفعہ سے اختیار کیا تو تین طلاقیں پڑینگی۔ اور اگر کہے گی کہ میں نے اپنے نفس کو ایک طلاق دی یا اپنی ذات کو ایک طلاق سے اختیار کیا تو ایک طلاق سے بائن ہو جاوے گی۔ اور اگر شوہر کہے کہ تیرا

معاملہ تیسرے ہاتھ ہی آج اور پرسون تو اس قول مین رات داخل نہو گی (یعنے اختیار دن کو رہیگا رات کو نہو گا) اور اگر عورت اختیار اُس دن کا نہ مانے تو اُس روز کا اختیار باطل ہوجاویگا اور پرسون کا اختیار اُسکو رہیگا۔ اور اگر اختیار مین شوہر نے قید آج اور کل کی لگائی تو اُس مین رات بھی شامل رہیگی اور اگر اس روز کے اختیار کو عورت نہ مانیگی تو اُسکی کل کو بھی اُسکو اختیار نرہیگا (اسلیئے کہ اختیار کے وقت مین کوئی زمانہ اختیار نہ رہنے کا نہین) اور اگر اختیار دیئے جانے کے بعد عورت نے ایک دن کی دیر کی اور کھڑی نہوئی یا کھڑی تھی بیٹھ گئی یا بیٹھی تھی تکیہ لگا لیا یا تکیہ لگائے تھی بیٹھ گئی یا اپنے باپ کو مشورے کے لیے بلایا یا گواہونکو گواہ کرنے کو طلب کیا۔ یا سواری پر تھی سواری کو روک لیا تو (ان سب صورتون مین) اُسکا اختیار باقی رہیگا اور اگر سواری کو چلایا تو اختیار نرہے گا۔ اور کشتی کا حال گھر کا سا ہی (یعنے کشتی اگرچہ چلتی ہو عورت کا اختیار باقی رہتا ہے سواری کی طرح نہین کہ چلنے سے اختیار جاتا رہتا ہے) اور اگر شوہر نے کہا کہ تو اپنے نفس کو طلاق دے لے اور اُس سے کچھ نیت نہ کی یا ایک طلاق کی نیت کی اور عورت نے طلاق دے لی تو ایک طلاق رجعی پڑے گی اور اگر تین طلاقین دے لیویگی اور شوہر نے تین کی نیت کی ہو گی تو تینون پڑجاوینگی اور اگر عورت کہے کہ مین نے اپنی ذات کو جدا کیا تو طلاق پڑجاویگی لیکن اگر کہے کہ مین نے اختیار کیا تو نہ پڑیگی اور (اس اختیار دینے سے) مرد رجوع کرنیکا مالک نہین رہتا اور اختیار عورت کی مجلس تک رہتا ہے (یعنے بعد اس مجلس کے ہوچکنے کے اُسکو اختیار طلاق کا نہین رہتا) ہان اگر شوہر (اختیار دینے مین) یہ بھی کہدے کہ جب تو چاہے ایسا کر تو اس صورت مین عورت اُس مجلس کے بعد بھی اپنے آپکو طلاق دے سکتی ہے) اور اگر شوہر کسی آدمی سے کہے کہ میری منکوحہ کو طلاق دیدے تو یہ اجازت فقط اُس مجلس پر منحصر نرہیگی (اس مرد کا جب دل چاہے طلاق دیدے)

لیکن اگر شوہر یون کہے کہ تو چاہے تو طلاق دیدے (اِس صورت مین بعد اُس مجلس کے گذر جانے کے اختیار نہ رہیگا) اور اگر شوہر اپنی منکوحہ سے کہے کہ اپنی ذات کو تین طلاقین دے لے اور عورت نے ایک طلاق دے لی تو یہ طلاق پڑجاویگی اور اسکے اُلٹے مین (یعنی مرد کہے کہ ایک طلاق دے لے اور عورت تین طلاقین دے تو) واقع نہوگی اور اگر مرد کہے کہ تین طلاقین دے لے اگر چاہے اور عورت ایک دے اور مرد کہے کہ ایک دے لے اگر چاہے اور عورت تین دے لے اس صورت مین کچھ واقع نہوگی (ایک نہ تین) اور اگر شوہر نے اُس کو طلاق بائن یا رجعی کے دینے کو کہا اور عورت نے اُسکی اجازت کے برعکس کیا (تو اس صورت مین) وہی پڑیگی جسکی اجازت شوہر نے دی تھی (اور اگر شوہر نے کہا کہ) تو طالق ہے اگر چاہے اور عورت نے کہا کہ مین نے چاہا اگر تو چاہے پھر شوہر نے کہا کہ مین نے چاہا اور اس کلمے سے طلاق کی نیت کی یا یہ کہ عورت نے کہا کہ مین نے چاہا بشرطیکہ ایسا ہو اور ایک امر معدوم کا نام لے دیا تو دونون صورتون مین یہ قول باطل ہو جاویگا اور اگر کسی ایسے امر کا ذکر عورت نے کیا جو گذر گیا ہو تو طلاق پڑجاویگی اور اگر عورت سے کہا کہ تو طالق ہے جب چاہے یا جب کبھی چاہے اور عورت اُسکو رد کرے تو رد نہوگا اور نہ مجلس پر مقید ہوگا مگر (اس لفظ سے صرف) ایک طلاق اپنے آپکو دے سکتی ہے اور (اگر شوہر نے کہا کہ) جتنی بار کہ تو چاہے طالق ہے تو عورت کو اختیار ہے کہ تین طلاقین علیحدہ علیحدہ دے لے اور ایک ساتھ تین نہین دیسکتی اور اگر اس اختیار کی رو سے بعد نئے شوہر کے پھر طلاق دیوے تو واقع نہوگی (یعنے دوسرا نکاح کرکے اگر پھر شوہر اول کے پاس اتفاقاً آوے تو اُسوقت وہ پہلا اختیار باقی نہین رہتا) اور اگر کہا کہ تو طالق ہے جہان اور جسجگہ چاہے تو طلاق نہوگی بجز اسکے کہ اُسی مجلس مین چاہے اور اگر کہا کہ جسطرح چاہے اور عورت نے طلاق دے لی تو رجعی پڑیگی اور اگر عورت نے طلاق

بائن چاہی یا تین طلاقین اور شوہر کی نیت بھی تھی تو وہی پڑجاویگی اور اگر شوہر نے کہا کہ تو طلاق ہی جتنی چاہی اور جو چاہے تو عورت جو چاہے اُسی مجلس مین طلاق دے لے اور اگر عورت اس اختیار کو رد کردے تو رد ہوجاتا ہی۔ اور اگر شوہر کہے کہ اپنی ذات کو تین مین سے جتنی چاہے طلاق دے لے تو عورت کو تین سے کم کا اختیار ہوگا (یعنے ایک یا دو کے دینے کا)

باب طلاق کو کسی شرط پر مقید کرنے کے بیان مین۔ طلاق کا مشروط کرنا اس صورت مین درست ہی کہ شرط ملک نکاح مین واقع ہو یا خود ملک نکاح سے وابستہ ہو مثلاً (شوہر) اپنی منکوحہ سے کہے کہ اگر تو میرے پاس آوے گی تو طلاق ہی (تو یہ شرط لگانا عین ملک نکاح مین ہے) اور (اگر) اجنبی سے کہے کہ اگر مین تجھ سے نکاح کردن تو تو طلاق ہی (تو یہ شرط ملک نکاح کے ہونے پر ہوئی ہے) تو ایسی صورتون مین شرط کے بعد طلاق پڑجاتی ہے (یعنے نکاح یا پاس آنے کے بعد اوپر کی مثالون مین طلاق ہوجاویگی) اور اگر اجنبی عورت کہا کہ اگر تو میرے پاس آویگی تو تو طلاق والی ہی پھر اُس سے نکاح کیا اور وہ آئی تو طلاق نہوگی (اسلئے کہ شرط نہ تو نکاح مین تھی نہ خود نکاح کو شرط کیا تھا) اور الفاظ شرط کے یہ ہین اگر۔ جو۔ جو کچھ۔ ہر چیز۔ جتنی بار۔ جب۔ جب کبھی ان الفاظ مین اگر شرط پائی جاویگی تو قسم تمام ہوجاویگی (یعنے حکم مشروط کرنے کا ختم ہوجاویگا) مگر لفظ کُلّمَا (بمعنے جتنی بار) مین (حکم شرط کا تمام نہوگا) اسلئے کہ وہ فعلونکے عام ہونے کو چاہتا ہے جیسے لفظ کُل (جسکے معنی ہر چیز ہین) اسمونکے عام ہونے کو چاہتا ہے پس اگر شوہر کہے کہ جتنے بار مین کسی عورت سے نکاح کردن تو وہ طالق ہی تو ہر بار کے نکاح کرنے سے طلاق ہوگی (گو ایک ہی عورت) دوسرے شوہر کے بعد (اس سے دوبارہ نکاح کرے) اور ملک نکاح کے جاتے رہنے سے شرط باطل نہین ہوتی پس اگر شرط ملک میں پائی جاوے تو عورت طلاق ہوجاویگی

اور حکم شرط کا پورا ہوجاویگا اور اگر شرط ملک نکاح مین نہ پائی جاویگی تو عورت کو طلاق نہوگی مگر حکم شرط کا اس صورت مین بھی تمام ہوجاویگا (مثلاً شوہر نے کہا کہ اگر تو گھر مین جاوے تو تجھے طلاق ہی تو اگر وہ عورت نکاح کی حالت مین جاویگی تو طلاق بھی پڑیگی اور شرط بھی جاتی رہیگی اور اگر نکاح نرہنے کے بعد عورت گھر مین جاویگی تو طلاق بھی نہ پڑیگی اور شرط بھی بیکار ہوجاویگی یعنے آیندہ اگر بعد نکاح کے وہ عورت پھر گھر مین جاویگی تو پہلی شرط کے روسے اسکو طلاق نہ پڑیگی) اور اگر شرط کے واقع ہونے مین عورت مرد اختلاف کرین تو مرد کی بات معتبر ہوگی مگر جس صورت مین کہ عورت گواہ (اپنے دعوے کے) پیش کرے (تو اُسیکا قول معتبر ہوگا) اور جو امور ایسے ہین کہ وہ عورت ہی کے بتانے سے معلوم ہوتے ہین اُنمین عورت ہی کا قول معتبر ہوگا مگر خاص اُسی کے باب مین مثلاً اگر شوہر نے کہا کہ جب تو حیض سے ہو تو تو اور فلانی عورت طالق ہے یا یہ کہا کہ اگر تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو تو اور فلانی عورت طالق ہی پس عورت نے کہا کہ مین حیض سے ہوئی یا مین تجھ سے محبت رکھتی ہون تو (اس صورت مین) صرف وہی عورت طالق ہوگی (دوسری پر صرف اُسکے کہنے سے طلاق نہ پڑیگی) اور جس صورت مین کہ طلاق کو حیض پر مشروط کیا ہو تو بفور خون دیکھنے کے طلاق نہ پڑیگی پس اگر خون تین دن تک رہیگا تو طلاق اُسوقت سے پڑیگی جب سے خون دیکھا ہوگا اور اگر یہ کہا ہوگا کہ اگر تجکو ایک حیض آوے تو طلاق ہی (تو اس صورت مین) طلاق اُسوقت پڑیگی جب وہ حیض سے پاک ہوگی (اسلیئے کہ ایک حیض سے حیض کامل مراد ہوتا ہے) اور اگر شوہر نے کہا کہ تیرے لڑکا پیدا ہو تو تو ایک طلاق سے طالق ہی اور اگر تیرے لڑکی ہو تو دو طلاقون سے پس اس عورت کے لڑکا اور لڑکی توام ہوئے اور یہ معلوم نہوا کہ اول کون ہوا تو قاضی کے حکم کی روسے تو اُسپر ایک طلاق پڑیگی اور احتیاط کی روسے دو پڑینگی اور عدت بھی اُسکی

گذر جاویگی۔ (اسلیئے کہ اول بچہ ہونے سے تو اسکو طلاق پڑگئی اور دوسرے کے ہونے پر عدت
پوری ہوگئی کیونکہ حاملہ عورت کی عدت بچہ ہونے تک ہوتی ہے) اور ملک نکاح دو
شرطون مین سے پچھلے کے لیئے شرط ہے (مثلاً اگر کہے کہ اگر تو زید اور عمرو سے کلام کریگی تو
تو طلاق ہے بعد اس کے اس عورت کو دوسری طلاق دیکر بائن کر دیا اور اس عورت نے
زید سے کلام کیا پھر شوہر اول نے اس سے نکاح کرلیا پھر اسنے عمرو سے کلام کیا تو طلاق
پڑجاویگی اور اگر زید سے کلام کرنیکے وقت تو نکاح مین ہو اور عمرو سے کلام کرنیکے
وقت منکوحہ نہو تو طلاق نہ پڑے گی) اور اگر تین طلاقون کو ایک شرط پر موقوف کیا اور پھر
تین طلاقین اسیوقت دیدین تو پہلی شرط اس سے باطل ہوجاوے گی۔ اور اگر تین
طلاقون کو یا لونڈی کے آزاد ہونے کو صحبت پر مشروط کیا تو صحبت کے وقت زیادہ ٹھہرنے سے
اجرت زنا کی دینی نہ پڑیگی اور طلاق رجعی کی صورت مین اس سے زیادہ ٹھہرنے سے رجعت
ثابت نہوگی ہان اگر اپنے ذکر کو نکال کر دوبارہ پھر داخل کریگا (تو رجعی کی صورت مین رجعت
ثابت ہوگی اور اول صورت مین زنا کی اجرت دینی پڑیگی اسلیئے کہ صحبت کرنے مین ایک ہی
حال پر زیادہ توقف کرنا دوسری بار صحبت کرنا نہین کہ اس سے اجرت یا رجعت درست ہو)
اور اگر شوہر کہے کہ اگر فلانی عورت سے مین تیرے اوپر نکاح کرون تو اسکو طلاق ہے پھر
منکوحہ کو طلاق بائن دیکر اس عورت سے نکاح کیا تو اسکو طلاق نہ پڑیگی (اسلیئے کہ شرط
نہین پائی گئی کیونکہ طلاق بائن کے بعد حکم نکاح کا باقی نہین رہتا گو کہ عورت عدت
مین ہو) اور اگر مرد نے کہا کہ تجکو طلاق ہے انشاء اللہ اور کلمہ انشاء اللہ ملا کر کہا تو طلاق نہ پڑیگی
اگرچہ عورت انشاء اللہ کہنے سے پہلے مرجاوے۔ اور اگر شوہر کہے کہ تجکو ایک کم
تین طلاقین ہین تو دو پڑینگی اور ایک کم دو کہے گا تو ایک پڑے گی اور اگر کہے کہ تین کم

تین طلاقین مین تو تین پڑینگی (اسلیے کہ ایک یا دو کا نکالنا تین مین سے ہو سکتا ہی مگر تین کو تین مین سے نکالنا ناممکن ہے اسواسطے استثنا لغو ہو گیا اور تین طلاقین پڑ گئین *

باب بیمار کے طلاق دینے کے بیان مین - اگر شوہر اپنے مرض مین منکوحہ کو طلاق رجعی یا بائن دے اور اُسکی عدت مین مر جاوے تو وارث ہوگی - اور اگر بعد عدت کے مرے تو وارث نہوگی - اور اگر طلاق بائن عورت کی اجازت سے دے یا عورت مال دیکر طلاق لے لیوے یا شوہر کے اختیار دینے کی جہت سے وہ اپنی ذات کو اختیار کرلے تو وارث نہوگی - اور جس صورت مین کہ عورت شوہر سے کہے کہ مجکو طلاق رجعی دیدے اور شوہر اُسکو تین طلاقین دیوے تو وارث ہوگی - اور اگر شوہر اپنے مرض مین عورت کی اجازت سے اسکو بائن کردے یا حالت صحت مین اُسکے بائن کردینے اور عدت ہو چکنے پر مرد و عورت ایک دوسرے کو سچا کہہ چکے ہون پھر شوہر عورت کے قرض کا اپنے ذمے اقرار کرے یا اُسکو کسیقدر مال کے دینے کی وصیت کرے تو عورت کو قرضہ خواہ وصیت اور ترکے مین سے جو کم ہوگا وہ ملیگا (یعنے جو کچھ اُسنے اقرار کیا ہو یا وصیت کی ہو اگر وہ ترکہ کے حصے سے کم ہو تو وہ ملیگا نہین تو ترکے مین کا حصہ ملیگا) اور جو شخص دوسرے کو لڑنے کے لیے بلاوے یا قصاص مین مارا جانے کو خواہ سنگسار کیا جانے کو پیش ہو اور اس صورت مین اپنی منکوحہ کو بائن کردے تو وارث ہوگی بشرطیکہ اُسی صورت مین مارا جاوے یا مر جاوے اور اگر گھر گیا ہو یا لڑائی کی صف مین ہو اور اپنی بی بی کو بائن کردے تو اس صورت مین مر جانے سے وہ عورت وارث نہوگی (اسلیے کہ اسمین مرجانا یقینی نہین اور پہلی دونون صورتون مین مرنا یقینی ہے) اور اگر شوہر نے اپنی عورت کی طلاق کو کسی اجنبی مرد کے کام پر مشروط کیا (مثلاً کہا کہ زید اگر سفر سے آوے تو تو بائن ہے)

بیمار کے طلاق دینے کے بیان مین

یا کسی وقت کے آنے پر مشروط کیا (مثلاً کہا کہ ماہ رمضان آوے تو تو بائن ہے) اور شرط کا وجود اور مشروط کرنا دونون مرض ہی مین ہون یا مشروط کیا خاص اپنے کام پر اور عین مرض مین مشروط کرنا اور اس کام کا کرنا پایا گیا خواہ شرط کا ہونا ہی مرض مین پایا گیا اور شرط پہلے کیا تھا یا عورت کے ایسے فعل پر مشروط کیا کہ اسکو خواہ نخواہ کرنا پڑے (مثلاً کہدیا کہ اگر تو کھاوےگی یا پیوےگی تو بائن ہوجاویگی اور) اسمین خواہ دونون باتین مرض مین ہون خواہ صرف شرط کا وجود مرض مین ہو تو ان سب صورتون مین وارث ہوگی اور انکے سوا اور صورتون مین وارث نہوگی اور اگر اپنی بی بی کو مرض مین بائن کردیا پھر اچھا ہوگیا اور اسکے بعد مرگیا یا بائن کرچکا تھا اور وہ عورت مرتد ہوگئی اور پھر مسلمان ہوگئی اسکے بعد شوہر مرا تو ان صورتون مین وارث نہوگی۔ اور اگر عورت شوہر کے لڑکے سے ہم بستر ہوگئی یا شوہر سے لعان کیا یا شوہر نے بحالت مرض اس سے ایلا کیا تو وارث ہوگی اور اگر ایلا بحالت صحت کیا تھا اور ایلا کے باعث حالت مرض مین بائن ہوئی تو وارث نہوگی (اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس صورت مین شوہر کا طلاق دینا اسوجہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو وارث کرنے سے گریز کرتا ہے تو اس صورت مین عورت وارث ہوگی اور اگر وہ وارث کرنے سے گریز نہین کرتا اور نہ احتمال گریز کا ہو تو وارث نہوگی)۔

باب رجعت (یعنے طلاق کے بعد عورت سے شوہر کے رجوع کرنے کے بیان مین) رجعت اس بات کو کہتے ہین کہ جو نکاح مرد و عورت مین قائم تھا اسکو عدت کے دنون مین جون کا تون بنا رکھین اور یہ رجعت اس صورت مین درست ہے کہ عورت کو تین طلاقین نہوئی ہون اگرچہ عورت رجعت پر راضی نہو اور صورت اسکی یہ ہے کہ شوہر (طلاق کے بعد عدت مین منکوحہ سے کہدے کہ مین نے تجھ سے رجعت کی یا (اورون سے کہدے کہ مین نے اپنی منکوحہ سے رجعت کی

عورت لعان اور ایلا کی صورت مین ...

رجعت کے بیان مین

اور (ا)ایک یہ ہے کہ جن افعال سے حرمت دامادی ثابت ہو (وہ فعل بی بی کے ساتھ کرے مثلاً شہوت سے ہاتھ لگاوے یا بوسہ لے یا اُسکی شرمگاہ کو دیکھے غرضکہ رجعت قول سے بھی ہوتی ہے اور فعل سے بھی) اور مستحب ہے کہ رجعت کے لیے گواہ کردے اور اگر شوہر نے عدت ہوچکنے کے بعد عورت سے کہا کہ مین نے (عدت) مین تجھ سے رجعت کرلی اور عورت نے اُسکی تصدیق کی (کہ ٹھیک ہے) تو رجعت درست ہے اور اگر تصدیق نہ کی تو درست نہوگی جیسے اس صورت مین کہ شوہر اُس سے کہے کہ مین نے تجھ سے رجعت کی اور وہ جواب دے کہ میری عدت ہوچکی (تو رجعت درست نہوگی) اور اگر لونڈی کا شوہر عدت کے بعد اُس سے کہے کہ مین نے عدت مین تجھ سے رجعت کرلی تھی اور اس بات کی تصدیق اُسکے آقا نے کی مگر لونڈی نے اُسکو جھٹلایا یا لونڈی نے (شوہر کے رجوع کرنے کے وقت) کہا کہ میری عدت ہوچکی اور اُسکے آقا اور شوہر نے اُسکا قول نہ مانا تو (ان صورتوں مین) لونڈی کا قول معتبر ہے (یعنے رجعت درست نہین) اور حکم رجعت کا اُسوقت جاتا رہتا ہے جبکہ عورت حیض اخیر سے پاک ہوجاتی ہے۔ پھر اگر دس روز پر پاک ہوئی تو بفور پاک ہونے کے وقت رجعت جاتا رہا گو غسل نہ کیا ہو۔ اور اگر دس روز سے کم مین پاک ہوئی تو غسل تک وقت رجعت رہیگا یا یہ کہ پاک ہونے کے بعد ایک وقت نماز کا گذر جاوے (یا اتنا وقت گذر جاوے کہ اُس مین عورت نہا کر نیت نماز کی کرلے) یا وہ تیمم کرکے نماز پڑھ لے (جس صورت مین کہ پانی پر قادر نہو) اور اگر عورت نے غسل کیا اور ایک عضو سے کم کو دھونا بھول گئی تو حق رجعت نہ رہیگا اور اگر عضو کامل کا دھونا بھول گئی ہو تو حق رجعت باقی رہیگا (اسلیئے کہ ابھی پورا غسل نہین کیا اور) اگر شوہر اپنی عورت حاملہ یا بچہ والی کو ایک طلاق دے اور کہے کہ مین نے اس سے صحبت نہین کی

(یعنی ایک طلاق سے یہ بائن ہوگئی) تو وہ (اس صورت مین عورت سے) رجعت کرسکتا
ہے (اسلئے کہ عورت کا حاملہ خواہ بچہ دار ہونا شوہر کو جھوٹا کرتا ہے) اور اگر (عورت سے)
خلوت کرے اور کہے کہ مین نے صحبت نہین کی بعد اُسکے ایک طلاق دی (تو رجعت
نکرے اسلئے کہ ممکن ہے کہ خلوت مین صحبت نہ کی ہو تو ایک ہی طلاق سے بائن ہو جاویگی)
پس اگر اسی صورت مین رجعت کی اور رجعت کے بعد اُس عورت کے دو برس سے کم مین بچہ
پیدا ہوا تو وہ رجعت درست ہوگی (اسلئے کہ جب دو برس سے کم مین بچہ ہوا تو معلوم ہوا کہ وقت
رجعت کے حمل موجود تھا اور شوہر کا یہ کہنا کہ مین نے صحبت نہین کی غلط تھا اور عورت ایک
طلاق سے بائن نہین ہوئی تھی اسی لیے اُسکی رجعت درست ہوئی) اگر شوہر نے اپنی منکوحہ
سے کہا کہ اگر تو بچہ جنے تو تو طالق ہے پھر اُسکے بچہ پیدا ہوا تو یہ دوسرا بچہ رجعت کا باعث
ہوگا (اُس طلاق سے جو اول بچہ ہونے پر اُسکو ہوئی تھی) اور اگر شوہر نے یون کہا کہ
جتنی بار تو بچہ جنے تو تو طالق ہے پھر اُسکے تین بچے علیحدہ علیحدہ حمل سے ہوئے تو دوسرا
اور تیسرا بچہ پہلی دو طلاقون سے رجعت کے سبب ہونگے (اسلئے کہ پہلے بچے کے
ہونے پر شرط کے بموجب اُسپر طلاق ہوئی اور حمل دوسرے بچے کا اُس سے رجعت کا سبب
ہوا پھر دوسرے کے پیدا ہونے پر دوسری طلاق ہوئی تیسرے کا حمل اُس سے رجعت کا سبب
ہوا پھر تیسرے کے پیدا ہونے پر طلاق گاڑھی پڑگئی اب رجعت نہین ہوسکتی) اور جس
عورت کو طلاق رجعی ہوئی وہ اپنا بناؤ سنگار کرے (تاکہ شاید اُس کا شوہر اُس سے
رجوع کرلے) اور مستحب یہ ہے کہ شوہر بدون اطلاع اُسکے پاس نہ جاوے۔ اور
جبتک اُس سے رجعت نہ کرے تبتک اُسکے ساتھ سفر نکرے اور طلاق رجعی سے صحبت کرنا
حرام نہین ہوتا مگر عدت کے بعد البتہ حرام ہے اور جو عورت کہ بائن ہوگئی ہو وہ شوہر سے

نکاح عدت مین اور بعد عدت کے کرسکتی ہی مگر جو تین طلاقون سے بائن ہوئی ہو بشرطیکہ آزاد ہو اور دو سے بائن ہوئی ہو اُس صورت مین کہ لونڈی ہو وہ شوہر سے نکاح نہین کرسکتی جب تک کہ وہ دوسرے شوہر سے نکاح صحیح نہ کرلے اور وہ دوسرا اُس سے صحبت نکرچکے اگرچہ وہ مرد قریب بالغ ہونیکے ہو اور پھر وہ دوسرا اُسکو طلاق دے اور اسکی عدت پوری ہوجاوے (تو اب البتہ شوہر اول سے نکاح کرسکتی ہے) نہ صحبت کرنا مالک کے باعث (یعنی اگر شوہر اپنی منکوحہ لونڈی کو دو طلاقین دے اور بعد عدت کے اُسکا مالک اُس سے صحبت کرے تو اس صحبت سے یہ عورت اپنے شوہر کو حلال نہو گی بلکہ صحبت کے لیے نکاح صحیح شرط ہی اور مکروہ ہی حلال کرنے کی شرط سے نکاح کرنا (یعنے اسطرح کہ بعد نکاح کے طلاق دیدونگا) ہرچند (دوسرے شوہر کے طلاق دیدینے سے) شوہر اول پر وہ عورت حلال ہوجاتی ہی (گو نکاح حلالہ کرنیکی شرط سے کیا ہو تاہم ایسی شرط سے نکاح کرنا مکروہ ہی) اور دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طلاق کا حکم دور کردیتا ہی بشرطیکہ طلاقین تین سے کم ہون (یعنی جب عورت دوسرے شوہر سے نکاح کرے اور اسکی طلاق کے بعد پھر اول شوہر کے نکاح مین آوے تو شوہر اول تین طلاقون کا مالک ہوجاویگا) اور اگر تین طلاقون والی عورت خبر دے کہ شوہر اول اور شوہر دوم کی طلاق کی عدتین ہوچکین اور زمانہ اتنا ہو کہ اسمین دونون عدتین ہوسکتی ہین تو شوہر اول کو اختیار ہے کہ اسکی بات مان لے اگر ظن غالب اسکو ہو کہ یہ سچ کہتی ہے (یعنے اُس سے اس صورت مین نکاح کرسکتا ہے)

باب ایلا کے بیان مین (ایلا کے معنی لغت مین قسم کے ہین اور شریعت کی اصطلاح مین یہ ہین) شوہر کا قسم کھانا اپنی منکوحہ سے چار مہینے یا اُس سے زیادہ صحبت نکرنے پر ایلا کہلاتا ہی مثلاً یون کہے کہ خدا کی قسم مین تجھسے چار مہینے صحبت نکرونگا یا یہ کہے

کہ بخدا مین تجھسے صحبت نکرونگا پس اگر قسم مدت معین کی کی اور مدت چہار ماہ مین صحبت کی تو کفارہ دے اپنی قسم کا اور ایلا جاتا رہیگا اور اگر صحبت نکریگا تو عورت نکاح سے جُدا ہو جاویگی اور قسم جاتی رہیگی (یعنے کفارہ لازم نہوگا) اگر چار مہینے کے لئے قسم کھائی ہو اور اگر ہمیشہ کے لئے کھائی ہو تو قسم باقی رہتی ہے (یعنے جس صورت مین کہ یون کہا کہ بخدا تجھ سے صحبت نکرونگا اور چار مہینے تک صحبت نہ کی اور وہ عورت نکاح سے باہر ہوگئی اور پھر شوہر نے اُس سے دوبارہ نکاح کیا تو حکم قسم کا باقی ہے یعنے اگر چار مہینے کے اندر صحبت کریگا تو کفارہ لازم آویگا) پھر اگر اُس سے دوسری بار اور تیسری بار نکاح کیا اور دونون دفعہ مدت چار چار مہینے کی بدون صحبت گذر گئی تو وہ عورت دو اور طلاقون سے بائن ہو جاویگی پھر اگر بعد دوسرے شوہر کے نکاح کے اُس سے نکاح کیا تو طلاق نہوگی اور اگر اُس سے صحبت کرے تو کفارہ دے قسم کے باقی رہنے کی جہت سے (صورت مسئلے کی یہ ہے کہ اپنی بی بی سے ایلا کرے اور چار مہینے کی مدت مین اس سے صحبت نکرے تو وہ بائن ہو جاویگی اور اگر دوبارہ اُس سے نکاح کرے اور چار مہینے اُس سے ہم بستر نہو تو پھر ایک طلاق سے بائن ہو جاویگی اسیطرح اگر تیسری دفعہ نکاح کر کے چار مہینے قربت نکرے تو پھر ایک طلاق سے بائن ہو جاویگی اب چونکہ طلاقین تین ہوگئین بدون نکاح دوسرے شوہر کے حلال نہوگی پس اگر بعد نکاح و طلاق شوہر ثانی کے پھر اُس عورت سے نکاح کرے تو ایلا کا حکم نرہیگا اور قسم باقی رہیگی یعنے اگر اُس سے صحبت نکریگا تو بائن نہوگی اور اگر صحبت کریگا تو کفارہ دینا پڑیگا) اور چار مہینے سے کم مدت مین ایلا معتبر نہین (یعنے اگر ترک صحبت کی قسم چار مہینے سے کم پر کھاویگا اور اس مدت مین صحبت نکریگا تو طلاق نپڑیگی لیکن اگر صحبت کریگا تو کفارہ لازم ہوگا) اور اگر شوہر نے کہا کہ بخدا دو مہینے یہ اور دو

مہینے اُنکے بعد تجھ سے صحبت نکرونگا تو یہ ایلا ہوگیا (اس لیے کہ چار مہینے ہوئے اگرچہ اُن کو دو دفعہ مین بیان کیا) اور اگر (پہلے یون کہا کہ واللہ تجھ سے دو مہینے صحبت نکرونگا پھر) ایک روز ٹھہر گیا اور اُسکے بعد کہا کہ بخدا تجھ سے پہلے دو مہینو نکے بعد دو مہینے اور صحبت نکرونگا یا یون کہے کہ تجھ سے ایک دن کم برس روز صحبت نکرونگا یا یہ قسم بصرہ مین کھائے کہ مین کوفے مین نجاؤنگا اور اُسکی منکوحہ کوفے مین ہو تو ان صورتون مین ایلا نہین ہوتا۔ اور اگر شوہر نے صحبت کو حج یا روزہ یا صدقہ یا آزاد کرنے یا طلاق پر مشروط کیا (مثلاً یون کہا کہ اگر مین صحبت کرون تو مجھپر حج یا صدقہ یا روزہ لازم ہے) یا رجعی طلاق والی سے ایلا کرے تو (ان سب صورتون مین) ایلا کرنے والا ہوگا لیکن اگر طلاق بائن والی عورت یا اجنبی عورت سے ایلا کریگا تو درست نہوگا اور لونڈی منکوحہ کی ایلا کی مدت دو مہینے ہین اور اگر ایلا کرنے والا اپنی بیماری یا عورت کے مرض یا اُسکی شرمگاہ کے بند ہونے یا اُسکے صغیر سن ہونے یا فاصلہ دراز پر ہونے کی جہت سے اُس سے صحبت نکر سکے تو ایلا سے رجوع کرنا یون ہوسکتا ہے کہ اپنی زبان سے کہدے کہ مین نے اپنی منکوحہ سے رجوع کی اور اگر چار مہینے کی مدت مین صحبت پر قادر ہوجاوے تو رجوع کرنا صرف صحبت ہی (یعنے چار مہینے کے اندر اگر یہ موانع برطرف ہون تو زبانی رجوع کا اعتبار نہین بلکہ صحبت کرنی چاہیئے) اگر شوہر نے اپنی منکوحہ سے کہا کہ تو مجھ پر حرام ہی اور اس سے عورت کے حرام ہونیکو اپنے اوپر نیت کی یا نیت کچھ نہ کی تو اس جملے سے) ایلا ہوجاویگا اور (اگر اس سے) ظہار کی نیت کریگا تو ظہار ہوگا اور (اگر) جھوٹ کی نیت کریگا تو جھوٹ ہوگا اور طلاق کی نیت کریگا تو بائن طلاق ہوگی اور تین طلاقونکی نیت کریگا تو تین پڑینگی اور قول مفتی بہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص اپنی منکوحہ سی کہے کہ

تو مجھ پر حرام ہے اور حرام اُسکے نزدیک طلاق کے معنے مین ہو لیکن اُسنے طلاق کی
نیت نہ کی ہو تو طلاق پڑجاویگی اور عرف کی رو سے طلاق کی نیت کرنے والا ٹھہرایا جاویگا
(یعنے اگر اُسکے علم مین حرام کے معنے طلاق کے ہونگے تو طلاق ہوجاوے گی
گو اُسنے ان لفظون سے طلاق کی نیت نہ کی ہووے)
باب خلع کے بیان مین (خلع اُسکو کہتے ہین کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ مال دے کر طلاق
لیوے) خلع نکاح سے جدا ہونیکا نام ہے اور خلع کے لفظ سے اور مال کے عوض طلاق کے
لفظ سے طلاق بائن پڑتی ہے اور عورت پر جسقدر مال ٹھہرایا ہو لازم ہوجاتا ہے اور مکروہ ہے شوہر کو
طلاق کی عوض مین کچھ لینا بشرطیکہ سرکشی اور ناموافقت مرد کی طرف سے ہو اور اگر عورت
کی طرف سے ہو تو مکروہ نہین اور جو چیز مہر ہونے کی لیاقت رکھتی ہے وہ خلع کا عوض
ہوسکتی ہے پس اگر عورت سے شراب یا سوٴر یا مردار پر خلع کیا یا اُسکو طلاق دے تو خلع کی
صورت مین طلاق بائن پڑیگی اور طلاق کی صورت مین رجعی مگر مفت پڑیگی (عورت کو کچھ دینا
نہ آویگا) جیسا (اس صورت مین) کہ عورت کہے کہ مجھ سے خلع کرلے اور جو کچھ میرے قبضے مین
ہو لے لے اور اُسکے قبضے مین کچھ نہو (تو اس صورت مین اگر شوہر خلع کرلیگا تو طلاق مفت
بدون عوض کے پڑیگی) اور اگر عورت اتنا اور بڑھاوے کہ میرے قبضہ مین جو مال
اور درم ہین سے لے لے (تو اس صورت مین عورت یا) اپنا مہر واپس کرے یا تین درم شوہر کو
دے اور اگر شوہر عورت سے خلع کرے ایک بھاگے ہوئے غلام پر جو عورت کی ملک مین ہو
اور وہ عورت شرط کرلے کہ مین اُسکی ضامن نہین تو وہ اس شرط سے بری نہوجاویگی
اگر عورت نے کہا کہ مجکو تین طلاقین ہزار کے بدلے دیدے پس شوہر نے اُسکو ایک
طلاق دی تو اُسکو ہزار کی تہائی ملے گی اور وہ عورت بائن ہوجاویگی اور اگر عورت

کہے کہ تین طلاقین مجکو ہزار پر دیدے اور وہ ایک دیوے تو اسصورت مین طلاق رجعی
مفت پڑیگی (اسواسطے کہ اول صورت مین لفظ بدلے کا تھا اور بدلے کی صورتمین عوض معوض
پر بٹ جاتا ہی اور دوسری صورتمین لفظ پر معنی شرط ہی اسمین نہین منقسم ہوتا) اگر شوہر نے منکوحہ سے
کہا کہ تو اپنے نفس کو تین طلاقین ہزار کے بدلے یا ہزار پر دے لے اور اسنے ایک طلاق دی تو
کچھ نہ پڑیگی اور اگر مرد نے کہا کہ تو طلاق ہی ہزار کے بدلے یا ہزار پر اور عورت نے قبول کر لیا
تو ہزار اسپر لازم ہونگے اور بائن ہوجاویگی اور اگر اپنی منکوحہ سے کہا کہ تو طلاق ہی اور تجھپر
ہزار ہین یا غلام سے کہا کہ تو آزاد ہی اور تجھپر ہزار ہین تو طلاق اور آزادی مفت ہوجاویگی
(کچھ دینا نہ پڑیگا) اور اختیار کی شرط خلع مین عورتون کو کر لینی درست ہی مرد کو جائز نہین اگر
شوہر اپنی بی بی سے کہے کہ مین نے تجکو کل ہزار کے بدلے طلاق دی ہی مگر تو نے نہین مانا
اور عورت نے کہا کہ مین نے قبول کر لیا تھا تو شوہر کا قول سچا جانا جاویگا بخلاف بیچنے کے
(کہ اگر بیچنے والا کہے کہ مین نے اپنی چیز کل ہزار کے بدلے بیچی تھی اور تو نے منظور
نہ کی اور مشتری کہے کہ مین نے منظور کر لی تھی تو اس صورت مین لینے والیکا قول مانا جاویگا)
اور خلع کرنا اور حقوق سے بری الذمہ کرنا ان حقوق کو دور کر دیتا ہی جو مرد و عورت کو ایک
دوسرے پر نکاح کے باعث ہون یہان تک کہ اگر مال کے عوض مین شوہر اپنی منکوحہ سے
خلع کرے یا بری الذمہ ہونیکا معاملہ کرے تو شوہر کو وہی مال ملیگا جو اس معاملے مین ٹھہرا ہو اور
حقوق زوجیت ایکدوسرے کے ذمے باقی نرہینگے مثلاً دعوے مہر کہ لے لیا ہو یا نہ لیا ہو
صحبت سے پہلے ہو یا بعد ہو کسیکو انمین سے ایکدوسرے پر نہین پہنچتا۔ اور اگر چھوٹی
لڑکی کا ولی شوہر سے خلع کرے اور اسکے عوض صغیرہ کا مال ٹھہراوے تو اس مال کے
بدلے مین خلع درست نہوگا اور طلاق پڑجاویگی (یعنے صغیرہ کے ذمے مال لازم نہ آویگا)

اور ولی مہر ادا کرنے کے بدلے میں اگر خلع کرے اس شرط پر کہ میں ضامن ہوں تو طلاق پڑ جاوے گی اور مہر ادا ولی کے ذمے رہیں گے (واللہ اعلم)

باب ظہار کے بیان میں (جو ایک طرح کی طلاق ہے) ظہار یہ ہے کہ اپنی منکوحہ کو شوہر ایسی عورت سے تشبیہ دے جو اُس پر ہمیشہ کو حرام ہو (مثلاً اپنی ماں اور بہن اور بیٹی کو تشبیہ دے بخلاف سالی سے تشبیہ دینے کے کہ وہ ظہار نہ ہوگا اسلئے کہ سالی کی حرمت ہمیشہ کو نہیں بلکہ منکوحہ کی زندگی یا نکاح تک ہے) اگر شوہر اپنی منکوحہ کو کہے کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کی پشت کے ہے تو ان لفظوں کے بعد اُسکو عورت سے صحبت کرنا اور ایسی باتیں جو صحبت کے سامان ہوں (مثل بوس و کنار کے) حرام ہو جاتے ہیں جبتک کفارہ نہ دے لے اور اگر کفارہ سے پیشتر صحبت کر بیٹھے تو صرف اپنے پروردگار سے استغفار کرے (یعنی دوسرا کفارہ لازم نہیں ہوتا) اور (یہ جو قرآن مجید میں لفظ ثُمَّ يَعُودُونَ لِمَا قَالُوا آیا ہے یعنی پھر پھرتے ہیں اپنے قول سے اس) پھرنے سے مراد عورت سے صحبت کرنیکا قصد ہے (نہ خود صحبت کرنا کہ صحبت کفارہ دینے سے پہلے درست ہوا) اور پیٹ اور ران اور شرمگاہ ان تینوں اعضا کا حکم مثل پیٹھ کے ہے (حرمت کے لازم ہونے میں) اور مرد کی بہن اور پھوپھی اور ماں دودھ کی راہ سے مثل حقیقی ماں کے ہے (یعنے انکے ساتھ مشابہت دینے سے بھی حرمت ثابت ہوگی) اور عورت کو یہ کہنا کہ تیرا سر اور تیری شرمگاہ اور تیرا چہرہ اور تیری گردن اور تیرا آدھا سر اور تیری تہائی ایسا ہی جیسا (یہ کہا کہ) تو ایسی ہے (یعنے ان اعضا کو تشبیہ دینے سے محرمات کے اعضا سے حرمت ثابت ہوگی) اور اگر شوہر نے کہا کہ تو مجھ پر مثل میری ماں کے ہے اور (اس جملے سے) نیت اوسکی خدمت اور سلوک کی کی یا ظہار کی یا طلاق کی تو جو نیت کریگا وہی ہوگا اور اگر کچھ نیت نہ کی ہو تو

یہ قول لغو ہے اور اگر یہ کہا کہ تو مجھ پر حرام ہے مثل میری مان کے اور ظہار یا طلاق کی
نیت کی تو جو نیت کریگا وہی ہوگا اور اگر یہ کہا کہ تو مجھ پر مثل میری مان کی پشت کے حرام
ہے اور اس سے طلاق یا ایلا کی نیت کی تو ظہار ہوگا (یہ دونون چیزین نہونگی) اور ظہار
صرف اپنی منکوحہ بی بی سے ہوا کرتا ہے (یعنے اگر الفاظ ظہار کے اپنی لونڈی یا ام ولد سے
کہے گا تو ظہار نہوگا) پس اگر ایک عورت سے بدون اسکی اجازت کے نکاح کیا اور اس سے
ظہار کیا اور ظہار کے بعد اس عورت نے نکاح کو جائز رکھا تو ظہار باطل ہوجاویگا
(اسلیے کہ نکاح کی اجازت سے پیشتر وہ عورت اسکی منکوحہ نتھی) اگر اپنی سب عورتونکو
کہے کہ تم مجھپر مثل میری مان کی پشت کے ہو تو سب سے ظہار ہوا اور کفارہ ہر ایک کے واسطے
جدا جدا دے اور ظہار کا کفارہ یہ ہے کہ ایک بردہ آزاد کرے اور آزاد کرنا ایسے بردے کا
جو اندھا ہو یا دونون ہاتھ کٹے ہون یا ہاتھونکے دونون انگوٹھے کٹے ہون یا دونون پاؤن
کٹے ہون یا دیوانہ ہو یا مدبر اور ام ولد ہو یا ایسا مکاتب ہو جو کچھ مال دیچکا ہو ان سب مین
جائز نہین ہان اگر مکاتب نے کچھ نہ دیا ہو اور اسکو کفارے مین آزاد کردے تو جائز ہے
(اسلیئے کہ وہ بردۂ کامل ہے) یا یہ کہ کفارے کی نیت سے اپنے کسی رشتہ دار قریب کو خرید کر
یا کفارے مین آدھا غلام اپنا پہلے آزاد کردے اور آدھا پھر آزاد کرے یہ سب صورتین
درست ہین اور اگر کفارے مین آدھا غلام مشترک آزاد کردے اور آدھے کی قیمت کا
اسکے مالک کیواسطے ذمہ کرلے یا آدھا بردہ کفارے مین آزاد کرے اور جس عورت سے
ظہار کیا تھا پھر اس سے صحبت کرلے اور بعد صحبت کے آدھا آزاد کرے تو یہ صورتین درست نہونگی
(اسلیے کہ آزادی پورے بردہ کی صحبت سے پہلے نہوئی اور پورے بردے کا آزاد کرنا صحبت
سے پیشتر بموجب نص قرآنی کے شرط ہے) پس اگر بردہ آزاد کرنیکو نہ ملے تو دو مہینے

پے درپے روزہ رکھے اسطرح کہ ان دونون مہینون مین رمضان اور ایسے دن واقع نہون جنمین روزہ رکھنا ممنوع ہی (یعنے دو روز عید کے اور تین روز بعد عید اضحی کے ان دونون مہینون مین نہ پڑین) پھر اگر ان دونون مہینون کے اندر عورت مذکور سے رات کو یا بھول کر دن کو صحبت کریگا یا ایک دن بھی افطار کریگا تو نئے سر سے پھر روزے رکھنے پڑینگے (اسلیئے کہ ان روزون مین پے درپے ہونا اور صحبت سے پیشتر رکھنا شرط ہے) اور اگر شوہر خود غلام ہو تو اسکو سوائے روزہ رکھنے کے دوسری چیز جائز نہین اگرچہ اسکی طرف سے اسکا آقا بردہ آزاد کردے یا کھانا کھلاوے (اسلیئے کہ غلام خود تو مالک نہین تاکہ کھانا کھلاوے یا بردہ آزاد کرے اور آقا کا آزاد کرنا اور کھانا کھلانا اسکی طرف سے معتبر نہین) پھر اگر روزہ رکھنے کی طاقت نہو تو ساٹھ مسکینون کو کھانا کھلاوے جیسا صدقہ فطر مین مذکور ہوا یا کھانے کی قیمت دے (پس اگر اپنی طرف سے دوسرے شخص کو اجازت دے کہ ظہار کے کفارے مین کھانا کھلاوے اور وہ حکم کی تعمیل کرے تو درست ہی (اور) کفارونکے سب اقسام مین کھانیکا مباح کردینا درست ہی (یعنے ظہار کی اور روزے کی قضا اور قسم اور احرام کے شکار کے کفارون مین اور نیز شیخ فانی کو روزے کے فدیہ ادا کرنے مین کھانیکا مباح کرنا جائز ہے) مگر صدقات مین (مثل زکوۃ اور صدقہ فطر اور عشر زمین مین) مباح کرنا کافی نہین (بلکہ تملیک شرط ہے اور مباح کرنا اسطرح ہے کہ کھانا لاکر فقیرونکو اسکے کھانے کی اجازت دیدے۔ اور تملیک یہ ہے کہ وہ کھانا فقیرونکو دیڈالے اور انکی ملک کردے چاہین کھائین چاہین دوسرے کو دے ڈالین) اور کھانا کھلانے مین یہ شرط ہی کہ ہر فقیر کو پیٹ بھر کر دو صبح یا دو شام یا ایک صبح اور ایک شام کا کھانا دے (یعنے دو وقت کھلاوے خواہ ایک دن مین ہو یا دو دن مین) اور اگر

ایک فقیر کو دو مہینے تک کھلا دے تو درست ہے (لیکن اگر ایک فقیر کو ساٹھ حصے) ایک دن میں (دیدے تو) جائز نہوگا۔ مگر خاص اس دن کے (ایک آدمی کے) کھلانے میں شمار ہوگا اور اگر کھانا کھلانے کے درمیان میں عورت سے صحبت کرے تو کھانا نئے سر سے نہ کھلاوے (جیسا کہ روزون میں تھا) اور اگر دو ظہارون کے کفارون میں ساٹھ فقیرون کو ایک ایک صاع گیہون حوالے کرے تو ایک ظہار کا کفارہ جائز ہوگا (دوسرے کا اور دینا چاہیئے) اور اگر ایک کفارہ افطار کا تھا اور ایک ظہار کا اور کھانا مثل مذکورہ بالا دیا یا دو ظہار مین دو بردے آزاد کیے اور معین نہ کیا (کہ کونسا کس ظہار مین آزاد کرتا ہون) تو ان (صورتون مین) دونون (کفارونکی) طرف سے جائز ہوگا اور اسی جیسا ہے دونون ظہارونکے عوض مین روزے رکھنے اور کھانا کھلانا (یعنے معین نکرے کہ کسکی عوض روزے رکھتا ہون اور کسکی عوض کھانا کھلاتا ہون تو دونون ظہار کا کفارہ ہوجاویگا) اور اگر دونون ظہارون کے کفارے مین ایک بردہ آزاد کرے یا دو مہینے کے روزے رکھے تو ایک ظہار کا کفارہ ہوگا (دو کا نہوگا) اور اگر ایک کفارہ ظہار کا ہو اور ایک قتل کا اور وہ شخص ایک کفارہ بلا تعیین ادا کردے تو کسیکی طرف سے جائز نہوگا (غرضکہ دونون کفارے اگر ایک جنس کے ہونگے تو جائز ہے کہ کفارہ دینے والا بعد کفارہ دینے کے ان مین سے ایک کی نیت کرے۔ اور اگر دو جنس کے کفارے ہون تو ان مین بعد کفارہ دینے کے اگر معین کرے گا تو کافی نہوگا۔ واللہ اعلم (۱)

بیان لعان مین

باب لعان کے بیان مین (جس سے مرد و عورت مین جدائی ہوجاتی ہے لغت مین اسکے معنے آپسمین لعنت کرنے کے ہین اور شرع مین) لعان چند گواہیان مرد و عورت کی ہین جو تاکید اور قسم اور لعنت خدا کے ساتھ بیان کرین اور یہ

لعان) مرد کے حق میں گالی دینے کی سزا کے قائم مقام ہے اور عورت کے حق میں زنا کی سزا کے پس اگر شوہر اور عورت لیاقت گواہی کی رکھتے ہوں (یعنے آزاد اور عاقل اور بالغ اور مسلمان ہوں اور) مرد اپنی عورت کو زنا کی تہمت کرے اور وہ عورت ایسی ہو کہ اسپر تہمت زنا کرنے والے کو سزا ملتی ہو (یعنے پارسا منکوحہ ہو) یا وہ شوہر اُس عورت کے بچے کو کہے کہ یہ میرا نہیں اور عورت اُس شوہر کو زنا کی تہمت کی سزا دلوانا چاہے تو اس صورت میں لعان واجب ہے۔ پس اگر شوہر لعان سے انکار کرے تو اُسکو قید کیا جاوے یہانتک کہ خواہ لعان کرے یا اپنے آپ کو جھوٹا کہے اور گالی کی سزا اٹھا لے پھر جب شوہر لعان کرے تو عورت پر لعان واجب ہے اور اگر وہ انکار کرے تو قید کیجاوے یہانتک کہ لعان کرے یا شوہر کی تہمت کو سچا کرے (اور زنا کی سزا کو پہونچے) پھر اگر شوہر میں لیاقت گواہی کی نہو تو اسکو گالی کی سزا ملیگی اور اگر شوہر میں تو لیاقت گواہی کی ہو مگر عورت ایسی نہو جسکے تہمت لگانے والے کو سزا گالی کی دیجاوے (یعنے پارسا نہو تو شوہر پر نہ سزا واجب ہے نہ لعان اور صورت لعان کی وہ ہے جو کلام مجید میں ارشاد ہوئی ہے (یعنے قاضی شوہر سے شروع کرے۔ اور وہ چار مرتبہ اسطرح گواہی دے کہ میں خدا کے نام سے گواہی دیتا ہوں کہ میں نے جو نسبت زنا کے اس عورت پر کی ہے اُسمیں میں سچا ہوں اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ اگر اس باب میں میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالی کی لعنت مجھپر ہو بعد اُسکے عورت چار بار گواہی دے کہ میں خدا کے نام سے گواہی دیتی ہوں کہ یہ مرد جو مجکو زنا لگاتا ہے اسمیں جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ یوں کہے کہ اگر یہ مرد میرے ذمے زنا لگانے میں سچا ہو تو مجھ پر خدا کا غضب ہو) پس جب اسطرح سے لعان کر چکیں تو عورت اور مرد حاکم کے حکم سے علحدہ ہو جاویں اور اگر

مرد نے تہمت اِس طرح کی ہو کہ عورت کے بچے کو کہا ہو کہ میرا نہین تو حاکم اِس بچے کا نسب اُس مرد سے دور کرے اور اُس کو اُس عورت کی طرف لگا دے اور اگر مرد اپنے آپ کو جھوٹا کہے کہ مین نے جھوٹ کہا تھا تو اُسکو گالی کی سزا دیجاوے اور ہو سکتا ہے کہ مرد اُس عورت سے (لعبد لعان کے اور قاضی کے جدا کر دینے کے) نکاح کر لے اور اسیطرح اگر اپنی بی بی کے سوا کسی اور عورت کو زنا کی تہمت کرے اور اُسکی سزا مرد کو ملے یا عورت زنا کرے اور اُسکو زنا کی سزا ملے تو ان صورتون مین مرد کو اختیار ہے کہ اوس عورت سے نکاح کر لے۔ اور شوہر اگر گونگا ہو اور وہ زنا کی تہمت اپنی منکوحہ کو کرے یا کوئی شخص اپنی بی بی کے حمل کو کہے کہ میرا نہین تو ان صورتون مین لعان واجب نہین (اسلئے کہ پوری تہمت کلام کے ساتھ مین ہے اور وہ گونگے سے ناممکن ہے اور حمل کے انکار کرنے مین بھی پوری تہمت نہین اسلیے کہ ہو سکتا ہے کہ بچہ پیٹ مین نہو ویسے ہی پھولگیا ہے یا کوئی مرض ہو) اور اگر شوہر کہے کہ تو نے زنا کیا اور یہ حمل زنا کا ہے تو لعان واجب ہے اسلیے کہ اس صورت مین صریح نسبت زنا کی کی ہے) اور (قاضی کو چاہیے کہ اس مسئلہ مین) حمل کو اُسکے باپ سے جدا نکرے (اسلیے کہ بچہ ہونے سے پیشتر حمل کے ہونے اور نہونے ہی مین شبہہ باقی ہے۔ اور) اگر لوگ اُسکو مبارکبادی لڑکے کی دیوین اور اُسوقت وہ کہے کہ یہ بچہ میرا نہین یا اسباب بچے کے تولد کے خریدنے کے وقت ایسا کہے تو یہ نسب کو دور کرنا اپنے اوپر سے درست ہے اور ان وقتون کے بعد اگر کہے گا تو جائز نہو گا اور لعان دونون صورتون مین کرے (یعنے خواہ تہنیت کے وقت لڑکے کو اپنا نہ بتاوے خواہ تہنیت کے بعد خواہ سامان ولادت خریدنے کے وقت خواہ پیچھے) اور اگر جڑوان بچون مین سے اول کو اپنا نہ کہے اور دوسرے کو اپنا بتاوے تو گالی کی سزا

اسکو دیجاوے اور اگر اول کا اقرار کرے اور دوسرے کا انکار تو لعان کرے اور نسب دونون بچون کا دونون صورتون مین اسی سے ہوگا +

باب عنین یعنے نامرد کے بیان مین (جو عورت سے صحبت نکر سکے عنین اسکو کہتے ہین جس سے عورتون سے صحبت نہو سکے یا کنواریون کی صحبت پر قادر نہو اور رنڈیکی صحبت پر قادر ہو) اگر عورت اپنے شوہر کو ہیجڑا یعنے ذکر کٹا ہوا دیکھے تو قاضی اُن دونونکو اُسیوقت جدا کردے اور جس صورت مین کہ نامرد اور خصیہ نکالا ہوا ہو تو ایک سال ٹھہرے لگر اس برس مین وہ صحبت کرے تو بہتر ورنہ اگر عورت اس سے جدا ہونا چاہے تو قاضی جدا کردے۔ پس اگر شوہر کہے کہ مین نے صحبت کی ہے اور عورت انکار کرے اور دوسری عورتین کہین کہ وہ عورت باکرہ ہے تو اس عورت کو جدا ہوجانے کا اختیار دیا جاوے گا اور اگر وہ کہین کہ یہ عورت مرد رسیدہ ہے تو شوہر کا قول بشرط قسم کھانے کے سچا جانا جاویگا۔ اور اگر عورت شوہر کو پسند کرلے تو اُسکے بعد جدا ہونے مین اُس کا حق باطل ہوجاویگا۔ اور اگر مرد و عورت مین سے کسیکو دوسرے کے عیب کے باعث اختیار نہ دیا جاوے (یعنے جس صورت مین کہ ایک کو جذام یا جنون یا برص وغیرہ ہوجاوے تو دوسرے کو جدا ہوجانیکا اختیار نہین۔ اور اس مسئلے مین امام شافعی رح کا خلاف ہے کہ اُنکے نزدیک پانچ مرضون مین عورت مختار ہوتی ہے تین جو اوپر مذکور ہوئے چوتھا رتق ہے کہ عورت کی شرمگاہ کے منہ پر گوشت ابھر آوے جو صحبت کا مانع ہو پانچوان قرن ہے کہ اُس جگہہ پر ہڈی مانع صحبت کی ہو۔ اور دلیل امام اعظم رح کی قول عطار نخعی اور عمر بن عبدالعزیز اور اوزاعی اور سفیان ثوری اور ابن ابی لیلی کا ہے اسوجہ سے کہ جن معاملات مین رضامندی کامل شرط ہے اُن مین یہ بات ہوتی ہے کہ اگر رضامندی کی

یا تقویت مین کوئی عیب خلل کرتا ہے تو اُس معاملے کو واپس کر دیتے ہین اور نکاح کا لازم ہونا کامل رضامندی پر موقوف نہین اسلیئے کہ نکاح تو ہنسی کے الفاظ سے بھی لازم ہوجاتا ہے ۰

باب عدت کے بیان مین

باب عدت کے بیان مین۔ عدت اُس انتظار کو کہتے ہین کہ عورت کو (طلاق کے یا شوہر کی موت کے بعد کرنا) لازم ہے۔ عدت آزاد عورت کی طلاق کے لیے اور بعد صحبت کے نکاح کے ٹوٹنے کے لیئے تین حیض ہین جسکو حیض آتا ہو اور جسکو حیض نہ آتا ہو اُسکی عدت تین مہینے ہین اور شوہر کے مرنے کی عدت چار مہینے دس روز ہین اور لونڈی کی عدت اگر حیض آتا ہو تو دو حیض ہین اور اگر حیض نہ آتا ہو تو آزاد عورت کی عدت کا نصف ہوگا (یعنے طلاق اور نکاح ٹوٹنے مین ڈیڑھ مہینا اور خاوند کے مرنے مین دو مہینے پانچ روز) اور حاملہ عورت کی عدت بچے کا جننا ہے اور فار کی منکوحہ کی عدت وہ ہے جو دونون وقتون مین سے زیادہ تر دور ہو (فار اُس مرد کو کہتے ہین کہ اپنی بی بی کو مرض کی حالت مین طلاق دے اور اُسی مرض مین مرجاوے تو ایسی عورت کی عدت چار مہینے دس روز اور تین حیضون کی مدت مین سے جو زیادہ ہو وہی ہوگی) اور جو عورت کہ طلاق رجعی کی عدت مین آزاد ہوجاوے اُسکی عدت کا حکم مثل آزاد عورت کے ہے اور (اگر طلاق) بائن (کی عدت مین یا) خاوند کے مرنے کی عدت مین (آزاد ہووے تو) حکم آزاد کا سا نہوگا (لونڈی کی عدت کریگی) اور جس عورت کو تین مہینے عدت کے بعد حیض پھر آنے لگے تو اُسکی عدت حیض کے اعتبار سے ہوگی (نہ مہینون کے اعتبار سے) اور جس عورت کا نکاح فاسد ہوا ہو یا اُس سے شبہے مین صحبت ہوئی ہو اُسکی عدت اور ام ولد کی عدت باعتبار حیض کے ہے شوہر کے مرنے وغیرہ کے لیے۔ اور شوہر اگر چھوٹا ہو

اور اُسکی اہد جو اُسکے مرنے کے وقت حاملہ ہو جاوے تو اُسکی عدت بچے کا جننا ہے
اور اگر اُسکے مرنے کے بعد حاملہ ہو تو عدت چار مہینے دس روز کی ہوگی۔ اور ان
دونوں صورتوں مین نسب اُس بچے کا اُس شوہر خردسال سے نہ لگایا جاویگا اور جس
حیض مین عورت کو طلاق دیگئی ہو اُسکا اعتبار نہ کیا جاوے (یعنی اگر طلاق حیض کی
حالت مین دی ہو تو اُس حیض کو عدت مین شمار نکرین بلکہ تین حیض اُسکے سوا شمار
کرین) اور جو عورت کہ عدت مین ہو اگر اُس سے شبہے سے صحبت کا اتفاق ہو تو وہ عورت
دوسری عدت کرے اور یہ دونون عدتین ایک دوسری مین آجاوینگی اور جو حیض صحبت
کے بعد عورت کو ہوگا وہ دونون عدتون مین شمار ہوگا اور وہ عورت جب پہلی عدت
پوری ہوچکے تو دوسرے کو تمام کرے (یعنے مرد نے عدت والی عورت سے شبہے کے ساتھ
صحبت کی تو اُس عورت پر ایک عدت اور لازم ہوگی۔ اور جو حیض اب آویگا وہ دونون
عدتون مین شمار ہوگا اور یہی معنے ہین دونون عدتون کے ایکدوسری مین آجانیکے اور
جب پہلی عدت پوری ہوچکے تو دوسری عدت تمام کرے) اور شروع عدت کا طلاق
کے پڑنے اور مرنے کے بعد سے ہی اور نکاح فاسد مین جدائی کے بعد سے یا اُس وقت
سے کہ شوہر نے قصداً اُس سے صحبت کے ترک کا کیا۔ اور اگر عورت نے دعوی کیا کہ
میری عدت گذر گئی (یعنے اب رجعت درست نہین) اور شوہر نے اُسکا قول نہ مانا تو
قاضی کے یہان معتبر عورت ہی کا قول ہوگا بشرطیکہ قسم سے بیان کرے۔ اور اگر
شوہر نے اپنی عدت والی عورت سے نکاح کیا اور اُسکو صحبت سے پیشتر طلاق دیدی تو
اُس نکاح کا مہر پورا دینا واجب ہوگا نہ آدھا اور نئے سر سے عدت عورت پر لازم ہوگی
اور اگر کوئی ذمی اپنی ذمی منکوحہ کو طلاق دے تو وہ عدت نہ کرے (یعنے اُس صورت مین کہ

[illegible] ۱۲

اُنکے مذہب مین عدت واجب نہو۔ **فصل** جس عورت کو طلاق بائن ملی ہو یا شوہر مر گیا ہو وہ سوگ کرے یعنی زیب و زینت اور خوشبو لگانا اور سر مہ اور تیل ڈالنا چھوڑ دے اور مرض کے عذر سے تیل اور سرمہ درست ہے اور مہندی لگانا اور سرخ و زرد کپڑا پہننا ترک کرے بشرطیکہ عورت بالغ اور مسلمان ہو اور اگر آزادی کے سبب عدت مین ہو یا نکاح فاسد کی عدت مین جیسے بدون گواہونکے نکاح ہوا ہو تو ایسی عدتون مین سوگ نکرے اور عدت والی عورت سے صراحۃً پیام نکاح کا ندیا جاوے اور اشارۃً پیام دینا صحیح ہے اور جو عورت طلاق کی عدت مین ہو اُسکو اپنے گھر سے نکلنا نہ چاہیئے اور جو موت کی عدت مین ہے وہ دن کو اور شروع رات مین نکلے اور یہ دونون عدت اُسی گھر مین بیٹھین جسمین عدت اُن پر واجب ہوئی ہو (یعنے طلاق یا موت جس گھر مین ہوئی ہو اُس ہی مین عدت چاہیئے) لیکن اگر اُس مین سے کوئی نکالدے یا وہ گھر گرجاوے تو دوسرے مکان مین رہین جو عورت کہ سفر مین بائن ہو یا شوہر مر جاوے اور اُسمین اور اُسکے شہر مین فاصلہ تین روز سے کم ہو تو اپنے شہر کو واپس آوے اور اگر تین دن کی مدت ہو تو خواہ اپنے شہر کو چلی آوے یا جدہر جاتی ہے اُسطرف چلی جاوے دونون صورتون مین اُسکے ساتھ محرم ہو یا نہین اور اگر کسی شہر مین ایسا اتفاق ہو تو اُسی جگہہ عدت کرے اور بعد عدت کے وہان سے محرم کے ساتھ نکلے۔

باب نسب کے ثابت ہونے کے بیان مین۔ اگر کوئی مرد کہے کہ فلانی عورت سے اگر مین نکاح کرون تو اُسکو طلاق ہے پھر اُس سے نکاح کیا اور جب سے نکاح کیا تھا پورے چھ مہینے کے بعد اُس عورت کے بچہ ہوا تو اُسکا نسب اُس شوہر پر لازم ہوگا اور مہر پورا دینا آوے گا اور جو عورت کہ طلاق رجعی کی عدت مین ہو اُسکے بچے کا نسب شوہر سے ثابت ہوگا

اگرچہ وہ دو برس کے بعد جنے بشرطیکہ عدت کے ہو چکنے کا اقرار نہ کرے اور اس
بچے کا ہونا رجعت کے حکم مین ہوگا دو برس سے زیادہ پر اگر ہوا ہوگا اور اگر دو برس
سے کم مین ہوا ہوگا تو رجعت نہوگی (اسلیئے کہ حمل دو برس سے زیادہ نہین ٹھہرتا پس اول
صورت مین معلوم ہوا کہ شروع حمل کا عدت مین ہوا اس لیئے باعث رجعت ہو گیا اور
دو برس سے کم کی صورت مین یہ شک ہے کہ شاید حمل نکاح کے دنونکا ہو تو اسیواسطے
موجب رجعت نہوا) اور اگر عورت طلاق بائن کی عدت مین ہو تو دو برس سے کم مین اگر
بچہ ہوگا تو نسب ثابت ہوگا ورنہ ثابت نہوگا (اسلیئے کہ طلاق بائن مین احتمال رجعت کا نہین)
ہان اگر شوہر بچے کا دعوی کرے (تو ثابت ہوگا اور یہ مان لیا جاوے گا کہ شبہے سے صحبت
کی ہوگی) اور جو عورت بالغ ہونے کے قریب ہو اور وہ عدت مین طلاق رجعی یا بائن کی ہو
اُسکے بچے کا نسب اگر نو مہینے سے کم مین ہوگا تو ثابت ہوگا اور اگر پورے نو مہینے یا زیادہ
مین ہوگا تو ثابت نہوگا اور جو عورت موت شوہر کی عدت مین ہو اُسکے بچے کا نسب
دو برس سے کم مین ثابت ہوگا۔ اور جو عورت کہ اپنی عدت ہو چکنے کا اقرار کر چکی ہو
اُسکے بچے کا نسب وقت اقرار سے چھ مہینے سے کم مین اگر ہوگا تو ثابت ہوگا ورنہ ثابت
نہوگا۔ اور جو عورت عدت مین ہو اور اُس کے بچہ ہونے کو لوگ نہ مانین تو اُسکا نسب
کئی طرح ثابت ہو سکتا ہے یا یہ کہ دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتین گواہی اُس بچے کے
ہونے کی دین یا یہ کہ حمل ظاہر ہو یا یہ کہ شوہر اُس بچے کو کہے کہ میرا ہے یا اگر شوہر
مر جاوے تو اُسکے وارث اُسکی تصدیق کرین۔ اور عورت منکوحہ کے بچے کا ثبوت
اُس شوہر سے اُس صورت مین ہے کہ اُسکے بچہ چھ مہینے خواہ زیادہ میں وقت نکاح سے
پیدا ہو اگرچہ شوہر چپ رہے (کچھ اقرار یا انکار نکرے) اور اگر انکار کرے تو ایک عورت کے

گواہی سے ثابت ہوگا جو بیان کرے کہ اس عورت کے بچہ پیدا ہوا ہے پھر اگر بچہ پیدا ہونے کے بعد عورت مرد مین اختلاف ہو عورت کہے کہ تونے مجھ سے چھ مہینے ہوئے کہ نکاح کیا ہی اور شوہر دعوی کرے کہ چھ مہینے سے کم ہوئے ہین تو اس صورت مین عورت کا قول معتبر ہوگا اور نہ بچہ اس مرد کا ٹھہریگا۔ اور اگر شوہر طلاق کو مشروط بچہ ہونے پر کردے اور ایک عورت اسکے بچہ ہونے پر گواہی دے تو طلاق نہوگی۔ اور اگر مرد نے خود اقرار حمل کا کرلیا ہو تو بدون کسی کی گواہی کے عورت پر طلاق پڑجاوے گی۔ اور مدت حمل کی زیادہ سے زیادہ دو برس ہین اور کم سے کم چھ مہینے۔ (اور امام شافعیؒ کے نزدیک زیادہ مدت حمل کی چار برس ہین اور دلیل امام اعظم رح کی قول حضرت عائشہ رض کا ہے کہ بچہ پیٹ مین دو برس سے زیادہ نہین رہتا) پس اگر کسی لونڈی سے نکاح کرکے اسکو طلاق دے پھر اسکو خرید لیا اور وقت خرید سے چھ مہینے کے اندر اسکے بچہ ہوا تو وہ بچہ (اسکے سر پڑے گا اور) اوسیکا (لڑکا) ہوگا (اور چھ مہینے یا زیادہ مین بچہ جنے گی تو بدون دعوی کے اسکا نہ ٹھہریگا) اور اگر کسی شخص نے اپنی لونڈی سے کہا کہ اگر تیرے پیٹ مین بچہ ہے تو وہ میرا ہے اور گواہی دیوے ایک عورت بچہ ہونے کی تو وہ لونڈی اس مرد کی ام ولد ہوجاویگی (یعنی نسب اس بچے کا بدون دعوی کے ثابت ہوجاویگا لیکن یہ اس صورت مین ہی کہ بچہ اس لونڈی کے مرد کے اقرار سے چھ مہینے سے کم مین ہووے) اور جو شخص کسی لڑکے کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے اور مرجاوے پس اس لڑکے کی مان کہے کہ مین اسکی بی بی ہون اور یہ اسکا بیٹا ہے تو یہ دونون اس مرد کے وارث ہونگے پھر اگر اس عورت کی آزادی معلوم نہو اور وارث مردے کا (یعنے وہ لڑکا) کہے کہ تو

باہر نکال لاوے تو ان سب صورتوں میں ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر گھر کے باہر سے چیز پھینک
کو دیدے یا گھر میں صرف ہاتھ ڈال کر اسباب لے لے یا کیسہ جو آستین کے باہر ہو کاٹ لے
یا اونٹوں کی قطار میں سے ایک اونٹ یا اسکا بوجھ چرا لے تو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور اگر
اونٹ کے شلیطے کو چیر کر اس میں سے اسباب لے یا اسباب کے شلیطے کو اسیطرح لے
کہ اسکا مالک اسکی چوکسی کرتا ہے خواہ اسپر سوتا ہو یا ہاتھ صندوق میں خواہ کسیکی جیب یا
آستین میں ڈال کر مال لے تو ہاتھ کاٹا جاویگا فصل ہاتھ کاٹنے کی کیفیت اور اسکے
ثابت رکھنے کے بیان میں۔ چور کا داہنا ہاتھ پہونچے سے کاٹ کر (خون بند ہونیکے لیئے)
داغ دیا جاوے اور اگر دوبارہ چوری کرے تو بایاں پاؤں کاٹا جاوے اور اگر تیسری
دفعہ چرا لے تو قید کیا جاوے اور تعزیر دیا جاوے تاکہ چوری سے توبہ کرے مگر ہاتھ نہ کاٹا جاوے
اور اسیطرح اس شخص کا حال ہے جو چوری کرے حالانکہ اسکا بایاں انگوٹھا ہاتھ کا کٹا ہو یا بالکل
بیکار ہو گیا ہو یا دو انگلیاں بائیں ہاتھ کی سوائے انگوٹھے کے کٹی ہوئی یا بیکار ہوں یا
داہنا پاؤں کٹا ہوا ہو (کہ ان سب صورتوں میں اس کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا) اور جس
شخص کے داہنے ہاتھ کٹنے کا حکم ہوا ہو اگر کاٹنے والا اسکا بایاں ہاتھ کاٹ
ڈالے تو کچھ دیت (یعنے خونبہا) اسکو دینی نہ ہوگی اور ہاتھ کاٹنے میں شرط ہے کہ
جسکے پاس سے مال چوری گیا ہو وہ درخواست کرے اگرچہ وہ شخص دوسرے کا امانت دار
ہو یا زبردستی کسیکا مال چھین لیا ہو یا سود لینے والا ہو (کہ مال بطریق سود دوسرے سے
لیا ہو) اور جس صورت میں کہ یہی لوگ انکے پاس سے چوری جاوے اور مال کا اصل
مالک درخواست چور کے ہاتھ کاٹنے کی کرے تب بھی ہاتھ کاٹنا چاہیئے اور اگر ایک
چور نے مال چرایا اور چوری کے عوض اسکا ہاتھ کٹا بعد اسکے وہ مال کسی

دوسرے نے چورالیا تواب اول چور خواہ اصل مالک اگر ہاتھ کاٹنے کی درخواست کرینگے تو دوسرے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا۔ اور جو شخص کہ کوئی چیز چرا دے اور ہنوز مالک نے اسپر نالش نہین کی کہ اس نے چیز مذکور کو مالک کے حوالے کردی یا قاضی نے حکم ہاتھ کاٹنے کا کسی چوری مین کردیا تھا بعد حکم کے وہ چیز چور کی ملک مین آگئی یا چور خود مدعی ہوا کہ یہ میری ملک ہی یا چوری کے بعد اس چیز کی قیمت دس درم سے کم ہوگئی تو ان سب صورتون مین ہاتھ نہ کاٹا جاویگا۔ اور اگر دو چورون نے ایک چیز کے خود چور لینے کا اقرار کیا پھر ان مین سے ایک نے کہا کہ یہ میرا مال ہی تو انہین سے کسیکا ہاتھ نہ کٹے گا۔ اور اگر دو آدمی ایک چیز چراوین اور ایک ان مین سے غائب یعنے روپوش ہوجاوے اور گواہی سے دونون کے ذمہ چرانا ثابت ہو تو موجود چور کا ہاتھ کٹے گا اور اگر کوئی غلام چوری کا اقرار کرے تو اسکا ہاتھ کٹے گا اور مال اس شخص کو دلادیا جاویگا جسکے پاس سے اسنے چرایا تھا۔ اور ہاتھ کا کاٹنا اور مال کا تاوان ایک ساتھ نہین ہوتے یعنے یہ نہین ہوسکتا کہ ہاتھ بھی چور کا کٹے اور اس سے مال کی قیمت بھی دلائی جاوے لیکن اگر مال مسروقہ اسکے پاس موجود ہو تو مالک کو دلایا جاوے گا اور اگر کچھ چوریون کے عوض مین اسکا ہاتھ کاٹا جاوے تو اور مال کہ اسنے چرائے ہونگے انکا تاوان نہ دینا پڑیگا۔ اور اگر کپڑے کو چرا کر گھر ہی مین چیر پھاڑ ڈالا پھر باہر نکالا تو ہاتھ کٹے گا۔ اور اگر بکری کو چرا کر اسی جگہ ذبح کرکے باہر نکالا تو نہ کٹے گا۔ اور اگر چاندی سونا چرا کر اس کے روپے اشرفی بنالیئے تو ہاتھ کٹے گا اور روپے اشرفی مالک کو دیئے جاوینگے۔ اور اگر کپڑے کو چرا کر سرخ رنگا اور ہاتھ کاٹا گیا تو نہ کپڑا مالک کو دے نہ اسکی قیمت۔ اور اگر سیاہ رنگے تو کپڑا پھیر دے۔

باب رہزنی کے بیان مین - اگر کوئی شخص کہ قصد رہزنی کا رکھتا ہو رہزنی سے پہلے گرفتار ہو تو اسکو قید کرنا چاہیئے یہانتک کہ اُس ارادۂ فاسد سے توبہ کرے (اور اگر وہ کوئی) مال معصوم لے لیوے (یعنے مسلمان کا مال خواہ ذمی کا چھین لے) تو اسکا ایک ہاتھ اور ایک پاؤن دوسری جانب سے کاٹا جاوے (یعنے دہنا ہاتھ اور بایان پاؤن) اور اگر اسنے کسی کو جان سے مارڈالا ہو تو وہ بھی حد مین مارڈالا جاوے (نہ قصاص مین یعنی) اگرچہ وارث مقتول کا خون اسکو معاف کردے (مگر خون معاف ہوگا) اور اگر وہ کسیکو جان سے مار کر مال لیوے تو اسکا دہنا ہاتھ اور بایان پاؤن کاٹ کر مارڈالا جاوے اور سولی پر چڑہا دیا جاوے یا کہ صرف جان سے ماردیا جاوے یا فقط سولی پر کھینچا جاوے (یعنی حاکم کو اختیار ہے جو چاہے انمین سے کرے) اور جس صورت مین کہ امام سولی پر چڑہانا پسند کرے تو ڈاکو کو زندہ سولی پر چڑہا دے اور اسکے پیٹ کو نیزے سے چیرے تاکہ مرجاوے اور تین دن تک اسکی لاش سولی پر رکھے اور اس صورت مین جو مال اسنے لیا ہو اسکا تاوان نہ دیگا۔ اور جو شخص مرتکب قتل اور مال لینے کا نہوا ہو وہ مثل مرتکب کے ہے (یعنی ڈاکوؤن کو سبکو سزا یکسان ہونی چاہیئے خواہ اسنے خود ڈاکہ زنی کی ہو یا اسکی مدد دوسرے نے کی ہو) اور لکڑی اور پتھر مارڈالنے مین مثل تلوار کے ہین (جیسا کہ لکڑی اور پتھر سے کسیکو مارڈالا ویسا ہی تلوار سے) اور اگر کسیکو ڈاکو زخمی کرے اور مال لے لیوے تو اسکا دہنا ہاتھ اور بایان پاؤن کاٹا جاویگا اور زخم کا قصاص جاتا رہیگا اور اگر صرف زخم کرے اور مال نہ لے یا جان سے مارڈالے پھر رہزنی سے توبہ کرلے یا بعض راہزن عاقل اور بالغ نہون یا جسپر رہزنی کی ہو اُس سے قرابت قریبہ رکھتا ہو یا قافلے کے کچھ لوگ دوسرے ساتھیون پر راہزنی کرین یا رات کو خواہ دن کو شہر مین یا دو شہرون کے بیچ مین رہزنی کرین

توان سب صورتون مین حد لازم نہوگی وارث کو اختیار ہے چاہے مقتول کے خون کا بدلہ لے چاہے معاف کرے۔ اور جو شخص شہر مین کئی مرتبہ گلا گھونٹ کر لوگون کو مار ڈالے اُسکو اُنکے عوض مین مار ڈالنا چاہیئے۔

کتاب السیر

اسمین جہاد کے طریق اور سفر کا مذکور ہے (سیر سین کے کسرہ اور یاء مفتوح سے سیرت کی جمع ہے اور اُسکے معنی طریق جہاد کے ہین) جہاد (یعنے کافرون سے دین کے لیئے لڑنا) ابتدا مین فرض کفایہ ہی (یعنے مسلمانونکو چاہیئے کہ شروع لڑائی کا خود کرین اور اگر کافر کسی شہر پر چڑھ آوین تو ہر شخص پر لڑنا فرض عین ہو جاتا ہے اور معنی فرض کفایہ کے یہ ہین) کہ اگر اُس (کام) کو کچھ لوگ کرین تو سب کے ذمے سے اُتر جاتا ہے اور اگر کوئی نکرے تو گنہگار سب ہووین۔ اور جہاد لڑکے اور عورت اور غلام اور اندھے اور اپاہج اور ہاتھ پاؤن کٹے پر واجب نہین۔ اور فرض عین ہی بشرطیکہ دشمن چڑھ آوے پس اس صورت مین عورت بدون اجازت اپنے شوہر کے اور غلام بدون اجازت مالک کے جہاد کو نکلے اور جہاد پر مزدوری کا مقرر کرنا مکروہ ہی بشرطیکہ بیت المال مین مال پایا جاوے ورنہ مکروہ نہین (کہ اور لوگون سے لیکر جہاد کرنے والونکو دین) پس اگر ہم فرقہ اہل اسلام کافرون کو محاصرہ کرین تو اول اُنسے مسلمان ہوجانیکی درخواست کرین اگر وہ مسلمان ہونا مان لین تو بہتر ہی (کہ مطلب حاصل ہوگیا) اگر نہ مانین تو اُن سے جزیہ طلب کرین اگر جزیہ دینا قبول کرین تو اُنکے واسطے وہ ہی جو ہمارے لیئے ہی (یعنے اُنکی جان اور مال کو محفوظ رکھنا چاہیئے) اور اُنپر وہ ہے جو ہمپر ہی (یعنے معاملات مین اُنکے احکام مثل مسلمانون کے ہین) اور جس کسی کو کہ دعوت اسلام نہ پہونچی ہو اُسکے ساتھ ہم نہ لڑینگے (یعنے اگر اُن سے مسلمان ہونے کو نہ کہا گیا ہو تو

دفعتہً لڑنا نہ چاہیئے) اور اگر پہلے دعوت اسلام پہونچ چکی ہو تو مستحب ہی کہ لڑائی کے
شروع مین پھر اُن سے مسلمان ہونیکو کہدیا جاوے۔ پھر اگر جزیہ دینا بھی قبول نکرین
تو اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کرکے اُن سے لڑینگے اسطرح کہ آلات لڑائی کے سب
کام مین لاوینگے اور کافرونکو جلا دینگے اور ڈبو دینگے اور اُنکے درخت کاٹ ڈالین گے
اور کھیتیان اُجاڑ دینگے اور تیر وُنکی بھرمار کرینگے اگرچہ وہ بعض مسلمانون کو اپنی سپر
بنالیں اوہم تیر وغیرہ مارنے مین کافرون کی نیت کرینگے نہ مسلمانون کی دستے لعنے
اگر کافر مسلمان کو اپنی سپر بنالے اور اُسکی آڑمین کھڑا ہو اور اُسکے مارنے کی ضرورت
ہو تو صرف کافر کی نیت سے تیر وغیرہ مارنا چاہیئے گو مسلمان بھی زخمی ہو یا مارا جاوے
اور مسلمانونکو منع ہی کہ قرآن اور عورت کو ایسے لشکر مین ہمراہ لین جسمین جمعیت تھوڑی
ہو اور شکست کا خوف لگا ہو اور نیز منع ہے کہ دغا کرین یا عہد کے خلاف کرین یا مال
غنیمت مین خیانت کرین یا کسی کے ناک کان کاٹین یا عورت اور بیعقل و نابالغ کو مارین
یا بوڑھے فرتوت اور اندھے اور اپاہج کو قتل کرین ہان جس صورت مین کہ ایسا شخص
لڑائی مین رای دیتا ہو یا بادشاہ ہو تو اُسکو مار ڈالنا چاہیئے اور منع ہی کہ مسلمان لڑکا اپنے
باپ مشرک کو قتل کرے بلکہ لڑکے کو اُسکے مار ڈالنے سے انکار کرنا چاہیئے تاکہ دوسرا
شخص اُسکو مار ڈالے۔ اور ہمکو اختیار ہے کہ اُن سے کچھ مال لے کر خواہ دیکر صلح کرلین
اگر صلح کرنا مسلمانونکے حق مین بہتر ہو اور صلح کو توڑ ڈالین اگر توڑنا اچھا ہو اور اگر
کافرون کا بادشاہ خیانت کرے تو بدون صلح توڑے اُنسے لڑین اور مرتدون سے
بدون مال کے لڑین پس اگر مرتدون سے مال لے لیا جاوی (باوجودیکہ مال کا لینا درست
نہین تاہم اُس مال کو اُنکو واپس نہ دیا جاوے۔ اور کافرونکے ہاتھ مسلمان ہتھیار نہ بیچین

اور جس کافر کو کوئی مسلمان مرد یا عورت پناہ دے اُسکو قتل نکریں ہان اگر اسکا پناہ دینا بُرا ہو تو امن کو توڑ ڈالیں اور اگر کوئی ذمی یا قیدی یا سوداگر یا غلام جسکو لڑنے کا حکم نہین تھا کسی کافر کو پناہ دے تو اُن کا پناہ دینا باطل ہے۔

باب مال غنیمت اور اسکی تقسیم سے بیان میں

باب جو مال غنیمت کہ کافرون سے ہاتھ لگے اُسکے اور اسکی تقسیم کے بیان مین مسلمانون کا بادشاہ جس شہر کو غلبہ اور زبردستی سے فتح کرے اُسکو مسلمانون مین بانٹ دے یا اُس ملک کے باشندونکو اُسپر مقرر رکھے اور اُن خود پر جزیہ اور اُنکی زمینون پر خراج ٹھہراوے اور قیدیون کو اختیار ہے چاہے مار ڈالے چاہے غلام بنا لے چاہے آزاد چھوڑ دے کہ مسلمانون کو جزیہ دیا کرین لیکن یہ حکم اُن لوگون مین ہے کہ مرتد نہون اور نہ عرب کے شرک کرنیوالے اور حرام ہی قیدیون سے فدیہ لیکر دارالحرب کو واپس بھیجنا اور مفت اُنپر احسان رکھکر رہا کر دینا اور نیز حرام ہے مواشی کی کوچین کاٹنی جس صورت مین کہ اُنکا دارالاسلام مین لانا مشکل ہو بلکہ ذبح کرکے اُنکو جلا دیا جاوے (تاکہ کافر فائدہ اُنسے نہ اُٹھائین) اور کافرونکے ملک مین مال غنیمت کو بانٹنا حرام ہی مگر سپرد کرنیکے طور پر حرام نہین (یعنے اگر لشکر والونکو مال اس لیئے بانٹ دین کہ اُنکے پاس امانت رہی دارالاسلام مین داخل ہوکر پھر قسمت کیجاویگی تو جائز ہے) اور حرام ہے مال غنیمت کو تقسیم سے پیشتر فروخت کرنا اور جو مدد کہ مسلمانون کو پہونچے وہ مال غنیمت مین اُنکی شریک ہوگی اگرچہ مدد کے لوگونکو کافرون سے لڑنے کا اتفاق نہو مگر بازاری شخص اور جو کہ دارالحرب مین مرجاوے وہ شریک نہوگا اور اگر دارالحرب کے محاصرے کے بعد دارالاسلام مین مریگا تو حصہ اُس مردے کا اُسکے وارثونکو دیا جاویگا۔ اور جائز ہی مسلمانونکو کہ مال غنیمت مین سے ان اشیاء کو تقسیم سے پیشتر اپنے کام مین لادین گھاس اور کھانے کی چیز اور لکڑیان جلانے کی اور ہتھیار اور

اسلئے سیران وہ حیوان ہیکار وہی سے بیان جان سکیں

تیل وگر انکا بیچنا جائز نہین اور جب دار الحرب سے نکلین تو انکو کام مین نہ لادین بلکہ جسقدر اپنے پاس بچے ہون انکو مال غنیمت مین واپس دین۔ اور جو شخص کہ کافرون مین سے مسلمان ہوجاویگا اسکی جان قتل سے اور لڑکا قید سے بچیگا اور جو مال اسکے پاس ہوگا یا کسی مسلمان کے پاس خواہ ذمی کے پاس امانت ہوگا وہ غنیمت ہوجانے سے محفوظ رہیگا لیکن اسکے مسلمان ہونے سے اسکا بڑا لڑکا اور اسکی عورت اور حمل اور زمین اور غلام جنگی محفوظ نہوجاوے گا۔

فصل غنیمت کی قسمت کرنے کے بیان مین۔ پیادے کے لیئے ایک حصہ ہی اور سوار کے لیئے دو حصے اگرچہ اسکے پاس دو گھوڑے ہون اور ترکی یا بو مثل تازی پورے گھوڑے کے ہی اور اونٹ اور خچر کی مانند نہین (یعنی اونٹ اور خچر کیواسطے کچھ حصہ نہین) اور سوار اور پیادہ ہونے مین اسوقت کا اعتبار ہے کہ جب دار الاسلام کی حد سے آگے بڑھین (پس اسوقت جیسا کوئی ہوگا ویسا ہی اعتبار کیا جاوے گا) اور غلام اور عورت اور لڑکے اور ذمی کے واسطے اگر لڑائی مین ممد و معاون رہین کچھ تھوڑا مال دیا جاوے (انکا) پورا حصہ نہین (چاہیئے) اور مال غنیمت مین سے پانچواں حصہ یتیمون کا ہی (جنکے باپ مرگئے ہون) اور مسکینونکا اور مسافرون کا (جا اپنے پاس مال نرکھتے ہون) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قرابت کے فقیر (یعنی فقراء بنی ہاشم اور بنی مطلب ان تینوں قسمون (یعنی یتیمون اور مسکینون اور مسافرون پر) مقدم رکھے جاوین اور جو لوگ انہین سے غنی ہون انکا حق اس پانچوین حصہ مین نہین اور ذکر اللہ تعالیٰ کا (جو اس آیت مین ہی وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ الآیہ) صرف تبرک کیواسطے مذکور ہے (پس کوئی حصہ علیحدہ اللہ کے لیئے نہوگا) اور حصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا آپ کی وفات کے سبب جاتا رہا جیسے کہ صفی جاتا رہا (کہ اب امراء اور بادشاہون کو صفی لینا نہ چاہیئے

اور بیان اس کا کہ غنیمت کا پانچواں حصہ یتیمون کا ہی اور اللہ تعالیٰ کے واسطے پانچواں حصہ ... صلی اللہ علیہ وسلم

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صفی لینا درست تھا اور صفی وہ مال ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم غنیمت میں سے اپنے نفس نفیس کے لیے پسند فرماتے تھے جیسے کوئی تلوار یا زرہ یا لونڈی یا اور کوئی چیز لیں اب امام کو اپنے لیئے پسند کرنا درست نہیں) اور اگر کوئی مسلمانوں کی جماعت کہ شوکت اور طاقت والی ہو بدون اجازت بادشاہ کے دار الحرب میں چلی جاوے تو جو مال غنیمت وہ لاویں اُس میں سے خمس لیا جائے (یعنی پانچواں حصہ) اور اگر قوت و شوکت والے نہوں تو خمس نہ لیا جاوے۔ اور امام کو اختیار ہی کہ زیادہ دینے کے جملوں سے لوگوں کو لڑائی پر اُبھارے اور ترغیب دے مثلاً کہے کہ جو کوئی کسی کافر کو مار یگا تو اُسکا اسباب قاتل کو ملیگا۔ یا چھوٹے لشکر سے کہے کہ میں نے تمہارے واسطے غنیمت کی چوتھائی بعد خمس نکالنے کے مقرر کردی (یعنے غنیمت میں سے خمس نکالکر چار حصے جو رہے اُن میں سے ایک تمکو دونگا اور تین حصے سب لشکر میں تقسیم کرونگا) اور اس صورت میں غنیمت کے جمع کرنے کے بعد اگر زیادہ دے تو صرف خمس میں سے اُس لشکر کو دیدے (غنیمت کے چار حصوں میں سے نہ دے) اور پہلی صورت میں مقتول کا اسباب اگر امام نے زیادہ دینے کا حکم نہ کیا ہو تو سب میں تقسیم ہوجاویگا (ورنہ قاتل کو پہونچیگا) اور اسباب یہ ہی کہ سواری اور کپڑے اور ہتھیار اور جو کچھ اُسکے پاس مایہ ہو۔

باب کافروں کے غلبے کے بیان میں۔ اگر ترکستان کے کافر روم کے کافروں پر غالب ہوکر اُنکو قید کریں اور اُنکا مال لے لیں تو اُسکے مالک ہوجاوینگے پھر جب مسلمان ترکیوں پر غالب ہوں تو جو کچھ مسلمانوں کو قیدی اور مال میں سے ملیگا اُسکے مالک ہوجاوینگے (یعنے ایک قوم کافروں میں سے اگر دوسرے کو لوٹ لاویں تو مال اور قیدیوں کے مالک ہوجاتے ہیں یہانتک کہ جب مسلمان اُن غارتگروں پر غلبہ پاویں اُنکی لوٹ

باب کافرونکے غلبے کے بیان میں

کے مال کے بھی مالک ہو جاینگے جو وہ دوسری قوم سے لائے تھے) اور اگر کفار
مسلمانون پر غالب ہو کر اُنکا مال اپنے ملک مین لیجا دین تو آسکے مالک ہو جاوینگے
پھر اگر مسلمان اُنپر غالب ہون تو جو مسلمان اپنی چیز بجنسہ وہان پاوے وہ غنیمت کی تقسیم
سے پیشتر اُسکو مفت لے لے اُسکا عوض کچھ نہ دے اور اگر غنیمت کی تقسیم کے بعد اُسکو اپنا
مال ملے تو اُس مال کی قیمت دے کر لے سکتا ہے - اور اگر کسی سوداگر نے کافرون سے
وہ چیز مول لے لی ہو اور دار الاسلام مین لے آیا ہو تو جتنے دام سوداگر کے لگے ہون
اُسقدر دیکر لے لے اگرچہ اُس مال کی آنکھ پھوٹ گئی ہو اور اُسکا عوض لے لیا گیا ہو (یعنے
ایک سوداگر نے دار الحرب سے ایک غلام مول لیا جو کسی مسلمان کا تھا اور اُسکو
کافر لیگئے تھے اور وہ سوداگر اُسکو دار الاسلام مین لایا تو مسلمان مالک کو چاہیئے کہ
جس دام کو سوداگر لایا ہو وہ اُسکے حوالے کرے اگرچہ اُس غلام کی آنکھ کسی نے پھوڑ دی ہو
اور اگر اُس سوداگر نے اُس سے اُسکا عوض لے لیا ہو مگر مسلمان مالک کو نچاہیئے کہ آنکھ
پھوٹنے کے عوض کو غلام کے مول مین سے کم کر کے دے) پس اگر قید مین پڑنا اور
خرید نا مکرر ہو تو مشتری اول دوسرے سے اُسکا دام دے کر لے اور پہلا مالک
دونون دام مشتری اول کو دے (اس مسئلے کی صورت یہ ہے کہ کافر زید کے غلام کو پکڑ لیگئے
اور عمرو اُنسے اُسکو ہزار روپیے کو خرید لایا - پھر دوبارہ اُس غلام کو کافر پکڑ لیگئے
تو بکر اُن سے ہزار کو دار الاسلام مین لے آیا اب اگر عمرو اُس غلام کو لے گا تو بکر کے دام
یعنی ہزار روپیہ دیکر لیگا اور زید اگر عمرو سے لینا چاہے گا تو دو ہزار دینے پڑینگے
اسلیئے کہ عمرو کے اُسپر دو ہزار لگے ہین) اور اگر کافر مسلمانون کے آزادون اور مدبر
اور ام ولد اور مکاتب کو پکڑ لیجا دین تو وہ اُنکے مالک نہونگے اور اگر مسلمان

آتے نکے یہ لوگ پکڑ لاوینگے تو مالک ہوجاوینگے۔ اور اگر مسلمانونکا کوئی اونٹ بھاگ کر
کافرونکے یہان چلاجاوے اور وہ اسکو پکڑ لین تو مالک ہوجاوینگے لیکن اگر کوئی غلام
بھاگ کر جاوے گا تو اسکے مالک نہونگے۔ اور اس سے یہ نکلتا ہی کہ اگر کوئی غلام اپنے
مالک کا گھوڑا اور اسباب لیکر کافرون کیطرف چلاگیا اور انہون نے اسکو پکڑ لیا
اور کوئی سوداگر اُن سے وہ غلام اور گھوڑا اور اسباب مول لیکر دارالاسلام مین لے آیا تو
مالک قدیم اُس غلام کو سوداگر سے مفت لے سکتا ہی (اسلیئے کہ کافر غلام کے مالک
نہوئے تھے) اور غلام کے سوا اور چیزین مول دیکر لیوے (جتنا دام مشتری نے کافرونکو
دیا ہو اسلیئے کہ اُن چیزون کے وہ مالک ہوگئے تھے) اور اگر کوئی کافر جو مسلمانونکی امن سے
دارالاسلام مین آیا ہو کسی مسلمان غلام کو خریدے اور اپنے ملک مین لیجاوے یا
کوئی غلام دارالحرب ہی مین مسلمان ہوکر مسلمانونمین چلا آوے یا مسلمان غالب ہوکر اُس مسلمان
غلام کو دارالحرب سے پکڑ لاوین تو ان سب صورتون مین مسلمان غلام آزاد ہوجاویگا۔
باب مستامن کے بیان مین (اور مستامن اسکو کہتے ہین جسکو مار ڈالنے اور لوٹ لینے
سے امن دیوین تاکہ دارالاسلام مین آوے یا مسلمان دارالحرب مین جاوے) اگر کوئی مسلمان
سوداگر دارالحرب مین جاوے تو اسکو کافرونکی کسی چیز سے تعرض کرنا حرام ہی (یعنے اسکو
نہ چاہیئے کہ اُنکی کوئی چیز چوری یا زبردستی وغیرہ سے لے لے) لیکن (باوجود اس حرمت
کے) اگر کوئی چیز نکال لاوے تو اُسکا مالک ممنوع طور پر ہوجاویگا پس ایسی چیز کو فقیر ونکو
خیرات کردینی چاہیئے (اپنے خرچ مین نہ لاوے اسلیئے کہ اسکا لینا حرام تھا) اور اگر سوداگر
مذکور کے ہاتھ کسی کافر نے کوئی چیز اُدھار بیچی یا سوداگر نے کافر کے ہاتھ یا انمین سے
ایک نے دوسرے سے زبردستی کوئی چیز لے لی اور پھر وہ دونون دارالاسلام

باب مستامن کے بیان مین

مین آوین اور قاضی کے یہان رجوع کرین تو قاضی کچھ حکم نکرے (یعنی نہ حکم غصب کا دے نہ قرض مسلمان کا کافر پر خواہ کافر کا مسلمان پر) اور یہی حال ہی اگر دو کافر دارالحرب مین قرض یا غصب کا معاملہ کرین اور پھر امن لیکر دارالاسلام مین چلے آوین (یعنی قاضی کچھ حکم غصب یا قرض کا ندے) ہان اگر دونون کافر مسلمان ہوکر دارالاسلام مین آوین اور نالش کرین تو قرض کا حکم کیا جاویگا اور غصب کا نہین کیا جاویگا۔ اور اگر دو مسلمان امن لیکر دارالحرب مین جاوین اور ایک انمین سے دوسرے کو مارڈالے تو اگر جان کر مارا ہوگا تو اسکے مال مین خونبہا واجب ہوگا اور اگر براہ خطا مارا ہوگا تو کفارہ لازم ہوگا۔ اور اگر دو مسلمان دارالحرب مین قید ہون اور انمین سے ایک دوسرے کو دارالحرب مین قتل کرے یا اُس مسلمان کو جو دارالحرب مین اسلام لایا تھا کوئی مسلمان وہین مارڈالے تو ان دونون صورتون مین صرف خطا کی راہ سے مارڈالنے مین کفارہ ہی (اور خونبہا اور قصاص کچھ واجب نہین ہ)

فصل مستامن کو جو دارالحرب سے آوے دارالاسلام مین ایک سال کامل نرہنے دین اور اُس سے کہا جاوے کہ اگر تو یہان ایک برس ٹھہرے گا تو تجھپر جزیہ معین کردیا جاویگا پھر اس کہنے کے بعد اگر وہ ایک برس ٹھہریگا تو ذمی ہوجاویگا (یعنے اُس سے جزیہ لینا چاہیئے) اور پھر اُسکو دارالحرب مین جانے نہ دیا جاوے جیسے اس صورت مین کہ کوئی مستامن زمین خرید لے اور اُسپر خراج مقرر ہوجاوے یا کوئی مستامن عورت ذمی مرد سے نکاح کرلے (تو ان صورتون مین بھی اُنکو نہ چھوڑینگے کہ اپنے ملک کو چلے جاوین) بخلاف اسکے عکس کے (یعنے اگر مستامن مرد ذمی عورت سے نکاح کرلے تو وہ مرد ذمی نہوجاویگا اور اگر وہ اپنے وطن کو جانا چاہیگا تو جانے دینگے) پس اگر مستامن جو دارالاسلام مین آیا تھا دارالحرب کو لوٹ جاوے اور کسی مسلمان خواہ ذمی کے پاس اُسکی کچھ امانت ہو

یا ان دونون کے ذمے اسکا قرض ہو تو اسکا مار ڈالنا جائز ہو گیا اس سے یہ نکلا کہ اگر کافر مذکور قید ہو کر لایا جاوے یا کافرون پر مسلمان غالب ہووین اور وہ شخص مارا جاوے تو جو قرض اسکا تھا وہ جاتا رہیگا اور جو امانت تھی وہ مال غنیمت متصور ہوگا اور اگر بدون غلبے کے وہ مارا گیا یا اپنے آپ سے مر گیا تو اسکا قرض اور امانت اسکے وارثونکو ملیگی مال غنیمت نہوگی۔ اور اگر کوئی حربی امن لیکر دار الاسلام مین آیا۔ اور دار الحرب مین اسکی بی بی اور بچہ اور کچھ مال کسی مسلمان اور ذمی اور حربی کے پاس ہے اور وہ یہان آکر مسلمان ہو گیا اور اسکے بعد کافر مغلوب ہوئے تو اسکے تمام اشیاء مذکورہ داخل غنیمت ہونگی اور اگر دار الحرب مین مسلمان ہو کر دار الاسلام مین آیا اور پھر حربی مغلوب ہوئے تو اسکا چھوٹا بچہ مسلمان آزاد ہے اور جو امانت اسکی مسلمان خواہ ذمی کے پاس ہوگی وہ بھی مسلمان یا ذمی کی ہو جاویگی (کہ وہ اسکے) مالک ہو جاوینگے اور انکے سوا اسکی اور چیزین (مثلاً بی بی اور بڑا لڑکا اور دوسری چیزین) غنیمت ہونگی اور جو شخص کہ چوک کر کسی مسلمان کو مار ڈالے جسکا کوئی وارث نہو یا کسی کافر حربی کو جو امن لیکر دار الاسلام مین آیا تھا اور مسلمان ہو گیا تھا مار ڈالے تو امام کو چاہیئے کہ انکا خونبہا قاتل کی قوم سے لیوے اور اگر قصداً اسکو مار ڈالے تو اسکا حکم قصاص مین مار ڈالنا یا خونبہا لینا ہے نہ معاف کرنا (یعنی بادشاہ کو اختیار ہے چاہے مار ڈالے چاہے خونبہا لے مگر معاف نہین کر سکتا)

باب دہیکی اور خراج (یعنے زمین کے محصول) اور جزیے کے بیان مین۔ زمین عرب کی اور وہ زمین جہانکے رہنے والے مسلمان ہو گئے ہون۔ یا غلبے کے طور پر مفتوح ہو کر لشکر اسلام کو بانٹ دیگئی ہو یہ تینون قسمین زمین عشری ہین انکی پیداوار سے دہ یکی لینی چاہیئے اور جو ملک کہ غلبے سے جیتا ہو اور پھر اس ملک کے باشندے انکو اسپر قائم

رکھا ہو یا امام نے اُنکے ساتھ صلح کر لی ہو تو ایسی زمینین خراجی ہین امام جو مصلحت سمجھے اُن سے لیوے۔ اور اگر کوئی شخص زمین ویران کو جو کسی کی ملک نہو آباد کرے تو اُس زمین کا پاس ہونا معتبر ہوگا (یعنے اگر وہ عشری زمین کے پاس ہوگی تو اُس سے دہ یکی لین گے اور اگر خراجی کے متصل ہوگی تو خراج لینگے) اور بصرے کی زمین عشری ہے اور خراج کی مقدار یہ ہے کہ زمین جو قابل زراعت ہو اُسکی پیداوار مین سے بیگھے پیچھے ایک صاع اور ایک درم لینا چاہیے اور ترکاری کی زمین سے بیگھہ مین پانچ درم اور انگور اور چھوہارے کے ملے کھڑے ہون اُنکے بیگھے مین دس درم اور اگر زمین مین گنجایش اسقدر محصول کی نہو تو کم کر دیا جاوے مگر زیادہ کی گنجایش کی صورت مین زیادہ نہ کیا جاوے اور جس صورت مین کہ خراج گذار کی زمین پر پانی غالب ہو جاوے یا پانی ہی نہ برسے یا کھیتی کو کوئی آفت پہونچے تو ان صورتون مین زمین پر کچھ خراج نہوگا۔ اور اگر مالک زمین اپنی زمین کو پڑا رکھے یا مسلمان ہو جاوے یا کوئی مسلمان زمین خراجی کو خرید کرے تو ان صورتون مین خراج لازم ہوگا۔ اور خراجی زمین کی پیداوار مین دہ یکی نہین (یعنے اُسکے پیداوار مین خراج ہی کافی ہے دہ یکی اُسمین سے نہ لیجاوے)

فصل جزیہ (یعنی چٹی) اگر رضامندی طرفین سے مقرر ہوئی تو اُس سے کمی بیشی نکیجاوے ورنہ ایسے فقیر پر جو کما سکتا ہی بارہ درم سالانہ مقرر کیا جاوے اور بیچ کے حال والے پر ۲۴ درم اور دولت ور پر ۴۸ درم سالانہ مقرر کیا جاوے۔ اور جزیہ اہل کتاب پر (مثلاً یہود و نصاریٰ پر) اور آتش پرستون اور بت پرستون پر جو عجم کے رہنے والے ہون مقرر کیا جاوے اور جو عرب کے بت پرست ہون یا اسلام سے مرتد ہو گئے ہون اور لڑکے اور عورت اور غلام اور مکاتب اور اپاہج اور اندھے پر اور ایسے فقیر پر جو کما نہ سکے اور

گوشہ نشین پر جو لوگون سے میل نرکھتا ہو مقرر نکیا جاوے۔ اور جزیہ تین باتون سے ساقط ہو جاتا ہے ایک کافر کے مسلمان ہوجانے سے دوسرے سال کے مکرر ہونے سے (یعنے ایک سال کا جزیہ ادا نہین کیا اور دوسرا سال ہوگیا تو جزیہ ایک سال کا دینا پڑیگا اسلیے کہ جزیہ ایک سال کا دوسرے مین آجاتا ہے) تیسرے برس گذرنے کے بعد کافر کے مرجانے سے اور نیا گرجا اور یہودیون کا معبد دارالاسلام مین نہ بنایا جاوے اور اگر پرانا ڈھے گیا ہو تو اُسکو پھر سے بنالین۔ اور ذمی شخص مسلمان سے لباس اور سواری اور زین مین جدا کیا جاوے اسطرح کہ گھوڑون پر سوار نہو اور ہتھیار ونکا استعمال نکرے اور زنار یعنی علامت کفر کو ظاہر رکھے اور ایسی زین پر چڑھے جو پالان کی شکل کا ہو۔ اور اگر ذمی جزیہ دینے سے انکار کرے یا مسلمان عورت سے زنا کرے یا کسی مسلمان کو مار ڈالے یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو گالی دے تو ان امور سے اُسکا عہد ذمے کا نہین ٹوٹتا بلکہ عہد اسطرح ٹوٹتا ہے کہ دارالحرب مین جاملے یا کسی جگہ پر دارالاسلام کی جگہون مین لڑائی کی تیاری سے چڑھ جاوے (اور) جب ذمی دارالحرب مین جاملے تو وہ مرتد کی مانند ہوجاتا ہے (یعنے اُسکی موت کا حکم کیا جاویگا اور اُسکا مال اُسکے وارثون مین بانٹ دیا جاویگا) اور تغلبی مرد اور عورت سے جو دونون بالغ ہون اہل اسلام کی زکوۃ سے دو چند لیجاوے (تغلبی ایک فرقہ نصاری کا ہے اُن سے جزیے کے عوض مسلمانون کی زکوۃ کا دونا لینا چاہیئے) اور تغلبی فرقے کا آزاد کیا ہوا غلام مثل قریشیونکے آزاد کیئے ہوئے کے ہے (یعنے اُس سے زمین کا خراج اور جزیہ لینا چاہیئے جیسے قریشیونکے غلامان آزاد سے لیتے ہین زکوۃ کا دونا نہ لینا چاہیئے جیسے تغلبیونسے لیتے ہین) اور خراج زمین کا اور جزیے کا مال اور تغلبیونکا مال

اور کفار جو ہدیہ بھیجین اور جو مال کہ مسلمانونکے ہاتھ کافرون سے بدون لڑائی کے لگے یہ سب مال مسلمانون کی بہتری کے امور مین صرف کیئے جاوین مثلاً کفارون کی راہ بند کرنے اور پانی پر پل باندھنے اور بڑے پل تعمیر کرانے اور قاضیون اور عاملون اور عالمون اور سپاہیون اور آنکی اولاد کے روزینے مین خرچ کرین۔ اور جو شخص سال کے بیچ مین مرجاوے وہ بخشش سالانہ سے محروم رہیگا۔

باب مرتد یعنے ان لوگونکے بیان مین جو دین اسلام سے پھر جاوین مرتد پر اسلام پیش کیا جاوے (یعنے اسکو کہا جاوے کہ پھر مسلمان ہوجا) اور اسکے مسلمانی پر کے اعتراض دور کیے جاوین اور تین دن قید کیا جاوے اگر اس عرصہ مین مسلمان ہوجاوے تو بہتر ہے ورنہ قتل کردیا جاوے اور مرتد کا مسلمان ہونا یہ ہے کہ دین اسلام کے سوا دینون سے ناراض اور بیزار ہو یا اس دین سے نفرت کرے جسکو اسنے اختیار کیا ہو اور اگر مسلمان ہونیکو اسکو نہ کہین اور اس سے پہلے ہی مار ڈالین تو یہ امر مکروہ ہے اور اگر کوئی پیشتر ہی اسکو مار ڈالے تو قاتل پر تاوان نہ آویگا اور عورت اگر مرتد ہوجاوے تو اسکو جان سے نہ مارین بلکہ قید کرین یہانتک کہ توبہ کرے اور مرتد ہونے سے مرتد کی ملک اسکے مال پر سے جاتی رہتی ہے مگر زوال ملک ملتوی طور پر ہوتا ہے یعنے اگر وہ پھر مسلمان ہوجاوے تو ملک بھی بدستور قایم رہیگی اور اگر حالت مرتدی مین مرجاوے یا قتل کیا جاوے تو اسکا مسلمان وارث جو کچھ مال اسکا مسلمانی کی کمائی کا ہوگا بعد ادای قرضہ حالت اسلام کے سبکا مالک ہوگا اور جو کچھ اس نے مرتد ہونیکی حالت مین کمایا ہو تو اسمین سے ان دنون کا قرضہ دے کر جو کچھ رہیگا وہ مال غنیمت متصور ہوگا۔ اور جب مرتد کے لیئے دار الحرب مین جا ملنے کا حکم کیا جاویگا (یعنے قاضی حکم کردیگا کہ مرتد دار الحرب مین جا ملا)

تو اسکا مدبر اور ام ولد آزاد ہوجاوینگے اور اسکا مال وارثون کو دیا جاویگا اور
قرض اسکا حال ہوجاویگا (یعنے اسکی مدت باقی نرہیگی) اور اسکا بیچنا اور آزاد کرنا
اور ہبہ کرنا سب تصرفات ملتوی رہینگے پس اگر وہ ایمان لاوے تب تو تصرف جاری
ہونگے اور اگر مرجاوے تو سب تصرف باطل ٹھہرینگے اور اگر حکم قاضی کے بعد مرتد پھر
مسلمان ہوکر چلا آوے تو جو چیز وہ اپنے وارثون کے پاس پاوے اسکو لے لیوے اور
جو اسکو نہ ملے اسکو نہین لے سکتا (یعنے اگر وارث کسی چیز مین تصرف کر ڈالینگے تو اُن پر
تاوان لازم نہوگا) اور اگر مرتد شخص کی نصرانی لونڈی اسکے مرتد ہونیکے شروع سے
چھہ مہینے کے اندر بچہ جنے اور وہ شخص دعوی کرے کہ میرا ہی تو وہ لونڈی اسکی ام ولد ہوجاویگی
اور وہ بچہ اسکا بیٹا اور آزاد ٹھہریگا مگر اسکا ترکہ نہ پاویگا اور اگر لونڈی مسلمان
تھی اور اُس سے بچہ ہوا تو یہ بچہ اسکا وارث ہوگا جسوقت مرتد اپنے کفر کی حالت مین
مرے یا دار الحرب کو چلا جاوے۔ اور اگر مرتد مع اپنے مال کے دار الحرب کو چلا جاوے
اور مسلمانون کی فتح ہو تو وہ مال مسلمانون مین غنیمت ہوجاویگا اور اگر مرتد دار الحرب
سے لوٹ کر دار الاسلام مین آوے اور اپنا مال لیجاوے پھر مسلمانونکے غلبے مین
وہ مال ہاتھ لگے تو مال مذکور اُس مرتد کے اُس وارث کو ملیگا جو دار الاسلام مین ہو۔ پس اگر مرتد
دار الحرب مین جا ملے اور اسکا غلام اسکے بیٹے کا ہوجاوے (یعنے قاضی حکم کرے
کہ اب اسکا مالک بیٹا ہے) اور اسکا بیٹا اُس غلام کو مکاتب کر دے پھر وہ مرتد مسلمان
ہوکر چلا آوے تو کتابت کے عوض کا مال اور ولا یعنے غلام کا ترکہ بشرط مر جانے
کے مورث کو پہونچیگا (یعنی اُسی مرتد کو جو مسلمان ہوگیا ہے) اور اگر مرتد کسی کو براہ
خطا مار ڈالے اور دار الحرب مین جا ملے یا مارا جاوے تو خونبہا مقتول کا مرتد کے

اس مال میں سے ہوگا جو حالت مسلمانی میں کمایا ہو اور اگر زید کا ہاتھ عمرو نے جان بوجھکر کاٹ ڈالا اور وہ بعد کو مرتد ہو گیا اور اسی زخم میں مر گیا یا دار الحرب میں جا ملا اور پھر وہاں سے مسلمان ہو کر آیا اور اس زخم میں مر گیا تو عمرو کے مال سے نصف خونبہا مرتد کے وارثوں کو دلائی جاویگی - اور اگر دار الحرب میں نجاوے اور مسلمان ہو کر زخم کے سبب سے مر جاوے تو اس صورت میں عمرو تمام خونبہا کا ضامن ہوگا - اور اگر کوئی غلام مکاتب کیا ہوا مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملے پھر مع مال پکڑا جاوے تو کتابت کا عوض مالک کو ملیگا اور جسقدر عوض کتابت سے زائد بچیگا وہ مکاتب مذکور کے وارثوں کو پہونچیگا اور اگر خاوند بی بی دونوں مرتد ہو کر دار الحرب میں جا ملیں اور وہاں انکے بیٹا ہو اور اس بیٹے کے بیٹا پیدا ہو پھر مسلمانوں کی فتح ہو اور یہ سب پکڑے جاویں تو بیٹا اور پوتا مرتد کا مال غنیمت ہونگے - اور بیٹے پر مسلمان ہونے کے لیے زبردستی کیجاویگی مگر پوتے پر نہ کیجاویگی اور جو لڑکا کہ عاقل ہو اسکا مرتد ہونا صحیح ہے جیسے مسلمان ہونا درست ہے اور اسطرح کے مرتد لڑکے پر مسلمان ہو جانے کو زبردستی کیجاویگی جان سے نہ مارا جاویگا

باب باغیوں کے بیان میں (جو بادشاہ اسلام کی فرمانبرداری سے باہر ہو جاویں)

اگر ایک گروہ مسلمانوں کا بادشاہ کے فرمان سے نکلکر کسی شہر پر غالب ہو جاویں تو بادشاہ انکو اپنی اطاعت کے لیے کہے اور جو شبہہ انکو فرمانبرداری میں ہو گیا ہو اسکو دور کرے اور ان سے لڑائی شروع کرے (اگرچہ وہ لڑائی کا آغاز نہ کریں) اور اگر انکی جماعت کوئی اور ایسی ہو کہ یہ لوگ انکے ساتھ ملکر مضبوط ہو جاوینگے تب تو جو شخص ان باغیوں میں کا زخمی ہو اسکو جان سے مار ڈالے اور جو بھاگے اسکا پیچھا کرے اور اور اگر ایسی جماعت اور نہو تب نہ زخمی کو مارے نہ بھاگنے والے کا پیچھا کرے اور انکی اولاد کو

اہد نکرسے اور اُنکے مالون کو نظر بند کرسے یہانتک کہ وہ توبہ کرین - اور اگر غازی کو
باغیون کے ہتھیارون اور گھوڑون کی حاجت ہو تو کام مین لاوے (یعنی ضرورت
کے وقت انکا استعمال مین لانا درست ہے) اور اگر ایک باغی اپنے جیسے باغی کو مار ڈالے
پھر انکی شکست ہوجاوے تو قاتل پر نہ قصاص لازم ہوگا نہ خونبہا - اور اگر باغی قوم کسی
شہر پر غالب ہوجاوے اور کوئی شہر والا دوسرے شہری کو مار ڈالے پھر وہ شہر مفتوح
ہو تو شہری قاتل اُس مقتول کے قصاص مین مارا جاویگا - اور اگر کوئی عادل (یعنے
بادشاہ کی اطاعت والا) باغی کو مار ڈالے یا باغی اُسکو مار ڈالے اور باغی یہ کہے کہ
مین حق پر ہون (یعنے بادشاہ کی فرمانبرداری نکرنے مین) اور یہ شخص جو بادشاہ کی
طرف تھا اُسکے مار ڈالنے مین حق میری طرف ہے تو قاتل مقتول کا وارث ہوگا (یعنے
اگر دونون مین کوئی قرابت ورثہ پانے کی ہوگی تو اسطرح کے قتل سے ترکے سے
محروم نہوگا) اور اگر باغی یہ کہے کہ مین باطل پر ہون اور اعتقاد اپنے باطل ہونے کا
رکھتا ہو تو وہ مقتول عادل کا وارث نہوگا - اور اہل فتنہ کے ہاتھ (مثلاً باغیون
اور رہزنون اور اہل حرب کے ہاتھ) ہتھیار ونکا بیچنا مکروہ ہے اور اگر یہ معلوم نہو کہ
خریدار اہل فتنہ مین سے ہے تو مکروہ نہین -

کتاب اللقیط

اسمین لقیط کا بیان ہی (یعنے اُس بچے کا جو پڑا ہوا ملے اور اُسکا والی معلوم نہووے)
ایسے بچے کا اُٹھالینا مسلمان کو مستحب ہے اور اگر اُسکے تلف ہونے کا خوف ہو تو اسوقت
اُٹھانا واجب ہے اور وہ بچہ آزاد رہیگا - اور اُسکا خرچ بیت المال مین ہوگا اسی طرح اُسکی
میراث بیت المال مین رکھی جاویگی اور اُسکے قصورون کا تاوان بھی بیت المال سے دینگے

کتاب اللقیط یعنی جو بچہ پڑا ہوا ملے اسکا بیان

اور اُٹھانے والے سے اُسکو کوئی نہین لے سکتا اور اُسکا نسب ایک شخص اور دو شخصون
سے ثابت ہوگا (یعنے جو کوئی دعوی کرے کہ یہ میرا لڑکا ہے نسب اُس سے ثابت ہوگا
گو مدعی دو ہون) اور اگر دونون مدعیونمین سے کوئی ایسی نشانی بتاوے جو اُس لڑکے
مین موجود ہو تو وہ شخص اُس بچے کا زیادہ تر مستحق ہوگا (نسب کے ثابت ہونے مین) اور اگر
ذمی دعوی کرے کہ میرا ہی تو ذمی سے نسب ثابت ہوگا لیکن وہ بچہ مسلمان ہیگا بشرطیکہ وہ بچہ
ذمی کے مکان اور محلے مین ملا ہو (اور اگر ذمیونکے مکان مین پایا ہوگا تو ذمی ہوگا) اور اگر
غلام اُسکا دعوی کریگا تو نسب غلام سے ثابت ہوگا مگر وہ بچہ آزاد ہوگا الا اُس صورت مین
کہ گواہون سے ثابت ہو جاوے (کہ یہ لڑکا فلان غلام کا ہی تب البتہ غلام ہوگا) اور اگر
اُس بچے کے ساتھ کچھ مال پایا جاوے تو وہ اُس بچے ہی کا ہے اور اُٹھانے والے کو
اُس بچے کا نکاح کرنا اور بیچنا اور کرایہ دینا درست نہین (یعنے اُٹھانے والے کو بچے پر
نکاح کر دینے کی ولایت نہین نہ اس بات کا اختیار ہے کہ اُسکے مال کو فروخت کرے
یا اُسکو کرایہ دے) ہان یہ ہو سکتا ہے کہ اُسکو کسی پیشے مین سونپ دے (تاکہ
وہ کام سیکھ جاوے) اور اگر اُسکو کوئی چیز ہبہ کرے تو لے لیوے۔

کتاب اللقطہ

کتاب اللقطہ پڑی ہوئی چیز کے پانے کے بیان مین

یعنی پڑی ہوئی چیز کے پانیکے بیان مین۔ پڑی ہوئی چیز حرم اور حل کی امانت ہے
(یعنی اگر وہ پانیوالے کے پاس سے جاتی رہے تو اُسپر اُسکا تاوان لازم نہ آویگا) بشرطیکہ
پانے والے نے اس نیت سے اُٹھائی ہو کہ مالک کو پھیر دونگا اور اس امر پر لوگون کو
گواہ کر دیا ہو۔ اور اُٹھانیوالا اُس چیز کو بتلاتا اور بیان کرتا رہے یہانتک کہ اُسکو
معلوم ہو کہ مالک اب باز پرس نہ کریگا پس اُس چیز کو خیرات کر دے پھر اگر مالک آجاوے

تو اسکو اختیار ہو چاہیے اسکی خیرات کر دینے کو درست رکھے چاہے اٹھانے والے سے قیمت لے لے۔ اور جس چارپائے کا کوئی والی نہو اسکو پکڑ لینا درست ہے مگر اسکو کھلانا پلانا منت پڑیگا جیسا کوئی پڑے ہوئے بچے کو کھلاوے پلاوے اور اگر قاضی کے حکم سے چارپائے خواہ بچے کو کھلاویگا تو وہ البتہ مالک کے ذمے قرض ہوگا (اور بچے سے بعد بالغ ہونے کے بھر لیگا) اور اٹھائی ہوئی چیز سے اگر نفع مل سکتا ہو تو قاضی اسکو کرایہ دے اور اسی مین سے اسکا خرچ کرے اور اگر اس سے نفع نہو سکتا ہو تو بیچکر اسکی قیمت رکھ چھوڑے۔ اور اٹھانے والے کو اختیار ہے کہ مالک سے جبتک اپنا خرچہ وصول نہ کر لے تبتک اس چیز کو روکے رکھے۔ اور پائی ہوئی چیز کو دعوی کرنیوالے کے حوالے نہ کرے جبتک کہ مدعی گواہون سے اپنی ملک ثابت نہ کرے پس اگر مدعی کوئی علامت اس چیز کی بیان کرے کہ اس سے اٹھانیوالے کو ظن غالب ہو کہ یہی مالک ہے تو اسکے حوالے کر دینا حلال ہے مگر جبر نہین پہونچتا (یعنی باوجود علامت بیان کرنیکے اگر وہ حوالے نکرے تو اسپر زبردستی درست نہین) اور اگر اٹھانے والا محتاج ہو تو پائی ہوئی چیز سے نفع لے ورنہ کسی اجنبی محتاج کو خیرات کر دے اور اگر اسکے مان باپ اور بی بی اور لڑکا محتاج ہون تو ان پر صدقہ کر دے۔

کتاب الآبق

یعنی بھاگے ہوئے غلام کے بیان مین۔ بھاگے ہوئے غلام کا پکڑنا مستحب ہے بشرطیکہ اسکے پکڑنے پر قادر ہو اور جو شخص بھاگے ہوئے غلام کو مدت سفر یعنی تین دن کے فاصلے سے ہٹا کر لاوے تو اسکو ۴۰ درہم اجرت ملیگی اگرچہ غلام کی قیمت ۴۰ درہم سے کم ہو اور مدت سفر سے کم فاصلے سے ہٹا کر لاویگا تو اسی حساب سے اجرت ملیگی (یعنی

آبق بھاگا ہوا غلام کو کہتے ہیں جو بلا سبب بھاگ جائے

ایک دن کے فاصلہ سے لاویگا تو ۴۰ درہم کی تہائی کا مستحق ہوگا اور دو دن کے فاصلے سے لانے مین دو تہائی کا) اور مدبر اور اُم ولد مثل غلام کے ہین (یعنی انکو اگر کوئی فاصلہ تین دن کی راہ سے پکڑ لاویگا تو اُجرت ۴۰ درہم لازم ہوگی) اور اگر پکڑ لانیوالے کے ہاتھ سے غلام بھاگ جاوے تو اُسپر تاوان نہوگا اور قیمت دینی نہ آویگی۔ اگر پکڑنیوالا لوگون کو گواہ کردے کہ مین اس غلام کو اسلیئے پکڑتا ہون کہ مالک کے پاس لے جاؤن اور اگر غلام رہن ہو اور بھاگ جاوے اور اُسکو کوئی پکڑ لاوے تو اُجرت مرتہن کے ذمے ہوگی اور بھاگے ہوئے غلام پر کچھ خرچ کرنیکا حکم ایسا ہے جیسے پڑی ہوئی چیز پر خرچ کا حال بیان ہوا (یعنی اگر قاضی کے حکم سے اُسپر خرچ کریگا تو وہ مالک کے ذمے قرض ہوگا اور اگر بدون حکم کے کریگا تو مفت کا سلوک ہوگا مالک کے ذمے لازم نہوگا)

کتاب المفقود

اسمین مفقود یعنی گم ہوئے شخص کا بیان ہی۔ مفقود اُس شخص غائب کو کہتے ہین جسکی جگہ اور موت اور حیات معلوم نہو۔ ایسے شخص کے لیئے قاضی ایک آدمی مقرر کردے کہ وہ اسکا حق (جو لوگون کے ذمے پر ہو) وصول کرے اور اُسکے مال کی حفاظت کرے اور سربراہکاری کرے اور اُس مال مین سے غائب شخص کے اُن رشتہ دارون پر جو ولادیا زوجیت رشتے ہون (یعنی اُسکے ماں باپ اور اصول اور اُسکی اولاد اور اُسکی بیوی پر) خرچ کرے اور قاضی اُس مرد کی بیوی کو اُس سے جدا نکرے اور ۹۰ برس کے بعد اُسکی موت کا حکم کرے (یعنی جب اُس شخص کی عمر ۹۰ برس کی ہوجاوے تو حکم کردے کہ وہ مرگیا) اور اُسکی بیوی عدت مین بیٹھے اور اُسکا ترکہ اُسوقت تقسیم ہو اُس سے پہلے نہو اور غائب شخص کسیکا ورثہ نہین پاتا (واضح ہو کہ امام مالک رح کے نزدیک اگر مفقود شخص کی بیوی

مفقود بیان المفقود شخص کی بیوی ... (handwritten margin notes)

جہانی چاہئے تو قاضی چار برس کی مہلت دے بعد اسکے جدا کردے اور دلیل امام اعظم رح کی قول رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کا ہی کہ عورت اسکی بیوی ہی جبتک کہ اسکی موت کا حال کھلے اور موت دو طرح کی ہے حقیقی اور حکمی تو ۹۰ برس کی عمر کے بعد موت حکمی ہے کہ غالب یہی ہے کہ مرگیا ہوگا) پس اگر مفقود کے ساتھ ایسا وارث ہو کہ مفقود کے ہوتے ہوئے محجوب ہوتا ہو (یعنے اسکو کچھ نہ ملتا ہو) تو اس وارث کو کچھ نہ دیا جائیگا اس لیئے کہ مفقود حکم مین مثل موجود کے ہی تو دوسرے کو ورثہ پانے سے مانع ہوگا اور اگر ایسا وارث ہو کہ مفقود کے ہوتے ہوئے اسکو کم ملتا ہے (یہ نہین کہ محروم ہو جاوے) تو اس وارث کو دو حصون مین سے کمتر دیا جاویگا (یعنے ایک حصہ اس صورت مین کہ مفقود موجود ہو اور ایک حصہ اس حال مین کہ وہ مرگیا ہو ان مین سے جونسا کم ہوگا وہ وارث مذکور کو دینگے اور باقی کو ملتوی رکھ چھوڑینگے) جیسے حمل کے حصے کو ملتوی رکھ چھوڑتے ہین (یعنے اگر کوئی شخص مرجاوے اور اسکی بیوی حاملہ ہو تو اسکا ترکہ تقسیم کرنے مین حمل کا حصہ جدا کر رکھتے ہین)

کتاب الشرکۃ

اسمین شرکت کا بیان ہے۔ شرکت دو طرح پر ہے (ایک) شرکت ملک (اور وہ) یہ ہی کہ دو شخص وراثت کی وجہ سے یا خریداری کے باعث ایک چیز کے مالک ہون اور اس شرکت مین ہر ایک انمین سے اجنبی ہوتا ہی دوسرے کے حصے مین (یعنے بلا اجازت دوسرے کے تصرف ناجائز ہے) اور (دوسری قسم) شرکت معاملہ (ہے) کہ ایک کہے کہ مین نے تجھ سے فلان چیز مین شرکت کی اور دوسرا کہے کہ مین نے قبول کیا۔ اور پھر اسکی کئی قسمین ہین ایک کو شرکت مفاوضہ کہتے ہین اگر شامل ہو وکالت اور

مفقود کی تفصیل فرائض میں بیان ہوچکی

کتاب الشرکہ شرکت کے بیان میں

کفالت کو (یعنے ہر شخص دوسرے کا وکیل اور کفیل دونوں ہو) اور مال اور تصرف اور
دین میں دونوں برابر ہوں اس سے یہ نکلا کہ شرکت مفاوضہ آزاد اور غلام میں اور لڑکے
اور بالغ میں اور مسلمان اور کافر میں درست نہیں (اسلیئے کہ تصرف میں اور دین میں برابری
نہیں) اس قسم کی شرکت میں جو چیز ایک شخص مول لیگا وہ مشترک دونوں میں ہوگی مگر اپنے
گھر والوں کی خوراک اور پوشاک البتہ مشترک نہوگی اور جو قرضہ کہ انمیں سے ایک پر
تجارت کے باعث خواہ غصب اور ضامنی کے سبب لازم ہوگا وہ دوسرے پر لازم ہوگا
اور اگر ایسا مال جسمین شرکت مفاوضہ درست ہی (مثلاً روپیہ اشرفی) ایک شریک
کو کسی نے ہبہ کیا یا ورثے میں ملا تو اسمین مفاوضہ باطل ہے الا دوسرے اسباب مین
مثل گھوڑے اور کپڑے کے اگر ہبہ یا ورثے مین ایک کو ملے تو شرکت باطل نہوگی اور یہ شرکت
اور شرکت عنان (جسکا بیان آگے آتا ہے) بدون روپیہ اشرفی اور چاندی سونے
کے ٹکڑوں کے جنپر سکہ نہو اور پیسوں کے جنکا رواج لین دین میں ہوتا ہو درست نہین
(یعنے شرکت مفاوضہ اور عنان میں یہ ضرور ہے کہ دونوں شخص برابر روپیہ
خواہ اشرفی خواہ بغیر سکے کی ڈلیاں جو مروج ہوں خواہ پیسے مروج ملا دیں ورنہ درست
نہوگی) اگر دو شخص اسطرح کریں کہ ہر واحد اپنا نصف اسباب دوسرے کے نصف اسباب کے
بدلے میں بیچڈالے (اور شرکت مفاوضہ یا عنان کر لیں تو درست ہے اور یہ صورت شرکت
کے حیلے کی ہے اس حال میں کہ چاندی سونا برابر نہ ملا دیں اور اپنے نصف اسباب کو دوسرے
کے نصف کی عوض بیچڈالیں تو سب میں شریک ہوجاوینگے) شرکت معاملے کی دوسری
قسم عنان ہے جسمین صرف وکالت ہوتی ہے (کفالت نہیں ہوتی) اور یہ اگر مال میں برابری
خواہ نفع میں نہو یا نفع برابر لیں اور مال برابر نہو یا یہ کہ بعض مال میں شرکت ہو

اور بعض مین یا نہو یا خلاف جنس ہو کہ ایک نے روپیہ دیا ہو اور دوسرے نے اشرفی یا یہ کہ
ہر ایک اُنمین سے اپنے آپکو جدا جدا رکھے ہر طرح درست ہی۔ اس شرکت مین جو شخص اُن
کوئی چیز مول لیگا تو مطالبہ قیمت کا صرف اُسی مشتری سے کیا جاویگا (دوسرے شریک
سے نہوگا اسلیئے کہ اس شرکت مین کفالت نہین) ہان مشتری جو دام چیز کے بائع کو دے
اُسمین سے دوسرے شریک سے اُسکے حصے کے موافق بھر لے (یعنی جتنا اُسکی طرف
سے اُسنے دیا ہو وہ اُس سے بھر لے) اور شرکت عنان مین اگر دونون مال ہلاک
ہو جاوین یا مال مشترک خریدنے سے پیشتر ایک مال جاتا رہے دونون صورتون مین باطل
ہو جاتی ہی۔ اور اگر دونون شریکون مین سے ایک اپنے مال کے عوض مین کوئی اسباب خریدے
اور دوسرے کا مال تلف ہو جاوے پس جو اسباب خرید ہو گیا ہے وہ دونون مین مشترک
ہوگا اور جسنے مول لیا ہے وہ اپنے شریک کے حصے کے موافق اسباب کا دام اُس سے
لے اور اگر دو شریکون مین سے ایک کے لیئے چند روپیہ نفع مین سے مقرر کر دیے جاوین
تو شرکت فاسد ہو جاتی ہے (اسلیئے کہ ہو سکتا ہی کہ اُن روپیون کے سوا اور کچھ نفع نہو) اور
شرکت مفاوضہ اور عنان کے دونون شریکون مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ مال مشترک
کو بطور بضاعت کسی کے حوالے کرے یا ٹھیکہ دے یا امانت رکھے یا مضاربت پر دیوے
یا کسی کو وکیل کرے اور ہر ایک کا تصرف مال مشترک مین حکم مین امانت کے ہی (یعنے
اگر مال تصرف سے جاتا رہے گا تو اُسکو تاوان دینا نہ پڑیگا اور) شرکت معاملے مین ہی
تیسری قسم تقبل ہے اُسکی صورت یہ ہی کہ دو درزی خواہ ایک درزی اور ایک رنگریز
اس شرط پر شریک ہون کہ دونون کام مشترک لیا کرین اور مزدوری جو کچھ ملے اُسکو دونون
بانٹ لیا کرین اس شرکت مین اگر ایک شخص کوئی کام منظور کر لیگا وہ دونونکو کرنا لازم ہوگا

اور جو ایک کماویگا وہ دونون مین مشترک رہیگا۔ چوتھی قسم شرکت معاوضے کی وجوہ ہی اسکی یہ صورت ہے کہ دو شخص بدون مال کے شریک ہون اسطرح کہ اپنے اعتبار سے مال خریدین اور بیچین (یعنے لوگون سے جان پہچان ہونیکی جہت سے مال بطور قرض خریدین اور بیچین اور نقد کچھ نہ لگادین) یہ شرکت متضمن وکالت کو ہوتی ہی (کہ ہر ایک شخص انمین سے دوسرے کا وکیل ہوتا ہے) پھر اگر نصفا نصفی کے اقرار سے مال خریدین یا ایک تہائی اور دو تہائی کی شرط سے تو نفع بھی اسیطرح ہوگا۔ اور زیادتی کی شرط باطل ہوگی (یعنے اگر آپس مین اقرار کرین کہ مال نصفا نصف خرید کرینگے تو نفع بھی آدھوں آدھ ہی ہوگا اگرچہ اقرار مین نفع ایک زیادہ ٹھہرالے۔

فصل اور لکڑیان لانے اور شکار کرنے اور پانی دینے مین یہ شرکت درست نہین بلکہ جسنے کام کیا ہو کمائی اسی کی ہوگی اور دوسرے کو اسقدر مزدوری واجبی ملیگی جتنا اسنے کام کیا ہوگا (یعنے ایسے کام مین اگر دوسرا شخص رفیق رہا ہو تو اسکو اسکے کام کے موافق حسب دستور مروجہ مزدوری دیجاویگی اور اصل چیز خاص کام کرنیوالے کی ہوگی) اور جس صورت مین کہ شرکت فاسد ہوجاوے تو نفع مال کی مقدار کے بموجب ہوگا اگرچہ زائد کی شرط کرلی گئی ہو اور معاملہ شرکت دونون شریکون مین سے کسیکے مرجانے سے باطل ہوجاتا ہی اگرچہ مرجانا حکمی ہو (چنانچہ مرتد جو دار الحرب کو چلاجاتا ہی وہ حکم کے اعتبار سے مرجاتا ہے) اور چاہیئے کہ کوئی دونون شریکون مین سے دوسرے کے مال کی زکوۃ بدون اسکی اجازت کے نہ دے پس اگر ہر ایک نے دوسرے کو اپنے مال کی زکوۃ دینے کی اجازت دیدی اور دونون نے ایک ساتھ ادا کی تو جسقدر دوسرے کے مال کی زکوۃ دی ہوگی وہ ہر ایک کو دینی پڑیگی اور اگر ایک ساتھ نہ دی ہو بلکہ ایک نے آگے اور دوسرے نے پیچھے تو پچھلے کو ہی اول شخص کے حصے کی

زکوۃ کا تاوان لازم ہوگا مفاوضت کے دو شریکون مین سے ایک نے دوسرے کو صحبت کرنے کے لیئے ایک لونڈی خریدنے کی اجازت دی اور اس نے اس اجازت کے بموجب لونڈی خریدی اور مال مشترک مین سے اسکا دام دیا تو یہ لونڈی اس خریدنے والے کی ہوگی بدون عوض کے (یعنے نصف قیمت لونڈی کی اپنے شریک اجازت دینے والے کو نہ دینی پڑے گی)

کتاب الوقف

اسمین وقف کرنے کا بیان ہے۔ وقف اسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص کسی چیز کو اپنی ملک مین روکے رکھے اور اسکا نفع خیرات کردے (جس چیز کو وقف کرے اسکو موقوف کہتے ہین اور وقف کرنے والا واقف ہے) واقف کے ملک موقوف پر سے قاضی کے حکم کرنے سے جاتی رہتی ہے (یعنی اگر قاضی حکم کردے کہ اسکی ملک جاتی رہی تو جاتی رہتی ہے اسلیئے کہ جن مسائل مین اختلاف ہوتا ہے وہان قاضی کا حکم یہی حال رکھتا ہے اور وقف مین بھی علماء کو اختلاف ہے کہ واقف کی ملک اسپر سے جاتی رہتی ہے یا نہین پس قاضی کے حکم کے بعد کچھ شک ملک کے جانیکا نہین رہتا لیکن واقف کی ملک جانے کے بعد وقف کا مالک کوئی اور نہین ہوجاتا - اور وقف پورا نہین ہوتا جب تک کہ اسپر متولی قبض نہ کرلے اور واقف اسکو علیحدہ نہ کردے (یعنی اگر ایسی چیز ہو جو قسمت ہوسکتی ہو تو واقف کا علیحدہ کردینا موقوف کو شرط ہے) اور یہ بھی ضرور ہے کہ وقف کی صورت انجام کو ایسی کردے کہ وہ منقطع نہ ہوجاوے بلکہ جاری رہے (مثلاً اگر چند خاص لوگون پر وقف کرے جنکا کسی زمانے مین

نہونا بھی ممکن ہوتو یہ کہدے کہ ان لوگوں کے نرہنے کے بعد وقت کے فقیروں یا علما کو اسکا نفع پہونچے تاکہ ہمیشہ وقف جاری رہے) اور اگر واقف زمین کو مع بیلوں اور کھیتی کرنیوالوں کے وقف کردے تو درست ہی اور نیز درست ہے وقف کرنا مشاع کا (یعنے ایک تہائی یا نصف زمین کا) بشرطیکہ حکم اسکے جائز ہونے کا ہوگیا ہو (یعنے اگر قاضی حکم کردے کہ مشاع کا وقف کرنا درست ہے تو درست ہوجاویگا اسلیئے کہ مشاع کا وقف کرنا مسئلہ اختلافی ہے تو جس صورت مین قاضی اُسکے جواز کا فتوے دے تو درست ہوگا) اور درست ہی ایسے اشیا کا وقف کرنا جنکو اِدھر اُدھر لیجا سکتے ہین اور انکین پہلے سے وقف ہوتا آیا ہو (یعنے لوگون کا معمول ہو کہ اُن چیزون کو وقف کیا کرتے ہون جیسے تیر اور پھاوڑا اور بسولا اور تابوت اور قرآن مجید اور کتابین) اور موقوف ملک مین نہ لائی جاوے اور نہ تقسیم کیجاوے اگرچہ اپنی اولاد ہی پر وقف کیا ہو۔ اور وقف کی پیداوار مین سے اول مرمت اور درستی موقوف کی کیجاوے گو واقف نے اس بات کی شرط نہ کی ہو۔ اور اگر موقوف کوئی مکان ہو تو اُسکی تعمیر اُسکے ذمے ہے جو اُسمین رہتا ہو اور اگر وہ تعمیر سے انکار کرے یا عاجز ہو کہ نہ کرسکتا ہو تو حاکم تعمیر کردے۔ اور لاگت اُس مکان کی کرایے مین سے لگاوے اور اگر موقوف ٹوٹ جاوے تو اسکا ٹوٹا ملبہ اُسی کی تعمیر مین لگایا جاوے اگر ضرورت ہو ورنہ اُسکو رکھ چھوڑنا چاہیئے کہ دوسرے وقت حاجت اُسکی پڑے مگر وقف کے مستحقون کو حاکم اُسکا ملبہ تقسیم نکرے۔ اور اگر واقف وقف کی پیداوار کو اپنی ذات کے واسطے کرلے یا وقف کی ولایت اپنی طرف کرے کہ متولی خود رہے تو درست ہے لیکن اگر وہ خیانت کرتا ہو تو موقوف کو

اُسکے ہاتھ سے نکال لینا چاہیئے جیسے وصی (اگر خائن ہوتا ہی تو وصی بنا اُسکا موقوف کر دیتے ہین. اور اُسکی جگہ دوسرے کو مقرر کرتے ہین) گو وقف کرنے والے نے شرط کر لی ہو کہ موقوف کو میرے ہاتھ سے نہ نکالین ❊

فصل

فصل جو شخص مسجد بناوے تو اُسپر سے اُسکی ملک نہ جاویگی جب تک کہ اُسکو اپنے ملک سے مع راستہ کے جدا نہ کر دے اور اُس مین نماز پڑھنے کی اجازت نہ دیدے بعد اجازت کے اگر اُس مین ایک شخص بھی نماز پڑھیگا مالک کی ملک جاتی رہیگی۔ اور جو شخص ایک مسجد بناوے کہ اُسکے نیچے تہ خانہ ہو یا اوپر بالاخانہ اور مسجد کا دروازہ راستے کی طرف کرے اور اُسکو اپنی ملک سے جدا کر دے یا اپنے گھر کے اندر ایک مسجد بناوے اور لوگونکو اُسمین آنے کی اجازت دے تو اُس شخص کو اُسکا بیچنا درست ہوگا اور اُس سے ترکہ دوسرے وارثونکو پہونچیگا (یعنے وقفی مسجد کے حکم مین نہوگی) اور جو شخص سقاوہ مثل حوض وغیرہ کے یا مسافرخانہ یا قافلے کی اُترنیکا مکان یا قبرستان بناوے تو اُسکی ملک ان چیزون پر سے نہین جاتی جبتک کہ قاضی حکم ملک کے جاتے رہنے کا نہ کرے (یعنے صرف واقف کے یہ کہنے سے کہ مین نے اسکو وقف کر دیا ملک نہ جاویگی) اور اگر مسجد کی راہ مین سے کچھ مسجد مین ملا دیا جاوے یا مسجد مین سے کسی قدر زمین راہ مین شامل کر دی جاوے تو درست ہی ❊

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالْمِنَّۃِ کہ ترجمہ کنز الدقائق کی جلد اول بماہ رمضان المبارک ۱۲۹۰ھ ہجری علے صاحبہا الصلوۃ والسلام بعد تصحیح کامل اور حرف بحرف مقابلہ کرنے ترجمہ کے ساتھ اصل کتاب عربی کے اتمام کو پہونچی وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ

کتاب البیوع

اسمین خرید وفروخت کے اقسام کا بیان ہے۔ آپس کی رضامندی سے ایک مال کو دوسرے سے بدل لینا بیع کہلاتا ہے اور بیع کے ایجاب کرنے اور دوسرے کے قبول کرنے سے جبکہ دونوں بصیغہ ماضی ہوں لازم ہوجاتی ہے (مثلاً جب ایک نے کہا کہ مین نے اتنے کو بیچی اور دوسرے نے کہا کہ مین نے خرید کی تو بیع لازم ہوگئی اول شخص کے قول کو ایجاب کہتے ہین اور دوسرے کے قول کو قبول) اور اگر زبان سے ایجاب وقبول نکرین بلکہ بائع (یعنے بیچنے والا) اپنی چیز حوالے مشتری (یعنے خریدار کے) کردے اور مشتری دام اُسکے حوالے کرے تب بھی بیع لازم ہوجاتی ہے اور اگر کوئی اُن دونون مین سے (تامل کرے اور) قبول کرنے سے پیشتر مجلس معاملہ سے اُٹھ جاوے تو ایجاب باطل ہوجاویگا۔ اور دام اگر سامنے نہون تو اُنکی تعداد اور وصف بیان کرنے چاہئین اور اگر سامنے ہون تو ضرورت بیان شمار اور وصف کی نہین (یعنی اگر دام موجود ہون اور مشتری اشارہ کردے کہ اسکے عوض فلان چیز مول لی تو حاجت اس بات کی نہین کہ دام کی مقدار اور وصف بھی بیان کرے اور اگر موجود نہون اور اشارہ نکرے تب لازم ہے کہ شمار اور وصف دونون بیان کرے مثلاً یون کہے کہ دس روپیہ فلانے سکے کی عوض لیتا ہون) اور درست ہے نقد دامون بیچنا اور اُدھار پر بیچنا بشرطیکہ دام کے ادا کا وقت معلوم ہو۔ اور اگر بیع کرنے مین مول کے دام گول مول رکھے تو اُس سے وہی سمجھے جاوینگے جو شہر مین اکثر چلتے ہون اور اگر بہت سے سکے چلتے ہون اور بیان نکرے کہ کون سے سکے کے عوض بیع ہوئی تو یہ معاملہ فاسد ہوگا۔ اور کھانے کی چیزون مثلاً گیہون جو وغیرہ کو ناپکر اور ڈھیری لگا کر اٹکل سے بیچنا اور ایک برتن خاص یا معین باٹ

ف باب تول کر بیچنا درست ہے اگرچہ پیمانہ اُس برتن کا اور وزن باٹ کا معلوم نہو
اور اگر کوئی شخص اناج کا ڈھیر صاع صاع بیچے ایک درم ٹھہرا کر بیچے تو صرف ایک صاع
کی بیع ہوگی (ڈھیر کی نہوگی) اور اگر بکریون کا گلہ یا کپڑے کا تھان ہر بکری یا گز پیچھے درم
ٹھہرا کر بیچے تو بیع کل کی فاسد ہوگی (یعنے ایک بکری اور ایک گز کی بھی صحیح نہوگی) ہان
اگر ان صورتون مین بائع تعداد سب صاعون اور بکریون اور گزون کی کہدیگا تو سبکی بیع
درست ہوگی۔ اگر بائع نے صاعون کی تعداد بتا کر غلے کا ڈھیر بیچا اور وہ مثلاً ایک
پیمانہ کم نکلا تو مشتری چاہے حصہ رسد دامون سے لے یا (راضی نہو تو) واپس کردے
اور اگر (تعداد سے) زیادہ نکلے تو وہ بائع کا ہے (مشتری کا نہین) اور اگر کپڑے
کے تھان مین) ایک گز (مثلاً) کم نکلے تو مشتری چاہے پورے دام کو لیلے خواہ سارا تھان
نہ لے اور اگر زیادہ نکلے تو وہ مشتری کا ہے اور بائع کو اختیار نہین (کہ چاہے بیچے چاہے
نہ بیچے) اور اگر تھان کی قیمت مین بائع نے کہدیا کہ فی گز ایک درم کو ہے (یعنی کل تعداد
گزون کی گنتی بتا کر اُتنے دام کہے اور اتنا جملہ اور کہا کہ فی گز ایک درم کو ہے) اور اس صورت
مین تھان مذکور کم نکلا تو مشتری چاہے حصے رسد دامون سے لے لے یا فسخ (توڑنا) بیع کردے
(اور یہی حال ہے اگر تھان مذکور زیادہ نکلے یعنی خواہ حصہ رسد زیادتی کا دام اُسکے حساب
سے لگا کر زیادہ دیکر لے لے نہین تو بیع توڑ دے) اور اگر گھر مین سے دس گز زمین بیچے
جسکی جگہہ معلوم نہو تو بیع فاسد ہے لیکن اگر مکان کے سو حصے ہون اور اُنمین سے دس
کی بیع کیجاوے تو فاسد نہوگی (بلکہ جائز ہوگی) اور اگر ایک گٹھری اس شرط پر لی کہ اسمین
دس تھان ہین مگر اُسمین کم یا زیادہ نکلے تو دونون صورتون مین بیع فاسد ہے اور اسی
صورت مین اگر ہر تھان کا دام جداگانہ بتا دیا تو جس صورت مین دس سے کم نکلے تو اُسی مقدار کی بیع

۱۲/ ایک پیمانہ کہ [illegible]

صحیح ہوگی (جتنی گٹھری مین ہونگی) اور مشتری کو اختیار دیا جاویگا کہ چاہے حساب سے دامون سے اتنے تھانون کو لے لے خواہ کُل نہ لے) اور اگر تھان زیادہ نکلینگے (مثلاً گیارہ یا بارہ) تو بیع فاسد ہوگی (اسلئے کہ اس صورت مین یہ معلوم نہین کہ دس جو فروخت ہوئے ہین وہ کونسے ہین) اور اگر تھان کو یون خریدا کہ دس گز کا ہے فی گز ایک روپیہ کے حساب سے اور وہ ساڑھے دس گز کا نکلا تو مشتری کو دس روپیہ کے عوض لینا ہوگا اور پھیر دینے کا اختیار ہوگا اور اگر ساڑھے نو گز نکلیگا تو نو روپیہ کو لینا ہوگا (اس اختیار کے ساتھ (کہ چاہے لیلے چاہے نہ لے) **فصل** گھر کی فروخت مین دیوار ونکی نیوین اور کنجیان اور زمین کی بیع مین درخت بدون ذکر کیئے آجاتے ہین لیکن زمین کی بیع مین اُسمین کی زراعت اور درخت کی بیع مین اُسکا پھل بدون ذکر کیے شامل نہین ہوتا اور (اگر زمین اور درخت کی فروخت مین ذکر کھیتی اور پھل کا نہ آوے تو بائع کو کہا جاویگا کہ اپنی کھیتی اور پھل کاٹ لے اور زمین خواہ درخت حوالے کر اور پھل کا بیچنا درخت پر خواہ وہ کارآمد ہوگیا ہو (یعنے گدر اگیا ہو) یا نہوا ہو درست ہے اور مشتری اُس پھل کو اُسیوقت توڑ لے اور اگر بیع مین شرط کر لیگا کہ پھلونکو درختون پر رہنے دونگا تو بیع فاسد ہوگی (اور امام شافعیؒ کے نزدیک ایسے پھلون کی بیع جو کارآمد نہوئے ہون درست نہین اور امام اعظمؒ کی دلیل قول آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی کہ جو شخص نر کا شگوفہ ڈالنے کے بعد خرمے کا درخت خریدکرے تو اُسکا پھل بائع کو ملیگا مگر اس صورت مین کہ مشتری شرط کر لے کہ پھل بھی مین لونگا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خرمے کا پھل نر کا پھول ڈالنے کے بعد بیع کرنا درست ہے حالانکہ اُسوقت وہ پھل کسی کام کا نہین ہوتا نہ گدراوے) اور درخت پر کے پھلون کی بیع مین اگر بائع چند سیر معلوم علیحدہ رکھے (مثلاً کہے کہ

کچھ چال یا سیر نہ بیچونگا) تو درست ہے۔ اسیطرح صحیح ہی بیچنا گیہونکا بالی مین اور لوبیے کا چھلکے
کے اندر۔ اور مبیع (یعنے بکی ہوئی چیز) کے ناپنے کی مزدوری بائع کے ذمے ہوگی اور داموں
کے پرکھنے اور تولنے کی مشتری کے ذمے اور جو شخص کچھ اسباب نقد کے عوض فروخت
کرے تو اول اسباب مشتری کے حوالے کرے اور اگر ایسا نہو (یعنے اسباب ہی کے
عوض مین اسباب فروخت کرے) تو دونون ایک ساتھ ایک دوسرے کو چیز حوالے
کرین (اسلیئے کہ دونون اسباب قیمت بھی ہوسکتے ہین اور اسباب بھی تو ساتھ ہی دینے چاہئین)
باب جائز بیچنے کے بیان مین۔ (یعنے بائع اور مشتری کو اختیار ہونا کہ چاہین بیع رکھین
چاہین نہ رکھین) بائع اور مشتری دونون کو خواہ ایک کو تین دن کا یا اس سے
کم کا اختیار درست ہے اور اگر زیادہ کا ہوگا تو زیادتی جائز نہوگی اور اس صورت مین بھی
اگر تین دن کے اندر بیع کے معاملہ کو درست رکھین گے تو صحیح ہوگا۔ اگر اس شرط پر
بیچا کہ تین دن تک اگر دام ندونگا تو بیع نہوگی تو یہ شرط جائز ہے اور چار دن کی اگر قید
لگاویگا تو درست نہوگی لیکن (باوجود چار دن کی قید کے) اگر قیمت تین دن کے اندر
ادا کر دیگا تو بیع درست ہوجاویگی (اسلیئے کہ اگرچہ چار دن کا نام زبان سے لیا تھا مگر
دام تین ہی دن مین دیدیئے تو گویا تین ہی دن کی شرط تھی) بائع کا اختیار مبیع کو
اسکی ملک سے باہر نہین ہونے دیتا اور مشتری کے لیجانے کے بعد اگر ہلاک ہوگی تو
اسکی قیمت دینی آویگی (جاننا چاہیئے کہ جو دام چیز کا مشتری اور بائع مین ٹھہرتا ہی اسکو ثمن
کہتے ہین اور وہ چیز جتنے کی بازار مین ہو اسکو قیمت کہتے ہین پس جس صورت مین بائع کا
اختیار ہو اور مشتری چیز لیجاوے اور اسکے پاس سے جاتی رہے تو مشتری کو ثمن دینا
نہ آویگا بلکہ قیمت بازار کی دینی پڑیگی) اور مشتری کا اختیار بائع کی ملک سے نکلجانے

باب جائز بیچنے کے بیان مین

کا مالک نہین مگر مشتری بھی اُسکا مالک نہین ہوتا اور اس صورت مین اگر مبیع جاتی رہیگی
تو مشتری کو ثمن دینا پڑیگا جیسے مبیع کے عیبدار ہونیکی صورت مین ہے (یعنی اگر مشتری کا
اختیار تھا اور وہ مبیع کو لیکر چلا آیا اور اُسکے پاس آکر مبیع مین کچھ عیب ہو گیا تو اس صورت
مین بھی اُسکو ثمن دینا پڑیگا بازار و قیمت نہ لیجاویگی) اور اگر ایک حر کی منکوحہ لونڈی
تھی اُسنے اُسکے مالک سے اُسکو اختیار پر خریدا تو نکاح ابھی باقی رہیگا (اسواسطے
کہ وہ لونڈی اختیار کے باعث ابھی اسکی ملک مین نہین آئی کہ نکاح ٹوٹ جاوے) پس اگر وہ
شخص اُس سے صحبت کرے تو اس صورت مین بھی اُسکو اختیار واپس کر دینے کا ہے (اسلیے کہ
یہ صحبت پہلے نکاح کے سبب سے ہے نہ اُس بیع کے پسند ہونیکے لیے) اور جس شخص کو اختیار ہو
وہ دوسرے کے پیٹھ پیچھے اگر معاملے کو جائز رکھے تو درست ہے اور اگر فسخ کریگا تو درست نہو گا
(یعنے بائع و مشتری مین سے جسکو اختیار ہو تو فسخ معاملے کے لیے دوسرے کا بھی موجود ہونا
چاہیئے) اور اگر جس شخص کو اختیار تھا وہ مرجاوے یا مدت اختیار کی یعنی تین دن گذر جاوین
تو عقد بیع کامل ہو جاتی ہے اور اگر مبیع بردہ ہو اور مشتری اُسکو آزاد کر دے یا آزادی کے
متعلق باتین اُسکے ساتھ کرے (مثلاً اُسکو مکاتب یا مدبر کر دے) یا مبیع کی ملکیت کی
جہت سے اُسکے پاس کی زمین شفعے کی راہ سے لیوے تو اس سے بھی اگر مشتری نے
اختیار لے رکھا تھا بیع پوری ہو جاویگی اور اگر مشتری دوسرے کے اختیار کو شرط کرے
(مثلاً کہے کہ زید اگر پسند کریگا تو بیع منعقد ہو گی ورنہ نہو گی) تو درست ہے اور اس صورت مین مشتری
اور زید مین سے جونسا بیع کو جائز یا فسخ کر دیگا درست ہو گا اور اگر ایک جائز رکھے اور
دوسرا فسخ کرے تو پہلے والے کی بات کا اعتبار ہو گا اور اگر دونون کی بات ایک ہی
ساتھ ہوئی ہو گی تو بیع فسخ رہیگی۔ اور اگر بائع دو غلامون کو اس شرط پر بیچے کہ ایک

یہ ہے جسکو اختیار ہے اور اُسکو علیحدہ اور معین کردے تو یہ اختیار درست ہوگا ورنہ درست نہوگا۔ اور معین کرنے کا اختیار چار سے کم مین درست ہے (یعنی اگر تین چیزون مین اختیار لیگا کہ جونسی چاہون لےلون تو درست ہوگا اور چار چیزون مین جائز نہوگا جیسے اختیار تین دن کا درست ہے زیادہ کا نہین) اور اگر دو مشتریون نے اختیار کی شرط پر کوئی چیز مول لی اور ایک اُنمین سے راضی ہوگیا تو دوسرا بھی واپس نہین کرسکتا (یعنے اُسکا اختیار بھی جاتا رہا) اور اگر ایک غلام اس شرط پر لیا کہ وہ نانبائی یا کاتب ہے اور اُسکے خلاف نکلا تو مشتری چاہے پورے دامون کو لے لے یا پھیر دے اس لئے کہ یہ امور وصف ہین لنکے عوض مین دام نہ گھٹے گا)
نانبائی وغیرہ ہونا۔۱۲

باب دیکھنے کے اختیار کے بیان مین جس چیز کو مشتری نے ندیکھا ہو اُسکا خرید لینا درست ہی مگر دیکھنے کے بعد اُسکو پھیر دینے کا اختیار ہے گو پہلے راضی ہوچکا ہو اور اگر بائع اپنی چیز بن دیکھے بیچدے تو اُسکو دیکھنے کے بعد یہ اختیار نہین کہ مشتری سے واپس کرلے۔ اور دیکھنے کا اختیار اُنہین باتون سے باطل ہوتا ہی جن سے شرط کا اختیار جاتا رہتا ہے (یعنے اختیار والے کے مرجانے یا تین دن گذر جانے وغیرہ سے دیکھنے کا اختیار جاتا رہتا ہے) اور غلے کے ڈھیر اور غلام کے مُنھ کا دیکھنا اور جانور کے مُنھ اور پٹھے کا دیکھنا اور لپیٹے ہوئے کپڑے کی اوپر کی تہ دیکھ لینی اور گھر کو اندر سے دیکھنا کافی ہے (یعنے انکے دیکھنے کے بعد اختیار دیکھنے کی وجہ سے پھیر نہ سکیگا) اور (مبیع کے) لینے کیواسطے (اگر مشتری نے کسی کو وکیل کیا ہو تو) وکیل کا دیکھنا مثل مشتری کے دیکھنے کے ہی (اختیار کے دور ہوجانے مین مگر مشتری کے قاصد کا دیکھنا کافی نہین (یعنے اگر مشتری نے کسیکے ہاتھ پیام کہلا بھیجا ہو تو وہ اگر مبیع کو دیکھ لیگا تو اُسکے دیکھنے

باب دیکھنے کے اختیار کے بیان مین

سے مشتری کا اختیار نہ جاویگا) اندھا اگر بیع کا معاملہ کرے اور کوئی چیز مول لے تو دیسا ہی اور جب وہ کسی چیز کو ٹٹول لے یا سونگھ لے یا چکھ لے (یعنے ایسی چیز ہونکو جنکا حال ٹٹولنے خواہ سونگھنے خواہ چکھنے سے معلوم ہو جاتا ہو) یا زمین کا حال اُس سے بیان کر دیا جاوے (کہ اس طرح کی ہے) تو اُسکا اختیار دیکھنے کا جاتا رہتا ہے اگر دو تھان خریدے جن میں سے ایک کو (خریدنے کے پیشتر) دیکھ لیا تھا اور دوسرے کو بعد خرید نیکے دیکھا تو ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں کو دیکھنے کے اختیار سے واپس کر دے۔ اور دیکھنے کا اختیار اور شرط کا اختیار ورثہ میں نہیں آتا (یعنے اگر اختیار والا مر جاتا ہے تو اُسکے وارث کو اختیار نہیں رہتا کہ بیع کو واپس کر دے) مشتری نے اپنی دیکھی ہوئی چیز کو مول لیا پس اگر اُسکا حال کچھ کا کچھ ہو گیا ہو تب تو مشتری کو دیکھنے کا اختیار ہوگا اور اگر جوں کی توں ہو تو اختیار نہوگا۔ پھر اگر مشتری کہے کہ مبیع کا حال بدل گیا اور بائع کہے کہ نہیں بدلا تو بائع کا قول معتبر ہے اور اگر دیکھنے میں دونوں کا اختلاف ہو تو مشتری کا قول معتبر ہے (مثلاً مشتری کہے کہ مین نے بن دیکھے خریدا ہے اور بائع کہے کہ دیکھکر خرید کیا ہے تو مشتری کی بات مانی جاویگی) اور اگر ایک گٹھری تھانوں کی مول لی اور اُسمین سے ایک تھان بیچ ڈالا یا کسی کو ہبہ کر کے اُسکے حوالے کر دیا تو اب عیب کے سبب تو پھیر سکتا ہے مگر دیکھنے کے اختیار اور شرط کے اختیار سے واپس نکر سکیگا (اسلئے کہ ایک تھان مین تصرف مالکانہ کرنے سے اُسکا اختیار جاتا رہا)

باب عیب کے سبب سے اختیار ہونیکے بیان مین۔ مشتری اگر مبیع مین کچھ نقصان پاوے تو چاہے پورے دام کو لے لے خواہ واپس کر دے۔ اور عیب اُس نقصان کو کہتے ہین جسکے مبیع مین ہونے سے سوداگرونکے نزدیک اُسکی قیمت کم ہو جاوے (جیسے غلام

باب عیب کے سبب سے اختیار ہونیکے بیان مین

لونڈی مین بھاگنا اور بچھونے مین موت دینا اور چوری کرنا اور دیوانہ پن ہے) اور خاص لونڈی
مین منھ کی بدبو اور بغل کی بدبو اور زنا کار ہونا اور حرام کی اولاد ہونی ہے (اور یہ چارون
چیزین غلام مین عیب نہین) اور کافر ہونا دونون مین عیب ہے اور حیض کا نہونا اور بیماری
کا خون جاری رہنا اور پرانی کھانسی اور دوسرے کا قرضدار ہونا اور بال اور پانی
آنکھ مین ہونا عیب ہی پس اگر مشتری کے پاس آکر مبیع مین ایک اور عیب پیدا ہوجاوے
تو مشتری پہلے عیب کا دام بائع سے پھیر لے یا اگر بائع مبیع کے پھیر لینے پر رضی ہو تو
پھیر دے۔ اور اگر مشتری نے ایک تھان خرید کر قطع کیا پھر اُس مین عیب معلوم ہوا تو
جسقدر عیب سے نقصان ہو وہ دام بائع سے پھیر لے اور اگر بائع قطع کیے ہوئے تھان کو
لینا منظور کرے تو اُسے اختیار ہے کہ پھیر لے اور اگر مشتری قطع کے بعد تھان کو بیچ ڈالے
تو اب نقصان کا عوض بائع سے نہین لے سکتا۔ اگر کپڑا لیکر قطع کرکے سیا یا اُسکو رنگ لیا
یا ستّو لیکر اُسمین گھی ملایا پھر کپڑے مین خواہ ستو مین عیب معلوم ہوا تو نقصان کا عوض
بائع سے پھیر لے جیسے اس صورت مین کہ عیب دیکھکر مبیع کو بیچ ڈالے یا مبیع
جو غلام عیب دار تھا مر جاوے یا مشتری اُسکو مفت آزاد کردے (تو نقصان کا عوض
بائع سے لیویگا) اور اگر مشتری غلام عیب دار کو مال کے بدلے آزاد کردے یا اُسکو
جان سے مار ڈالے یا کھانا مول لیا تھا اُسکو کھانے یا اُسمین سے کسیقدر کھالے
تو نقصان کا عوض کچھ نپاویگا۔ اور اگر کسی نے انڈے یا کھیرے یا اخروٹ مول لیئے اور
توڑنے سے ایسے خراب نکلے کہ کچھ کار آمد نہون تب تو مشتری نقصان کا عوض
بائع سے پاویگا اور اگر بالکل کار آمد نہون تو تمام دام بائع سے پھیر لیگا۔ اور اگر مبیع
کو مشتری نے بیچ ڈالا اور وہ کسی عیب کے باعث قاضی کے حکم سے مشتری کے پاس

ے ایسے کہ لونڈی کو بیانہ شکلانے سے زنا کرے اور اولاد پیدا لئے ہین اور ہاتین مطلب نہین ہین ۱۲

واپس آئی تو مشتری نے جس سے اسکو مول لیا ہو اسکو پھیر دے اور اگر مشتری ثانی آپنی چیز کو آپس کی رضامندی سے پھیر لیا ہو (قاضی کے حکم سے نہ پھیرا ہو) تو (اب بائع اول کو) واپس نہین کرسکتا۔ اگر مشتری نے مبیع کو قبضے مین لاکر دعوی کیا کہ اسمین عیب ہے تو اُسپر ثمن کو دینے کے لیے جبر نکیا جاویگا لیکن اُسکو چاہیئے کہ گواہ پیش کرکے عیب ثابت کرے یا اپنے بائع سے عیب نہونے کی قسم لے پھر اگر مشتری کہے کہ میرے گواہ شام مین ہین (یعنے دور مین آنہین سکتے) تو ثمن بائع کے حوالے کرے بشرطیکہ بائع قسم کھالے اگر مشتری دعوی کرے کہ جو غلام مین نے لیا ہے وہ بھگوڑا ہے تو بائع سے قسم نہ لیجاوے جبتک کہ مشتری اس بات کے گواہ نہ لاوے کہ یہ غلام میرے پاس سے بھاگا ہو اور جب وہ گواہ پیش کرے تو بائع سے یہ قسم لیجاوے کہ بخدا میرے پاس کبھی نہین بھاگا تھا (اسلیے کہ اول تو یہ چاہیئے کہ مشتری بھاگنے کا عیب غلام مین ثابت کردے اس سے بھی ضرورت اُسکے گواہون کی ہوئی جب وہ عیب ثابت ہوچکا تو اب بائع اس بات کی قسم کھاوے کہ یہ عیب میرے پاس نہتھا اب نیا پیدا ہوا ہے اس عیب کے سبب سے مشتری کا حق پھیرنے کا نہین) اور مقبوض چیز کی مقدار مین قول قابض کا (یعنے مشتری کا) معتبر ہی (مثلاً مشتری نے ایک تھان لیا اور عیب کے باعث اُسکو پھیرنا چاہا اور بائع نے کہا کہ بیس گز کا تھا اور مشتری نے کہا کہ اٹھارہ گز تو مشتری ہی کا قول معتبر ہے) اگر دو غلام ایک عقد مین مول لیے اور ایک پر قبضہ کیا اور دونون مین سے کسی مین عیب معلوم ہوا تو چاہے دونون کو لے یا دونون کو پھیر دے (اسلیے کہ جب ایک عقد مین لیئے ہین تو دونون کا حکم ایک چیز کا ہے) اور اگر ایسی چیز مول لی جو ناپ یا تول سے بکتی ہی اور اسمین سے کسیقدر مین عیب پایا تو خواہ سارے کو واپس کردی خواہ سبکو لے لے (یہ نہین ہوسکتا کہ اچھے کو

رہنے دے اور عیبدار کو واپس کرے) اور اگر مبیع مین سے کسیقدر دوسرے کی ملک نکل آئے تو مشتری کو اختیار ہوگا کہ باقی مبیع کو بائع کو پھیر دے ہان اگر مبیع کپڑا ہو کہ اسمین تھوڑا دوسرے کا ہو تو مشتری کو اختیار ہوگا (کہ باقی کو واپس کردے اسلیئے کہ ایک کپڑے مین شرکت ہونے سے اُس سے نفع نہین لے سکنے کا) اگر کپڑا مول لیکر عیب دیکھا اور اُسکو پہن لیا یا عیبدار سواری پر اپنے کام کو سوار ہوا یا اُسکے مرض کا علاج کیا تو اس سے عیب پر راضی ہونا پایا جاویگا اور اگر سواری کے پانی پلانے کو یا بائع کے پاس لیجانے کو یا اُسکے لیے گھاس خریدنے کو سوار ہوا ہوگا تو اس سے رضامندی عیب کی نہ معلوم ہوگی اور اگر (مبیع غلام نے بائع کے یہان چوری کی تھی اور جب) مشتری نے اُسپر اپنا قبضہ کیا تو اُس چوری کی علت مین اُسکا ہاتھ کاٹا گیا تو مشتری اُس غلام کو پھیر دے اور بائع سے قیمت واپس لے۔ اور اگر بائع نے بیع کے وقت کہدیا کہ مین مبیع کے سب عیبون سے بری ہون گو سبکا نام نہ لیا تو یہ کہنا درست ہوگا اور پھر کسی عیب کی جہت سے پھیر نہ سکیگا (یعنے اگر اُسنے اول کہدیا کہ مبیع مین جو عیب ہو مجھسے سروکار نہین نہ اُسکا مواخذہ مجھسے چاہیئے تو اگرچہ وہ سب عیبون کا نام نہ لے تاہم کسی عیب کی جہت سے مشتری کو اختیار مبیع کے پھیرنے کا نہین رہتا)

باب بیع فاسد کے بیان مین۔ بیع مردار کی اور خون اور سور اور شراب اور آزاد شخص اور ام ولد اور مدبر اور مکاتب کی ناجائز ہے پس اگر یہ چیزین مشتری کے پاس جاتی رہینگی تو اُنکی قیمت نہ دینی پڑیگی۔ اور مچھلی کو شکار کرنے سے پہلے بیچنا اور ہوا مین اڑتے جانور کو اور پیٹ مین کے بچے کو اور اس بچے کے بچے کو اور تھنون کے اندر دودھ کو اور سیپ کے اندر موتی کو اور بکریون کی پیٹھ پر اون کو اور چھت کے اندر

بیان بیع فاسد سے یا نہین

کی ایک گڑھی کو تھان میں سے ایک گز کو فروخت کرنا اور شکاری کا اسطرح بیچنا کہ
جو اس دفعہ میرے جال میں آوے اُسکو اتنے کو بیچتا ہوں یہ سب صورتیں ناجائز ہیں
(اسلیئے کہ مبیع سب صورتوں میں معلوم نہیں اسلیئے بیع فاسد ہے) اور بیع مزابنہ درست
نہیں (اور صورت اسکی یہ ہے کہ درخت پر پکے ہوئے کو ٹوٹے ہوئے میوہ کے ساتھ
اٹکل سے بیچے) اور نہ ملامست درست ہی (کہ بائع یا مشتری کہے کہ اگر میں تجکو یا تیرے
کپڑے کو ہاتھ لگادوں تو بیع ہم میں اور تم میں ہوجاوے) اور کنکر مارنے سے
بھی بیع ناجائز ہے (اسطرح کہ بائع یا مشتری کہے کہ اگر میں اس مبیع پر یا تجپر کنکر ماروں
تو ہم میں بیع لازم ہوجاوے یہ تینوں عقد کافروں کی معمول تھیں کہ بدون رضامندی
ایک طرف کے لازم ہوجاتی تھیں یہ سب فاسد ہیں) اور دو کپڑوں میں ایک کو فروخت
کرنا (اسطرح کہ معین نہ کرے کہ کونسا فروخت کرتا ہوں) اور چراگاہ کو بیچنا اور اسکو ٹھیکہ دینا
اور شہد کی مکھی کا فروخت کرنا جائز نہیں اور ریشم کے کیڑے کو اور اسکے انڈوں کو
بیچنا درست ہی۔ اور بھاگے ہوئے غلام کی بیع جائز نہیں لیکن اگر ایسے شخص کے
ہاتھ بیچے جسکے پاس اُس غلام کے ہونے کا گمان ہو تو درست ہی۔ عورت کے دودھ
کی بیع اور سور کے بالوں کی درست نہیں ہاں بالوں کو موزے وغیرہ کے سینے میں
استعمال کرنا درست ہی۔ اور آدمی کے بالونکا بیچنا اور ان سے کوئی کام لینا درست نہیں۔
مردہ جانور کی کھال کو دباغت سے پہلے بیچنا درست نہیں اور بعد دباغت کے اسکو
بیچنا اور کام میں لانا درست ہے۔ اسیطرح مردار جانور کی ہڈی اور پٹھے اور اون اور
سینگ اور بالوں سے نفع لینا جائز ہے۔ بالاخانہ جو گر گیا ہو اسکی بیع اور پانی کے
بہنے کے حق کو بیچنا اور اسکا ہبہ کرنا اور لونڈی کی بیع جو بیچے کو غلام معلوم ہو

اور غلام کی بیع جو بیچے کو لونڈی معلوم ہو درست نہین (یعنے ایک بردہ اس شرط
سے لیا کہ لونڈی ہے پھر معلوم ہوا کہ وہ غلام تھا یا اسکا الٹا ہوا کہ غلام جان کر لیا
اور لونڈی نکلی تو بیع درست نہوئی) مبیع کو کمتر قیمت پر خریدنا وصول قیمت سے بیشتر
درست نہین ہان اگر مبیع کے ساتھ کوئی اور چیز ملی ہو تو اس مین ایسا کرنا جائز ہے
(اس مسئلے کی صورت یہ ہے کہ بائع نے ایک گھوڑا ۱۰۰ کو بیچا اور ہنوز اس سے دام
نہین لیا کہ اسی گھوڑے کو ۵۰ کے عوض اس سے خرید لیا تو یہ پچھلی بیع ناجائز
ہوئی اسلیئے کہ ۵۰ مشتری سے مفت لیتا ہے اور اگر اس گھوڑے کے ساتھ دوسرا
گھوڑا اسنے مشتری سے خرید کیا تو بیع مذکور درست ہوگی) تیل کو اسطرح بیچنا کہ مع برتن
تول لینگے اور ہر برتن کے عوض پانچ دھڑی کم کردینگے (برتن اسقدر ہو یا نہو) درست
نہین ہان اگر یہ ٹھہرے کہ جسقدر خالی برتن کا وزن ہوگا اس قدر تیل مین سے
کم کردینگے تو درست ہے۔ اگر بائع اور مشتری تیل کی مشک کے وزن مین اختلاف
کرین (کہ مشتری کہے کہ دو سیر ہے اور بائع ایک سیر بتاوے) تو مشتری کا قول
(قسم کے ساتھ) معتبر ہوگا۔ اور اگر مسلمان کسی ذمی کو شراب خریدنے اور بیچنے
کو کہدے تو درست ہے۔ لونڈی کو اس شرط پر بیچنا کہ مشتری اسکو آزاد کرے
یا مدبر یا مکاتب یا ام ولد بناوے درست نہین۔ لونڈی کو بیچنا اور اسکے پیٹ کے
بچے کو نہ بیچنا یا اس شرط پر بیچنا کہ ایک مہینا بائع اس سے خدمت لیگا درست نہین
مکان کو اس شرط سے بیچنا کہ بائع اسمین رہا کریگا یا مشتری کچھ روپیہ بائع کو قرض
دے یا اسکو کچھ تحفے بھیجے یا اتنی مدت کے بعد حوالے مشتری کے کریگا اسوقت
تک اپنے تصرف مین رکھیگا یا کپڑے کو اس شرط سے بیچا کہ بائع اسکو قطع کرکے

کرتہ سینی دے درست نہین۔ جوتی کو اس شرط سے مول لینا کہ بائع اُن کو کاٹ کر
برابر کر دے اور اسمین تسمہ لگا دے درست ہے قیمت کے ادا کے لیے یہ کہنا کہ نوروز
اور مہرگان اور نصارٰی کے روزون اور یہودیون کی عید تک دینگے درست نہین
بشرطیکہ بائع و مشتری کو یہ دن معلوم نہون (جاننا چاہیے کہ جب گرمی کے ہیشتر دن اور
رات برابر ہوتے ہین اُس دن کو نوروز کہتے ہین۔ اور جاڑے سے ہیشتر اگر برابر ہوتے ہین
تو اسکو مہرگان کہتے ہین) اور جائز نہین یہ کہنا کہ حاجیون کی آمد تک اور کھیت کٹنے
اور دائین چلنے اور میوہ ٹوٹنے تک دینگے اور اگر ان وقتون تک کسیکا ضامن ہو
تو درست ہے۔ اور اگر وعدہ ان وقتون تک کیا اور ہنوز یہ وقت نہین آئے تھے
کہ مدت کو ساقط کر دیا (یعنے دام پہلے دیدیئے) تو درست ہو جاویگا۔ اور اگر بائع
آزاد اور غلام کو ملا کر بیچے یا ذبح کی ہوئی بکری اور مردار کو ایک ساتھ کرکے بیع کرے
تو دونون کی بیع باطل ہے۔ اور اگر غلام کو مدبر کے ساتھ خواہ کسی دوسرے غلام کے
ساتھ ملا کر فروخت کرے یا اپنے ملک کو وقف کے ساتھ ملا کر بیچے تو غلام
اور ملک کی بیع درست ہوگی (مدبر اور دوسرے کے غلام اور وقف کی بیع نہوگی۔)
فصل جس صورت مین کہ بیع فاسد ہو اور مشتری بائع کی اجازت سے مبیع
پر قبضہ کرے اور مبیع اور ثمن دونون مال ہون تو مشتری مبیع کا مالک ہو جاتا ہی
مگر قیمت بازار دینی آتی ہی (ثمن جو آپس مین ٹھہرا تھا نہین دینا آتا) اور مشتری اور
بائع مین سے ہر ایک کو اُس بیع کے فسخ کر دینے کا اختیار ہے لیکن اگر مشتری مبیع
کو کسی اور کے ہاتھ بیچ ڈالے خواہ ہبہ کر دے یا (مبیع غلام ہو اور اسکو) آزاد کرے
یا (زمین مبیع پر) عمارت بنا لے تو (ان صورتون مین) فسخ نہین کرسکتا (بیع فاسد مین)

مشتری ہی کو اختیار ہے کہ مبیع کو روک رکھے اور بائع کو نہ دے جبتک کہ بائع اس سے اپنا دیا ہوا ثمن واپس نہ کرلے۔ بائع کو اگر ثمن سے کچھ نفع ہوا ہو تجارت وغیرہ کرنے سے تو اسکو حلال ہی اور مشتری کو اگر مبیع سے کچھ فائدہ ہوا ہو تو درست نہین۔ ایک شخص نے دوسرے پر کچھ روپیون کا دعوی کیا اور اُسنے مدعی کے حوالے کردیئے پھر دونون سچ پر آگئے (یعنی اقرار کیا) کہ مدعی کا کچھ مدعا علیہ کے ذمے نہ تھا (اور جو کچھ اُس سے مدعی نے لیا تھا وہ پھیر دیا) تو جو کچھ (مدعی کو اُن روپیون سے) فائدہ ہوا ہو وہ مدعی کو حلال ہے مال کی قیمت زیادہ کہدینی اس غرض سے کہ دوسرے کو رغبت خریداری کی ہوجاوی اور واقع مین اپنے آپ اسکو نہ لینا چاہتا ہو مکروہ ہی۔ اگر کسی چیز کو دوسرا شخص خرید کرتا ہو تو اسکو آپ خرید لینا مکروہ ہی (بشرطیکہ بائع دوسرے کے دینے پر راضی اور مائل ہو) سوداگرون کے قافلے سے آگے جاکر ملنا کہ چیز ارزان خرید کرے مکروہ ہے باہر کا شخص اگر اسباب لاوے اور اُسکو کوئی شہری اُسکی طرف سے فروخت کرے اس نظر سے کہ دیر کر اور گران بیچونگا مکروہ ہی۔ جمعے کی اذان کے وقت فروخت کرنا مکروہ ہی اسطرح فروخت کرنا مکروہ نہین کہ جو دام زیادہ دے وہ چیز لیوے (جیسے نیلام ہوتا ہے) جن دو بردوں مین قرابت قریب ہو اور ایک صغیر سن ہو اُنکو بیچنے مین جدا نکرنا چاہیے (مثلا ماں بیٹے کو یا بہن بھائی کو دو شخصوں کے ہاتھ نہ بیچے) بخلاف بڑی عمر والون اور خاوند بی بی کے (کہ اُن کو فروخت کرنے مین علیحدہ کردینا کچھ مضائقہ نہین)۔

باب اقالہ (یعنے بیع کے واپس کرنے) کے بیان مین۔ اقالہ کرنا بائع اور مشتری کے حق مین تو پہلی بیع کا فسخ ہے اور تیسرے شخص کے حق مین نئی بیع ہے (یہانتک کہ اگر تیسرے شخص نے بیع اول کے وقت اپنا حق شفعہ دور کردیا ہو اور اقالہ کے

سبب پھر دعویٰ کرے تو درست ہوگا اور حق شفعہ اقالے کی جہت سے ثابت ہوگا
اقالہ اتنی ہی قیمت کو درست ہے جو اول مقرر ہوئی تھی اس سے زیادہ یا کم ٹھہرانا
بدون کسی زیادتی یا عیب کے مبیع میں لغو ہے (یعنے اگر اقالے میں یہ شرط کی کہ دام کم
واپس کرینگے یا زیادہ دینگے حالانکہ مبیع جون کی تون ہے اسمین کمی بیشی نہین ہوئی تو
بائع کو وہی دام پھیرنے لازم ہونگے جو مشتری سے لئے ہین) اور ثمن کا جاتا رہنا
اقالے کا مانع نہین مگر مبیع کا ہلاک ہو جانا اقالے کا مانع ہے اور اگر مبیع میں سے
کسیقدر تلف ہو جاوے تو اسی قدر کا اقالہ نہ ہوسکے گا باقی کا درست ہوگا ؎

باب تولیہ اور مرابحت کے بیان مین۔ اتنے دام پر بیچنا جتنے کو خرید کیا ہو
تولیہ کہلاتا ہے۔ اور پہلی خرید پر نفع لگا کر بیچنا مرابحت کہلاتا ہے اور شرط ان دونون
کی (یعنے تولیہ اور مرابحت کی) یہ ہے کہ پہلی قیمت جو مشتری نے دی تھی مثلی ہو
(یعنے ایسی چیز ہو کہ اسکے تلف سے ویسی ہی دینی آوے قیمت والی چیز یعنی جن سے
نہ ہو جنکے جاتے رہنے سے قیمت دینی آتی ہے) جو شخص تولیہ کرنا چاہے وہ اصل مال پر
دھوبی کی اجرت اور رنگائی اور ترنج بنانے اور پھندنے بانٹنے اور باربرداری غلہ اور
ہنکائی بکریون کی زیادہ کرلے اور خریدار سے بیچنے کے وقت کہے کہ یہ مال مجھکو
اتنے مین پڑا ہے (یہ نہ کہے کہ مین نے اتنے کو خریدا ہے اسلئے کہ جھوٹ ہوگا)
اور گائے بکری کے چرانے والے کی مزدوری اور غلام کو قرآن اور حساب پڑھانے والے
کی اجرت اور جس گھر مین مال کی حفاظت کی ہو اسکا کرایہ اصل مال پر زیادہ نہ کرے پس
اگر مشتری اول مرابحت کی صورت مین دغا کرے (یعنے قیمت زیادہ بتلادے اور
اسپر نفع لینا چاہے) تو (مشتری) دوم کو اختیار ہے چاہے کل قیمت کو جو اول مشتری بتاتا ہے چیز لیلے

بیان مرابحت

یا واپس کردے لیکن اگر تولیہ مین خیانت معلوم ہو تو جسقدر مشتری اول نے دام زیادہ لکھے ہون اُتنے کم کر کے حوالے کرے۔ اور جو شخص کہ کوئی تھان وغیرہ خرید سے اور پھر اُسکو مرابحت یعنے نفع سے بیچے (مثلاً سو کو خریدا اور بیس نفع کے ٹھہرا کر ۱۲۰ کو بیچا) اور پھر اُسکو بعوض ۱۰۰ کے خود مول لے لیا اب اگر اُسکو کسی کے ہاتھ نفع ٹھہرا کر بیچے تو چاہیئے کہ پہلی دفعہ کی فروخت مین جو نفع لیا ہی اُسکو (اس دوبارہ کی قیمت مین سے) منہا کر دے (اور باقی کو اصل مال سمجھے مثلاً مثال مذکور مین اصل مال اسّی تصور کرے یعنے پہلے جو بیس روپیہ نفع لے چکا ہے وہ اس سو مین سے منہا کر دے) اور اگر پہلے کا نفع ثمن کی برابر خواہ زائد ہو تو مشتری کو نچاہیئے کہ اُسکو نفع ٹھہرا کر بیچے (بلکہ از سر نو جتنے کو چاہیے فروخت کرے مثلاً اوپر کی مثال مین اگر اول بار اُسنے سو کو خرید کر ۱۲۰ کو بیچا پھر خرید کر ۱۵۰ کو اور پھر خرید کر ۱۳۰ کو تینون دفع کا نفع ملکر پورے سو روپیہ ہو گئے جو اصل دام تھا تو اس صورت مین مرابحت نہین کر سکتا اسلیئے کہ اصل مال اب کچھہ نہین رہتا) اگر غلام کو مالک کی اجازت تجارت کے لیے ہے اور غلام مذکور قرضدار ہوا اور ایک کپڑا دس روپیہ کو لیکر اپنے آقا کے ہاتھہ پندرہ کو بیچے تو مالک اگر اُس کپڑے کو مرابحت پر بیچنا چاہے تو اصل مال دس روپیہ قرار دے اور ایسا ہی اسکا عکس ہی (یعنے اگر مالک دس کو لیکر غلام کے ہاتھہ پندرہ کو بیچے اور وہ غلام کے نفع پر بیچنا چاہے تو اصل قیمت دس بتادے پندرہ نہ کہے) اور اگر خریدار مضارب ہو (جو دوسرے کے روپیہ سے نصف نفع پر تجارت کرتا ہے یعنے مضارب دس کو مول لے) اور مالک مال (کے ہاتھہ پندرہ کو بیچدے تو مال والے کو چاہیئے کہ اگر) اُسکو مرابحت پر بیچے تو ساڑھے بارہ روپیے اصل قیمت بتاوے (اسلیئے کہ صورت اول مین گویا غلام

اور مالک ایک ہی ہین غلام کا خریدنا بعینہ مالک کا خریدنا ہی اور غلام نے دس کو لیا
تھا تو آقا کو اسی دس پر نفع لینا چاہیئے۔ اور دوسری صورت مین مضارب اور مالِ مال
دو شخص ہین اور پہلے عقد مین جو مضارب نے مالکِ مال سے کیا ہی پانچ روپیہ نفع کے
ہوئے جن مین سے آدھا یعنی اڑھائی مالک کو حاصل ہوئے پس اگر اب یہ مرابحت
پر بیچے تو نفع اول کو اصل سے مہا کرے یعنی پندرہ مین سے اڑھائی نکالڈالے باقی
ساڑھے بارہ کو اصل بیان کرے اور صورت اول مین غلام کے قرضدار ہونے کی قید
اسلیے ہی کہ اسکا بیچنا کسی چیز کو مالک کے ہاتھ درست ہو ورنہ اگر غلام قرضدار نہو تو جو اسکی
ملک مین ہوگا وہ مالک ہی کی ملک ہوگی) اور اگر مبیع مین کچھ نقصان خود ہوگیا ہو یا
لونڈی مدخولہ تھی اُس سے صحبت کرلی تو مرابحت بدون ان باتونکے بیان کرنے
کے درست ہی اور اگر مشتری نے خود اُسمین کوئی نقصان کردیا ہو یا لونڈی باکرہ تھی
اُس سے ہمبستر ہوا ہو تو اس صورت مین بیان کردینا چاہیئے (تب نفع پر بیچے) ایک
چیز کو ہزار روپیہ کو قرضاً مول لیا اور سَو کے نفع پر اُسکو فروخت کردیا اور یہ نکہا کہ مین نے
قرضاً ہزار کو لی ہے تو مشتری ثانی کو اختیار ہے چاہے لے چاہے نہ لے (جبکہ
اُسکو معلوم ہو جاوے کہ یہ چیز ہزار کو قرضون لی ہی نہ نقدون) اور اگر مبیع کو مشتری
ثانی تلف کردے بعد اُسکے خرید مشتری اول کا حال معلوم ہو تو اسکو گیارہ سو دینے
لازم آوینگے اور یہی حال تولیہ کا ہے (اگر مبیع کے ہوتے ہوئے مشتری دوم کو خیانت
مشتری اول کی معلوم ہوگی تب تو اختیار ہوگا اور اگر مبیع کو تلف کرنے کے بعد
خیانت پر مطلع ہوگا تو اُتنے ہی دام دینے پڑینگے) اور اگر زید نے عمرو سے کہا کہ جتنے
کو یہ چیز مجھکو پڑی ہی اُتنے کو تیرے ہاتھ بیچتا ہون اور عمرو کو معلوم نہین کہ زید کا

لہٰذا خرچ ہوا ہے تو بیع فاسد ہے اور اگر عمرو کو اسی مجلس میں معلوم ہو جاوے کہ اتنے کوڑی ہی ہے تو اسکو اختیار ہوگا (چاہے اتنے ہی کو خرید لے یا جانے دے)

فصل

فصل (واضح ہو کہ منقول اس مال کو کہتے ہین جو ایک جگہہ سے دوسری جگہہ لیجا سکین جیسے گھوڑا بکری چاندی سونا برتن وغیرہ ہین اور غیر منقول وہ ہے کہ ایک ہی جگہہ رہے جیسے زمین اور حویلی اور باغ وغیرہ) پس غیر منقول کی بیع قبضے مین لانے سے بیشتر درست ہی (یعنے مشتری اسکو خرید کر بدون قبضے مین لانیکے بھی بیع کر سکتا ہی) اور منقول کی بیع قبضے سے بیشتر درست نہین - اور اگر ایسی چیز کو خرید کرے جو ناپ سے ناپی جاتی ہے تو مشتری کو اسکو بیچنا اور کھانا حرام ہے جبتک کہ اسکو ناپ نہ لے اور ایسا ہی حال ہی اُن چیزونکا جو وزن کی رو سے یا شمار کے اعتبار سے خریدے لیکن اگر گز کی ناپ کے اعتبار سے خریدے تو اسکا یہ حال نہین (یعنے اگر وزن کی چیز کو وزن کے طور پر لے یا شمار کی چیز کو شمار کے اعتبار سے خرید کرے تو مشتری کو اُنکا استعمال کرنا نہ چاہیئے جبتک کہ وزن اور شمار نہ کر لے بخلاف گز گت کے اعتبار کی بیع کے کہ بدون گز گن کئے اُسکا استعمال درست ہے) ثمن مین قبضہ کرنے سے بیشتر تصرف کرنا (مثلاً اسکو بیچ ڈالنا یا ہبہ کرنا) درست ہی ثمن مین زیادتی کرنی اور کمی کرنی درست ہے (یعنے جتنا ٹھہرا تھا اُس سے اگر مشتری زیادہ دیوے یا بائع کچھ کم لیوے تو جائز ہے) اور جائز ہے مبیع مین کچھ بڑھا دینا (یعنے بائع اگر مبیع مین کچھ اوپر اون بڑھاوے تو درست ہے) اور استحقاق بائع اور مشتری کا ساتھ کل کے متعلق ہو جاتا ہے (یعنے قیمت یا مبیع مین زیادہ کر دینے سے بائع یا مشتری کل کا مستحق ہو جاتا ہے کہ گویا اصل عقد اتنے ہی پر یا اتنے ہی دامون پر ہوا ہے) سوا ے قرض کے اور طرح کے دین کی مدت مقرر کرنی

درست ہے یعنے قرض کے سوا اور طرح کا دین اگر کسیکا ایک شخص کے ذمے ہو مثلاً کسی
چیز کی قیمت دینی ہو تو اُسکے واسطے اگر مدت کر دیگا تو مدت لازم ہو جاویگی مدت کے اندر تقاضا
نہو سکیگا بخلاف قرض کے کہ اُسکی مدت کرے یا نکرے قرضخواہ جب چاہے تقاضا کر سکتا ہے

باب ربوا (یعنے سود) کے بیان مین۔ ربوا مال کی اُس زیادتی کو کہتے ہین جو مال کو
مال سے بدلنے مین بدون عوض ہو۔ ربوا کے پائے جانے کی وہ چیزین ہین جنمین مقدار اور
جنس ایک ہو (مقدار کے ایک ہونے سے یہ غرض ہے کہ دونون چیزین ناپ سے ناپی جاوین
یا وزن سے تولی جاتی ہون اور جنس کے ایک ہونے سے یہ مراد ہے کہ دونون ایک ہی قسم
کے مال ہون) پس جن چیزونکی مقدار اور جنس ایک ہون اُنمین زیادتی اور اُدھار دونون
حرام ہین (جیسے گیہون کو گیہون کے عوض بیچے تو اگر کم زیادہ ہونگے جب بھی ناجائز ہونگے
اور آج دے اور مدت کے بعد عوض کے گیہون لے یہ بھی حرام ہوگا ایسا ہی حال ہے اگر
جو کو جو کے عوض اور روپیہ کو روپیہ کے عوض اور اشرفی کو اشرفی کے عوض بیع
کرے کہ دونون طرف مین چیزین مقدار اور جنس کی راہ سے ایک ہین تو اگر انکی بیع مین
وزن کی کمی وبیشی ہوگی یا اُدھار بیچے جاوینگے تو ربوا لازم آویگا اور بیع حرام ہوگی)
اور اگر دونون چیزین ایسی ہونگی کہ صرف مقدار مین ایک ہون اور جنس مین مختلف یا
جنس مین ایک ہون اور مقدار مین مختلف تو انمین اُدھار حرام ہے زیادتی حرام نہین (مثلاً
گیہون جو کے عوض بیچے جاوین تو اُسی وقت دے اور اُسی وقت عوض لے اُدھار کریگا تو
حرام ہوگا لیکن اگر کم زیادہ ہون مثلاً گیہون سیر بھر ہون اور جو دو سیر تو کچھ مضائقہ نہین
اور اتحاد جنس کی مثال جیسے ہرات کا ایک کپڑا دوسرے کے بدلے بیچا تو اسمین بھی اُدھار
حرام ہوگا نہ زیادتی) اور جو چیزین ایسی ہون کہ نہ مقدار مین ایک ہون نہ جنس مین

باب ربوا یعنے سود کے بیان مین

ایک تو ان مین زیادتی اور اُدھار دونون حلال ہین (مثلاً کپڑا روپیے کے بدلے یا غلہ اشرفی روپیے کے بدلے بیچے تو زیادتی بھی درست ہے اور یہ بھی ضرور نہین کہ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے بلکہ اُدھار بیچنا بھی جائز ہے) اور جو چیزین کہ ناپی جاتی ہین مثلاً گیہون اور جو (وغیرہ غلے کے اقسام) اور نمک اور خرما اور جو چیزین کہ تولی جاتی ہین جیسے چاندی سونا اور جو رطل سے منسوب ہین ان چیزون کو انہین کی جنس سے برابر برابر فروخت کرنا درست ہے کمی و بیشی کے ساتھ درست نہین اور کھرا کھوٹا انمین ایک حکم رکھتا ہے (یعنے یہ نہین ہوسکتا کہ کھری چیز کم لیجاوے اور کھوٹی اسکے عوض مین زیادہ دیجاوے۔ اور ان چیزون مین معین ہونا معتبر ہے یہ ضرور نہین کہ بائع اور مشتری مبیع اور ثمن پر قبضہ بھی کرلین (یعنے اگر گیہون کے عوض گیہون بیچے جاوین تو دونون کو معین کردینا مجلس عقد مین معتبر ہے یہ ضرور نہین کہ اسی وقت قبضہ بھی کرلین اور) یہ صورت عقد صرف کے سوا ہے (یعنے اگر مبیع اور ثمن دونون ثمن کی چیزین ہون مثلاً روپیہ اشرفی ہون یا چاندی سونا تو اس صورت مین مجلس عقد مین بائع اور مشتری کا قبضہ کرنا شرط ہے) ایک مٹھی غلے کو اسی کی دو مٹھی کے عوض اور ایک سیب کو دو کے عوض اور ایک انڈے یا اخروٹ یا خرمے یا پیسے کو انہین سے دو کے عوض بیچنا درست ہے (اسلئے کہ ان چیزون مین ناپ اور تول جو ربوا کا سبب ہے پایا نہین جاتا) گوشت کو جانور کے عوض اور گزہی کو روئی کے عوض بیچنا اور پختہ خرمے کو پختہ کے عوض خواہ خشک کے عوض جو وزن مین برابر ہون بیچنا درست ہے (کمی بیشی کے ساتھ درست نہین) اور انگور کو انگور خواہ کشمش کے عوض بیچنا اور مختلف گوشتونکو ایک دوسرے کے عوض کمی بیشی سے بیچنا درست ہے گا ے کے دودھ کو بکری کے دودھ کے عوض اور خرمے کے سرکے کو انگوری سرکے کے بدلے بیچنا

اور پیٹ کی چربی کو چکنی کی چربی یا گوشت سے اور روٹی کو گیہون خواہ آٹے کے بدلے بیچنا کمی بیشی کے ساتھ درست ہی۔ گیہون کو آٹے کے بدلے خواہ ستوؤنکے عوض کم زیادہ بیچنا درست نہین۔ زیتون اور تلون کو تیل کے بدلے مین بیچنا درست نہین یہانتک کہ تیل کی مقدار اُس تیل سے زیادہ نہو جو زیتون اور تلون مین ہے کیونکہ اس صورت مین جسقدر تیل زیادہ ہوگا وہ دونون کی کھلی کی عوض ہوجاویگا روٹی کو وزن سے قرض لینا چاہیئے نہ شمار سے (اسلیے کہ روٹیون مین فرق بہت ہوا کرتا ہے تو کمی بیشی کا احتمال ہے) مالک اور غلام مین اور مسلمان اور حربی مین دار الحرب کے اندر ربوا ثابت نہین ہوتا۔

باب (اُن) حقوق کے بیان مین (جو بیع مین داخل ہوجاتے ہین اور جو داخل نہین ہوتے) بیت یعنی حجرے کو مع اُسکے کل حقوق کے خرید کرنے مین بالاخانہ داخل نہین ہوتا اور منزل (یعنے مکان) کی خرید مین بھی بالاخانہ داخل نہین ہوتا جبتک نہ کہا جاوے کہ مع تمام حقوق مکان کے خریدا یا اُسکے تمام منافع سمیت (مول لیا) یا تھوڑی بہت چیز جو اُس مکان مین ہے یا اُس سے متعلق ہے (اُسکے ساتھ مول لیا تو ایسی طرح ذکر آجانے سے بالاخانہ بھی داخل ہوجاتا ہے) اور دار (یعنے گھر) کی خرید مین بالاخانہ بدون ذکر کے داخل ہوجاتا ہے جیسے مکان کی خرید مین پاخانہ داخل ہے مگر گھر کی خرید مین سائبان شامل نہین جبتک کہ مع کل حقوق نہ کہا جاوے (واضح ہو کہ بیت کوٹھری کو کہتے ہین جسمین دروازہ اور چھت ہو اور منزل مکان کو کہتے ہین جسمین کوٹھریان اور دالان اور آنگن ہون اور دار اُس گھر کو کہتے ہین کہ اُسمین مکان اور آنگن اور اصطبل اور پاخانہ اور سب ضروری حاجت کی چیزین ہون) زمین کی بیع مین راستہ اور

ان حقوق کے بیان مین جو بیع مین داخل ہوجاتے ہین اور جو نہین

پانی بہنے کی جگہہ اور گھاٹ داخل نہین ہوتے جبتک کہ ایسی طرح نکہا جاوے کہ
کل حقوق کے ساتھ بیع کیا بخلاف کرایے کے (یعنے اگر زمین خواہ مکان کو بدون
ذکر کل حقوق کے کرایہ لے تو اشیاء مذکورہ داخل کرایہ ہوجاتے ہین)

باب اگر کسی مبیع پر دوسرے کا حق نکل آوے اور وہ مدعی ہو اسکے بیان مین

باب مبیع اگر کسی دوسرے کی نکل آوے اور وہ مدعی ہو اسکے بیان مین (اول
یہ جاننا چاہیئے کہ) گواہ ایسی حجت ہین جو سب لوگون پر قائم ہوسکتے ہین (یعنے اُنسے
لوگون پر ہر طرح کا دعوی ثابت ہوجاتا ہے) مگر اقرار ایسا نہین (وہ اقرار کرنے والے
ہی پر کچھ ثابت کرتا ہی دوسرے پر اُس سے کچھ نہین ثابت ہوتا) ملک کے دعوی مین
تناقض اور خلاف پایا جانا ممنوع ہے لیکن آزادی اور طلاق اور نسب مین تناقض کا
ہونا کچھ مضائقہ نہین (مثلاً اگر ایک لونڈی خریدی اور پھر دعوی کیا کہ یہ زید کی ملک
ہی تو یہ دعوی ممنوع اور غیر مقبول ہے اسلیئے کہ خرید پر جرأت کرنی دلیل اس بات کی ہی کہ
اُسکے اندیشے مین لونڈی بائع کی ملک ہی نہ غیر کی اب جو زید کی بتاتا ہی تو ملک کے
دعوی مین خلاف ہوا اسی جہت سے مقبول نہین اور اگر لونڈی خرید کر اپنے قبضے مین
لایا اور پھر مدعی ہوا کہ یہ زید کی آزاد کی ہوئی ہے تو آزادی کے باب مین اُسکا دعوی
باوجود تناقض کے مقبول ہی۔ اسیطرح اگر کوئی عورت مال کے عوض شوہر سے خلع کرلے
پھر دعوی کرے کہ شوہر نے خلع سے بیشتر مجکو تین طلاقین دی ہین تو یہ دعوی بھی باوجود تناقض کے
مقبول ہوگا ایسا ہی اگر بائع غلام کو بیچکر مشتری کے حوالے کرے بعد اُسکے مدعی ہو کہ وہ غلام
میرا بیٹا ہی تو گو تناقض پایا جاتا ہی مگر دعوی نسب کا سنا جاویگا) اگر بکی ہوئی لونڈی بچہ
جنے پھر گواہون سے یہ ثابت ہو کہ کسی دوسرے کی ہی (یعنی زید مثلاً گواہون سے ثابت
کردے کہ یہ میری لونڈی ہی بائع کی نہین تھی جو بیچڈالی) تو وہ لونڈی اور بچہ دونون

زید کو ملین گے (اسلیئے کہ گواہ چلتی ہوئی حجت ہین غیر پر تو لونڈی اور بچہ دو لونڈی ملک ثابت ہوگی) اور اگر مشتری خود اقرار کرے کہ یہ لونڈی زید کی ہے تو (اس صورت مین) بچہ لونڈی کے ساتھ نہوگا (اسلیئے کہ اقرار ادھوری حجت ہے) اگر زید نے مشتری سے کہا کہ تو مجکو خرید لے کہ مین غلام ہون اور مشتری نے خرید لیا پھر معلوم ہوا کہ وہ آزاد ہے پس اگر بائع موجود ہو یا موجود نہو مگر اسکی جگہ اور پتا معلوم ہو تب تو مشتری کا زید پر کچھ دعوے نہین (بلکہ بائع پر دعوی ہوگا) اور اگر بائع کا ٹھکانا معلوم نہو تو مشتری اپنے دام زید سے لے اور وہ بائع سے پھیرے بخلاف رہن کے (یعنے اگر کوئی شخص زید کو جو اقرار اپنی غلامی کا کرے گرو رکھ لے بعد اسکے آزاد نکلے تو خواہ راہن موجود ہو یا نہو مرتہن زید سے کچھ نہ لے بلکہ راہن سے اپنے دام مانگے) زید نے ایک مکان مین کچھ اپنا حق بیان کیا اور صاحب مکان نے اس سے سو روپیہ دیکر صلح کر لی پھر وہ تھوڑا سا عمرو کا نکلا تو مکان والا زید سے کچھ نہ ہٹاوے لیکن اگر زید تمام مکان کا دعوی رکھتا تھا اور مالک نے سو دے کر اسکو راضی کیا اور پھر کچھ مکان عمرو کا نکلا تو مالک مکان زید سے اسقدر دام حصہ رسد پھیر لے جتنا کہ عمرو کا استحقاق ہو یعنی اگر عمرو نے آدھا مکان لیا ہو تو زید سے پچاس پھیر لے اور چوتھائی ہو تو پچیس ۲۵ ۔

فصل اگر کوئی شخص غیر کی ملک فروخت کرے تو مالک کو اختیار ہے چاہے بیع توڑ دے یا جائز رکھے (اور قیمت خود لے لے مگر جائز رکھنا) اس صورت مین (ہے) کہ بائع اور مشتری اور مبیع اور خود مالک موجود ہون (اور اگر ان چارون مین سے کوئی ہلاک ہو جاویگا تو بیع کا جائز ہونا نہو سکیگا بلکہ توڑنا ہی پڑے گا) اور قائم رہنا ثمن کا بھی ضرور ہے بیع کے جائز رکھنے مین) اگر ثمن اسباب ہو اگر بائع نے کسی کا غلام غصب کر کے

بیچ ڈالا اور مشتری نے اُسکو آزاد کردیا پھر مالک غلام نے غاصب کی بیع کو درست
رکھا تو مشتری کا آزاد کردینا بھی درست ہوا (وہ غلام آزاد رہے گا) لیکن (اگر مشتری
نے غلام مذکور کو پھر غاصب کے ہاتھ بیچڈالا اور مالک نے اول بیع کو جائز رکھا تو)
مشتری کی (بیع ثانی) جائز نہوگی اور اگر غلام مذکور کا ہاتھ مشتری کے پاس کسی نے
کاٹ ڈالا اور مالک نے غاصب کی بیع کو درست رکھا تو تاوان ہاتھ کاٹنے کا مشتری
کو ملیگا اور مشتری کو چاہیئے کہ تاوان اگر نصف قیمت غلام سے زیادہ ہو تو اُسکو
فقیروں پر خیرات کردے (اسلیئے کہ اس مشتری کا حق اُتنا ہی ہی جو غلام مذکور کی نصف
قیمت سے زیادہ حق نہین) اگر زید نے عمرو کا غلام بدون اُسکی اجازت کے بکر کے ہاتھ
بیچ ڈالا پھر بکر نے گواہ گذرانے کہ زید نے اقرار کیا تھا کہ مالک نے مجکو اجازت
بیع کی نہین دی یا گواہون سے مالک نے یہ ثابت کیا کہ مین نے اجازت نہین دی
اور اس گواہی سے بکر اُس غلام کو ہٹانا چاہے زید پر تو مقبول نہوگی (اسواسطے کہ یہ
گواہی خرید کرلینے کی پیشدستی کے خلاف ہی) اور اگر بائع خود قاضی کے یہان اقرار کرے کہ مجکو
مالک کی اجازت نہ تھی تو بیع ٹوٹ جاویگی اگر مشتری توڑنے کی درخواست کرے
اگر بائع نے غیر کا مکان بیچڈالا اور مشتری نے اُسکو اپنے مکان مین ملا لیا تو
بائع کو اُس مکان کی قیمت مالک کے حوالے کرنی نہ پڑیگی (یعنے جس صورت مین کہ
بائع اقرار کرے کہ مین نے مکان زبردستی لیکر بیچڈالا اور مشتری اُسکو جھوٹا بتاوے)*

باب سلم یعنی بدھنی کے بیان مین (کہ قیمت اول دیجاوے اور مبیع کچھ دنون کے بعد

آیندہ لیجاوے) جن چیزونکی صفت بیان کردینی اور اُنکے مقدار کا معلوم ہوجانا
ممکن ہو اُنمین سلم درست ہی اور جنمین صفت کا بتانا اور مقدار کا جتانا غیر ممکن ہی

باب بیع سلم یعنی بدھنی کے بیان مین

انمین بیع ہی درست نہین اس سے یہ نکلا کہ ناپ کی چیزین اور تول کی چیزین جو ثمن
ہون (یعنے ثمن کی عوض بکتی ہون) انمین سلم درست ہی (اس قید سے روپیہ اشرفی نکلگئے
کیونکہ وہ خود ثمن ہین گو تول کی چیزین ہین) اور شمار کی چیزون مین جو قریب قریب
ایک سی ہون مثلاً اخروٹ اور انڈے اور پیسے اور کچی اور پکی اینٹ بشرطیکہ انکا سانچا
معلوم ہو اور گز سے بنی ہوئی چیزون مین مثلاً کپڑے مین بشرطیکہ گز گت اور صفت اور بناوٹ
معلوم ہو سلم درست ہی (مترجم کہتا ہے کہ پیسون مین جو سلم مذکور ہی اُس سے مراد غیر مروج پیسے
ہین اور مروج پیسے امام محمد صاحب کے نزدیک ثمن مین داخل ہین انکی بیع سلم درست
نہین) اور جانورون اور انکے ہاتھ پانون اور سری مین اور چمڑے مین شمار کی رو سے
اور لکڑی مین گٹھے کے اعتبار سے اور ترکاریون مین گڈیون سے اور جواہر اور پوتون
مین سلم ناجائز ہے۔ جو چیز معاملے کے وقت خواہ ادا کرنے کے وقت موجود نہو اُس مین
سلم درست نہین۔ تازی مچھلیو مین سلم درست نہین ہان اگر نمک لگاکر اُسکو سکھالیا ہو تو
وزن سے انمین سلم جائز ہے اور گوشت مین سلم درست نہین جس پیمانے کی اور گز کی مقدار معلوم
نہو اُس سے سلم درست نہین کسی خاص گانون کے گیہون وغیرہ مین یا خاص درخت
کے میوے مین سلم درست نہین (اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ اسمین کچھ نہ پیدا ہو) سلم کی درستی کے
لیئے یہ) شرطین ہین اول (جس چیز مین سلم کرنی ہی اُسکی) جنس کا بیان (کہ گیہون ہین یا
دوسری جنس) دوم اُسکی نوع کا بیان (کہ بارانی ہونگے یا چاہی) سوم اُسکی صفت
کا بیان (کہ موٹے ہونگے یا پتلے) چہارم مقدار (کہ ناپ مین یا تول مین کتنے ہونگے)
پنجم مدت (ادا کرنے کی کہ کب دیئے جاوینگے) اور کمتر مدت ایک مہینا ہی ششم جو چیز پیشگی
دیجائے اُسکی مقدار باعتبار ناپ یا تول یا شمار کے بیان ہونی چاہیے (کہ اتنے روپیے

مثلاً دیتے ہین) ہشتم وہ جگہ جہان سلم کی چیز ادا ہوگی بشرطیکہ ایسی چیز ہو جسمین باربرداری
چاہیئے اور اگر باربرداری کی حاجت نہو تو جگہ کے بیان کی حاجت نہین جہان چاہے
وہان حوالے کرے آٹھوین اصل مال (جسکے) بدلے مین سلم ٹھہری ہے اسکو ایک
دوسرے کے جدا ہونیکے پیشتر سے لینا ہے پس اگر پلے گیہون کے لیئے بیس روپیے
ٹھہرے اور دس نقد دیئے اور دس اُدھار رکھے تو اُدھار کے دس کی سلم باطل ہوگئی
(اسلیئے کہ آٹھوین شرط نپائی گئی) راس المال اور سلم والی چیز مین قبضہ کرنے سے پیشتر تصرف
کرنا درست نہین یعنی کسی دوسرے کو شریک کرلینا خواہ دوسرے کے ساتھ تولیہ وغیرہ کرنا
درست نہین۔ اگر زید نے عمرو سے بیع سلم کی پھر اُسکو اقالہ کیا تو زید عمرو سے اپنے
راس المال کے بدلے مین کوئی دوسری چیز نہ لے بلکہ جو مال عمرو کو دیا ہو وہی پھیرے
کہ اُسکا بدلنا جائز نہین اور اس مسئلے مین امام شافعیؒ کا خلاف ہے اور دلیل امام اعظمؒ کی
قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ نہ لیوے سوای سلم کے یا اپنے راس المال کے)
زید نے عمرو سے گیہون مین سلم کی اور عمرو نے ایک پیمانہ گیہونکا مول لیا اور زید سے کہا
کہ اس پیمانہ کو قبضہ کرلو اپنے حق مین تو یہ درست نہو گا۔ لیکن یہ صورت قرض مین
درست ہے (یعنے اگر زید کا قرض عمرو پر ایک پیمانہ ہو اور عمرو پیمانہ خرید کر زید سے کہدے کہ
اپنے قرض مین اسکو بائع سے جاکر لے تو درست ہوگا) یا یہ کہ عمرو زید سے کہے کہ جس
مال مین سلم ہوئی ہو اسکو میری طرف سے جاکر قبضہ کرلو اور پھر اپنی طرف سے قبضہ کرلینا
اور زید نے ایسا ہی کیا (تو یہ قبضہ کرنا بھی درست ہے) اور اگر زید (رب السلم) عمرو (مسلم الیہ) سے کہے کہ
سلم کا غلہ میرے برتن سے ناپ دو اور عمرو اُسکے برتن سے ناپ دے اور زید موجود نہو
تو یہ قبضہ درست نہو گا بخلاف مبیع کے (کہ اگر مشتری بائع سے کہے کہ غلہ مبیع میرے

برتن یاسے ناپ دے اور وہ مشتری کہتے پیچھے اُسکے برتن سے ناپ دیگا تو درست ہوگا اگر ایک لونڈی دیکر زید نے عمرو سے گیہوں کی بدھنی کی اور عمرو نے لونڈی پر قبضہ کرلیا پھر دونوں نے اس سلم کو توڑ ڈالا اور بعد اقالے کے وہ لونڈی مرگئی تو اقالہ درست ہوگا اور اگر پہلے اقالے سے مرجاوے تب بھی اقالہ باقی رہتا ہی اور عمرو کو قیمت دینی پڑیگی اور اس حکم کا عکس ہی اگر لونڈی کو عمرو نے ہزار کو خرید کیا ہو زید سے (یعنی خرید کی صورت مین اگر مرجاوے اور بائع اور مشتری اُسکے مرنے سے پہلے یا پیچھے اقالہ کرین تو دونوں صورتوں مین اقالہ باطل ہو جاتا ہے) اور (اگر بیع سلم مین ایک دعویٰ کرے کہ خراب چیز ٹھہری تھی اور دوسرا انکار کرے یا ایک کہے کہ ادا کے واسطے مدت ٹھہری تھی اور دوسرا منکر ہو تو) قول اُسکا معتبر ہوگا جو مدعی خراب ہونیکا یا مدت کے ٹھہرنیکا ہو اور جو انکا منکر ہوگا اُسکا قول معتبر نہوگا (اسلئے کہ مدعی کا قول معاملہ سلم کے موافق ہے کہ سلم مین بیانِ صفت اور بیانِ مدت ضرور ہوتا ہی اور منکر کا قول اُسکے برخلاف ہے) اور بدھنی طشت اور موزہ اور آفتابہ جیسی چیزونمین درست ہی اور ایسی چیزون کو کاریگر سے سائی پر بنوانا بھی جائز ہے مگر بنوانے والے کو دیکھنے پر اختیار ہی (چاہے لے یا نہ لے) اور کاریگر کو اختیار ہے کہ بدون بنوانے والے کے دیکھے اپنی چیز دوسرے کے ہاتھ فروخت کردے اور اگر ان چیزون کو بنا کر دینے کا کوئی وقت معین کردیا جاوے تو اُسکا حال بیع سلم کا سا ہوگا۔

مسائل متفرقہ (یعنی بیع کے مختلف مسئلے) کتے اور چیتے اور درندہ جانورون اور پرندون کی بیع درست ہی۔ ذمی سوا شراب اور سور کے اور بیعون مین مثل مسلمان کے ہی (سور اور شراب کی بیع مسلمان کو درست نہین اور ذمی کو درست ہے)

اگر عمرو نے بکر سے کہا کہ اپنا غلام زید کے ہاتھ ہزار کو بیچ ڈال اس شرط سے کہ
مین ہزار کے سوا سو روپیہ کا تجکو ضامن ہون اور بکر نے ایسا ہی کیا تو بیع درست
ہوئی اور ضامن ہونا باطل ہے ہان اگر عمرو اتنا اور کہدے کہ قیمت سے (یعنی ہزار
کے سوا سو روپیے کا قیمت سے ضامن ہون) تو اس صورت مین بکر کے ہزار تو زید
پر ہونگے اور سو عمرو پر۔ اگر لونڈی کا خاوند اپنی بی بی خریدے اور بعد خریدنے کے
اس سے صحبت کرے تو یہ صحبت کرنا حکم قبضہ کرنیکا رکھتا ہے (دوسرے قبضے کی حاجت
نہین) مگر صرف عقد نکاح (بدون صحبت کے) حکم قبضے کا نہین رکھتا اگر زید نے غلام مول لیا
اور کہین چلا گیا اور بائع نے گواہ گذرانے کہ مین نے غلام کو زید کے ہاتھ بیچا ہی (اور دام
نہین پائے) اور زید کا ٹھکانا پتا معلوم ہے (کہ اس جگہ ہے) تو (اس صورت مین) غلام
بائع کے قرضے مین فروخت نہین کیا جائیگا۔ اور اگر اسکا پتا معلوم نہو کہ کہان گیا ہے
تو غلام مذکور بائع کے دام ادا کرنے کی بابت فروخت کر دیا جاویگا۔ اگر دو شخصون
نے ایک چیز مول لی اور ایک غائب ہو گیا تو موجود کو اختیار ہے کہ بائع کو کل دام
دے کر مبیع پر قبضہ کر لے اور اسکو اپنے پاس رہنے دے جبتک کہ اپنے شریک سے
اسکے حصے کے دام نہ بھر لے اور جو شخص ایک لونڈی ہزار مثقال سونے چاندی کے
عوض فروخت کرے تو دونون نصف نصف ہونگے (یعنے پانسو سونے کے اور
پانسو چاندی کے) اور اگر کھرے دامون کے عوض مین کھوٹے بائع کے حوالے کیئے
اور وہ جاتے رہے تو دام ادا ہو گئے اگر کسی شخص کی زمین مین پرند بچے نکالین یا انڈے
دین یا ہرن رہنے لگے تو وہ اسکے ہونگے جو انکو پکڑ لے (خاص زمین والے
کے نہونگے) جو چیزین کہ شرط فاسد سے باطل ہو جاتی ہین اور شرط فاسد سے

ع
یعنی بائع کو
اتنا نہین
کہ شخص
غائب کے
حصہ کے دام
جب تک
نہ پاوے

انکو مشروط کرنا درست نہین وہ یہ ہین بیع اور قسمت اور اجارہ اور بیع فضولی کے اجازت اور رجعت اور مال کی عوض صلح کرنے اور قرض سے بری کرنا اور وکیل کو معزول کرنا اور اعتکاف کو اپنے ذمے پر لازم کرنا اور کھیتی ملکر آپسمین کرنی اور درختون کو ملکر پانی دینا اور کسی حق کا اقرار کرنا اور کسی چیز کو وقف کرنا اور کسی کو پنچ مقرر کرنا (کہ ان سب مین اگر شرط فاسد ہوگی یا شرط فاسد پر مشروط ہونگے تو عقد باطل ہوگا) اور جو چیزین شرط فاسد سے باطل نہین ہوتین وہ یہ ہین قرض اور ہبہ اور صدقہ اور نکاح اور طلاق اور خلع اور آزاد کرنا اور گرو رکھنا اور وصیت کرنا اور کسیکو اپنا وصی مقرر کرنا اور شرکت اور مضاربت اور قاضی کرنا اور امیر بنانا اور ضامن ہونا اور حوالے کرنا اور وکالت کرنا اور بیع کا اقالہ کرنا۔ اور غلام کو مکاتب کرنا اور اسکو تجارت کی اجازت دینی اور بچے کے نسب کا دعوی کرنا اور جو خون دانستہ ہوا ہو اس سے صلح کرنی اور زخم سے صلح کرنی اور جزیہ دینے کا معاملہ کرنا اور مبیع کی واپسی کو عیب کے سبب یا شرط کے اختیار کے باعث پر مشروط کرنا اور قاضی کو معزول کرنا (کہ ان سب صورتون مین اگر شرط فاسد سے مشروط کرے گا تو معاملہ درست ہوگا اور مشروط کرنا باطل)

باب بیع صرف (یعنے نقد کو نقد کے عوض بیچنے) کے بیان مین صرف اس بیع کو کہتے ہین کہ ایک ثمن کو دوسرے ثمن کے عوض مین فروخت کرے (مثلاً روپیونکو اشرفی کے عوض یا سونے چاندی کے عوض خواہ روپیے کو روپیے کے عوض (پس اگر دونون ایک جنس کے ثمن ہون (مثلاً روپیے کو روپیے کے عوض یا اشرفی کو اشرفی کے عوض فروخت کرنا چاہین) تو (بیع کی درستی کے لیئے) شرط یہ ہے کہ دونون تول مین برابر

نہوں (کم زیادہ نہ ہوں اور بائع) اور مشتری کا قبضہ مجلس عقد میں ہو جاوے اگرچہ دونوں چیزیں خوبی اور گڑہت میں جدا ہوں (مثلاً اگر چہرہ دار روپیے کو لکھنؤ کے روپیے سے بدلیں تو بیع اُسوقت درست ہوگی کہ دونوں وزن میں برابر ہوں اور اسی مجلس میں قبضہ کر لیا جاوے گو سکّہ اور گڑہت میں فرق ہو) اور اگر دو جنس کے ثمن کا مبادلہ ہو (مثلاً روپیے کو اشرفی کے عوض بیچنا منظور ہے) تو (اسمیں شرط صرف یہ ہے کہ بائع اور مشتری مجلس عقد میں قبضہ کر لیں (وزن کی برابری شرط نہیں) اس سے یہ نکلا کہ اگر سونے کو چاندی کے عوض اٹکل سے بیچیں اور اُسی مجلس میں قبضہ کر لیں تو یہ بیع درست ہوگی (اسلئے کہ دو جنس ہونے کی جہت سے وزن کی کمی بیشی کا تو مضائقہ نہیں مگر مجلس ہی میں قبضہ کرنا لازم تھا وہ ہو چکا) بیع صرف میں قبضہ کرنے سے پیشتر ثمن میں تصرف کرنا درست نہیں مثلاً ایک اشرفی کے روپے بھنائے اور اُنکو بدون قبضہ کیے مشتری سے اُنکے عوض میں ایک تھان خرید لیا تو اس تھان کی بیع فاسد ہوگی (اسلئے کہ ثمن میں قبضے سے پیشتر تصرف کیا) اگر بائع نے ایک لونڈی ہنسلی پہنے خواہ وہ بیرے سے ہو دو ہزار کو بیچی کہ ہر ایک کی قیمت ہزار ہے اور مشتری نے ہزار روپیے اسکو اُسوقت دیئے تو یہ ہزار ہنسلی کے دام ہونگے (اسلیئے کہ ہنسلی کی بیع صرف میں داخل ہے تو درستی بیع کے لیے ہزار نقد کو ہنسلی کا دام ٹھہرا دینگے) اور اگر دو ہزار کو خریدے اسطرح کہ ہزار نقد اور ہزار اُدھار تو نقد ہنسلی کا دام ہوگا تاکہ بیع درست ہو۔ اگر بائع نے ایک تلوار سو کو بیچی جسمیں پچاس کا زیور ہے اور مشتری نے پچاس نقد دیئے تو یہ اُس زیور کا دام ہے اگرچہ مشتری نہ کہے کہ یہ زیور کا دام ہے یا یہ کہدے کہ یہ پچاس منجملہ دونوں کے دام کے ہیں اور اگر بائع اور مشتری مول تول کر کے بدون لیئے دیئے علیحدہ ہو جاویں تو اگر

زیور تلوار کا اسطرح لگا ہوگا کہ بدون ضرر کے اُس سے علٰحدہ ہو سکتا ہی تب تو تلوار
کی بیع درست ہوگی اور زیور کی باطل اور اگر اسطرح لگا ہو کہ بدون ضرر کے جدا نہو سکے
تو دونوں کی بیع باطل ہوگی۔ اور اگر بائع نے ایک چاندی کا برتن فروخت کیا اور مشتری
سے کسیقدر دام لے لیا اور دونون علٰحدہ ہو گئے تو جسقدر کا دام لیا اُسقدر کی بیع درست
ہوگی اور برتن بائع اور مشتری دونون مین مشترک رہیگا اور اگر اسمین سے تھوڑا سا کسی اور
کا نکل آوے تو (مشتری کو اختیار ہے) چاہے باقی برتن کو حصہ رسد دام دیکر لیلے خواہ بائع
کو واپس کردے۔ اور اگر چاندی کا ٹکڑا بائع نے فروخت کیا اور اُس مین سے کسیقدر
دوسرے کا نکلا تو مشتری باقی کا ٹکڑا حصہ رسد دام کے عوض لے لے پھیر دینے کا اختیار
نہین (اسلیئے کہ برتن مین تو شرکت سے نقصان ہوتا ہی اسلیئے پھیرنے کا اختیار دیا گیا اور
چاندی کے ٹکڑے مین شرکت سے کچھ نقصان نہین اسلیئے پھیرنے کا اختیار نہوگا) اور جن
صورتون مین کہ ایک جنس مقابل دوسری جنس کے ہو سکتی ہو انکی بیع کمی بیشی کے
ساتھ درست ہی (مثلاً) ایک اشرفی اور دو روپیئے کو دو اشرفی اور ایک روپیہ کی
عوض بیچنا اور ایک ایک پلہ گیہون اور جَو کو دونوں کے دو دو پلّے کے عوض اور گیارہ
روپیے کو دس روپیے اور ایک اشرفی کے عوض اور ایک کھرے اور دو کھوٹے روپیون
کو دو کھرے اور ایک کھوٹے روپیے کے عوض فروخت کرنا اور ایک اشرفی کو ایسے دس
روپیے کے عوض بیچنا جو بائع کے ذمے قرض ہین یا مطلق دس روپیے کو بیچنا اور پہلی
صورت مین بائع اشرفی مشتری کے حوالے کرے اور اُسکے عوض کے دس روپیے اپنے ذمے
کے قرض مین مجرا دے (یعنے نہ بائع مشتری سے کچھ لے نہ مشتری بائع سے) اور وجہ ان معاملات
کی درستی کی یہ ہی کہ دو روپیے مقابل ایک اشرفی کے اور دو اشرفیان مقابل ایک روپیے کے

ہو سکتی ہین اسیطرح دو پلے گیہونکے جَو کے ایک پلے کے عوض اور دو جَو کے گیہون کے
ایک کی عوض ہو سکتے ہین) اور جن چیزونمین کہ چاندی اور سونا غالب ہو تو وہ سونا
چاندی ہی ہین (یعنے ملونی کے سکون وغیرہ مین اگر سونا یا چاندی زیادہ ہو تو اُسکا
حکم نری چاندی سونے کا ہے) یہانتک کہ اگر بے میل خالص چاندی سونے کو میلدار
کے عوض فروخت کرین یا دونون طرف (ہین) میلدار ہی ہون تو اُنکی بیع بدون وزن
کے برابر ہونے کے درست نہوگی (مثلاً ایک اچھے روپیہ کو کھوٹے کے عوض فروخت کرین
تو بیع جب درست ہوگی کہ دونون وزن مین برابر ہون اور جس صورت مین کہ وزن مختلف ہو
بیع ناجائز ہوگی ہان اگر تول کی کمی والے کی طرف بٹہ لگا لیا جاوے تو بیع درست ہوگی)
اور ایسے روپیون کا قرض لینا بھی وزن ہی سے درست ہی (شمار سے نہین) اور جن روپیون
اور اشرفیون مین میل کی چیز غالب ہو وہ روپیون اور اشرفیونکے حکم مین نہین ایسے
سکون کو جنس کے ساتھ کمی بیشی سے بیچنا درست ہے اور اُنکا قرض لینا رواج کے
موافق وزن یا شمار یا دونون طرح سے درست ہے اور اگر ایسے سکون کا رواج ہو تو ثمن مین
اُنکو قرار دینے سے معین نہونگے (مثلاً ایسے دس سکونکی عوض کوئی چیز لی تو یہ ضرور نہین کہ
جو دس بائع نے دیکھے ہون وہی دیوے بلکہ اُنکے سوا کوئی سے دس ویسے ہی دیسکتا ہی) اور
اگر رواج اُنکا نہو تو معین کرنے سے متعین ہو جاوینگے (اسلیئے کہ اس صورتمین اُنکا حکم ثمن کا
نرہیگا بلکہ اسباب کے حکم مین ہونگے) اور جن سکون مین ملونی برابر ہو (یعنی جتنی چاندی
ہو اُتنی ہی اور چیز ملی ہو بس) اُنکا حال بیع اور قرض لینے مین (تو) اُن سکونکا سا ہی
جنمین چاندی زیادہ ہو اور بیع صرف مین اُن سکون کا سا ہے جنمین ملونی زیادہ ہو
(یعنی کمی بیشی کے ساتھ بیع درست ہوگی مگر مجلس عقد مین قبضہ کرنا شرط ہوگا) اور اگر اُن

سکّون کی عوض جن مین ملونی زیادہ ہو یا رائج پیسونکے بدلے مین کسی چیز کو مول لیا اور پھر اُن سکون یا پیسونکا چلن نرہا تو بیع باطل ہوجاویگی اور رائج پیسونکے عوض مین بیع درست ہی اگرچہ معین نہ کیئے جاوین (اسلیئے کہ رائج پیسے مثل روپیون کے ہین اور رواج کی صورتمین ثمن ہوا کرتے ہین) اور بے چلن پیسونکی عوض مین بیع درست نہین جبتک کہ اُنکو معین نکرے (اسلیئے کہ بے رواج پیسے مثل اسباب کے ہین) اگر ایک شخص نے پیسے قرض لیے تھے بعد کو وہ بے چلن ہو گئے تو واجب ہے کہ ویسے ہی پیسے قرضخواہ کے حوالے کرے (جیساکہ قرض کا حکم ہی اُن پیسونکی قیمت ہٹانی واجب نہین) اور اگر کوئی چیز نصف روپیے کے پیسونکی عوض خرید کرے تو بیع درست ہو گی (اور نصف روپیے کے پیسے دینے پڑینگے) اور اگر صراف کو ایک روپیہ دے اور یہ کہے کہ مجکو ایک اٹھنی رتی کم کی اور آٹھ آنے پیسے دیدے تو صحیح ہے (اسلیئے کہ نصف روپیہ رتی کم تو اٹھنی رتی کم کے مقابل ہوگا اور باقی یعنے نصف روپیہ رتی زیادہ مقابل پیسونکے ہوجاویگا)

کتاب الکفالۃ

اسمین (کسی کے) ضامن ہونیکا بیان ہے دوسرے کے ذمے کے ساتھ اپنا ذمہ ملانا مطالبہ مین ضمانت کہلاتا ہی (یعنے جو مواخذہ اور تقاضا دوسرے کے ذمے ہے اُسکو اپنے اوپر لے لینا کفالت اور ضامنی ہی واضح ہو کہ جو شخص ضامن ہوتا ہی اُسکو کفیل کہتے ہین اور جسکی طرف سے ضامن ہوتا ہی اُسکو مکفول عنہ اور جسکے واسطے ضامن ہوتا ہی اُسکو مکفول لہ کہتے ہین پھر ضمانت کی دو قسمین ہین اول قسم ضامنی ذات کی یعنی) حاضر ضامنی ہی (اور وہ) درست ہی گو ایک شخص کے کئی ضامن ہون (کہ ہر شخص اُسکا حاضر ضامن ہوجاویگا) اور حاضر ضامنی اسطرح کہنے سے ہوتی ہی کہ کفیل یون کہے کہ مین اُسکی ذات کا کفیل ہوا

یا ایسے جزو کا کفیل کہے جس سے بدن مراد ہوتا ہے (مثلاً کہے کہ اُسکے منھ خواہ گردن خواہ سر وغیرہ کا کفیل ہون) یا جزو غیر معین کا کفیل بناوے (مثلاً کہے کہ اُسکے آدھے یا تہائی یا چوتھائی کا ضامن ہون) یا یہ کہے کہ مین اُسکا ضامن ہوا یا یون کہے کہ یہ شخص میرے ذمے پر ہے یا میری طرف ہے یا مین اسکا ذمہ دار یا طرفدار ہون (تو ان سب الفاظ سے ضامن ہو جاتا ہے) لیکن اگر یون کہیگا کہ مین اُسکے پہچاننے کا ضامن ہون تو (اس جملے سے) ضامن نہوگا اگر ضامن کفالت مین شرط کرے کہ مکفول عنہ کو فلان وقت حاضر کردونگا تو اسوقت مین اگر مکفول لہ (مدعا علیہ) درخواست کرے تو اُسکو لازم ہے کہ مکفول عنہ (مدعی) کو حاضر کردے پھر اگر حاضر کردے تو بہتر ورنہ حاکم ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ وہان نہو تو حاکم ضامن کو اتنی مہلت دے کہ ضامن اُسکے پاس جاوے اور چلا آوے پس اگر اسقدر مدت بھی گذر جاوے اور حاضر نکرے تو حاکم ضامن کو قید کرے اور اگر مکفول عنہ ایسا غائب ہو کہ اُسکا پتا ٹھکانا معلوم نہو تو ضامن سے مواخذہ نہوگا (اور نہ وہ قید ہوگا) اگر ضامن نے مکفول عنہ کو ایسی جگہ حاضر کردیا کہ مکفول لہ وہان اُس سے جھگڑ سکتا ہے مثلاً کسی شہر مین حاضر کردیا تو ضامن ضمانت سے بری ہوا۔ اور اگر قاضی کی کچہری مین حاضر کردینا ٹھہرا تھا تو وہین حاضر کرنا پڑیگا مکفول عنہ کے مرنے سے یا ضامن کے مرجانے سے کفالت باطل ہو جاتی ہے مگر مکفول لہ کے مرنے سے باطل نہین ہوتی۔ ضامن حق ضمانت سے بری ہو جاتا ہے اگر مکفول عنہ کو مکفول لہ کے حوالے کردے اگرچہ کفالت کرنے مین یہ نہ کہا ہو کہ اگر مین سپرد کردونگا تو بری ہو جاؤنگا۔ اسیطرح اگر مکفول عنہ خود حاضر ہو جاوے تب بھی ضامن ضمانت سے بری ہو جاویگا۔ اگر ضامن کے وکیل نے مکفول عنہ کو ضامن کیطرف سے حاضر کردیا یا ضامن کے قاصد نے اُسکو حاضر کردیا تو بھی ضامن

بری ہوگیا۔ اگر ضامن کہے کہ جو کل کو مین حاضر نکرون تو مین ضامن ہون اُس مال کا
جو اُسپر ہی اور پھر کل کو حاضر نکرے یا مکفول عنہ مر جاوے تو ضامن کو اُسقدر مال دینا پڑیگا
اگر ایک شخص (زید) دوسرے پر (عمرو) سو اشرفی کا دعوی کرے اور تیسرا شخص (بکر) کہے کہ اگر مین کل اسکو (عمرو)
نہ لادون تو یہ سو اشرفی مجھپر ہین اور پھر کل کو اسکو نہ پہنچاوے تو سو اشرفی اُس (بکر) کو
دینی پڑینگی۔ ایک شخص کسی حد یا قصاص مین ماخوذ ہی تو اُس سے جبرًا نہ کہا جائے
کہ تو اپنا حاضر ضامن کسیکو دیدے (لیکن اگر وہ خوشی سے دے تو مضائقہ نہین) جبتک
دو گواہون مستور الحال یا ایک گواہ عادل کی گواہی نہ گذر چکے تب تک حد یا قصاص کی
علت مین مدعاعلیہ کو قید کرنا نہ چاہیئے دوسری (قسم ضمانت کی) مالضامنی ہی (اور وہ درست
ہے) گو مال کی مقدار معلوم نہو مگر مکفول عنہ کے ذمے پر دین صحیح ہو اور وہ ان الفاظ سے
ہوتی ہی کہ ایک شخص یون کہے کہ مین ہزار روپیے کا اُسکی طرف سے ضامن ہون یا جو
تیرا اُسپر ہی اُسکا یا جو تیرا نقصان ہو اس بیع مین اُسکا یا جو تو نے فلانے سے بیع کی۔
یا جو کچھ تیرا اُسکے ذمے ثابت ہو وہ میرے ذمے ہی یا جو تجھ سے فلان شخص چھین لے
وہ مجھپر ہی (ان سب صورتون مین مالضامن ہو جاویگا) اب مدعی ضامن اور قرضدار دونون سے
مواخذہ کر سکتا ہی لیکن اگر شرط ٹھہر جاوے کہ قرضدار بری ہو تو (البتہ صرف ضامن سے
تقاضا ہیگا اور اسصورتمین) یہ کفالت حوالہ ہو جاتی ہے (یعنے قرض ضامن پر اُتر گیا)
اسیطرح اگر حوالے مین حوالے کرنیوالے کے بری الذمہ ہونیکی قید نہو تو وہ کفالت ہو جاتی ہے
اگر مدعی ضامن اور قرضدار مین سے کسی سے تقاضا کرے تو اُسکو دوسرے سے بھی
تقاضا درست ہی (یہ نہین ہو سکتا ہے کہ دوسرا بری الذمہ بیٹھا رہے) کفالت کا معلق
کرنا اُس شرط پر جو مناسب عقد ہو درست ہی اور شرط مین طرح بر عقد کفالت کے موافق

ہوا کہ تی ہے یا تو یہ کہ مکفول عنہ کے ذمے پر کوئی حق لازم ہوتا ہو اُسکی شرط پڑی مثلاً یون کہے کہ اگر مبیع کسی اور کی نکلی تو مین ضامن ہون یا شرط مذکور مکفول عنہ سے حق مدعی وصول ہو سکنے کا ذریعہ پڑے مثلاً اگر زید مکفول عنہ ہو اور کفالت اُسکی کوئی یون کرے کہ اگر زید آدیگا تو مین اُسکا ضامن ہون یا مدعی کا حق مدعا علیہ سے وصول ہونا دشوار ہوا اسکی شرط کفالت مین بیان کردیجاوے مثلاً یون کہے کہ اگر مدعا علیہ شہر سے چلا جاویگا تو مین ضامن ہون (تو اسطرحکی شرطین درست ہین) مگر (شرط نامناسب درست نہین مثلاً) یون کہنا صحیح نہین کہ اگر ہوا چلی تو مین ضامن ہون (کیونکہ ہوا کا چلنا عقد کے مناسب نہین) پس اگر اسطرحکی شرط ناجائز کی تو کفالت صحیح ہے اور مال فوراً دینا واجب ہوگا (اُس شرط کے پائے جانے پر موقوف نہوگا) ضامن نے کہا کہ جو مدعا علیہ پر مدعی کا نکلے مین اُسکا ضامن ہون اور مدعی گواہ لایا کہ میرے اُسپر ہزار ہین تو ضامن کو ہزار دینے ہونگے اور اگر مدعی گواہ نہ لاوے تو جتنا ضامن قسم کھا کر بتاوے اُسقدر کا ضامن ہوگا اور مکفول عنہ کا کہنا کفیل پر جاری نہوگا (یعنے جسقدر مکفول عنہ اپنے اوپر بیان کریگا اُسقدر کفیل کو نہین دینا پڑیگا) اور ضمانت مکفول عنہ کی اجازت سے اور بدون اجازت دونون طرح درست ہے پس اگر مکفول عنہ کے کہنے سے ضامن ہوا ہے تو جسقدر اُسکو مکفول عنہ کیطرف سے ادا کرنا پڑے وہ اِس سے لے اور اگر اُسکے حکم سے ضامن نہین ہوا ہے تو مکفول عنہ سے کچھ نہین لے سکتا کفیل مکفول عنہ سے تقاضا نکرے جبتک کہ مکفول لہ کو اُسکی طرف سے مال نہ دیدے اور اگر مکفول لہ کفیل کے ساتھ سختی سے پیش آوے تو کفیل بھی اصیل یعنی مکفول عنہ کے ساتھ سختی کرے کفیل بری ہوجاتا ہے اصیل کے ادا کردینے سے اگر مدعی اصیل کو بری کردے یا اصیل سے تقاضے کو ٹالدے تو کفیل بھی بری ہوجائیگا اور تقاضا بھی اُسپر سے ٹلجائیگا اسکے برعکس

نہین صحیح ہے (یعنے اگر کفیل کو مدعی بری کردے یا اُسپر سے تقاضے کو ٹالدے تو اصیل
بری نہوگا نہ اُسپر سے تقاضا ٹلیگا) اصیل یا کفیل مین سے کسی نے صاحب مال سے جسکے ہزار
آتے تھے پانسو پر صلح کر لی تو باقی سے دونون بری ہوگئے۔ اگر صاحب مال کفیل سے کہے کہ جس
مال کا تو کفیل ہے وہ مین نے تجھسے بھر پایا تو کفیل اصیل سے وہ مال لے (گویا اصیل کیطرف
سے کفیل نے مال ادا کیا ہے اسلیئے کہ صاحب مال کو اُسکا اقرار ہے) اور جب صاحب مال
یون کہے کہ تو بری ہوا یا مین نے تجکو بری کیا تو کفیل اصیل سے کچھ نہین لے سکتا ہے
(کیونکہ اس صورت مین کفیل نے اصیل کیطرف سے کچھ نہین ادا کیا اور نہ صاحب مال کو کچھ
لینے کا اقرار ہے۔ اگر یون کہے کہ اگر ایسا ہو تو ضامن بری ہے یعنی) بری ہونیکی (کوئی شرط
مقرر کرے تو یہ شرط باطل ہے (یعنے کفیل بری نہوگا) ضامنی حدود اور قصاص کے مقدمے
مین اور مبیع اور گرو چیز اور امانت کی ضامنی باطل ہے لیکن ثمن کی ضمانت اور مغصوب
چیز کی اور اس شی کی جو مشتری خرید کرنے کے قصد سے لے آیا ہو اور بیع فاسد کی مبیع کی درست
ہے باطل ہے کفالت لادنے کی کسی خاص کرایے کے چارپائے پر اور خدمت کرنی غلام
معین کی جو خدمت کیواسطے اجورہ دار مقرر ہو۔ اسیطرح باطل ہے کفالت بدون طالب
کفالت کے قبول کرنے کے اُسی مجلس مین (یعنی حاضر ضامنی اور مالضامنی تب ہی درست ہے
کہ مکفول لہ مجلس عقد مین مان لے) اگر مریض کا وارث کفیل ہوا مریض کا تو اس صورت مین
بغیر قبول کرنے طالب کے کفالت جائز ہے اسیطرح کفالت مردہ مفلس کی بغیر قبول طالب کے
صحیح ہے وکیل کو موکل کیواسطے اُس چیز کی قیمت کا ضامن ہونا جسکے بیچنے کا یہ وکیل ہے
باطل ہے اسیطرح مضاربہ کو رب المال کے لیے اسباب تجارت کی قیمت کی ضمانت
کرنی یا دو شریکون مین سے ایک کو ضامن دوسرے کا ہونا شے مشترک کی قیمت کی بابت

(مثلاً اگر غلام مشترک دونون کا ایک ہی عقد مین بکے تو ایک کو دوسرے کی ضمانت کرنی
باطل ہی اور اگر دو عقد مین آدھا آدھا بکے اور پھر ایک شریک دوسرے کا ضامن ہو تو صحیح ہے)
عہدے کے لفظ کے ساتھ کفالت باطل ہے (اسواسطے کہ عہدے کے کئی معنی ہین کاغذ
وثیقہ عقد حقوق عقد خیار شرط ضمان درک پس بسبب جہالت مطلب کے کفالت
صحیح نہوگی) اسیطرح باطل ہی کفالت چھڑانے کی (کیونکہ چھڑانے کے معنی یہ ہین کہ مبیع کو
اسکے مستحق سے چھوڑا کر مشتری کو دیدے اور اسپر کفیل کو قدرت نہین ہے) اور باطل ہے
کفالت مال کتابت کی (مکاتب کی طرف سے) **فصل** اگر مدعا علیہ کفیل کو زر مطلوب دیدے
پہلے اس سے کہ کفیل نے مدعی کو دیا ہو تو اب اُس سے نہ پھیرے (کیونکہ کفیل نے گو ابھی مدعی کو
نہین دیا ہی مگر آگے کو تو دیگا) اس مال کی تجارت سے اگر کفیل کچھ پیدا کرے مدعی کو دینے سے
پہلے تو یہ نفع کفیل کا ہے مگر مدعا علیہ کو پھیر دینا اس نفع کا اسوقت مستحب ہے کہ مال مذکور
شئے متعین ہو (نہ نقد) مثل غلہ وغیرہ ۱۲ اگر مدعا علیہ اپنے کفیل سے کہے کہ مجھپر بیع عینہ کر لے یعنی مثلاً اطلس
قرض خرید دے اور پھر اُسکو بیچکر مکفول لہ کو میری طرف سے دیدے اور کفیل ایسا ہی کرے
تو یہ خرید کفیل کے واسطے ہے اور جو نفع کہ اُس اطلس کے بائع نے لیا وہ کفیل کے
ذمے ہے (نہ مکفول عنہ کے واضح ہو کہ بیع عینہ اُسکو کہتے ہین کہ سو روپیہ اُدھار کو کسی سے
کچھ خرید کر اتنے روپیے نقد کو اور کے ہاتھ بیچ ڈالے پس صورت مذکورہ مین کفیل مکفول عنہ
کے کہنے سے اسکا وکیل نہین ہو جائیگا کہ نفع نقصان اُسکے موکل کے ذمے ہو بلکہ یہ خرید
اور جو اسمین نقصان پاوے کفیل کے ذمے ہی کیونکہ جب ایک چیز قرض مول لی اور نقد بیچی تو
کچھ نقصان ضرور ہوگا اور اُس شے کے بائع کو نفع رہیگا) جو شخص کفیل ہو اُس مال کا جو
مدعی کا مدعا علیہ کے ذمے نکلے یا اُسکا جو حاکم مدعی کو مدعا علیہ سے دلاوے اور مدعا علیہ

غائب ہوجاوے اور پھر مدعی کفیل پر گواہ لاوے اس مضمون کے کہ میرے مدعا علیہ پر
ہزار روپیے آتے تھے یہ گواہ اسکے مقبول نہونگے (یعنی کفیل سے ہزار نہ دلوائے جاوینگے
جبتک مدعا علیہ حاضر نہووے) اگر مدعی اس مضمون کے گواہ لاوے کہ میرا مدعا علیہ پر
اسقدر روپیہ یا مال ہے اور یہ شخص اسکا کفیل ہے اُسکے حکم سے تو اس مال کے
دلانیکا کفیل اور مدعا علیہ غائب دونون سے حکم کیا جاویگا اور اگر گواہون سے بغیر
حکم مدعا علیہ کے کفیل ہونا ثابت ہو تو فقط کفیل ہی سے وہ مال دلایا جاویگا اگر ایک
شخص کفیل ہوا اسکا کہ اگر مبیع کسی اور کی نکلے گی تو ثمن میرے ذمے ہی تو یہ کفالت گویا
اُس بیع کا مان لینا اور اقبال ہے (یعنے اگر پھر یہ کفیل کہے کہ یہ شی مین نے مول لی ہی
تو سُنا نہ جائیگا) بیعنامے پر گواہی یا مُہر کردینی اُس بیع کا مان لینا نہین ہے
(یہانتک کہ اگر یہ گواہ دعوی کرے کہ مبیع مین نے خریدی ہے تو سنا جائیگا (کیونکہ
گواہی اور مہر سے تو اتنا ہی ثابت ہی کہ عقد ہوئی خواہ کیسی ہی ہو فاسد یا باطل یا صحیح
اگر ایک شخص ضامن ہوا دوسرے کیطرف سے اُسکی زمین کے خراج کا یا اخراج کے بدلے
مین کوئی شے گرو رکھی یا آفات وحوادث کا ضامن ہوا (یعنی کہا کہ اگر حادثہ پڑیگا تو مجھپر
ہے) یا کسی چیز کو شریکون مین بانٹنے کا ضامن ہوا تو یہ ضمانت اور رہن وغیرہ سب
جائز ہین کفیل اگر مکفول لہ سے کہے کہ مین فلان شخص کی طرف سے تیرے لیے ان سو
روپیونکا ضامن ہون جو ایک مہینے مین اسکو دینے تھے اور وہ کہے مہینے کا وعدہ
نہین ہی بلکہ حال مین میرے اُسپر چاہئین تو اس صورت مین ضامن کا قول معتبر ہی زید
نے ایک لونڈی خریدی اور عمرو ضامن ہوا کہ اگر لونڈی کسی اور کی نکلیگی تو اسکے دامون کا
مین ضامن ہون اور لونڈی کسی اور کی نکلی تو زید عمرو سے مواخذہ نکرسے جبتک کہ قاضی

بائع پر حکم لونڈی کی قیمت واپس کردینے کا نہ کرے۔

باب دو شخصونکے ضامن ہونے اور غلام کے ضامن ہونے اور غلام کیطرف سے ضامن ہونے کے بیان مین۔ دو شخص قرضدار ہین اور ہر ایک دوسرے کا ضامن ہوا قرضخواہ کے واسطے تو جو کچھ ایک ادا کرے اسکو دوسرے سے نہین لے سکتا اگر ایک آدھے قرض سے زیادہ ادا کردے تو اس زیادتی کو دوسرے سے لے سکتا ہی۔ اگر دو شخص ایک کے کفیل ہوئے تمام مال کے اور پھر یہ دونون آپسمین ایکدوسرے کے کفیل ہوئے تو جو کچھ ایک ادا کرے اسکا آدھا دوسرے سے لے یا جو کچھ ادا کیا ہے سب اصیل سے لے (اگر اسکے حکم سے کفالت ہوئی ہو) اگر مدعی ان دونون کفیلون مین سے ایک کو بری کردے تو دوسرے سے سب مال لے سکتا ہی۔ دو شخصون مین شرکت مفاوضہ[۱] ہے اور دونون مقروض ہین اور شرکت مذکور ان دونون نے توڑ ڈالی تو قرضخواہ جس سے چاہے سب قرض وصول کرسکتا ہی اور ہر ایک جبتک نصف سے زیادہ قرض ادا نہ کردے دوسرے سے کچھ نہین لے سکتا اگر ایک شخص اپنے دو غلامون کو ایک ہی بار مکاتب کرے اور یہ دونون غلام آپس مین ایکدوسرے کے کفیل ہوجائین تو جو کچھ ایک ادا کرے اسکا آدھا دوسرے سے وصول کرے۔ اسی صورتمین کتابت کے بعد اگر مالک نے دونون مین سے ایک کو آزاد کردیا تو جسکو نہین آزاد کیا اسکا زر کتابت جس سے چاہے لے سکتا ہے (خواہ اس آزاد سے خواہ مکاتب سے) اگر آزاد سے مالک لے تو آزاد مکاتب سے لے سکتا ہی[یعنے نصف ۱۲] اور اگر مکاتب سے لے تو وہ آزاد سے کچھ نہین لے سکتا۔ جو شخص غلام کا ضامن ہو اس مال کا جو بعد آزادی کے اسپر واجب الادا ہو (یعنے اگر کوئی ضامن نہوتا تو بعد آزادی کے ادسپر تقاضا ہو سکتا) اس صورت مین وہ مال فی الحال واجب ہوگا آزادی پر موقوف نہین گو

باب دو شخصون کے اور غلام کے اور غلام کیطرف سے ضامن ہونے کے بیان مین۔

[۱] شرکت مفاوضہ اسکو کہتے ہین کہ دو شخص مال برابر برابر ملاکر تجارت کرین اور ہر ایک اپنے شریک کیطرف سے وکیل اور کفیل ہو ۱۲

غلام نے اُسے معین نہ کیا ہو (کہ مجھ پر اتنا چاہیئے) ایک شخص نے دوسرے کے پاس غلام کا دعوی کیا کہ میرا ہے اور ایک شخص ضامن ہو گیا کہ تمھارا ہوگا تو میں دونگا پھر غلام مرگیا اور مدعی گواہ لایا کہ یہ غلام میرا تھا تو ضامن کو غلام کی قیمت دینی پڑیگی۔ اگر ایک شخص کسی غلام پر مال کا دعوی کرے اور کوئی شخص غلام کے حاضر کردینے کا کفیل ہو جاوے اور غلام مرجاوے تو حاضر ضامنی والا بری ہو جاویگا ضمانت سے۔ اگر غلام مالک کا ضامن ہوا اُسکے حکم سے اور مالک نے غلام کو آزاد کردیا اور غلام نے آزادی کے بعد وہ مال مدعی کو ادا کردیا یا مالک غلام کا ضامن اُسکی اجازت سے ہوا اور غلام کی آزادی کے بعد مال غلام کی طرف سے ادا کیا تو ان دونوں صورتوں میں غلام اور مالک ایک دوسرے سے مطالبہ نہیں کرسکتے (کیونکہ آزادی سے پہلے اگر ایک دوسرے کی طرف سے ادا کردیتا تو دوسرے سے کچھ نہیں لے سکتا تھا اسیطرح بعد آزادی کے ہوگا۔ واللہ اعلم) ؛

کتاب الحوالۃ

اسمیں حوالہ کردینے کا بیان ہے۔ حوالہ کہتے ہیں قرض کو ایک کے ذمے سے دوسرے پر اتار دینا۔ قرض میں حوالہ درست ہے مگر عین میں یعنی معین چیز میں درست نہیں اگر محتال یعنے قرضخواہ جسکے مال کو دوسرے پر اُتارا اور محتال علیہ جسپر اُتارا راضی ہوں (تو حوالہ صحیح ہوگا) بعد حوالہ کے محیل یعنے قرضدار جسنے اپنے ذمے سے اُتار دیا اُس قرض سے بری ہو جائیگا اگر محتال اور محتال علیہ نے حوالہ قبول کیا محتال محیل کے اوپر پھر تقاضا نکرے لیکن اگر اُسکا حق ہلاک ہو جاوے اسطرح کہ محتال علیہ انکار کرے اور اس انکار پر قسم کھالے اور اسپر کوئی گواہ بھی حوالے کے قبول کرنیکا نہو یا محتال علیہ مفلس ہو کے مرجاوے تو اسصورت میں قرضخواہ اصل قرضدار سے رجوع کرسکتا ہے (کیونکہ جسپر قرض اُتارا تھا

اُس سے وصول نہوا) اگر محتال علیہ محیل سے وہ مال مانگے جو اُسپر اُتارا تھا اور محیل کہے کہ (مین نے مفت حوالہ نہین کیا تھا بلکہ) میرا جو تجھپر آتا تھا اُسکے بدلے مین مین نے اپنا قرض تجھپر اُتار دیا تھا تو (یہ کہنا محیل کا معتبر ہوگا) اور بقدر دین اُسکو دینا پڑیگا (اور محتال علیہ کے ذمہ پر اُسکا قرض ثابت نہوگا اور قول محتال علیہ کا ہی معتبر ہوگا) اگر محیل محتال سے کہے کہ مین نے حوالے اسواسطے کیا تھا کہ محتال علیہ سے میرے واسطے روپیہ وصول کر اور محتال کہے کہ تو نے میرے قرض کو اُسپر اُتارا تھا جو میرا تجھپر آتا تھا تو اس صورت مین محیل کا قول معتبر ہے (یعنے فقط حوالے کرنے سے محیل پر قرض ثابت نہوگا) اگر محیل محتال علیہ سے کہے کہ زید کے پاس میری امانت ہی (اُسکو لیکر محتال کا قرض جو مجھپر ہے ادا کردے) تو یہ حوالہ صحیح ہے پس اگر ہلاک ہوگئی وہ امانت زید کے پاس تو محتال علیہ بری الذمہ ہوگیا کیونکہ حوالہ تو امانت پر تھا اور امانت ضائع ہوگئی تو اُسکو اپنے پاس سے مال دینا نہین پڑیگا) مکروہ ہی سفاتج (اور سفاتج جمع ہے سفتجہ کی جو معرب ہے سفتہ کا یعنے قرض دینا اسطرح پر کہ خطرہ راہ وغیرہ کا نہ ہے جسطرح ہنڈوی ایک جگہ سے دوسری جگہ بھیجتے ہین سفتجہ کی اصل یہ ہے کہ ایک لاٹھی کو خالی کرکے اُسمین مال رکھکر اپنے ہمراہ لیجاتے تھے تاکہ کسیکو خبر نہو اور راہ کے خطرے سے محفوظ رہے - ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞ ۞

کتاب القضاء

اسمین قاضی ہونے وغیرہ کا بیان ہی جو شخص گواہی کے قابل ہر وہی قاضی بھی ہوسکتا ہی فاسق قاضی ہوسکتا ہے جیسے گواہی دیسکتا ہی مگر مناسب نہین ہی کہ فاسق کو قاضی کیا جاوے - اگر قاضی عادل ہو اور پھر بسبب رشوت لینے کے فاسق ہوجاوے تو عہدہ قضا سے معزول نہین ہوجائیگا لیکن لائق معزول کرنیکے ہوجائیگا اگر رشوت دیکر کوئی عہدہ قضا

کتاب القضاء

لیوے تو قاضی نہو گا فاسق فتوے دینے کے قابل ہی (یعنے حکم شرعی مسائل فقہیہ مین
سائل سے بیان کرے) اور ایک روایت مین فاسق قابل فتوی نہین چاہیئے کہ قاضی بدمزاج
اور سنگدل اور سرکش اور دشمنی کرنے والا نہو۔ قاضی ایسا شخص ہونا چاہیئے جسکی پرہیزگاری
اور عقل اور صلاح اور سمجھ اور حدیث دانی اور صحابہؓ کے قول اور شریعت کی راہون کے
عالم ہونے پر اعتماد ہو مجتہد ہونا قاضی کے حق مین بہتر ہے (ایسا نہین کہ بدون اسکے
عہدہ قضا درست نہو) مفتی کو بھی ایسا ہی ہونا چاہیئے (جیسا قاضی ہو) ایسے شخص کو خدمت
قضا کا اختیار کرنا مکروہ ہی جسکو اپنے ظلم کرنیکا خوف ہو اور جو ظلم کرنے کے خوف سے مامون
ہو تو اسکے حق مین عہدہ قضا مکروہ نہین مگر قاضی ہوجانے کی خواہش نہین چاہیئے
عہدہ قضا کو بادشاہ عادل اور ظالم اور باغیونکے یہان سے جو عادل بادشاہ کے ملک پر
غالب ہوگئے ہون لینا جائز ہے جو شخص قاضی کیا جاوے اسکو چاہیئے کہ پہلے قاضی کا دفتر
طلب کرے دفتر سے مراد وہ بستے ہین کہ جنمین دستخطی نوشتے اور محضر وغیرہ ہون
اور چاہیئے کہ قیدیون کو دیکھے جو قیدی اقرار کرے کسیکے حق کا یا اسپر گواہ قائم ہون تو
وہ حق اسپر لازم کردے اور نہین تو منادی پھروائے (کہ جسکا اس قیدی پر دعوی ہو
وہ حاضر ہو اگر کوئی حاضر نہو تو اس قیدی کو چھوڑ دے) اور قاضی اُن امانتون مین اور
وقف کی پیداواری مین گواہون پر یا اقرار پر عمل کرے قاضی معزول کے کہنے پر عمل
نکرے لیکن اگر کوئی قابض و متصرف کسی چیز کا کہے کہ مجھے یہ امانت یا وقف کا غلہ قاضی معزول
نے دیا ہی تو اس صورت مین قاضی معزول کا قول قبول کرے مسجد مین بیٹھکر یا اپنے گھر پر قاضی
کچہری کرے۔ جو کوئی ہدیہ بھیجے قاضی کو اُسے پھیر دے۔ مگر جو کوئی قاضی کا رشتہ دار
یا جو قاضی ہونے سے پہلے بھیجا کرتا تھا بھیجے تو وہ قبول کرے۔ دعوت بھی قاضی کسیکی

قبول نکرے خصوصاً وہ جو صرف قاضی ہی کی دعوت ہو۔ نماز جنازہ اور عیادت مریض کے لیے قاضی کو جانا چاہیئے۔ مدعی مدعا علیہ دونون کو برابر بٹھاوے اور دونو کی طرف برابر توجہ کرے اور ایک سے کان مین بات نکرے اور نہ اشارے سے آنکھین سے کسی سے کچھ کہے اور نہ کسیکو آنکھین سے حجت سکھائے اور نہ کسیکی دعوت کرے اور نہ ہنسی کرے اور گواہ کو گواہی دینے کا طریقہ نہ سکھاوے **فصل** جب مدعی کا حق مدعا علیہ پر ثابت ہو جاوے تو حکم کرے مدعا علیہ کو کہ جو کچھ تجھپر ثابت ہوا مدعی کے حوالے کر۔ اگر وہ دینے سے انکار کرے تو اسکو قید کرے اس حق کے بدلے مین بشرطیکہ یہ حق کسی شے کی قیمت ہو (جو مدعی نے بیچی تھی) یا قرض ہو یا مہر معجل ہو یا ضمانت سے کچھ مال لازم ہوا ہو۔ اسکے سوا اور حقون مین اگر مدعا علیہ اپنی مفلسی کا دعوی کرے تو قید نکرے پس اگر مدعی اسکی امیری ثابت کردے تو قید کرے جسقدر مصلحت ہو اور بعد قید کے آدمیون سے پوچھے اگر اسکا کوئی مال ظاہر نہو تو اسکو چھوڑ دے مگر قرضخواہونکو اس سے مواخذہ کرنے سے مانع نہو۔ (یعنے قرضخواہونکو اختیار ہے کہ باوجود اسکے پاس مال نہ نکلنے کے اس سے مواخذہ کرین) اگر قید سے پہلے مدعا علیہ مفلسی کے گواہ لائے تو انکو قاضی نہ سنے اگر دونون قسم کے گواہ قائم ہون (یعنے مدعا علیہ مفلسی کے گواہ لاوے اور مدعی غیر مفلسی کے) تو غیر مفلسی کے بہتر ہونگے۔ جو توانگر یعنے غیر مفلس مدعا علیہ مدعی کے حق کے دینے سے انکار کرے اسکو ہمیشہ قید رکھنا صحیح ہے (جبتک ادا نکرے) خاوند اپنی بی بی کے نفقے کی بابت قید کیا جاوے نہ باپ بیٹے کے قرض کے سبب سے (مگر اسوقت کہ باپ اسکے روٹی کپڑے وغیرہ دینے سے انکار کرے)۔

باب۔ بیان مین قاضی کے خط لکھنے کی دوسرے قاضی (یا اور کسیکو) ایک قاضی دوسرے

قاضی کو سوائے حدود قصاص کے اور حقوق کے باب مین لکھ سکتا ہی اگر اُس قاضی کے پاس گواہون نے گواہی دی کسی حاضر شخص پر تو یہ قاضی دوسرے کو لکھے کہ مین نے گواہونکی گواہی سے اسپر یہ حکم کیا ہی ایسے خط کو سجل کہتے ہین۔ اور اگر اُسکے پاس گواہ گواہی موجود شخص پہ نہ دین بلکہ غائب شخص پر دین جو دوسرے قاضی کے علاقے مین ہو تو اُسکو حکم دینا درست نہین بلکہ گواہی کو لکھ بھیجے کہ گواہ یون بیان کرتے ہین تاکہ دوسرا قاضی بموجب اُسکے حکم کرے اسطرحکے خط کو مکتوب حکمی کہتے ہین مکتوب حکمی حقیقت مین گواہی کا ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کرنا ہے۔ یہ قاضی خط کو گواہونکے روبرو پڑھے اور اُسپر اُنکے سامنے مہر کرکے اُنکو دیدے پھر جب یہ خط دوسرے قاضی کے پاس پہونچے تو اس مہر کو دیکھے اور بغیر حاضر ہونے مدعا علیہ اور گواہونکے اُسکو قبول نکرے پس اگر گواہ گواہی دین کہ یہ خط فلان قاضی کا ہی اُسنے اپنی کچہری مین ہمارے سپرد کیا ہی اور ہمارے روبرو پڑھا ہی اور اُسپر مہر کی ہے تو اُسکو کھولے اور مدعا علیہ کے روبرو پڑھے اور جو خط مین ہو وہ اسپر لازم کرے۔ خط جس قاضی کا ہی اُسکے مرنے خواہ معزول ہونے سے یا جسکو لکھا ہے اُسکے مرنے سے باطل ہوجائیگا ہان اگر مکتوب الیہ کے نام کے بعد یہ لکھا ہو کہ مسلمانون کے قاضیون مین جسکے پاس یہ خط پہونچے وہ اُسکی تعمیل کرے تو مکتوب الیہ کے مرنے سے باطل نہوگا۔ جسکے باب مین خط لکھا گیا ہے اُسکے مرنے سے یہ خط باطل نہوگا سوائے حدود قصاص کے اور حکمون کی قضا عورت کرسکتی ہی۔ قاضی اپنا نائب کسیکو نکرے لیکن اگر اُسکو نائب رکھنے کا اختیار دیا گیا ہو تو نائب کرسکتا ہی بخلاف اُس شخص کے جو جمعہ کا امام مقرر کیا گیا ہے (کہ اُسکو نائب کرنیکا اختیار ہے گو اُس سے نہ کہا گیا ہو) اگر قاضی کے پاس دوسرے قاضی کا

حکم اُدے تو اُسکی تعمیل کرے بشرطیکہ وہ حکم مخالف قرآن اور حدیث مشہور اور اجماع امت کے نہو۔ اگر جھوٹی گواہی پر قاضی نے حکم کردیا تو صحیح ہے عقدوں مین اور فسخون مین ظاہر مین بھی (یعنے قاضی اگر حکم کرے جھوٹی گواہی سے نکاح یا بیع یا ہبہ یا طلاق وغیرہ مین تو یہ حکم جاری ہوگا ظاہر اور باطن دونون مین یعنی اُس چیز سے نفع لینا حلال ہوجائیگا) نہ املاک مرسلہ مین (یعنے اُن ملکونکے دعوے مین کہ مدعی سبب ملک کا دعوی نکرے صرف ظاہر مین حکم جاری ہوگا باطن مین نہوگا۔ مثلاً زید نے دعوی کیا عورت پر نکاح کا اور وہ دوسرے کے نکاح مین ہے اور یہ بیان نہ کیا کہ شوہر نے اُسکو چھوڑ دیا ہے اور قاضی نے جھوٹی گواہی سے مدعی کو وہ عورت دلادی تو اُسکی صحبت اسکو صحیح نہین اسلیئے کہ اپنا نکاح مطلق بیان کیا تھا شوہر کی طلاق کو جو سبب ملک تھی بیان نہین کیا تھا اور اس مسئلے مین امام شافعی کا خلاف ہے اور دلیل امام اعظمؒ کی یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سامنے ایک شخص نے ایک عورت پر دعوی نکاح کا کیا اور جھوٹے گواہ قائم کیئے حضرت علیؓ نے وہ عورت اُسکو دلادی عورت نے کہا یا امیر المومنین میرا نکاح اس سے کردیجیئے آپنے فرمایا ان دونون گواہون نے نکاح کردیا یعنی پہلا حکم جاری ہوگیا ظاہر اور باطن مین اور قاضی کا حکم ایک نیا عقد پیدا کردیتا ہے جس جگہ نیا عقد ہونا ممکن ہو اور جس جگہ نیا عقد نہو سکتا ہو وہان البتہ حکم قاضی سے نیا عقد نہوگا مثلاً عورت اگر دوسرے کی منکوحہ یا مدعی کی ذی رحم محرم ہو تو قاضی کے حکم سے نکاح نہوگا واللہ اعلم) غائب پر قاضی حکم نکرے جبتک اُسکا قائم مقام حاضر نہو جیسے وکیل یا وصی یا وہ چیز جسکا غائب پر دعوے کرتا ہے سبب ہو اُس چیز کا جسکا حاضر پر دعوی کرتا ہے مثلاً دعوی کرے ایک چیز معین کا جو ایک حاضر کے قبضے مین ہے یون کہکر کہ یہ مین نے فلان غائب سے خریدی ہے (کیونکہ خریدنا

غائب سے سبب ہی دعویٰ کا حاضر پر) قاضی کو اختیار ہے کہ یتیم کا مال کسیکو قرض دیدے اور اسکا خط لکھ لے نہ وصی اور باپ کو (یعنے وصی کو یتیم کا مال اور باپ کو چھوٹے بیٹے کا مال قرض دینے کا اختیار نہین) ﴿

باب پنچ بدنے کے بیان مین اگر دو شخصون نے ایک کو پنچ بدا تاکہ دونون مین فیصلہ کردے پس اُس پنچ نے گواہون سے یا اقرار پر یا قسم سے انکار کرجانے پر سوا حدود قصاص اور دیت کے جوکہ قاتل کے کنبے پر پڑتی ہی اور مقدمون مین حکم کیا تو حکم اسکا صحیح ہے اگر وہ قاضی ہونے کے قابل ہو (یعنے قاضی کی صفتین اسمین موجود ہون) دونون پنچ بدنے والون کو پنچ کے حکم سے پہلے پنچایت سے پھر جانا درست ہی پس اگر پنچ حکم کرچکا تو یہ حکم لازم ہوگیا دونون پر۔ قاضی پنچ کے حکم جاری کرے اگر اسکا حکم اُسکے مذہب کے موافق ہو اور اگر نہو تو اُسکو باطل کردے۔ اگر پنچ نے اپنے مان باپ اور زن و فرزند کے نفع کا کوئی حکم کیا تو یہ حکم باطل ہے جیسے قاضی کا حکم ان لوگون کے نفع کا باطل ہے بخلاف اس حکم کہ پنچ مان باپ یا زن و فرزند کے ضرر کا کرے وہ حکم صحیح ہوگا۔ ﴿

متفرق مسئلے۔ نیچے کا رہنے والا بغیر رضامندی بالاخانے والے کے گھر مین میخ نہ گاڑے نہ سوراخ کرے۔ اگر ایک لمبی گلی ہے کہ اسمین سے ویسی ہی اور پیدا ہوئی مگر راہ اسمین نہین ہی (یعنے غیر نافذہ ہے) تو پہلی گلی کا رہنے والا اُس کوچہ غیر نافذہ مین دروازہ نہین نکال سکتا ہی بخلاف اسکے کہ دوسری گلی گول ہو کہ اُسمین دروازہ نکال سکتا ہے صورت اُسکی یہ ہی

اگر ایسے گھر کا دعویٰ کیا جو دوسرے کے پاس ہی اس طرح

کہ اُس نے مجکو ایک وقت مین یہ گھر ہبہ کردیا تھا پھر اُس سے گواہ مانگے گئے تو کہا کہ مدعا علیہ نے گھر کے ہبہ کرنے سے انکار کیا تھا تو مین نے یہ گھر اُس سے خرید لیا تھا اور خرید کے گواہ لاوے تو جسوقت دعوی ڈالنے کا دعوی کیا تھا اُس سے پہلے اگر خرید لے کے گواہ ہین تو قبول نہونگے اور اگر بعد کے ہین تو مقبول ہونگے۔ زید کے پاس ایک لونڈی ہی اُسنے عمرو سے کہا کہ تو نے مجھ سے یہ لونڈی خریدی تھی اور عمرو نے خریدنے سے انکار کیا (تو بائع یعنی زید کو) اُس سے صحبت کرنی درست ہے بشرطیکہ عمرو سے جھگڑا چھوڑ دے ایک شخص اقرار کرے کہ مین نے فلانے سے دس روپیے لیئے تھے پھر کہے کہ وہ کھوٹے تھے تو قسم کھانے کے بعد اُسکا اعتبار کیا جاویگا۔ جو کہے دوسرے سے کہ مجھپر تیرے ہزار روپئے آتے ہین اور دوسرا اُسکے کہنے کو رد کرے اور پھر مان لے تو اب اقرار کرنیوالے پر کچھ لازم نہووےگا (کیونکہ دوسرے نے پہلی بار تو اُسکے اقرار کو نمانا تو اب ماننے سے اُسپر کچھ ثابت نہوگا) جو شخص دوسرے پر مال کا دعوی کرے اور مدعا علیہ کہے کہ میرے اور تیرے کبھی کچھ نہین تھا اور مدعی گواہ لاوے ہزار کے اور مدعا علیہ گواہ لاوے ان ہزار کے ادا کردینے کے یا بخشدینے کے تو گواہ مدعا علیہ کے قبول کیئے جاوینگے اور اگر مدعا علیہ یہ بھی کہتا کہ مین تجکو پہچانتا ہی نہین تو یہ گواہ نہ قبول کیے جاتے۔ زید نے عمرو پر دعوی کیا کہ تو نے اپنی لونڈی میرے ہاتھ بیچی ہی اور عمرو نے کہا کہ مین نے تیرے ہاتھ نہین بیچی پس زید گواہ لایا اپنے خریدنے کے اور قاضی نے وہ لونڈی زید کو دلوادی اور اُسمین اُسنے کوئی عیب پایا پس عمرو نے گواہ گذرانے کہ زید لونڈی کے ہر عیب سے مجکو بری الذمہ کرچکا تھا تو یہ عمرو کے گواہ مقبول نہونگے۔ جس اقرار نامے یا وعدے کے اخیر مین لفظ انشاء اللہ ہوگا وہ باطل ہی۔ ایک ذمی مرا اور اُسکی بی بی نے کہا کہ مین اُسکے مرنے سے پیچھے مسلمان ہوگئی ہون

خاوندکی میراث مجکو ملنی چاہیئے اور ذمی کے وارثون نے کہاکہ موت سے پہلے مسلمان
ہوگئی تھی تو وارثون کا قول معتبر ہوگا (اور عورت کو میراث نہ ملے گی) زید کے پاس
عمروکی کچھ امانت تھی اور عمرو مرگیا زید نے خالد کو کہاکہ یہ عمرو کا بیٹا ہے اور عمرو کا اسکے سوا
اور کوئی وارث نہین ہے تو وہ امانت خالد کو دیدے اور اگر چند روز کے بعد زید بکر کو بتاے
کہ یہ بھی عمرو کا بیٹا ہے اور خالد کہے کہ تو جھوٹا ہے تو وہ مال امانت (بکر کو نہین
ملسکتا) خالد ہی کو ملے گا۔ اگر کسی کی میراث اسکے وارثون یا قرضخواہون پر بانٹی
جاوے تو اُنسے اسکی ضمانت نہ لیجاوے (کہ اگر کوئی اور وارث یا قرضخواہ پیدا ہوگا
تو اسکا حصہ دینا ہوگا) زید نے ایک گھر کا اسطرح دعوی کیا کہ یہ میرے باپ کا تھا
اور وہ مرگیا مین اور میرا بھائی جو یہان نہین ہے اسکے وارث ہین اور اس دعوے پر گواہ
گذرانے تو زید کو فقط آدھا گھر ملیگا (دوسرے بھائی کا حصہ جو غائب ہے نہین ملیگا) ایک شخص نے
کہاکہ جو میرا مال ہے یا جسکا مین مالک ہون فقیرونپر صدقہ ہے یہ کہنا اسکے اس مال مین جاری ہوگا
جسمین زکوۃ واجب ہوتی ہو (یعنے حاجت سے زائد اور بڑھنے والی چیزونپر حکم صدقہ کا کیا جاویگا
خواہ تھوڑی ہون یا بہت اُنکے غیر مین جاری نہوگا جیسے سواری کے گھوڑے اور اسباب
ضروری) ایک شخص کو کوئی وصیت کر جاوے اور وصی[1] یہ نہین جانتا کہ کس باب مین وصیت
کی تھی اسکا وصی ہونا صحیح ہے بخلاف وکیل کے (کہ اگر وکیل یہ نہین جانتا کہ کس چیز کا
وکیل کیا تو وکالت صحیح نہین) اگر وکیل کو وکالت کی خبر کوئی دے تو اسکو تصرف کرنا موکل
کے مال مین صحیح ہے (خبر دینے والا آزاد ہو یا غلام بچہ ہو یا بڑا عادل ہو یا مستور)
معزول ہونا وکیل کا بغیر خبر دینے ایک مرد عادل یا دو مرد مستور الحال کے ثابت
نہین ہوتا جیسے مالک کو غلام کی تقصیر کی خبر دینی اور شفیع کو بیع شفعہ کی خبر دینی

[1] یعنی وہ شخص کہ جسکو وصیت کی ہے ۱۲

اور کنواری لڑکی کو اُسکے نکاح کی خبر دینی اور اُس مسلمان کو جو دار الحرب سے دار الاسلام کو نہ آیا ہو احکام شریعت کی خبر دینی (کہ ان سب مین ایک مرد عادل یا دو مستور الحال کا خبر دینا شرط ہے یعنے اگر ایک مرد کسی طرح کا خبر دیگا تو اُسکا ماننا ضرور نہوگا۔ اور عادل کی خبر خواہ دو مستور الحال کی خبر کا ماننا ضرور ہوگا مثلاً مالک کو اگر عادل نے کہا کہ تیرے غلام نے قصور کیا تو مالک پر اُس قصور کا تاوان آویگا اسی طرح اور مثالون کو سمجھنا چاہیئے) قاضی یا قاضی کا امین اگر کسیکے غلام کو اُسکے قرضخواہون کے لیے بیچکر مشتری سے قیمت لے لے اور وہ قیمت تلف ہوجاوے اور غلام کسی اور کا نکلے تو قاضی یا امین قیمت کے ضامن نہین مشتری قرضخواہون سے غلام کی قیمت لے جنکے واسطے بیچا تھا۔ اگر قاضی کسیکے وصی کو حکم کرے کہ اُسکے غلام کو قرضخواہون کے لیئے بیچڈال اور غلام کسی اور کا نکلا یا مشتری کے قبضہ سے پہلے مر گیا اور قیمت ضائع ہوگئی تو مشتری قیمت وصی سے لے اور وصی قرضخواہون سے (جنکے واسطے بیچا تھا) اگر کسی سے قاضی عالم عادل کہے کہ اس شخص پر مین نے حکم کیا ہی سنگسار ہونیکا یا ہاتھ کاٹنے کا یا حد مارنیکا تو اس کام کو کرڈے تو قاضی کے حکم کی تعمیل اُس شخص کو جائز ہی اگر معزول قاضی کسی سے کہے کہ مین نے جو تجھ سے ہزار روپیہ لیے ہین تو فلان مقدمہ مین جو زید کے روپیہ مین نے تجھ پر ثابت کیئے تھے اُسکو دیدیے اور وہ کہے کہ تو نے مجھ سے ہزار براہ ظلم لیے ہین تو قاضی کا قول معتبر ہوگا (اور اس شخص کے ہزار کا ذمہ دار نہوگا) اسیطرح اگر کسی سے قاضی کہے کہ مین نے حق پر تیرے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا تھا (یعنے بسبب چوری کے) اور وہ کہے کہ میرے ہاتھ تو نے ظلم سے کاٹے ہین تب بھی قول قاضی کا معتبر ہوگا لیکن یہ دونون صورتین اُس حال مین (ہین کہ ہاتھ

کٹا ہو شخص اور جس سے مال لیا گیا ہے وہ اقرار کرے کہ قاضی ہونے کی حالت میں ہاتھ کاٹا ہے یا مال لیا ہے۔

کتاب الشہادہ

اسمین گواہی کا بیان ہی۔ گواہی کہتے ہین کسی حال کی خبر دینے کو آنکھون سے دیکھکر نہ فقط اٹکل اور گمان سے۔ اگر مدعی کسیکو گواہی کے لئے طلب کرے تو گواہی دینی اسکو لازم ہی۔ حدود کی گواہی کا چھپانا مستحب ہی۔ چوری کی گواہی مین یہ کہے کہ فلان شخص نے مال لیا یون نہ کہے کہ چورایا (تاکہ مال ثابت ہوجاوے اور ہاتھ کاٹنا لازم نہو) زنا کے ثبوت کے واسطے چار مردون کی گواہی ضرور ہے اور باقی حدون اور قصاص کے واسطے دو مرد ونکی کافی ہی۔ اور کنواری ہونے اور جنے اور عورتونکے ان عیبون کے لیے جنپر مرد مطلع نہین ہوتے ہین ایک عورت کی گواہی کافی ہی اسکے سوا مین دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتون کی گواہی چاہیئے اور سب مین گواہ کا عادل ہونا اور گواہی کا لفظ زبان سے کہنا شرط ہی خواہ گواہ مرد ہو خواہ عورت قاضی آدمیون سے پوشیدہ اور ظاہر مین گواہونکا حال جملہ حقوق کے مقدمات مین تحقیق کرے (کہ گواہی کے قابل ہین یا نہین صاحب خصومت یعنے) مدعا علیہ اگر مدعی کے گواہونکو عادل بتاوے تو اسکا اعتبار نہین گواہونکی عدالت کے تحقیق کرنے کو اور قاصدی اور ترجمہ کرنے کے لئے (یعنی دوسرے شخص کی زبان سمجھانے کے لئے) ایک شخص کافی ہی (یعنی اگر قاضی ایک ہی شخص سے گواہ کا حال تحقیق کرے خواہ ایک آدمی کو مزکی کے پاس بھیجے یا گواہ کی زبان کا ترجمہ ایک شخص کردے تو جائز ہے دو کی ضرورت نہین) درست ہی گواہ کو گواہی دینی سنی ہوئی اور دیکھی ہوئی چیز کی جیسے بیع یا اقرار یا حاکم کا حکم یا چھین لینا

یا مار ڈالنا ہے گو اسکو کسی نے گواہ نکیا ہو مگر دوسرے کی گواہی دینے پر گواہی نہ دے جبتک کہ اسکو اس گواہی پر گواہ نہ کیا جاوے۔ قاضی اور گواہ اور راوی کسی نوشتہ پر عمل نکرین جبتک کہ وہ مقدمہ یاد نہ ہو۔ ایسی چیز کی گواہی نہ دے جسکو نہ دیکھا ہو سوائے ان چیزون کے۔ نسب۔ موت۔ نکاح۔ صحبت کرنا عورت سے۔ حکومت قاضی کی اصل وقف کرنا کسی چیز کا کہ ان چیزونمین کسی معتبر سے سنکر گواہی دیسکتا ہی (مگر وقف کرنے والے نے جو وقف مین شرطین کی ہون انکو غیر سے سنکر گواہی نہ دینی چاہیئے) جسکے ہاتھ مین کوئی چیز سوائے غلام لونڈی کے دیکھے اسکی گواہی دیسکتا ہے کہ یہ اسی کی ہے۔ ان مسئلونمین اگر قاضی سے صاف صاف کہے کہ مین سنکر گواہی دیتا ہون یا قبضہ دیکھکر تو قبول نہوگی۔ اگر کوئی گواہی دے کہ مین فلانے کے دفن مین یا نماز جنازہ مین حاضر تھا تو یہ موت کے دیکھنے کے برابر ہے یہان تک کہ ایسی گواہی اگر قاضی کے سامنے بیان کرے تو قاضی اسکو قبول کرے (واللہ اعلم)

لم اگر کوئی وقف مالک کی ملکیت بتا دی

باب ان شخصونکے بیان مین جنکی گواہی مقبول ہے اور جنکی غیر مقبول۔ اندھے اور غلام اور نابالغ کی گواہی مقبول نہین ہان اگر غلام یا نابالغ حالت غلامی یا نابالغی مین گواہ ہوئے اور آزادی اور بلوغ کے وقت مین گواہی دین تو مقبول ہوگی جسکو حد ماری گئی ہو گالی دینے پر گو اسنے توبہ کرلی ہو اسکی گواہی مقبول نہین لیکن اگر کفر کی حالت مین اسپر یہ حد لگی اور پھر وہ مسلمان ہوگیا ہو تو مقبول ہی لڑکے کو اپنے مان باپ دادی نانی نانا کی گواہی درست نہین ہے اور اسکے برعکس بھی نہین درست ہی (یعنی مان باپ وغیرہا کی گواہی بیٹے پوتے نواسے کیواسطے بھی نہین صحیح ہے) جورو خاوند ایک دوسرے کے گواہ نہین ہوسکتے مالک اپنے غلام لونڈی اور مکاتب کا گواہ

باب ان کی مقبول وغیر مقبول کی شہادت کے بیان مین

نہین ہو سکتا ہے۔ ایک شریک دوسرے شریک کا شرکت کے باب مین گواہ نہین ہو سکتا مخنث اور نوحہ کرنیوالے اور گانیوالے کی گواہی مقبول نہین۔ دشمن جسکی دشمنی اگرچہ دنیا ہی کے واسطے ہو اور دائم الخمر جو (دوا کے واسطے شراب نہ پیتا ہو بلکہ) کھیل کیلیئے پیتا ہو ان دونون کی گواہی نہ مانی جائیگی اور جانوروں سے کھیلنے والے (مثلاً کبوتر باز و مرغباز وغیرہ) اور لوگونکے سنانے کو گانے والے اور ایسے گناہ کرنے والے جسپر حد جاری ہوتی ہے۔ یا ننگے حمام مین نہانے والے یا سود کھانے والے یا چوسر اور شطرنج مین بدکر کھیلنے والے یا ان دونونکے سبب سے نماز کھودینے والے یا آدمیونکی راہ مین پیشاب کرنیوالے یا راہ مین کھانیوالے یا پچھلونکو علانیہ بُرا کہنے والے (جیسے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہم کو انمین سے کسی) کی گواہی مقبول نہین مقبول ہوگی گواہی ایک شخص کی اپنے بھائی یا چچا یا دودھ کی مان یا باپ کے لیے یا اپنی ساس یا بی بی کے بیٹے یا داماد یا بہو یا باپ کی بی بی کے واسطے صحیح ہے گواہی اہل ہوا یعنی بدمذہب کی مگر فرقہ خطابیہ کی (کہ کٹے رافضی ہوتے ہین) جائز نہین (اسلیئے کہ اُنکے نزدیک مدعی کی قسم کے لحاظ سے جھوٹی گواہی درست ہے) ذمی کی گواہی ذمی پر اور حربی کی گواہی حربی پر جائز ہے مگر حربی کی ذمی پر درست نہین۔ صحیح ہے گواہی گناہ صغیرہ کرنیولے کی اگر کبیرہ سے بچے اور ختنہ نہ کیئے ہوئے کی اور اختہ یعنی خصی اور حرامی اور خنثےٰ کی (جسکے مرد و عورت دونونکی علامت ہو) اور بادشاہی عاملونکی (جو ظالم نہون) اور آزاد کیے ہوئے کی گواہی آزاد کرنیوالے کے واسطے درست ہے۔ اگر دو شخص گواہی دین کہ فلان شخص کو ہمارے باپ نے وصی کیا تھا اور وہ بھی اقرار کرے وصی ہونیکا تو یہ گواہی درست ہوگی (اور وہ شخص وصی ہوگا) اور اگر انکار کرے تو گواہی مقبول نہوگی اور اگر یون گواہی دین کہ اُس شخص کو

اپنا قرضہ لینے کا وکیل کیا تھا تو خواہ وہ اقرار وکالت کا کرے یا نہ کرے گواہی مقبول نہوگی۔ قاضی گواہوں پر ایسے طعنہ کو جو حق اللہ اور حق العباد سے خالی ہو نہ سنے (جیسے کہیں کہ گواہ گواہی کے قابل نہیں ہیں مگر ایسے طعنہ کو جو بدلیل حق اللہ یا حق العباد ہو سنے) جو شخص گواہی دے اور کچہری سے جانے کے پہلے کہے کہ میں نے بعض گواہی میں وہم کیا ہے تو یہ کہنا مقبول ہوگا اگر گواہ عادل ہے ؛۔

باب دو گواہوں کی گواہی کے اختلاف کے بیان میں۔ گواہی اگر دعوی کے موافق ہے تو قبول ہوگی ورنہ نہیں۔ مدعی نے ایک گھر کا دعوی بہ سبب وراثت کے یا خرید کے باعث کیا اور اسکے گواہوں نے گواہی دی کہ یہ گھر کا مالک ہے سبب کو نہ بیان کیا تو یہ گواہی بیکار ہے اور برعکس اسکے صحیح ہے (یعنے مدعی نے فقط ایک گھر کے مالک ہونیکا دعوی کیا اور گواہوں نے کہا کہ ورثہ کے سبب سے یا خرید کے سبب سے مالک ہوا ہے تو بیکار نہوگی بلکہ مقبول ہوگی) دونوں گواہونکا اظہار متفق چاہیئے لفظ اور معنی میں پس اگر ایک نے گواہی دی ہزار روپیہ کی اور دوسرے نے دو ہزار کی تو مقبول نہوگی اسی صورت میں اگر دوسرے نے ڈیڑھ ہزار کی گواہی دی اور دعوی بھی ڈیڑھ ہزار کا ہے تو ہزار کی قبول ہوگی۔ دونوں نے ہزار کی گواہی دی مگر ایک نے یہ بھی کہا کہ پانسو مدعا علیہ نے ادا کر دیے ہیں تو ہزار ہی کی مقبول ہوگی اور پانسو کے ادا کی نہ سنی جائیگی لیکن اگر دوسرا بھی اسکے ساتھ پانسو ادا ہونے کی گواہی دے تو مانی جاویگی مگر چاہیئے کہ جو شخص پانسو وصول جانتا ہے گواہی میں بیان نکرے جبتک کہ مدعی وصول کا اقبال نکرے۔ دو شخص گواہی دیں کہ مدعی کے ہزار قرض ہیں اور ایک انمیں سے یہ کہے کہ وہ ادا بھی ہوگئے ہیں تو یہ گواہی قرض دینے پر جائز ہوگی دگر

باب دو گواہوں کی گواہی کے اختلاف کے بیان میں

لینے والے کو اس سے ادا کرنا لازم نہوگا کیونکہ احتمال ادا کا ہے) اگر دو آدمی گواہی دیں کہ فلانے نے عید الضحی کے روز مکے مین زید کو مار ڈالا اور دوسرا کہے کہ عید الضحی کے دن مصر مین مار ڈالا تو دونون کی مقبول نہوگی۔ ایسی صورت مین اگر ایک گواہی پر حکم ہوگیا ہو دوسری سے پہلے تو دوسری باطل ہے۔ دو شخصون نے گواہی دی ایک گائے کی چوری پر اور گائے کے رنگ مین اختلاف کیا تو چور کا ہاتھ کاٹا جاویگا بخلاف اسکے کہ نر اور مادہ ہونے مین اختلاف ہو یا رنگ ہی مین اختلاف ہو چھین لینے کے مقدمہ مین نہ چوری کے کہ ان دونون صورتون مین گواہی مقبول نہوگی اور ہاتھ نہ کٹیگا ایک شخص نے دوسرے شخص کے لیے گواہی دی کہ اسنے زید سے ہزار روپیہ کو غلام خریدا ہے اور دوسرے گواہ نے کہا کہ ڈیڑھ ہزار کو خریدا ہے تو گواہی باطل ہے اسیطرح کتابت اور خلع مین روپیہ کی تعداد کے اختلاف سے گواہی نہ مانی جاویگی لیکن نکاح تعداد مہر کے اختلاف کی صورت مین ہزار پر ثابت ہوجاویگا جو مورث کا مال ہے اسکے وارث کو نہ دلایا جاویگا جبتک یہ ثابت نہو کہ وارث کے ملک مین آگیا (یعنے اگر گواہ گواہی دین کہ فلان میت اس چیز کا مالک تھا تو قاضی حکم نہ دیوے کہ اس شے کو اسکے وارثونکو دیدین جبتک یہ نہ کہین کہ مورث مرگیا اور اس چیز کو وارث کی میراث چھوڑ گیا) لیکن اگر گواہی دین کہ میت مرنے کے وقت اسکا مالک یا متصرف تھا یا موت کے وقت کسی اور نے اس سے مانگ کر اپنا تصرف کر لیا تھا (کہ یہ بھی حقیقت مین میت کا تصرف ہی) تو مرنے کے وقت تک قبضہ اور تصرف ثابت ہونے سے بھی قاضی وارثون کو دلا سکتا ہے) اگر گواہی دین کہ یہ چیز اس شخص زندہ کے قبضہ مین ایک مہینے سے یا ایک برس سے ہو تو یہ گواہی مقبول نہوگی (یعنے اسکی ملک ثابت نہوگی مثلاً

زید نے عمرو کی شے پر دعوے کیا کہ میری ہے اور گواہوں نے زید کی گواہی دی
کہ یہ شے ایک مہینے سے ہمنے زید کے پاس دیکھی ہے تو اس سے وہ شے
زید کو نہ دلائی جائیگی کیونکہ احتمال ہے کہ زید کے پاس منگنی پر ہو) اور اگر مدعا علیہ اقرار
کرے کہ یہ مال مدعی کے پاس ایک مہینے سے ہے یا مدعا علیہ کے اس اقرار پر
گواہ گواہی دیں تو قاضی اُسکو مدعی کو دلوا دے۔

باب گواہی پر گواہی دینے کے بیان میں۔ ایسے معاملوں میں جو شبہ سے ساقط
نہیں ہوتے ہیں (یعنے سوا حد اور قصاص کے) گواہی پر گواہی مانی جاویگی اور
اسمیں بھی یہ شرط ہے کہ اصلی دونوں گواہوں میں سے ہر ایک کی گواہی پر دو مرد
گواہی دیں اور ایک گواہ کی گواہی پر ایک مرد کی گواہی مقبول نہوگی۔ گواہ فرعی (یعنے
گواہی پر گواہ) پکڑنے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل گواہ (فرعی سے یوں) کہے کہ گواہ رہو میری
گواہی کا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ فلانے نے میرے سامنے اقرار کیا اس بات کا اور
(ایسی گواہی کے ادا کا یہ طریقہ ہے کہ) فرعی گواہ یوں کہے کہ گواہی دیتا ہوں میں اسکی
کہ اصل گواہ نے مجکو گواہ پکڑا ہے اپنی اس گواہی کا کہ فلان شخص نے فلان امر کا اقرار
اصل کے سامنے کیا اور اصل نے مجھ سے کہدیا ہے کہ تو میرے گواہ ہونے کا
گواہ رہنا فرعی گواہ کی گواہی مقبول نہوگی جبتک کہ اصل نہ مرے یا بیمار نہو یا سفر
نکرے۔ اگر فرع کے گواہ اصل گواہوں کا عادل ہونا بھی بیان کریں تو انکی عدالت ثابت
ہوجاویگی ورنہ قاضی اوروں سے انکا حال پوچھے۔ اگر اصل گواہ اپنی گواہی سے
انکار کریں تو فرع کی گواہی باطل ہے۔ اگر زید اور عمرو نے گواہی دی کہ ہم سے
بکر اور خالد نے کہا کہ فلان شخص کی فلان عورت پر جو فلانے کی بیٹی ہے اور فلانے نے

باب گواہی پر گواہی دینے کے بیان میں

گھر لینے کی ہے ہزار آتے ہین اور ہم یعنی بکر اور خالد اُسکو پہچانتے ہین تو اس صورت مین اگر مدعی ایک عورت کو لائے اور زید و عمر و کہین کہ ہم اسکو نہین پہچانتے ہین کہ یہ وہی مدعا علیہا ہے یا کوئی اور تو مدعی سے کہا جاوے گا کہ اور گواہ لا اسکے کہ یہ عورت وہی ہے جو تیری مدعا علیہا ہے اسیطرح ایک قاضی کا خط جو دوسرے قاضی کی طرف جاوے (اگر خط لیجانے والے دو گواہ مدعا علیہ کو نہ پہچانتے ہون تو دوسرا قاضی مدعی سے کہے کہ اور گواہ لا اسکے کہ یہی میرا مدعا علیہ ہے) اگر ان صورتون مین فرع کے گواہ یون کہین فلان عورت قبیلہ بنی تمیم سے ہے (یعنی اوپر کا قبیلہ بتلاوین) تو کافی نہوگا جبتک کہ اوپر کے قبیلہ مین سے کسی خاص چھوٹے قبیلہ کو ذکر نکرین (اسلیئے کہ اوپر کی قوم کے ذکر سے پہچان خوب نہین ہوتی مثلاً اگر صدیقی کہدین تو پہچان نہوگی جبتک کہ اُسکے باپ دادے کا خاص لقب جو چند پشت سے ہوجایا کرتا ہے بیان نہ کیا جاوے) اگر ایک گواہ نے اقرار کیا کہ مین نے جھوٹی گواہی دی تھی تو اسکو شہر و بازار مین تشہیر کیا جاوے تعزیر نہ کیا جاوے۔

باب گواہی سے پھر جانیکے بیان مین۔ گواہ کو گواہی سے پھرنا درست نہین مگر قاضی کے روبرو۔ اگر قاضی کے حکم دینے سے پہلے دونون گواہ پھر گئے تو قاضی اُنکی گواہی کے بموجب حکم نہ دے حکم کے بعد پھر جانے سے حکم نہ ٹوٹیگا۔ اس صورت مین اگر مدعی نے مدعا علیہ سے کچھ لے لیا ہو دین ہو یا عین تو جتنا مدعا علیہ کو دینا پڑا ہو وہ دونون گواہون سے بھر لے (یعنی قاضی اُنسے دلاوے) اگر ایک پھر گیا تو مدعا علیہ کے آدھے مال کا ضامن ہوگا جتنے گواہ گواہی سے نہ پھرین شمار اُنکی معتبر ہے پھرنے والونکی گنتی معتبر نہین مثلاً اگر تین گواہون مین سے ایک پھر گیا تو اسکو کچھ دینا نہ آوے گا (اسلیئے کہ دو گواہ

باب گواہی سے پھر جانے کے بیان مین

دین ہویا عین یعنی جو مال ایسے ...

نہین پھرے مال مدعا علیہ کے ذمہ مین دو کی گواہی سے بھی ثابت ہے) اور اگر دوسرا اور پھر جاوے تو ان دونون پھرنے والونکو آدھا مال دینا پڑیگا (کیونکہ جو نہین پھرا ہی وہ ایک ہی اُس سے نصف مال ثابت ہوا تو باقی نصف ان دونون سے لیا جاویگا) اگر دو عورتون اور ایک مرد نے گواہی دی اور ایک عورت پھر گئی تو یہ چہارم مال کی ضامن ہوگی اور دونون پھر گئین تو آدھے مال کی دونون ضامن ہونگی اگر ایک مرد اور دس عورتین گواہ ہین اور آٹھ پھر گئین تو انپر کچھ نہین ہے اور نو پھرین تو انپر چہارم ہی اور اگر سب عورتین مع مرد پھر گئین تو نقصان کے چھ حصے برابر ہوکر (ایک حصہ مرد پر اور پانچ حصے عورتون پر) پڑینگے (کیونکہ دو دو عورتین ایک ایک مرد کے برابر ہین تو گویا دس عورتین بجاے پانچ مردونکے ہوئین اور ایک مرد گواہ تھا تو کل گویا چھ مرد ہوئے) اگر گواہی دین دو مرد ایک مرد پہ یا ایک عورت پر اس مضمون کی کہ مہر مثل پر نکاح کیا ہی اور پھر اس گواہی سے پھر جاوین تو کسی چیز کے ضامن نہ ہونگے لیکن اگر مہر مثل سے زیادہ کی گواہی دی تھی تو زیادتی کی مقدار کا تاوان شوہر کو دینگے اور اگر بیع (کے باب) مین قیمت مثل یا زیادہ قیمت کی گواہی دینگے تو پھر جانے پر کچھ نہ دینا پڑیگا لیکن اگر کم قیمت کی گواہی ہے تو جسقدر مبیع کی قیمت سے کم ہوگی اُسقدر بائع کے لیے ضامن ہونگے صحبت سے پہلے طلاق کے دونون گواہ اگر پھر جاوین تو نصف مہر کے ضامن ہونگے اور اگر طلاق کے بعد صحبت کے گواہ پھر جاوینگے تو اُنکو کچھ ضمان نہ دینا ہوگا۔ اور اگر غلام کی آزادی کے گواہ پھر جاوین تو اُسکی قیمت دینی پڑے گی۔ اگر خون کی گواہی سے پھر جاوین تو خون بہا مقتول کا اُن سے بھر لیا جاویگا مگر قصاص مین مارے نہ جاوینگے۔ اگر فرع کے گواہ جنہون نے اور دونکے گواہ

یعنی بائع کے گواہ اپنی گواہی سے پھرے ... [illegible]

ہونے کی گواہی دی ہو پھر جاوینگے تو وہی ضامن ہونگے بشرطیکہ اصیل کے گواہ یون کہین کہ ہمنے انکو اپنی گواہی پر گواہ نہ کیا تھا یا یون کہین کہ ہمنے انکو گواہ بیشک کیا تھا مگر ہم سے غلطی ہوئی تھی۔ اگر اصل وفرع دونون کے گواہ پھر جاوین تو ضامن فقط فرع کے گواہ ہونگے اور لڑکے اس کہنے پر التفات نہ کیا جاویگا کہ ہم سے اصل کے گواہون نے جھوٹ کہا تھا یا غلطی کی تھی جس شخص نے گواہون کی عدالت کی تحقیقات کی پھر اُس سے پھر گیا تو وہ خود ضامن نقصان کا ہوگا۔ ایسی قسم کے گواہ جو کسی شرط پر معلق ہو اور زنا کے گواہ ضامن ہونگے لیکن زانی کے محصن ہونے کے گواہ اور شرط کے واقع ہونے کے گواہ کچھ تاوان نہ دینگے (یعنے اگر چار گواہون نے کسی کے زنا کی گواہی دی اور دوسرے دو گواہون نے اسکے محصن ہونیکی گواہی دی جس سے سنگساری لازم ہوئی اور پھر یہ سب گواہی سے پھر گئے تو سنگسار کیئے ہوئے شخص کا خون بہا زنا کے چارون گواہون پر پڑیگا نہ محصن ہونے کے دو گواہون پر اور شرط کے واقع ہونے کی صورت یہ ہو کہ دو گواہون نے کہا کہ زید نے اپنے غلام سے کہا تھا کہ اگر تو گھر مین جاوے تو آزاد ہو اور دو گواہون نے گواہی دی کہ وہ غلام گھر مین گیا پھر چارون گواہ پھر گئے تو پہلے دو گواہ غلام کی قیمت کے ضامن ہونگے نہ دوسرے)

کتاب الوکالۃ

اسمین وکیل کرنیکا بیان ہے۔ وکیل کرنا صحیح ہے اور معنے اسکے یہ ہین کہ دوسرے کو اپنی ذات کے قائم مقام کردینا ایسے تصرف مین جسکا خود مؤکل کو اختیار ہے خواہ وکیل لڑکا ہو یا غلام جسکو معاملات کرنے کے لیئے مالک کا حکم نہین بشرطیکہ

کتاب الوکالۃ

وکیل معاملات کی حقیقت سمجھتا ہو۔ جو معاملات موکل خود کرسکتا ہے اُنمیں وکیل کو اپنے
قائم مقام کرسکتا ہے اور (وکیل کرنا اپنے) جواب وسوال کے واسطے حقوق میں
طرفثانی کی رضامندی سے (درست ہے) لیکن اگر موکل بیمار ہو یا غائب بقدر تین منزل
کے عرصہ سے یا اُسکا سفر کا ارادہ ہو یا عورت پردہ نشین ہو تو (ان صورتوں میں
طرفثانی کی) رضامندی ضرور نہیں اور (اسیطرح صحیح ہے وکیل کرنا) کوئی حق دینے
یا لینے کے واسطے سواء حد اور قصاص کے اگر موکل غائب ہو (اور اگر اُس مجلس میں
حاضر ہو تو وکیل کرنا حد اور قصاص لینے کیواسطے بھی صحیح ہے کیونکہ موکل کے ہوتے
ہوئے وکیل کا کچھ اعتبار نہیں تو گویا یہ امور موکل ہی نے کیے) جس عقد کو وکیل اپنی طرف نسبت
کرے مثلاً بیچنا یا ٹھیکہ دینا یا اقرار سے صلح کرنا تو اس عقد کے حقوق وکیل سے متعلق
ہو جائینگے ۔ اگر وکیل وہ غلام نہو جسکو معاملہ کرنیکے لیئے مالک کا حکم نہیں۔ اور
حقوق یہ ہیں کہ مبیع کو دینا یا لینا یا اُسکی قیمت لینی یا مبیع کسی اور کی نکلی تو بائع سے
قیمت پھیر لینی یا مبیع کے عیب میں جھگڑنا (یہ سب معاملات وکیل سے متعلق
ہوتے ہیں) اور ملک موکل کی ثابت ہوتی ہے معاملہ کے شروع ہی سے یہانتک کے
اگر وکیل اپنے رشتہ دار کو خریدے تو وہ آزاد نہ ہوگا اور جن معاملوں کو وکیل موکل کی
طرف نسبت کرے جیسے نکاح یا خلع یا صلح وانستہ خون سے یا انکار سے صلح کرنا تو
اُنکے حقوق متعلق موکل سے ہونگے (نہ وکیل سے) تو اب وکیل شوہر سے نکاح میں مہر کا
مواخذہ نہیں ہوسکتا۔ اور عورت کے وکیل سے عورت کے حوالہ کرنے کا مواخذہ
نہیں کیا جاویگا۔ خریدنے والے کو اختیار ہے کہ موکل کو قیمت نہ دے (وکیل ہی کو دے
کیونکہ بیع وکیل سے متعلق ہے) اور اگر موکل کو دیدے تو بھی صحیح ہے پھر وکیل اُس سے

سو اخذہ نہ کرے (کیونکہ حق حق دار کو پہونچ گیا۔)

باب خرید و فروخت کیواسطے وکیل کرنیکے بیان مین۔ اگر وکیل سے کہے کہ مثلاً مابدھ کی سوہی یا گھوڑا یا خچر خرید تو صحیح ہے خواہ قیمت مقرر کرے یا نکرے۔ اگر یون کہے کہ غلام یا مکان خرید تو قیمت اگر بتا دیگا تو درست ہے ورنہ جائز نہو گا۔ اگر کپڑا خریدنے کو بغیر قید ٹانڈے وغیرہ کے کہے یا کہے کہ چارپایہ خرید گھوڑے خچر وغیرہ کا نام نہ لے تو صحیح نہین ہے گو قیمت بتا وے۔ اگر مطلق طعام خریدنے کو کہے تو گیہون یا آٹا مراد ہوگا۔ وکیل کو مبیع کا پھیر دینا بسبب عیب کے صحیح ہے جب مبیع اسکے پاس ہو اور جب موکل کو دیدے تو بے حکم اسکے پھیر نہین سکتا۔ اگر مبیع کی قیمت وکیل نے اپنے پاس سے دیدی ہو تو مبیع کو روک سکتا ہے جبتک موکل قیمت اسکی نہ دے۔ اگر مبیع وکیل کے پاس سے جاتی رہی تو اگر روکنے سے پہلے گئی تو موکل کی گئی اور موکل کے ذمے سے اسکے دام ساقط نہونگے اور اگر بعد روکنے کے گئی تو اسکا حکم (اس) مبیع کا سا ہے جو بائع کے پاس مشتری کے دینے سے پہلے ہلاک ہو یعنی ایسی مبیع کی قیمت موکل سے نہ لیجائیگی۔ بیع صرف اور سلم جنمین عاقدین کی جدائی سے پیشتر قبضہ ضرور ہی اسمین وکیل کی جدائی کا اعتبار ہے نہ موکل کی (یعنے وکیل کو بچنا ہیئے کہ بیع صرف اور سلم مین بدون قبضہ بدل کے علیحدہ ہو اور موکل علیحدہ ہو تو مضائقہ نہین) ایک شخص کو وکیل کیا روپیہ کا آٹھ سیر گوشت خریدنے کو اور وکیل نے وہی گوشت جو آٹھ سیر بکتا ہی روپیہ کا سولہ سیر خریدا تو موکل کو آٹھ آنے کا آٹھ سیر خرید کر لینا ضرور ہے۔ اگر کسی خاص چیز کے خریدنے پر وکیل کیا تو وکیل اپنے واسطے اس چیز کو نہین لے سکتا۔ اگر ایسی چیز کو وکیل (روپیہ پیسے یعنی) نقد کے عوض نہ لے یا جو موکل نے اسکی قیمت بتا دی تھی

باب خرید و فروخت کیواسطے وکیل کرنے کے بیان مین

اور اسکے خلاف لے تو وہ خرید وکیل ہی کی ہوگی۔ اگر وکیل کرے کسی غیر معین چیز کے خریدنے کا تو وہ خرید بھی وکیل کی ہے لیکن وکیل نے اگر نیت کرلی کہ موکل کے واسطے خریدتا ہون یا موکل کے مال سے خریدی تو موکل کی ہوگی اگر وکیل کہے کہ اس چیز کو مین نے موکل کیواسطے خریدا ہی اور موکل کہے کہ تو نے اپنے واسطے خریدا ہی تو موکل کا قول معتبر ہی اگر اسی صورت مین موکل نے پہلے سے قیمت دیدی ہوگی تو وکیل کا قول معتبر ہوگا۔ زید نے عمرو سے کہا کہ خالد کیواسطے یہ چیز میرے ہاتھ بیچدے اور عمرو نے بیچڈالی اور پھر زید وکالت سے انکار کرے کہ مین نے خالد کیواسطے نہین خریدی ہی تو خالد اس شے کو لے سکتا ہی لیکن اگر خالد کہے کہ مین نے زید کو وکیل نہین کیا تھا (کہ میرے واسطے خرید) تو خالد اُسکو نہین لے سکتا ہان اگر زید اُسکو وہ چیز دیچکا ہو (تو البتہ خالد لے سکتا ہے پھر زید کو نہ ملے گی) اگر وکیل سے کہے کہ فلانے دو غلام میرے واسطے خرید اور قیمت نہ مقرر کرے پس وکیل ایک غلام اُسکے واسطے خریدے تو صحیح ہے۔ اگر اُن دونون کو ہزار روپیہ مین خریدنے کو کہے اور دونو کی قیمت برابر ہو پھر ایک کو وکیل پانسو یا کم کو خریدے تو بھی صحیح ہے اور اگر پانسو سے زیادہ کو خریدے تو نہین صحیح ہے۔ ہان اگر موکل کے جھگڑنے سے بیشتر دوسرے غلام کو پانسو سے اُتنے کم کو خریدے جتنا پہلے مین زیادہ دیا ہے تو صحیح ہے (کہ دونون ہزار مین ہوگئے) اگر کوئی اپنے قرضدار کو وکیل کرے کہ فلان چیز میرے قرض کے بدلے جو تجھپر آتا ہی خریدے اور وہ خریدے تو صحیح ہی اور اگر غیر معین شے کو اسطرح کہے تو وہ خرید وکیل کی ہوگی۔ اگر ہزار دیکر ایک شخص کو کہے کہ اُتنے کو میرے واسطے لونڈی خرید اور اُسنے خریدی پھر موکل نے کہا کہ یہ پانسو کی ہی اس صورت مین خریدنیوالے (یعنی وکیل کا) قول معتبر ہوگا کیونکہ موکل اُس سے لینا چاہتا ہی اور وہ انکار کرتا ہے

اور منکر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوتا ہی) اور اگر پہلے سے ہزار نہین دیئے ہین تو اس صورت
مین موکل کا قول معتبر ہوگا (کیونکہ وکیل اُس سے پانسو زیادہ لیا چاہتا ہے
اور وہ منکر ہے) اگر ایک معین شے کے خریدنے کو وکیل کیا اور پھر اختلاف ہوا وکیل کہتا ہی
کہ ہزار کو خریدی ہی اور موکل کہتا ہی کہ پانسو کو اور اُس شے کا بائع وکیل کی سی کہتا ہے
تو وکیل موکل آپس مین قسم کھائین (اگر دونون نے قسم کھائی تو وہ شے وکیل کی
ٹھہرے گی نہ موکل کی) ایک غلام زید سے کہے کہ تو مجکو میرے مالک سے میرے لیئے
ہزار روپیہ کو خرید دے اور غلام نے ہزار دیدیئے اور زید نے مالک سے کہدیا کہ مین تیرے
فلانے غلام کو خاص اُسکے لیئے خریدتا ہون اور مالک اسی شرط پر بیچڈالے تو غلام آزاد
ہوجاویگا۔ اور ولاء اُسکی مالک کو ملے گی اور اگر زید کہے کہ اس غلام کو مین اپنے واسطے
خریدتا ہون تو وہ زید کا ٹھہریگا اور اُسکے ذمہ ہزار روپیہ اور لازم ہونگے (اسلیئے کہ
غلام والے ہزار روپیہ تو مالک ہی کے ہین کیونکہ جو غلام کا مال ہے وہ مالک کا ہے
اب زید ہزار اور قیمت کے دیے) اگر کہے کوئی غلام سے کہ تو میرے واسطے
اپنے آپکو اپنے مالک سے خرید لے اور غلام مالک سے کہے کہ مجکو فلان شخص کیواسطے
بیچ اور وہ بیچڈالے تو حکم کرنے والے کا غلام ٹھہریگا اور اگر یون نکہے کہ فلانیکے واسطے
بیچ تو آزاد ہوجائیگا **فصل** وکیل خرید و فروخت کا ایسے شخص سے معاملہ نکرے کہ
جسکے واسطے گواہی نہ دیسکے (مثلاً اپنے مان باپ لڑکا لڑکی بی بی خاوند شریک وغیرہ سے
معاملے خرید و فروخت کے نکرے کہ خوف ہے تہمت کا) اور صحیح ہے کہ وکیل
بیع کا کم زیادہ قیمت کے عوض ہن خواہ اسباب کے بدلے مین خواہ کسی
وقت تک قرض پر چیز کو بیچدے اور (اگر خریدنے کے لیئے وکیل ہو تو) اُسکی

خریدنے مین یہ شرط ہی کہ برابر قیمت پر چیز مول لے خواہ دام اتنا بڑھا دے کہ اتنا نقصان رائج ہو یعنی قیمت لگانے والے بڑھ سے بڑھ کر اتنا دام لگائین (ایسا نہ ہو کہ کوئی اوسکی قیمت اتنی نہ لگائے) اگر غلام کے بیچنے کا وکیل کیا اور اُس نے آدھا غلام بیچا تو صحیح ہے اور اگر غلام خریدنے کا وکیل کیا اور آدھا خریدا تو یہ خرید موقوف ہوگی باقی آدھے کے خریدنے پر (اگر وہ بھی خرید لیا ہو تو موکل کو لینا پڑے گا) اگر مشتری عیب کے سبب سے جو مشتری کے گواہون سے ثابت ہو یا وکیل کے قسم نہ کھانے سے ثابت ہو مبیع وکیل کو پھیر دے تو موکل کو پھیر دے۔ اسیطرح اگر وکیل نے مبیع مین ایک قدیمی عیب کا اقرار کیا ہو (جیسے ایک زائد انگلی یا دانت زائد کا مثلاً) اور اس عیب سے وہ چیز وکیل کے پاس پھر کر آوے تب بھی موکل کو پھیر دے (اور اگر ایسے عیب کا اقرار نہو تو وہ چیز صرف وکیل کو واپس ملیگی وہ موکل کو نہ پھیریگا) اور اگر وکیل کچھ اور اُدھار پر بیچ ڈالے اور موکل کہے کہ مین نے نقد بیچنے کو کہا تھا اور وکیل کہے کہ مطلق بیچنے کو کہا تھا (نقد اور اُدھار کی قید نہین لگائی تھی) تو موکل کا قول معتبر ہوگا اور اگر عقد مضاربت[۱] مین یہ صورت واقع ہو تو مضارب کا قول معتبر ہوگا۔ بیع کا وکیل اگر کوئی چیز مشتری کی گرو کرے اور وہ وکیل کے پاس ضائع ہو جاوے یا مشتری سے کوئی ضامن لے لے (اور ضامن مثلاً مفلس ہو کر مر جائے) اور قیمت ہاتھ نہ لگے تو وکیل ضامن نہوگا (قیمت کا) اگر کسی کے دو وکیل ہون تو اُنمین سے فقط ایک کسی معاملہ مین تصرف نکریگا مگر جھگڑا کرنیمین کسی سے اور طلاق دینے مین بغیر بدل کے اور آزاد کرنے مین بغیر عوض کے اور سونپی ہوئی امانت کو پھیر دینے مین اور موکل کا قرض ادا کرنے مین (کہ اگر

[۱] مضاربت اوس عقد کو کہتے ہین کہ ایک شخص کا مال ہو اور دوسرے کی محنت اور نفع مین دونون شریک ہون

ان امور مین، دو دو وکیل ہون تو ہر ایک اُنمین سے بغیر دوسرے کے ان معاملات کو کرسکتا ہے اور معاملون مین دونون اتفاق سے کام کرین) وکیل اپنی طرف سے کسی اور کو وکیل نکرے مگر موکل کے کہنے سے یا اس صورت مین کہ موکل نے اس سے کہہ رکھا ہو کہ جیسا تیری عقل مین آوے ویسا کر (ان دونون صورتون مین وکیل اپنی طرف سے وکیل کرسکتا ہی) اگر وکیل نے بے حکم موکل کے کسیکو وکیل کرلیا۔ پس اس وکیل کے وکیل نے اصل وکیل کے سامنے عقد کیا یا کسی اجنبی آدمی نے کوئی عقد وکیل کی طرف سے کیا اور اس عقد کو اصل وکیل نے جائز رکھا تو صحیح ہے (یعنے اگر اجنبی آدمی وکیل کے سامنے خواہ پیچھے عقد کرے اور وکیل اسکو جائز رکھے تو وہ عقد درست ہوجائیگا گو وہ شخص اجنبی وکیل کا وکیل نہو) اگر نکاح کردے غلام یا مکاتب یا کافر اپنی چھوٹی لڑکی کا جو آزاد اور مسلمان ہو یا ایسی لڑکی کے مال سے کچھ اسکے لئے خریدے یا بیع کرے تو یہ صورتین صحیح نہونگی (کیونکہ غلام یا کافر مسلمان عورت کا ولی نہین ہوسکتا)

باب جھگڑا کرنے کے یا مال لینے کے لئے وکیل کرنے کے بیان مین۔ جو شخص جھگڑنے یا تقاضا کرنے کا وکیل ہے وہ قرض کا روپیہ لے لینے کا اختیار نہین رکھتا ہے اور جو قرض کے وصول کرنیکا وکیل ہے وہ جھگڑنے کا مختار ہے اور جو کسی خاص چیز کے لینے کے واسطے وکیل ہے وہ جھگڑنے کا مختار نہین ہی اگر اسی صورت مین چیز مذکور کے قابض نے وکیل کے روبرو گواہ قائم کیئے کہ اس چیز کو تیرے موکل زید نے میرے ہاتھ بیچڈالا ہے تو حکم موقوف رہیگا جبتک کہ زید غائب حاضر ہو (جب زید حاضر ہو تو حکم کیا جاویگا زید کے سامنے گواہ قائم کرنیگا) اسیطرح طلاق اور آزادی کا حال ہے (یعنے ایک شخص کو زید نے وکیل کیا کہ میری بی بی یا

باب جھگڑا کرنے کے یا مال لینے کے لیے وکیل کرنے کے بیان میں

ہو یعنے غلام کوئی لے آوے اور عورت نے گواہ قائم کیئے کہ زید نے مجھکو طلاق دیدی ہے یا غلام نے گواہ قائم کیئے کہ زید نے مجھکو آزاد کر دیا ہے تو بغیر زید کے حاضر ہونے کے حکم موقوف رہیگا یعنے گواہ اسی کے سامنے سنے جاوینگے) جو شخص جھگڑا کرنے کا وکیل ہے وہ اپنے موکل کے ذمہ پر طرف ثانی کے حق کا اقرار اگر قاضی کے سامنے کرے تو وہ اقرار صحیح ہوگا اور اگر قاضی کے سامنے نہین کیا تو معتبر نہین مال ضامن کو اسی مال کے وصول کرنے کا وکیل کرنا صحیح نہین (کیونکہ جس مال کا وہ کفیل ہے اسی کے وصول کرنیکا وکیل نہین ہو سکتا) اگر زید دعوے کرے کہ مین فلان غائب کا وکیل ہون اسکے قرض وصول کرنے کا اور قرضدار اسکے کہنے کو درست بتاوے تو اسکو حکم کیا جاوے گا کہ اس وکیل کو قرض ادا کرے پس اگر وہ غائب آیا اور اسنے وکیل کو سچا بتایا تو خیر ورنہ قرضدار کو دوبارہ قرض ادا کرنا پڑیگا اور اگر وکیل کے پاس اسکا مال موجود ہے تو پھیر لے اور اگر جاتا رہا ہو تو کچھ نہ پاویگا۔ البتہ اگر وکیل قرض وصول کرتے وقت ضامن ہوگیا تھا (کہ اگر موکل کو یہ مال نہ پہونچے تو مین ذمہ دار ہون) یا قرضدار نے اسکی وکالت کو درست سمجھا ہو تو فقط دعوے وکالت پر اسکو وہ مال دیا ہو (ان دونون صورتون مین اگر وکیل کے پاس مال تلف بھی ہوگیا ہو تو وصول کرلے) اور اگر ایک شخص کہے کہ مین امانت لینے کے واسطے وکیل ہون اور جسکے پاس امانت سپرد ہے وہ اسکو سچا بتادے تو اس سے وہ امانت وکیل کو نہ دلائی جائیگی اسیطرح اگر کوئی یون کہے کہ جسکی یہ امانت ہے اس سے مین نے مول لے لی ہے اور امانت دار اس بات کو سچا کہے (تب بھی امانت دار سے وہ امانت نہ دلائی جائیگی) اور اگر کوئی یون کہے کہ مالک اس امانت کا مرگیا

یہ امانت میرے لیے میراث چہوڑ مرا ہے اور جسکے پاس امانت ہو وہ اس شخص کو سچا کہے تو وہ امانت اُس مدعی کو دلوائی جائیگی۔ اگر قرضخواہ کسیکو وکیل کرے اپنے مال لینے کے واسطے اور قرضدار کہے کہ صاحب مال نے تو اپنا مال لے لیا (تو اس کہنے سے مالک کا لے لینا ثابت نہوگا اور وکیل کی وکالت ثابت ہوچکی ہی) تو وکیل کو وہ مال حوالہ کرے اور (اُسکو حکم ہوگا کہ اگر) مالک (کو) مال (ادا کردیا ہے تو) اُس سے مواخذہ کرے اور (اگر مالک مال لینے سے انکار کرے گا تو قرضدار) اُسکو قسم دلاے اگر ایک شخص کو وکیل کیا (کہ) بائع سے اُس عیب کی بابت جو خریدی ہوئی لونڈی مین نکلا ہے جواب وسوال کرا (اور اُس نے بائع سے حجت کی) اور بائع نے کہا کہ مشتری تو راضی ہوگیا تھا تو وکیل لونڈی کو نہین پھیر سکتا جبتک مشتری قسم نہ کھائے (کہ مین راضی نہوا تھا اگر قسم کھالے تو پھیر دینے کا حکم ہوگا) زید نے عمرو کو دس روپیے دیئے کہ انکو میرے گھر والون کو خرچ کرے اور عمرو نے اپنے پاس سے دس اُن پر خرچ کردیئے تو یہ دس مقابل ہوگئے زید والے دس کے (یعنے زید عمرو سے اپنے روپیے نہین لے سکتا یون کہکر کہ تونے تو اپنے پاس سے خرچ کیئے

باب وکیل کو برطرف کرنے کے بیان مین۔ اگر وکیل کو موکل نے برطرف کردیا اور وکیل کو اوسکی خبر بھی ہوگئی تو وکالت باطل ہوگئی اسیطرح اگر وکیل یا موکل مرگیا یا مجنون ہوگیا ہمیشہ کو یا وہ مرتد ہوکر دارالحرب کو چلا گیا۔ یا جن دو شریکون نے شرکت مین وکیل کیا تھا وہ شریک آپس مین نرہے یا ایسی شرکت تھی کہ وکالت اُسکو لازم تھی جیسے مفاوضہ یا موکل مکاتب تھا اور وہ اداے زر کتابت سے عاجز ہوگیا یا موکل غلام ماذون تھا پھر اُسکو عقود سے مالک نے منع کردیا (ان سب صورتون مین

وکالت باطل ہوجائے گی) جس کام کے لئے وکیل کیا ہے اگر موکل اُسکو بذات خود کرنے لگے تو وکالت جاتی رہیگی

کتاب الدعویٰ

اسمین دعویٰ کا بیان ہے۔ دعویٰ کہتے ہین جھگڑے مین کسی چیز کو اپنی طرف نسبت کرنے کو (یعنے یون کہنے کو کہ یہ میری چیز ہے) مدعی اُسکو کہتے ہین کہ دعویٰ کرے اور جو جھگڑا چھوڑ بیٹھے تو اُس سے مواخذہ نہو۔ مدعا علیہ مدعی کے خلاف ہے (یعنے جسپر دعویٰ کیا جاوے اور وہ اگر جوابدہی سے چپ ہو رہے تو زبردستی اُس سے جواب طلب ہو) دعویٰ صحیح نہین جبتک وہ شی جسپر دعویٰ ہے بیان نکردیجاوے اور اُسکا اندازہ اور جنس نہ بیان ہو پس اگر وہ شے معین مدعا علیہ کے پاس ہو تو مدعا علیہ کو اُسکے حاضر کرنے کی تکلیف دیجائیگی تاکہ مدعی اپنے دعوے مین اُسکی طرف اشارہ کرے یہی حال ہے گواہونکی گواہی دینے اور مدعا علیہ کی قسم دلانے مین (یعنی چیز کا حاضر کرنا چاہیئے تاکہ گواہ اپنی گواہی مین اور مدعا علیہ اپنی قسم مین اُسکی طرف اشارہ کرین) اگر چیز کا حاضر کرنا دشوار ہو تو مدعی اُسکی قیمت ذکر کردے۔

اگر دعوے غیر منقول شے کا ہو (مثل زمین یا گھر کے) تو اُسکی حدین بیان کرے تین حدونکا بیان کردینا کافی ہے (کیونکہ چوتھی حد اسی سے معلوم ہوسکتی ہے) ان حدونکے مالکونکا نام بھی ذکر کرے اور جو شخص مشہور نہو اُسکے دادا تک کا نام نسبتاً ضرور ہے۔ یہ بھی ذکر کرے کہ جس چیز کا دعویٰ ہے وہ بعینہ مدعا علیہ کے قبضہ مین ہے غیر منقول سے مین قبض متصرف فقط مدعی مدعا علیہ کے ایک دوسرے کے سچا کہنے سے ثابت نہوگا جب تک گواہون سے یا قاضی کے جاننے سے ثابت نہو بخلاف

منقول کے (کہ آمین قبض وتصرف طرفین کے اقرار سے بھی ثابت ہو جائیگا) عین پر
کے دعوے مین ضرور ہے کہ مدعی ذکر کرے کہ عین شے مدعا بہا کو مدعا علیہ سے طلب
کرتا ہون اگر وہ شے دین ہو تو اسکا وصف بیان کرے اور یہ کہ اسکو مدعا علیہ
سے چاہتا ہون جب دعوے صحیح ہو جاوے تو قاضی مدعا علیہ سے جواب طلب
کرے پس اگر مدعا علیہ اقرار کرے دعوی کا تو اسکے دلانے کا حکم کردے اور انکار کرے
تو مدعی اپنے گواہ لاوے اور گواہونکے بعد مدعا علیہ پر حکم کرے (یعنی شے مدعا بہا مدعی کو
دلادے) اور اگر گواہ مدعی کے پاس نہون تو مدعا علیہ کو قسم دلائی جاوے اگر مدعی
قسم طلب کرے اور مدعی کو قسم نہ دلائی جاوے (کیونکہ قسم خاص ہی واسطے مدعا علیہ کے)
ملک کے دعوے مین شخص متصرف کے گواہ مقبول نہونگے اگر مطلق ملک بیان
کرین (اور سبب ملک کا ذکر نہ کرین جیسے خرید یا ہبہ وغیرہ ہے۔ اگر دونون شخص قابض
اور بیدخل گواہ گذارین تو) جو شخص متصرف نہین ہے اسکے گواہون کی سماعت
(بہ نسبت گواہون متصرف کے) بہتر ہے۔ اگر (مدعا علیہ سے قسم کھانیکو) ایکبار کہا
گیا اور اسنے) انکار کیا یا چپ ہو رہا تو بدون قسم دلانے کے اسپر حکم ہو جائیگا (کہ
مدعی کا مدعا حوالہ کر) مستحب ہے مدعا علیہ سے تین بار قسم کو کہنا۔ مدعا علیہ منکر سے
قاضی ان چیزون مین قسم نہ لے اول نکاح دوم رجعت بعد طلاق کے سوم
رجعت ایلاء کے بعد چہارم لونڈی کو ام ولد کرنے مین پنجم غلام ہونے مین ششم ثبوت نسب
مین ہفتم حق ولا مین اور حد اور لعان مین بھی قسم نہ دلائی جاوے اور قاضی امام
فخر الدین نے فرمایا ہے کہ فتوے اسپر ہے کہ مدعا علیہ منکر سے قسم لیجاوے چیزون
اشیاء مذکورہ مین (یعنے نکاح سے ولا تک) فائدہ جاننا چاہیئے کہ نکاح

سے ولاتک سات شے ہین انکو چھ اسواسطے قرار دیا کہ ام ولد بنانا اور اثبات نسب لازم اور ملزوم ہین گویا وہ دونون ایک قسم ہین) چور کو قسم دلائی جاوے پس اگر انکار کرے قسم سے تو چوری کے مال کا ضامن ہوجائیگا مگر ہاتھ نہین کٹیگا اگر بی بی خاوند پر دعوی کرے کہ مجکو صحبت سے پہلے طلاق دی ہے تو خاوند کو قسم دلائی جائیگی اگر انکار کیا قسم سے تو آدھے مہر کا ذمہ دار ہو گیا۔ جو شخص انکار کرے قصاص کے مقدمہ مین تو اسکو بھی قسم دلائی جاوے پس اگر جان کی قصاص مین قسم سے انکار کرے تو قید کیا جاوے یہانتک کہ اقرار خون کا کرے یا قسم کھائے اور جان کے سوا اور چیزون کے قصاص مین مثل زخم وغیرہ کے مجرد انکار کے قصاص لیا جاوے۔ اگر مدعی کہے کہ میرے گواہ حاضر ہین اور پھر مدعا علیہ سے قسم کی درخواست کرے تو اسکو قسم نہ دیجاوے گی اور مدعا علیہ سے کہا جاویگا کہ مدعی کو تین روز تک کی حاضر ضامنی دیدے پس اگر مدعا علیہ ضمانت دینے سے انکار کرے تو مدعی اسکے ہمراہ رہے جہان جاوے لیکن اگر مدعا علیہ مسافر ہو تو اسکی ہمراہی صرف قاضی کے محکمہ مین کرے (اسلیئے کہ اس سے زیادہ مسافر کے ساتھ رہنے یا اس سے ضامن لینے مین مسافر کا کمال نقصان ہے) اور قسم جو مدعا علیہ کھاوے تو معتبر خدا کی قسم ہے (یعنی یون کہنا کہ خدا کی قسم مدعی کا حق مجھپر نہین) طلاق اور آزادی کی قسم نہ کھاوے (یعنے یہ نہ کہے کہ اگر مدعی کا حق مجھپر ہو تو میری بی بی طلاق یا غلام آزاد ہے) البتہ اگر مدعی اصرار کرے (کہ اسکو طلاق یا عتاق [آزادی] کے ساتھ قسم دلائی جاوے تو ایسی قسم کا بھی اعتبار ہے) قسم کی تاکید خدا کے اوصاف کے ذکر سے کرنا چاہیئے (کہ عالم الغیب ہے اور گنہگارونکو عذاب دینے والا ہے اور جھوٹھ پر سزا دینے والا ہے) وقت اور جگہ سے تاکید قسم ضرور نہین (یعنے مدعی یہ درخواست نکرے کہ مثلاً یہ مدعا علیہ عصر کے وقت

یا جمعہ کو یا مسجد مین یا کعبہ شریف مین قسم کھاوے۔ یہودی کو قسم یون دلائی جاوے
کہ قسم ہی اُس خدا کی جسنے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توریت اوتاری اور نصرانی کو اسطرح کہ
قسم ہے اُس خدا کی جسنے حضرت عیسے علیہ السلام پر انجیل نازل کی اور مجوسی آتش پرست
کو اسطرح کہ قسم ہی اُس خدا کی جس نے آگ پیدا کی اور بت پرست کو صرف خدا کی قسم دیجاوے
(بغیر ملانے کسی اور لفظ کے) ان سبکو اُنکے عبادت خانون مین قسم نہ دلائی جاوے
قسم دلائی جاوے حاصل دعوی پر مثلاً بیع کے دعوی مین یون کہا جاوے کہ خدا کی
قسم ہم دونون مین اس وقت بیع قائم نہین ہے اور نکاح کے دعوی مین یون کہ قسم
خدا کی ہم دونون مین نکاح اسوقت مین قائم نہین اور غصب کے دعوی مین یون کہ باللہ اسوقت
مجکو اس چیز کا پھیر دینا واجب نہین اور طلاق کے دعوے مین یون کہ اللہ کی قسم یہ
عورت اسوقت مجھ سے بائن نہین۔ اگر مدعی پڑوس کے سبب حق شفعہ کا دعوی کرے
یا بائن طلاق دی ہوئی عورت نفقہ کا دعوے کرے اور (مدعا علیہ یعنی) مشتری یا
خاوند معتقد انکا نہو (مثلاً شافعیؒ مذہب ہو کیونکہ امام شافعیؒ کے یہان حق شفعہ اور
نفقہ مطلقہ بائنہ کا واجب نہین) تو (ایسی صورت مین) قسم دلائی جاویگی سبب دعوی پر
(مثلاً مدعا علیہ یون کہے کہ خدا کی قسم مین نے مدعی کے پڑوس کا گھر نہین خریدا ہی یا اس
عورت کو طلاق بائن نہین دی ہے) اور غلام کے وارث ہونے مین قسم جاننے پر دیجاویگی
(مثلاً زید ایک غلام کا وارث ہوا اور عمرو نے دعوی کیا کہ یہ غلام میرا ہے تو زید سے یون
قسم لیجاویگی کہ قسم خدا کی مین نہین جانتا ہون کہ یہ غلام عمرو کا ہے) اور اگر زید اس
غلام کا ہبہ سے یا خریدنے سے مالک ہوا ہی تو امر واقعی پر قسم دلائی جاویگی نجاننے پر (یعنی
زید کو یون کہنا پڑیگا کہ خدا کی قسم یہ غلام عمرو کا نہین ہے) منکر قسم اگر عوض دیدے

قسم کا یا مدعی سے صلح کرلے قسم سے تو یہ صحیح ہے عوض یا صلح کے بعد پھر اسکو قسم نہ دلائی جاویگی (عوض دینا یا صلح کرنی یون ہے کہ منکر کہے کہ مجھ پر جو قسم لازم ہے اسکے بدلے مین تجکو یہ چیز دیتا ہون یا اپنی قسم سے اس چیز پر صلح کرتا ہون یہ دونون صحیح ہین)

باب آپس مین قسم کھانے کے بیان مین۔ اگر بائع اور مشتری اختلاف کرین مقدار مبیع یا مقدار قیمت مین (مثلاً بائع ثمن دوسو بتاوے اور مشتری سو نے دوسو یا بائع مبیع بیس من غلہ بتاوے اور مشتری اکیس من) تو جو گواہ لاوے اسکی خاطر خواہ حکم ہوگا اگر دونون گواہ لاوین تو جسکے گواہون سے زیادہ ثابت ہو اسکے موافق حکم ہوگا اگر دونون گواہ نہ لاسکین اور آپس مین راضی بھی نہون تو دونون قسم کھائین اور پہلے مشتری کو قسم دلائی جاویگی اور اگر دونون مین ایک بھی فسخ بیع چاہے تو قاضی بیع کو فسخ کردے اور جو قسم سے انکار کریگا دوسرے کا دعوی اسپر ثابت ہو جاویگا۔ اگر دونون مین اختلاف ہو وقت ادا ثمن مین (کہ بائع کہے کہ مین نے نقد بیچا ہے اور مشتری کہے کہ اودھار) یا شرط خیار مین اختلاف کرین (ایک کہے کہ بیع مین خیار تھا دوسرا کہے کہ نتھا) یا کسیقدر قیمت کے لینے مین (اختلاف ہو) یا مبیع کے سب یا تھوڑے جاتے رہنے کے بعد (مقدار قیمت مین اختلاف ہو) یا (مکاتب اور مالک) زر کتابت کی مقدار مختلف بتادین (مالک زیادہ کہے اور مکاتب کم) یا بیع سلم کے فسخ کے بعد (سلم کرنے والا اور جس سے سلم کی ہین وہ شخص) راس المال کی مقدار مین اختلاف کرین) تو (ان سب صورتون مین) دونو نکو قسم نہ دلائی جاویگی بلکہ منکر کا قول اسکی قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اگر بیع کے اقالہ کے بعد بائع اور مشتری مقدار مین اختلاف کرین تو دونون

قسم آویگی اگر جورو خاوند مقدار مہر مین اختلاف کرین تو جو گواہ لائیگا وہی جیتے گا اگر دونو گواہ لاوین تو عورت جیتے گی۔ اگر دونون گواہ نہ لاسکین تو دونون قسم کھائین اور نکاح فسخ نکیا جاوے بلکہ دونون کی قسم کی صورت مین مہر مثل کو دیکھا جاویگا اگر مہر مثل خاوند کے قول کے مطابق یا اس سے کم ہو تو اسکے قول کے موافق حکم ہوگا۔ اور اگر عورت کے قول کے مطابق یا اس سے زائد ہوگا تو حکم اسکے قول کے بموجب ہوگا اور جو دونو نکے قول کے درمیان ہوگا تو مہر مثل ہی دیا جاویگا۔ اگر ٹھیکہ دینے والا اور مستاجر یعنے ٹھیکہ لینے والا اختلاف کرین ٹھیکہ مین (یعنے اسکی اُجرت خواہ منافع مین) نفع لینے سے پہلے تو باہم قسم کھائین اور نفع لینے کے بعد دونون قسم نہ کھائین بلکہ (اس صورت مین) قول مستاجر کا قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور بعض مین اختلاف اور کل مین اختلاف ہونیکا ایک حکم ہے (یعنے تھوڑا نفع لینے کے بعد اگر اسکی اُجرت کی مقدار مین اختلاف کرینگے تو دونون کو قسم نہ دیجاویگی بلکہ قول مستاجر کا قسم سے معتبر ہوگا ایام گزشتہ کے لئے اور باقی اجارہ فسخ کردیا جاویگا) اگر عورت اور خاوند گھر کے اسباب مین اختلاف کرین تو اسباب جسکے لائق ہو اسکو دلایا جاویگا اور جو دونون کے کام کا ہے وہ خاوند کو دلاجائیگا (یعنی اگر خاوند بی بی ہر ایک کل اسباب کا دعوی کرین تو زیور وغیرہ جو عورت کے کارآمد ہے وہ عورت کو ملیگا اور ہتھیار وغیرہ خاوند کو اور جو چیزین دونو نکے کارآمد ہوتی ہین جیسے برتن وغیرہ تو وہ بھی خاوند کو ملین گے) پس اگر دونون مین سے ایک مرجاوے (اور اسکا وارث اسکی جگہ دعوی کرے) تو (دونون کی کارآمد چیز) زندہ کو ملے گی۔ اور اگر دونون مین سے کوئی مملوک ہو تو اسباب آزاد کو پہونچے گا بشرطیکہ دونون زندہ ہون اور اگر ایک مرگیا ہو تو زندہ کو ملے گا۔ فصل اگر مدعا علیہ مدعی سے کہے کہ (اس چیز پر جو تو دعوی کرتا ہے

یہ مجکو فلانے غائب نے امانت دی ہے یا کرایہ کو دی ہے یا منگنی دی ہے یا گرو رکھی
ہے میرے پاس یا مین نے اُس سے چھین لی ہے اور اس قول کے گواہ گذرانے تو مدعی
کا جھگڑا اُس سے دفع کیا جاویگا (یعنے مدعی کو اُسپر دعوی نہین پہنچتا بلکہ اُسی غائب
پر دعوی کرے) اور اگر مدعا علیہ کہے کہ مین نے یہ شے مدعا بہا اُس غائب سے خرید کی ہے یا
مدعی کہے کہ میرے پاس سے یہ شے چوری گئی تھی اور مدعا علیہ قابض کہے کہ مجکو فلان
شخص نے امانت دی ہے اور امانت ہونے کو گواہون سے ثابت کردی تو مدعی کا جھگڑا
اُس سے دفع نہین کیا جائیگا۔ اور اگر مدعی کہے کہ یہ چیز مین نے فلان شخص سے خریدی
ہے اور مدعا علیہ قابض کہے کہ مجکو یہ چیز اُسی فلان شخص نے امانت دی ہے تب بھی خصومت
مدعی کی مدعا علیہ سے ساقط ہو جاوے گی (کیونکہ قابض اپنی ملک کا دعوے نہین
کرتا ہے پس مدعی کو خریدنے کا ثبوت دینا چاہیئے)

باب ایک چیز پر دو شخصونکے دعوی کرنے کے بیان مین۔ اگر دو شخص ایک
چیز کا دعوی کرین جو تیسرے کے قبضے مین ہے اور ہر ایک گواہون سے ثابت کردے
(کہ یہ چیز میری ہے) تو وہ چیز دونون کو نصفا نصف دیدیجاویگی۔ اگر ایک عورت پر دو
شخص اپنی اپنی منکوحہ ہونے کے گواہ قائم کرین تو دونونکے گواہ نامعتبر ہونگے اور
عورت اُسکو ملیگی جسکی بات کو وہ سچا کہے یا جسکے گواہ پیشتر گذر چکے ہون۔ اگر دونون
مدعی گواہ لادین کہ یہ چیز کسی تیسرے سے مول لی ہے تو ہر ایک کو نصف سے مدعا بہا
ملیگی نصف قیمت کے عوض مین چاہے تو لیلے اور اگر قاضی کے حکم کرنے کے بعد دونون
مین سے ایک نے آدھے کے لینے سے انکار کیا تو دوسرے کو سب نہ ملیگی۔ اور اگر تاریخ خریدکی
دو مدعیون نے بیان کی تو اُسکو دلائی جاویگی جو پہلا خریدار ہے اور اگر تاریخ بیان نہ کی تو

باب ایک چیز پر دو شخصونکے دعوی کرنے کے بیان مین

قابض کو ملیگی۔ خریدنے کا دعوی اور اسکے گواہ بہ نسبت ہبہ کے دعوے اور گواہون
سے زیادہ مقبول ہین (مثلاً زید نے کہا کہ یہ چیز مین نے بکر سے مول لی ہے اور عمرو
نے دعوی کیا کہ بکر نے مجکو ہبہ کر کے قابض کرا دیا اور دونون نے اپنے دعوی پر گواہ
گذرانے تو زید کے گواہون کا قبول کرنا بہتر ہے) خریدنے کا دعوی اور رہن لینے
کا دعوی دونون برابر ہین۔ گرو رکھنے کا دعوی بہ نسبت ہبہ کے مقبول تر ہے۔ اگر دو شخص
خارج یعنی غیر قابض گواہ لائین کسی شے کی ملکیت کے مع تاریخ کے یا خریدنے کے ایک ہی
شخص سے پس پہلی تاریخ والا اس چیز کا زیادہ مستحق ہے اور اگر گواہ لائین دونون مدعی جدا جدا شخصون
سے چیز مذکور کے خریدنے کے اور دونون تاریخ بھی بیان کرین تو یہ گواہ دونون کے
آپسمین برابر ہین خواہ تاریخ ایک ہو یا آگے پیچھے ہو یعنے وہ چیز دونون کو نصفا نصف بٹ جیگی
اگر گواہ لاوے خارج (جو قابض نہین ہے) اپنی ملکیت کا کسی تاریخ سے اور قابض اپنی خرید
کی تاریخ اس سے پہلے گواہون سے ثابت کرے یا خارج اور قابض گواہ لاوین اسکے کہ یہ
بچہ میرے جانور کا ہے اور میری ملک مین پیدا ہوا ہے یا دونون گواہ لائین ملک کے ایسے
سبب پر جو مکرر نہین ہوتا (جیسے کہین کہ یہ کپڑا مین نے بنا ہے یا پیڑ میرے لگائے ہین) یا
خارج گواہ لائے مالک ہونے کے اور قابض اپنی خرید پر خارج سے گواہ پیش کرے تو ان سب
صورتون مین گواہ قابض کے معتبر ہونگے) اگر خارج شخص اور قابض دونون ایکدوسرے
سے خواہ تیسرے شخص سے خریدنا اپنا بیان کرین اور اپنے دعوی پر گواہ پیش کرین اور تاریخ
خرید مذکور نہو تو دونون کے گواہ ساقط ہین اور جس گھر کا دعوی ہے قابض ہی کے پاس رہیگا
گواہون کی گنتی زیادہ ہونے سے دعوی کو ترجیح نہین ہوتی ہے (مثلاً ایک مدعی دو
گواہ اور دوسرا چار گواہ لائے تو دونون برابر ہین) ایک گھر زید کے پاس ہے اور عمرو نے

اسکے آدھے کا دعویٰ کیا اور خالد نے سبکا اور دونون مدعی دو گواہ لائے قابض پر تو عمرو کو چوتھائی گھر ملیگا اور زید کو باقی تین چوتھائی اور اگر وہ گھر انہین مدعیون (یعنے خالد اور عمرو) کے پاس تھا تو خالد کو جو کل کا دعویدار ہے وہ سب گھر ملیگا۔ اگر دو شخص گواہ لائین ایک چارپایہ کے جننے پر لپنے اپنے ملک مین اور دونون تاریخ بھی بیان کرین تو وہ اسکو دلایا جاویگا جسکی تاریخ بچہ کی عمر کے مطابق ہو اور اگر یہ بات نہ پہچانی جاوے تو دونون مدعیون کو شرکت مین دلایا جاوے۔ دو خارج شخصون مین سے ایک گواہ لایا کہ مجھ سے قابض نے یہ شے چھین لی ہے اور دوسرا گواہ لایا کہ مین نے قابض کو یہ شے امانت دی ہے تو یہ دونون گواہ برابر ہین (یعنی کسیکو شے مدعا بہا نہ دلائی جاویگی) جو شخص سواری پر یا کوئی کپڑا پہنے ہوئے ہے تو وہ ملک کے ثابت ہونے مین نسبت لگام یا آستین پکڑنے والے کے زیادہ مستحق ہے مثلاً زید ایک گھوڑی پر سوار ہے اور عمرو اسکی لگام پکڑے ہے اگر اس گھوڑی کی ملکیت مین دونون جھگڑا کرین تو زید ہی کو دلانا بہتر ہے) اگر لدے ہوئے اونٹ مین جھگڑا ہو یا ایسی دیوار مین جسپر چھت کی کڑیان ہون یا ایسی دیوار مین کہ ایک کے گھر سے ملی ہو تو ملک اسکی زیادہ تر ثابت ہوگی جو اونٹ کے بوجھ کا یا کڑیون کا مالک ہے یا جسکے گھر سے دیوار ملی ہوئی ہے۔ ایک شخص کے ہاتھ مین کپڑا ہے اور دوسرے کے ہاتھ مین اسکا کنارہ ہے اور دونون اسکا دعویٰ کرتے ہین تو آدھا آدھا بانٹ دیا جاوے۔ ایک شخص کے پاس ایک لڑکا ہے جو اپنا حال کہہ سکتا ہے (یعنے عاقل ہے) اور وہ لڑکا کہے کہ مین آزاد ہون تو لڑکے ہی کا قول معتبر ہوگا۔ اور اگر کہے کہ مین فلان شخص کا غلام ہون یا کچھ اپنا حال ہی بیان نکرے تو قابض ہی کا غلام ٹھہریگا بشرطیکہ وہ مدعی ہو) ایک مکان مین اگر دس کوٹھریان ایک کے قبضہ مین ہون اور ایک کوٹھری دوسرے کے قبضہ مین تو صحن اس مکان کا جھگڑا

کے وقت اُن دونوں کو آدھا آدھا ملیگا- زید و عمرو نے دعوی کیا ایک زمین کا اور زید نے پہلے اُس میں اینٹیں بنائی تھیں یا کچھ مکان بنایا تھا یا گڑھا کھودا تھا تو وہ زمین زید کی ٹھہرے گی (یعنے جیسے گواہ قبضہ کے لانے سے قبضہ ثابت ہوجاتا ہے اسیطرح یہ امور بھی قبض کے شاہد ہین -)

باب رشتہ کے ثابت ہونے کے بیان مین - زید نے ایک لونڈی بیچی اور مشتری کے یہان چھ مہینے سے کم مین جنی اور زید نے دعوی کیا کہ یہ بچہ مجھ سے ہی تو زید ہی کا ٹھہریگا اور وہ لونڈی زید کی ام ولد ٹھہریگی اور زید بیع کو فسخ کرکے مشتری کے دم پھیرے (کیونکہ ام ولد کی بیع جائز نہین) اگرچہ مشتری بھی بائع کے دعوی کے ساتھ یا اُسکے دعوی کے پیچھے کہے کہ یہ بچہ مجھ سے ہی اسیطرح اگر زید اُس لونڈی کے مرنیکے بعد اُس بچہ کا دعوی کرے بخلاف بچہ کے مرنیکے (کہ اگر اُس وقت مین دعوی کریگا تو بچہ اُسکا نہین ٹھہریگا) مشتری اگر لونڈی مذکور کو یا اُسکے بچہ کو آزاد کردے تو اُسکا آزاد ہوجانا ثبوت نسب مین مرنیکے حکم مین ہی اگر یہ لونڈی چھ مہینے سے زیادہ مین جنی تو زید کا دعوی رد کیا جاویگا البتہ اگر مشتری زید کا کہنا اعتبار کرے تو دعوی رد نہین کیا جایگا- جو شخص دو لڑکون توام[1] مین سے ایک کا دعوی کرے کہ یہ میرا ہی تو دونون اُسی کے ٹھہرینگے پس اگر مدعی دوسرے کو بیع کردے اور مشتری اُسکو آزاد کردے تو مشتری کا آزاد کرنا باطل ہوگا (کیونکہ ایک کے دعوی سے دوسریکا نسب بھی مدعی سے ثابت ہوگیا پس اُسکی بیع باطل ٹھہری اسلیئے آزاد کرنا باطل ہوا) زید کے پاس ایک لڑکا ہی اور زید نے کہا کہ یہ عمرو کا لڑکا ہے اور پھر کہا کہ میرا ہی تو زید کا نہ ٹھہریگا گو کہ عمرو اُسکو اپنا لڑکا نہ بتاوے - ایک لڑکا ایک مسلمان اور نصرانی کے پاس ہے نصرانی کہتا ہی کہ یہ میرا بیٹا ہی اور مسلمان کہے کہ یہ میرا غلام

باب رشتہ کے ثابت ہونے کے بیان مین

[1] یعنی جو ایک پیٹ سے پیدا ہوئے ہون جنکو جڑوان کہتے ہیں ۱۲

سے تو نصرانی کا بیٹا اور آزاد ٹھہریگا۔ ایک لڑکا ہے جورو خاوند کے پاس جورو کہتی ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے دوسرے خاوند سے اور خاوند کہتا ہے کہ یہ میرا لڑکا ہے دوسری بی بی سے تو دونون کا ٹھہریگا مشتری نے ایک لونڈی خریدی اور اسکے اولاد مشتری سے ہوئی پھر وہ کسی اور کی نکلی (اور مالک کو دی گئی) تو مشتری لڑکے کی قیمت مالک کو دے اور لڑکا آزاد ہے اگر یہ بچہ مر جاوے تو باپ (یعنی مشتری) اسکی قیمت کا تاوان نہ دے اگرچہ وہ لڑکا کچھ مال چھوڑے (جو باپ کو ارث پہونچے) اور اگر باپ اپنے آپ اسکو مار ڈالے تو البتہ اسکی قیمت دینی پڑیگی اور لونڈی کے دام اور بچہ کی قیمت بائع سے لیوے مگر اجرت صحبت کی نہ لیوے (یعنے غیر کی لونڈی سے جو صحبت کی اسکی اجرت بھی اگر مشتری سے مالک لے لے تب بھی مشتری بائع سے نہ لیوے)۔

کتاب الاقرار

اسمین اقرار کا بیان ہے۔ اقرار کہتے ہین اس بات کے خبر دینے کو کہ غیر کا حق میرے اوپر ثابت ہے (جو شخص اقرار کرتا ہے اسکو مقر کہتے ہین اور جسکا حق اپنے اوپر بتاتا ہے اسکو مقر لہ بولتے ہین) جبکہ اقرار کرے آزاد عاقل بالغ کسی حق کا تو یہ اقرار صحیح ہے گو مجہول ہو جیسے (یون کہے کہ مجھپر فلان شخص کا) کچھ ہے یا کوئی حق ہے پھر زبردستی اس سے بیان کرایا جاوے اور قیمت والی چیز کو بیان کر دے کہ فلان چیز ہے (یعنے مجہول شے کا اقرار کیا تو قاضی بہ جبر اس سے پوچھے کہ کون حق اور کیا چیز ہے بشرطیکہ حق اور چیز کی کچھ قیمت ہو) اور (اس باب مین) اگر مقر اور مقر لہ مین اختلاف ہو یعنے مقر کم بتاوے (اور) مقر لہ زیادہ تو مقر کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا (اول) ایک شخص نے اقرار کیا کہ فلان کا میرے ذمہ مال ہے اور جب بیان کیا تو ایکدرم سے کم کہا تو اسکا یہ کہنا

مانا جائیگا) اسلیئے کہ ایک درم سے کم کو عادت مین مال نہین کہتے) اگر بڑے مال یا بہت مال کا اقرار کرے تو مقدار نصاب[1] لازم ہوگا اور بہت سے مالون کا کرے تو تین نصابین اور بہت روپیے کہے تو دس روپیے ہونگے اور اگر کہے کہ روپے ہین تعداد کچھ نہ کہے تو تین کا اقرار ہوگا اگر کذا یا کذا درہما کہا تو ایک درم کا اقرار ہوا اور کذا کذا گیارہ کا اور کذا وکذا (واو عطف کے ساتھ) اکیس کا اور تین بار کذا (دو واو عطف سے) ایک سو اکیس کا اور چار بار (تین واو عطف سے) ایک ہزار ایک سو اکیس کا (غرضکہ ایک کذا سے صرف ایک مراد ہے اور دوسرے کذا کو اسکے ساتھ بدون عطف ملادین تو اس سے دس مراد ہونگے اور مع عطف ملادین تو بیس اور تیسرے کو اگر مع عطف ملادین تو اس سے سو اور چوتھے سے ہزار مراد ہونگے) اگر کہے کہ مجھپر یا میری طرف فلانے کا اسقدر ہے تو قرض کا اقرار ہے اور اگر کہے کہ میرے پاس یا میرے ساتھ یا میرے گھر مین یا میرے صندوق مین یا میرے تھیلی مین اسکا ہے تو اس کہنے سے امانت کا اقرار ثابت ہوگا۔ زید نے عمرو سے کہا کہ تیرے اوپر میرے ہزار روپیہ ہین اور عمرو نے کہا کہ انکو تول لے یا پرکھ لے یا مجھے انکے ادا کرنے کی مہلت دے یا مین نے تجکو وہ ادا کردیئے یا وہ دوسرے پر تجکو اتروا دیے۔ ان سب کلمات سے ہزار پر عمرو کا اقرار ثابت ہوگا اور بغیر ضمیر کے اقرار نہوگا (مثلاً کہے کہ تول لے یا پرکھ لے اور انکو نہ کہے تو اقرار ثابت نہوگا) اگر کوئی اقرار کرے اپنے اوپر قرض کا کہ اتنے روزون مین ادا کرنا ہی اور مقرلہ کہے کہ بالفعل تجکو دینا ہے تو ادا کرنا لازم ہوگا بالفعل مگر مقرلہ سے جو منکر وعدہ کا ہی وعدہ نہونے کی قسم لیجاویگی۔ ایک شخص کہے کہ مجھپر سو اور ایک روپیہ ہے تو سو بھی روپیے مراد ہونگے (یعنے ایک سو ایک روپیہ کا اقرار ہوا) اور اگر کہے کہ

[1] یعنے ۲۰۰ درم یا ۲۰ مثقال سونا چاندی

[2] یعنے مقر اسکا ... زیادہ ... بنا ... مراد نہین ...

سوٗ اور ایک تھان ہے تو پوچھا جاویگا کہ سوٗ سے کیا مراد ہی اسیطرح سوٗ اور دو تھانون کے اقرار مین البتہ سوٗ اور تین تھانون کے اقرار مین سب تھان مراد ہون گے۔ ایک نے اقرار کیا کہ مجھے فلانے کے خشک چھوہارے ٹوکرے مین دینے ہین تو ٹوکرے اور چھوہارے دونون کا اقرار ہوا (اور دونون دینے ہونگے) اور اگر یون کہے کہ اُسنے مجکو گھوڑا طویلے مین دیا تھا تو گھوڑا دینا لازم ہوگا (نہ طویلہ) اور انگوٹھی کے اقرار مین چھلّا اور نگینہ (دونون لازم ہونگے) اور تلوار کے اقرار مین اُسکا پھل اور میان اور پرتلہ داخل ہے اور چھپرکھٹ کے اقرار مین اُسکی لکڑیان اور پردے اور پوشش وغیرہ داخل ہین۔ اگر یون اقرار کیا کہ کپڑے دینے ہین گٹھری مین یا یون کہا کہ مجھپر تھان ہے کپڑے مین تو دونون کا اقرار ہوا (یعنے کپڑے اور گٹھری پہلی صورت مین اور تھان اور کپڑا دوسری صورت مین لازم ہونگے) اور دسؔ مین ایک کپڑے کے اقرار سے ایک کپڑا لازم ہوگا۔ اگر یون کہا کہ پانچ درم پانچ مین (اُسکے سیرے اور مین) اگر اس سے یعنی پانچ مین پانچ سے) ضرب مراد تھی تو پانچ ہی درم لازم ہونگے اور اگر پانچ کے ساتھ پانچ مراد ہین تو دس دینے ہونگے۔ اگر یون کہے کہ اُسکے مجھپر ایک روپیہ سے دس تک ہین یا کہے کہ ایک روپیہ سے دس تک کے درمیان مین ہین تو نو دینے ہونگے۔ اگر کہے کہ اُسکی زمین میرے گھر مین اس دیوار سے اُس دیوار تک کے درمیان ہے تو دیوارین دونون داخل نہونگی۔ صحیح ہے اقرار حمل کا (مثلاً یون کہے کہ میری لونڈی یا جانور کا حمل فلان شخص کی ملک ہے) اور صحیح ہے اقرار واسطے حمل کے (مثلاً کہے کہ فلان حمل کے لئے مجھپر سوٗ روپیے ہین) اسمین یہ شرط ہے کہ کوئی ایسا سبب بیان کرے جس سے وہ مال حمل کا ہوسکے (مثلاً کسی نے وصیت کی ہو یا میراث کی راہ سے

کپڑا گٹھری کے نزدیک بغیر گٹھری کے پہلی صورت میں کپڑا اور دوسری صورت میں ... [illegible]

حمل کو پہنچتا ہو) اور اگر سبب نہ بیان کریگا تو حمل کے لیئے اقرار صحیح نہوگا۔ اگر اقرار کرے کسی چیز کا اس شرط پر کہ مجکو اس اقرار مین تین روز تک اختیار ہے تو وہ شے اسپر لازم ہوجاویگی اور اختیار اقرار مین باطل ہوگا۔

باب اقرار کی چیزین سے کچھ خارج کرنے اور اسی طرح کی اور باتون مثل شرط کرلے وغیرہ کے بیان مین جس چیز کا اقرار کیا ہو اسمین سے کسی قدر کو استثنا کرنا یعنی خارج از اقرار کرڈالنا صحیح ہے بشرطیکہ اقرار کے ساتھ ہی خارج بھی کرے (مثلاً کہے کہ زید کے مجھپر دس روپیہ ہین دو کم تو دو کم کو ساتھ ہی اگر کہیگا تو اقرار درست ہوگا) اور اس صورت مین استثنا سے جسقدر بچے اسقدر کا دینا لازم ہوگا (مثلاً مثال مذکور مین آٹھ روپیے دینے ہونگے) سب کا سب مین سے نکالنا نہین صحیح ہے (مثلاً کہے کہ ہزار میرے اوپر ہین ہزار کم تو صحیح نہوگا) جو چیزین نپتی ہین یا تلتی ہین انکو روپیون مین سے استثنا کرنا درست ہی انکے سوا اور چیزون کو نکالنا درست نہین (مثلاً کہے کہ مجھپر ہزار درہم ہین دس پیمانہ گیہون یا دس سیر روغن کم تو صحیح ہے اور اگر یون کہے کہ دس بکریان یا دس کپڑے کم تو صحیح نہین) اگر اقرار مین انشاء اللہ ملاوے گا تو اقرار باطل ہوگا (اگر مکان کے) اقرار مین سے عمارت کا استثنا کرے تو صحیح نہین ہے یعنی دونون مقرلہ کے ہونگے۔ البتہ اگر یون کہے کہ عمارت میری ہو اور صحن تیرا ہے تو جیسا کہیگا ویسا ہی ہوگا۔ اور اگر کہے کہ اسکے میرے اوپر ہزار روپیے ہین بابت قیمت غلام کے جو مین نے ابھی نہین لیا ہے پس اگر معین کردیا غلام کو اور مقرلہ نے وہ غلام حوالہ کیا تو مقر کو ہزار دینے ہونگے اور اگر غلام نہ دیا تو کچھ نہین دینا ہوگا اور اگر مقر نے غلام مقرر نہ کیا ہو تو مقر پر ہزار واجب ہوگئے جس طرح یون کہنے مین

باب اقرار مین سے استثنا کے بیان مین

کہ شراب یا سور کی قیمت کی بابت میرے اوپر ہزار ہین (تو ہزار دینے ہونگے اور مقر
کو شراب یا سوٗر دینا نہوتا) اور اگر کہے کہ میرے اوپر ہزار ہین بابت قیمت ایک اسباب
کے یا کہے کہ مجکو اُس نے ہزار قرض دیئے تھے مگر وہ کھوٹے یا غیر مروج تھے تو اُسکو
کھرے ہزار دینے ہونگے بخلاف اسکے کہ کہے کہ مین نے اُس سے کھوٹے یا غیر مروج ہزار
چھین لیے تھے یا اُسنے مجکو امانتاً دیے تھے (کہ اس صورت مین ویسے ہی دینے ہونگے)
اور اگر (نہ کہے کہ مجھپر ہزار ہین) بابت قیمت اسباب کے یا قرض یا امانت یا بطور غصب کے اور
ساتھ ہی کہا مگر اسقدر ہزار سے کم ہین تو اس کہنے کا اعتبار ہوگا اور اگر استثنا ٹھہر کر کیا
تو معتبر نہوگا۔ جو شخص اقرار کرے کپڑے کے چھین لینے کا پھر عیب دار کپڑا لائے اور کہے
یہ چھینا تھا تو اُس کا قول معتبر ہوگا۔ اگر کہے کہ مین نے تجھسے ہزار امانتاً لیئے تھے اور
وہ جاتے رہے اور مقر لہ کہے کہ تو نے چھین لیے تھے تو مقر کے ذمہ پر ہزار ہوجائینگے
اور اگر کہے کہ تو نے ہزار مجکو امانتاً دیے تھے اور وہ کہے کہ چھین لئے تھے تو اس صورت مین
ہزار مقر کے ذمے عائد نہونگے (کیونکہ اس صورت مین مقر لہ کا دینا اُس کے اقرار سے
ثابت ہے اور پہلی صورت مین مقر کا لینا ثابت ہے اور لینا ظاہر مین غصب کی دلیل ہے
نہ امانت کی اسلیئے کہ امانت کو مالک دیا کرتا ہے اور مغصوب کو دوسرا لے لیا کرتا ہے) اگر
زید کہے عمرو سے کہ یہ چیز میری تیرے پاس امانت تھی سو مین نے لے لی اور عمرو کہے کہ امانت
نہین تھی بلکہ میری ہی تھی تو عمرو اُس شئے کو زید سے لے لے (کیونکہ زید کے کہنے سے
عمرو کا قبضہ ثابت ہے تو قابض کے حوالے کرنی پڑے گی پھر اگر زید کو دعوی ہو تو ثابت
کرے) اگر زید کہے کہ مین نے اپنا اونٹ یا کپڑا اسکو کرایہ دیا تھا پس یہ سوار ہوا یا
پہنا اور مجکو پھیر دیا اور وہ شخص کہے کہ یہ میرا ہی تھا کرایہ پر نہین تھا تو زید کا قول

معتبر ہوگا۔ اگر کہے کہ یہ ہزار امانت زید کی ہے نہین بلکہ عمرو کی تو ہزار زید کے اسپر ثابت ہوگئے اور اسی قدر یعنی ہزار عمرو کے اُسپر لازم ہوئے۔

باب مریض کے اقرار کے بیان مین۔ اگر بیمار مرض الموت مین کسی کے دین کا اقرار کرے تو اول اُسکے ترکہ مین سے صحت کی حالت کا قرض یا جو قرض اُسپر بیماری مین دوا اور خورد و نوش معمولی کے سبب ہوا ہو ادا کیا جاویگا اور بعد اُسکے وہ ادا کرنا ہوگا جسکا اقرار کیا ہے بیماری کی حالت مین مگر دونون میراث سے پہلے ادا کیئے جائینگے (یعنے ترکہ وارثون مین اُسوقت تقسیم ہوگا کہ جب سب طرحکے دین ادا ہوچکین) بیمار اپنے وارث کے واسطے اگر اقرار کرے تو یہ اقرار باطل ہے البتہ اگر باقی وارث اس اقرار کو سچا بیان کرین تو صحیح ہے اور غیر کے واسطے اقرار ہر حال مین صحیح ہے گو مریض کا سب مال اسمین آجاوے۔ اگر اقرار کیا بیگانہ کے قرض کا پھر اقرار کیا کہ وہ بیگانہ میرا لڑکا ہے تو لڑکا ہونا ثابت ہو جائیگا اور اقرار قرض باطل ہوگا۔ اگر بیگانی عورت کے واسطے اقرار کیا پھر اس سے نکاح کرلیا تو اقرار اور نکاح دونون صحیح ہین بخلاف ہبہ اور وصیت کے (کہ اگر بیمار بیگانی عورت کے لیے ہبہ یا وصیت کریگا اور پھر اس سے نکاح کریگا تو نکاح صحیح ہوگا اور ہبہ یا وصیت باطل) اگر بیمار اقرار کرے قرض کا اس عورت کے لیئے جسکو اپنی بیماری مین تین طلاقین دیچکا ہے تو عورت کو میراث اور اقرار مین سے جو کم ہوگا وہ ملے گا۔ اگر مقر نے ایک لڑکے پر اپنے بیٹے ہونے کا اقرار کیا اور لڑکے کے باپ کا حال معلوم نہین ہے اور اتنی عمر کا لڑکا مقر جیسے شخص سے پیدا بھی ہوسکتا ہے اور لڑکا مقر کے کہنے کو سچ بتادے تو بیٹا ہونا اُسکا ثابت ہو جائیگا اگرچہ مقر بیمار ہو اور وہ لڑکا اور وارثون کا میراث مین شریک ہوگا۔ مرد اگر کسیکو اپنا بیٹا یا باپ یا ماں یا بی بی یا آزاد کرنے والا

یعنی مولا بتاوے تو درست ہے اسیطرح عورت اگر کسی کو اپنا باپ یا ماں یا خاوند یا مولی بتاوے تو درست ہی لیکن عورت اگر کسی کو اپنا بیٹا بتاوے تو اسمین شرط ہی کہ دائی کہدے کہ اس عورت سے پیدا ہوا ہے یا خاوند اس عورت کو سچی کہے اور ان صورتون مین سب مین یہ شرط ہی کہ مقر لہ مقر کو سچا کہے اگر مقر کے مرنیکے بعد مقر لہ اسکو سچا بتاوے تب بھی درست ہی مگر تصدیق کرنا شوہر کا زوجیت کو بعد موت زوجہ کے صحیح نہین۔ اگر اقرار کرے کسی رشتہ کا مثل بھائی یا چچا کے تو ثابت نہوگا پس اگر مقر کا کوئی وارث ہی مقر لہ کے سوا نہو نہ وارث قریب نہ بعید تب تو مقر لہ وارث ہوگا اور اگر کوئی اور وارث ہی تو یہ وارث نہوگا جسکا باپ مرگیا ہی وہ اگر اقرار کرے کسی کے واسطے اپنے بھائی ہونیکا تو مقر لہ اسکا وراثت مین شریک اور بھائی ٹھہر جائیگا مگر اسکے باپ سے اسکا رشتہ ثابت نہوگا۔ زید مرا اور دو لڑکے چھوڑے اور زید کے ایک پر سو روپیے آتے تھے اب ان مین سے ایک لڑکے نے اقرار کیا کہ زید نے اس سے پچاس روپیے لے لیئے تھے تو اس لڑکے کو ان سو مین کچھ نہین ملے گا اور دوسرے کو پچاس دلوائے جاوینگے۔

کتاب الصلح

کتاب الصلح

اس مین صلح کا بیان ہے صلح وہ معاملہ یا ملاپ ہی جو دو شخصون مین جھگڑا دور کردے ہر حال مین خواہ مدعا علیہ دعوی کا مقر ہو یا منکر یا چپ ہو کہ نہ مقر ہو نہ منکر۔ اگر مدعی کو مال کا دعوی ہی اور مدعا علیہ دعوی کا مقر اور اس صورت مین مال مدعا بہا سے اور مال پر صلح کرلے تو یہ صلح بیع کے حکم مین ہے اسمین حق شفعہ ثابت ہوگا اور خیار عیب اور رویت اور شرط کے احکام جاری ہونگے (مثلاً اگر زید عمرو کے مکان پر دعوی رکھتا ہی اور عمرو اسکو سو روپیہ دیکر صلح کرلے کہ وہ دعوے سے باز رہے تو

اسکے یہ معنی ہین کہ عمرو نے وہ مکان سو روپیہ کو زید سے خریدا) صلح مین اگر
بدلِ صلح (یعنی جس مال پر صلح ہوئی وہ) معلوم نہو تو صلح فاسد ہوگی اور اگر جس چیز
کے دعوے سے صلح کی وہ معلوم نہو تو فاسد نہوگی (جیسے دعوی کیا کسی حق یا کسی
قرض غیر معلوم کا اور مدعا علیہ نے سو درم پر صلح کی تو صحیح ہے کہ بدل صلح یعنی سو درم
معلوم ہین گو جس سے صلح کی یعنے قرض وغیرہ مجہول ہے) جس شے کے دعوے سے
صلح ہوئی اگر وہ تھوڑی سی کسی اور کی نکلے گی تو جس قدر حصہ رسد آسکے مقابل
بدلِ صلح پڑیگا اتنا مدعا علیہ مدعی سے لیگا اور کل چیز کا کوئی اور حقدار نکلے گا
تو مدعا علیہ نے جو کچھ مدعی کو بدلِ صلح دیا ہوگا سب مدعی سے واپس لے گا اور اگر
بدل صلح کا اور کا نکلے سب یا تھوڑا تو مدعی مدعا علیہ سے تمام یا بعض چیز جسپر دعوی
تھا لے لے صلح مین اگر مال کیجگہہ مدعا علیہ کسی چیز کا نفع مدعی کو دیوے (مثلاً کسی دعوے
کے عوض کوئی مکان اسکے رہنے کو دیدے) تو یہ صلح اجارے کا حکم رکھتی ہے
اس لیئے اس مین شرط ہے کہ مدت فائدہ لینے کی معین ہو- اور باطل ہوگی صلح
دونون مین سے ایک کے مرنے سے جیسا اجارہ کا حکم ہے- جو صلح کہ چپ
رہنے یا انکار سے ہو وہ بمنزلہ فدیہ قسم کے ہے منکر کے حق مین (کیونکہ قسم
جو اسپر لازم آتی ہے تو گویا اسکا عوض دیتا ہے) اور مدعی کے حق مین معاوضہ
ہے پس اگر صلح کرے دعوے سے سکوت یا انکار کی صورت مین تو شفعہ ثابت
نہوگا اور اگر اسی صورت مین گھر پر صلح کرے (یعنے صلح کا بدل گھر ہو) تو شفعہ
ثابت ہوگا (اس لیئے کہ یہ گھر مدعی کے پاس آویگا جسکے حق مین صلح بمنزلہ بیع کے
ہے) جس اسباب مین جھگڑا تھا وہ اگر کسی اور کا نکلے اس صورت مین (یعنے صلح سکوت

یا انکار مین تو مدعی) اُس مستحق سے جھگڑ سکتا ہی اور مدعا علیہ اول سے جو بدل صلح لیچکا
ہی پھیر دے اور اگر تھوڑی ہی کا مستحق کوئی اور نکلا تو اُسیقدر کی خصومت اُس سے
کر سکتا ہی اور اگر بدل صلح کسی اور کا نکلے سب یا تھوڑا تو مدعی مدعا علیہ اول سی کُل کی
صورت مین کل دعوی پیش کرے اور بعض کی صورتمین بعض بدل صلح کا جاتا رہنا
مدعی کے سونپنے سے پہلے دوسرے کے مستحق نکلنے کے حکم مین ہی۔ دونون صورتون مین
(یعنی اگر مدعا علیہ مقر ہو اور بدل صلح کا کوئی مستحق نکلے تو ویسا ہی اگر بدل صلح جاتا رہی اُسکا
حکم ہی اور جسطرح سکوت اور انکار کی صورت مین بدل صلح کسی اور کا نکلے وہی حکم اسکے
جاتے رہنے کا ہے) **فصل** مال کے دعوی اور نفع کے دعوی اور جنایت کے دعوی سے صلح
کسیکا نقصان کرنا
درست ہی خواہ جنایت جان بوجھکر ہو خواہ بھول کر لیکن حدود مین صلح درست نہین
(اسلیئے کہ خدا تعالے کا حق ہے) نکاح کے دعوے اور دوسرے کو اپنا غلام بنانے کے
دعوی سے بھی صلح درست ہی اور ان دونون صلح مین پہلی بمنزلہ خلع کے ہے اور دوسری
بمنزلہ آزادی کے ہی مال کی عوض اگر غلام ماذون جسکو تجارت کا حکم ہو اپنے مالک
کیطرف سے ایک شخص کو جان کر مارڈالے تو اُسکا صلح کرنا اپنی طرف سے کسی شے پر
نہین صحیح ہی کیونکہ وہ خود اپنا مالک نہین بلکہ اُسکے مالک کو چاہیئے کہ صلح کرے) اور ایسی
غلام کا غلام اگر کسی کو جان کر مارڈالے تو وہ غلام ماذون اپنے غلام کی طرف سے صلح
کر سکتا ہی (کیونکہ اُسکا غلام تو مال تجارت سے ہے جسکی اُسکو اجازت ہے) چھینی ہوئی
چیز اگر غاصب کے پاس سے ضائع ہو اور اُس سے مالک اُسکی قیمت سے زیادہ پر
یا کسی اسباب پر صلح کرے تو صحیح ہے اگر دو شریکون مین سے تونگر شریک شرکت کے
غلام کو آزاد کردے پھر دوسرا شریک نصف قیمت سے زیادہ پر صلح کرے تو نہین صحیح ہے (کیونکہ

شریک کا حق نصف سے زیادہ مین نہین) اگر کسی کو صلح کرنے کے لیئے اپنی طرف سے وکیل کرے اور وکیل صلح کرے تو وکیل پر بدل صلح جسپر اُسنے صلح کی لازم نہوگا۔ بلکہ اُسکے موکل پر لازم ہوگا لیکن اگر وکیل بدل صلح کا ضامن بھی ہو تو اُس کے ذمہ پر لازم ہوگا۔ اگر وکیل موکل کیطرف سے بغیر حکم موکل کے صلح کرے تب بھی صحیح ہے بشرطیکہ ضامن ہو بدل صلح کا یا نسبت کرے صلح کی اپنے مال کی طرف یعنے صلح مین اپنا مال دینا کرے یا کہے کہ مین نے ہزار پر صلح کی اور ہزار مدعی کو دیدیئے اگر یہ شرطین نہونگی تو صلح موقوف رہے گی موکل کی اجازت پر اگر اجازت دی تو لازم ہوجائیگی مدعا علیہ موکل پر اور نہین تو باطل۔

باب قرض واجب الادا سے صلح کرنے کے بیان مین۔ اُس چیز سے صلح کرنا جو عقد دَین مین لازم ہوئی ہو بمنزلہ بعض حق لینے اور باقی چھوڑ دینے کے ہے نہ بمنزلہ معاوضہ کے۔ اگر صلح کرے ہزار سے پانسو پر یا ہزار پر یا کچھ وعدے کے ساتھ تو صلح صحیح ہے اور اگر ہزار درہم قرض سے اشرفیون پر یا کچھ وعدے کے ساتھ صلح کی۔ یا وعدہ والے درمون یا سیاہ رنگ کے درمون سے صلح کی آدھے درمون پر اسی وقت مین یا سفید رنگ کے درمون پر تو صحیح نہین (کیونکہ سفید رنگ والے اُسکا حق نہ تھے جو بعض لیتا اور باقی چھوڑ دیتا) جسکے کسی پر ہزار روپیہ ہون اور وہ مدیون سے کہے کہ اگر تو کل کو آدھے ادا کردے تو باقی چھوڑ دونگا اور وہ ایسا ہی کرے تو باقی سے بری الذمہ ہوجائیگا اور اگر کل ادا نکرے تو بری الذمہ نہوگا۔ زید عمرو سے کہے کہ مین تیرے مال کا اقرار قاضی کے سامنے نہین کرونگا جبتک تو کچھ نہین چھوڑیگا یا مہلت نہ دیگا تو اسپر صلح صحیح ہے پس جب اقرار کردے عمرو تو زید اُسکو مہلت دے یا کچھ قرض

قرض کا صلح کرنا جو عقد دین مین لازم ہوئی ہو بعض حق لینے ... صلح صحیح ہے اور اگر درہم سے اشرفی ... وعدہ والے درمون اور سیاہ درمون ... مین باطل ہے۔ سفید درمون مین ...

فصل

مخصوص ہے شرط کے موافق **فصل** اگر قرض دو کی شرکت کا ہو اور آخین نے ایک
نے اپنے حصہ سے کسی کپڑے پر صلح کی تو دوسرے شریک کو اختیار ہے کہ اپنا نصف قرضہ
مدیون سے خواہ نصف کپڑا شریک سے لیلے ہان اگر ضامن ہو وہ شریک چوتھائی حصہ
قرض کا تو بمنزلہ آدھے کپڑے دینے کے ہوگیا۔ ان دونون مین سے اگر ایک اپنا حصہ
قرضدار سے وصول کرے تو اسمین دوسرا بھی شریک ہوگا اب دونون قرضدار سے
باقی کا مطالبہ کرین اور اگر ایک عوض اپنے قرض کے قرضدار سے کچھ خرید لے تو یہ مشتری
دوسرے شریک کیواسطے کل قرض کے چہارم کا ذمہ دار ہوگا۔ باطل ہے صلح و بیع
سلم والون مین سے ایک کی اپنے حصہ کے مال سے اسپر جو اسنے راس المال دیا ہو
(صورت اسکی یہ ہے کہ زید اور عمرو شریک ہوئے اور خالد سے عقد سلم کیا پھر زید نے
خالد سے صلح کی کہ جو مین نے تجکو دیا تھا اسکو پھیر دے مین سلم کی چیز کے حصہ
درگذرا تو یہ صلح صحیح نہین) کسیکے وارث اگر آپس مین سے ایک وارث کو کچھ اسباب عوض
مال منقول یا غیر منقول کے دے کر ورثہ سے علٰحدہ کردین یا سونے کے بدلے مین
چاندی دیکر یا اسکے برعکس پر تو یہ صلح صحیح ہے خواہ عوض بہت ہو اسکے حق سے خواہ تھوڑا
اگر ترکہ متوفی کا روپیہ اشرفی نقد اور اسباب دونون ہون اور وارث مذکور کو صرف
چاندی یا روپیہ یا صرف سونا اور اشرفیان دیکر خارج از میراث کرین تو درست نہوگا
جبتک کہ بدل صلح اس مقدار سے زیادہ نہو جو وارث مذکور کو اسی جنس مین سے
حصہ پہنچے کہ اس صورت مین یہ زیادتی دوسری جنس کے حصہ کے عوض ہو جاویگی
جس سے صلح کی ہے (اور اگر بدل صلح۔ زیادہ نہوگا تو ربوا لازم آویگا کہ بہت سا سونا یا چاندی تھوڑی
کے مقابل ہو جاویگی) زید مرا اور لوگون پر اپنا قرض چھوڑ گیا اب زید کے وارثون نے

ایک کو کچھ دیکر علیحدہ کردیا اسپر کہ قرض کے مستحق ہم رہے تو یہ باطل ہو (اسلیئے کہ یہ صورت مدیون کے سوا اور لوگون کو دین کے مالک کرنے کی ہے جو درست نہین) اور اگر وارث مذکور سے یہ شرط کرلین کہ بدل صلح لے کر قرضدارون کو اپنا حصہ معاف کردے تو درست ہے (اس لیے کہ اس صورت مین دین کا مالک انہین کو کرے گا جنکے ذمہ پر قرض ہے اور یہ صورت جائز ہے)

کتاب المضاربۃ

اسمین عقد مضاربت کا بیان ہے۔ مضاربت وہ شرکت تجارت کی ہو جسمین مال ایک کا ہو اور محنت دوسرے کی (اول کو رب المال یعنے مالک مال کہتے ہین اور دوسرے کو مضارب یعنی نفع کی شرکت پر تجارت کرنے والا) مضارب یعنی محنت والا اصل مال مین تصرف سے پہلے امین کے حکم مین ہو (یعنی اگر مال جاتا رہیگا تو اسکو دینا نہ پڑے گا) اور بعد تصرف کے وکیل کے حکم مین ہے اور نفع ہونے کے بعد شریک ہے نفع کا اور عقد مضاربت فاسد ہونے کے بعد بمنزلہ مزدور کے ہے اور درصورت نافرمانی (صاحب مال کے) غاصب کا حکم رکھتا ہے اور درصورت شرط کرنے سب نفع کے اپنی واسطے قرض لینے والے کے حکم مین ہے اور درصورت شرط ہونے تمام نفع کے رب المال کے لیئے سرمایہ لینے والے کے حکم مین ہو۔ صحیح نہین ہے مضاربت مگر اُس مال مین جس مین شرکت صحیح ہے (جیسے درہم اور دینار ہین) اسی طرح اگر نفع کی شرکت حصہ سے نہوگی (یعنے آدھون آدھ یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ تب بھی مضاربت درست نہوگی) پس اگر ایک کے واسطے شرط کی گئی حصہ سے دس روپیہ زیادہ تو مضارب کو اسکی محنت کی مزدوری ملے گی اور وہ مزدوری مشروط سے زیادہ نہ دیجاویگی (نفع کل

رب المال کا ہوگا) جو شرط کہ نفع مین جہالت پیدا کرے وہ عقد مضاربت کو فاسد کردیتی ہے (جیسے یہ شرط کہ رب المال ایک سال تک مضارب کے گھر رہے کہ انہین مضارب نے آدھے نفع کو اپنی محنت اور گھر کے کرایہ کے عوض کردیا یہ معلوم نہوا کہ کام کے عوض کتنا نفع لگایا اور کرایہ کے عوض کتنا) اور جو شرط ایسی نہو وہ عقد کو فاسد نہین کرتی بلکہ خود وہ شرط باطل ہے جیسے یہ شرط کہ نقصان مضارب کے ذمہ ہی (نہ رب المال کے) رب المال مال مضارب کو دیدے پھر مضارب کو اختیار ہے کہ اُس مال سے خرید وفروخت کرے نقدون اور قرضون اور اصالتاً اور وکالتاً اور وطن مین اور سفر مین اور دوسرے کو سرمایہ دیدے تجارت کیواسطے اور کسی کو امانت سونپ دے (یہ سب امور اُسکو جائز ہین) نکاح نہ کرے مضارب کسی لونڈی غلام کا مال مضاربت سے اور نہ اپنا کسی کو مضارب بنائے مگر رب المال کے حکم سے یا اُسکے یون کہدینے سے کہ اپنی عقل سے کام کر اور اگر رب المال نے کوئی شہر یا کوئی اسباب یا کوئی وقت معین یا کوئی معاملہ والا معین بتادیا ہو تو اُس سے تجاوز نکرے جیسے ایک شریک کے کہنے سے دوسرا تجاوز نکرے اور نہ خریدے اُس غلام لونڈی کو جو رب المال کے مالک ہونے سے آزاد ہوجائے (یعنی رب المال کے ذی رحم محرم کو اگر مملوک ہو مال مضاربت سے نہ خریدے) اسی طرح جو خود اُسکے مالک ہونے سے آزاد ہوجائے اُسکو بھی نہ خریدے بشرطیکہ تجارت مین صورت نفع کی معلوم ہوتی ہو (اسلیئے کہ اُسوقت اگر خریدیگا تو نفع ہی مین شامل ہوگا اور مضارب پر آزاد ہوجائیگا) بلکہ اگر خریدیگا تو ضمان دیگا اور اگر تجارت مین نفع ظاہر نہوا ہو تو خرید صحیح ہے (کیونکہ مضارب نفع مین شریک ہی اور نفع ابھی معلوم نہین ہوا ہی تو مضارب اُس غلام کا مالک ہی نہین ہی جو وہ آزاد ہوجائے) پس اگر ایسے غلام کے خریدنیکے بعد

نفع ظاہر ہو تو یہ غلام آدھا یعنے مضارب کا حصہ آزاد ہو جائے گا اور مضارب کو ضمان دینا نہوگا (کیونکہ اپنے اختیار سے اسنے آزاد نہین کیا) اب یہ غلام اپنی آدھی قیمت جو رب المال کا حصہ ہے اسکو کما دے - اگر مضارب کو ہزار روپیہ دیئے آدھوں آدھ نفع پر اور اس نے اس قیمت کی ایک لونڈی خریدی اور وہ ایک لڑکا جنی کہ وہ برابر ہزار روپیہ کے تھا اب مضارب نے اپنے تونگر ہونے کے حال مین دعویٰ کیا کہ یہ لڑکا میرا ہے اور لڑکے کی قیمت ڈیڑھ ہزار روپیہ یعنی زیادہ ہو گئی تو وہ لڑکا رب المال کے واسطے سوا ہزار کما دے یا رب المال چاہے تو اسکو آزاد کر دے پس اگر رب المال نے ہزار روپیہ لڑکے سے لے لیئے تو (مضارب رب المال کو آدھی قیمت لونڈی کے پانسو روپے ادا کرے کیونکہ یہ لڑکا نفع مین تھا لیکن اصل مال سے مشتبہ تھا جب قیمت اسکی پانسو زیادہ ہو گئی تو اسکے نفع ہونیکو ترجیح ہوئی اور رب المال نے جب ہزار روپیئے اس لڑکے سے لے لیئے تو اسکے اصل مال ہونے کی جانب کو ترجیح ہو گئی کیونکہ مضاربت کے معاملہ مین پہلے راس المال لیتے ہین اب لونڈی بالکل نفع مین رہی اس لیے) مدعی نسب یعنی مضارب ضامن ہوگا نصف قیمت لونڈی کا (اور ڈھائی سو بابت قیمت لڑکے کے بھی ادا کرے کہ اسکی قیمت جو پانسو زیادہ ہو گئے تھے وہ بھی نفع مین شمار ہونگے فائدہ - جاننا چاہیئے کہ اس مسئلے مین مضارب کے تونگر ہونے کی جو قید ہے اسکا یہ نفع ہے کہ اگر مفلس ہوگا تو بطریق اولے قیمت لڑکے کا ضامن نہوگا اور شرکت کے غلام کے آزاد کرنے مین آزاد کرنے والا اگر تونگر ہو تو ہو سکتا ہے کہ دوسرا شریک اس سے اپنے حصہ کو دام بھر لے لیکن اس صورت مضاربت مین سوای لڑکے سے اپنا حصہ کموانے یا اسکو آزاد کر دینے کے اور صورت نہین یعنی مضارب سے اسکا تاوان لینا جائز نہین ہے

کیونکہ مالک ہوجانا مضارب کا اُس لڑکے کو بسبب دعوی نسب کے ایک امر لابدی ہی کچھ مضارب کے کرنے سے نہین ہوا تاکہ اُسکو قیمت دینی پڑے بخلاف نصف قیمت لونڈی کی کہ یہ ضمان تصرف کے سبب سے ہو اور تصرف مضارب کے کرنے پر منحصر ہے)

باب مضارب کے مضارب کرنے کے بیان مین۔ اگر مضارب اپنی طرف سے کسی کو بغیر اذن رب المال کے مضارب کرے تو راس المال کا ضامن نہوگا جبتک کہ دوسرا مضارب عمل نکرے (اور جب دوسرا مضارب عمل بیع وشرا کا کرے تو مضارب اول مال کا ضامن ہوجائیگا) اگر رب المال کے حکم سے زید مضارب نے عمرو کو تہائی نفع پر مضارب کیا اور زید سے رب المال نے کہدیا کہ جو کچھ خدا نفع دے وہ ہم تم مین آدھوں آدھ ہے پس جو نفع ہوگا اسمین سے آدھا رب المال کا اور چھٹا حصہ زید مضارب اول کا اور تہائی عمرو مضارب ثانی کا ہوگا اور اگر یون کہا تھا کہ جو کچھ اللہ تعالی تجکو نفع دے وہ ہم تم مین آدھوں آدھ ہے تو عمرو کو تہائی اور باقی دو تہائی اُن دونون مین (یعنے رب المال اور مضارب اول مین) آدھوں آدھ بٹ جائینگی۔ اور اگر رب المال نے زید سے یون کہا کہ جو تو نفع پاوے وہ ہم تم مین آدھون آدھ ہوگا اور مضارب اول مضارب ثانی کو نصف نفع پر مال دے تو آدھا نفع مضارب ثانی کو ملیگا اور آدھا رب المال اور مضارب اول مین نصفا نصف بٹجاویگا (یعنے ہر ایک کو چوتھائی ملیگا) اور اگر رب المال نے مضارب اول سے کہدیا کہ جو اللہ نفع دے اسمین سے مین آدھا لونگا اور مضارب مال دوسرے کو نصف نفع پر دے تو اس صورت مین نصف نفع مالک کو ملیگا اور نصف مضارب دوم کو اور مضارب اول کو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر پہلا مضارب دوسرے مضارب کیلئے دو تہائی نفع شرط کرے اور رب المال کا آدھا نفع بدستور ہے تو پہلا مضارب دوسرے

باب مضارب کے مضارب کرنے کے بیان مین

کیواسطے چھٹے حصہ کا ضامن ہوگا (کیونکہ رب المال جب آدھا لے لیگا تو دوسرے مضارب کو دو تہائی سے چھٹا حصہ کم پہونچے گا یہ مقدار مضارب اول کو اپنے پاس سے دینی ہوگی) اگر مضارب نفع مین تہائی رب المال کی اور تہائی اُسکے غلام کی اس شرط سے کہ غلام بھی اُسکے ساتھ کام کرے اور تہائی اپنے واسطے ٹھہراوے تو درست ہے رب المال یا مضارب کے مرجانے سے اور رب المال کے مرتد ہوکر دار الحرب کو چلے جانے سے مضاربت باطل ہوجاتی ہے۔ مالک کے برطرف کرنے سے مضارب معزول ہوجاتا ہی اگر اُسکو برطرف کرنا معلوم ہوجاوے پس اگر معلوم ہوا برطرف کرنا اس حال مین کہ مال مضاربت اسباب تھا تو مضارب اُسکو بیچ کر نقد کرلے اور ثمن مین تصرف پھر نکرے۔ اگر رب المال اور مضارب دونون عقد مضاربت کو فسخ کردین اور مال مضاربت لوگونپر قرض ہو اور نفع بھی ہو تو حاکم مضارب سے بزور قرضدار دانسے تقاضا کراوے اور اگر نفع اُس تجارت مین نہو تو تقاضے کا جبر اُسپر نہو گا بلکہ مضارب اپنی طرف سے تقاضا کرنے کا رب المال کو وکیل کردے۔ دلال جبر کیا جاویگا تقاضا کرنے پر اور مبیع کی قیمت مشتری سے لینے پر۔ جو مال مضاربت سے جاتا رہے وہ نفع سے لیا جاویگا۔ اگر نفع سے بھی زیادہ جاتا رہا تو مضارب کو وہ دینا نہوگا۔ اگر نفع تقسیم ہوگیا اور عقد مضاربت باقی رہا پھر سب مال جاتا رہا یا بعض مال تو نفع جو دونون نے بانٹ لیا ہی پھر سے جمع کرین اور اب رب المال اپنا مال پورا کرلے جو بچے اُسے دونون پھر بانٹ لین اور اگر وہ نفع اصل مال کو کفایت نہ کرے یعنی اصل مال کم رہے تو مضارب پر دینا نہ آویگا۔ اور اگر نفع بانٹ لیا اور مضاربت کو فسخ کردیا بعد اسکے از سر نو عقد مضاربت کی اور اب مال کل یا بعض تلف ہوگیا تو پہلا

نفع اس مین نہین لگایا جاویگا (کیونکہ یہ تو نیا عقد ہے)

فصل عقد مضاربت مالک کو بضاعت کے طور پر مال دیدینے سے نہین ٹوٹتا ہی یعنی اگر مضارب مال مالک کو دے یہ کہکر کہ اسمین جو نفع ہو سب مجکو دینا تو مضاربت نجاویگی) اگر مضارب سفر کو جاوے تو اُسکا کھانا پینا پہننا سواری سب مال مضاربت کے صرف ہوگی۔ اور اگر شہر مین تجارت کریگا تو یہ سب خرچ اپنی مال مین سے اُٹھائے جیسے خرچ بیماری دوا وغیرہ (شہر مین ہو خواہ سفر مین اپنے پاس سے کرے) اگر مضارب کو نفع ہوا تو مالک وہ خرچ وضع کرلے جو اصل مال سے مضارب کے صرف مین آیا پھر جو نفع رہے آپس بانٹ لے (کیونکہ اصل مال مقدم ہی) اگر مضارب کوئی چیز خرید پر نفع سے بیچے تو جو کچھ اُسپر صرف ہوا ہی جیسے دھلائی رنگائی ڈھلائی وغیرہ سب لگالے اور یون کہے کہ اتنے کی خرید ہی اور یہ صرف ہوا ہی اور یہ نفع لونگا اور جو کچھ اپنی ذات پر صرف کیا ہی اُسکا اسمین حساب نہ لگائے۔ اگر ڈھلائی یا دھلائی مضارب اپنے پاس ہی دے اور اُس سے مالک نے کہدیا ہو کہ اپنی عقل کے موافق کام کرنا تو مضارب کا یہ سلوک اپنی طرف سے ہوگا (مالک کے ذمہ یہ خرچ نہ ٹھہریگا) اگر تھان کو مضارب سُرخ رنگائے تو جسقدر قیمت رنگ کے سبب سے بڑھجاویگی اُسیقدر کا شریک ہوگا اور مالک کیواسطے سفید تھان کی قیمت کا ذمہ دار نہوگا۔ اگر مضارب نے ہزار روپیہ مالک سے آدھون آدھ نفع پر لیئے پھر اُن سے کپڑا خرید کر دوہزار کو بیچا اور اُن دوہزار سے غلام خریدا اور غلام کی قیمت دینے سے پہلے وہ دونون ہزار جاتے رہے تو بائع کو مضارب اور مالک دونون ملکر ہزار روپیہ دین اور مالک ایکہزار اور دے (کیونکہ ہزار نفع کے دونون کی شرکت مین تھے اور ہزار صرف مالک کے تھے غرضکہ مالک پندرہ سو دے اور مضارب پانسو) اب غلام کی ایک چوتھائی تو مضارب کی ہی اور باقی تین حصے مال مضاربت کا

رہیگا اور اصل مال ڈھائی ہزار ہوا (کیونکہ اس غلام پر مالک کے ڈھائی ہزار صرف ہوئے یعنی پندرہ سو اب دیے اور ایکہزار پہلے دیئے تھے) اور اگر مضارب اس غلام کو مرابحت پر بیچے تو نفع دو ہزار پر لے (کیونکہ قیمت غلام کی تو وہی ہزار تھے) اگر مضارب نے رب المال سے ایک غلام ہزار کو خریدا جو مالک نے پانسو کو مول لیا تھا تو مرابحت پر بیچنے کے وقت مضارب کہے کہ پانسو کو پڑا ہے (اسپر نفع لیتا ہون) اگر مضارب کے پاس ہزار ہین آدھون آدھ نفع پر اور ان ہزار سے ایک غلام خریدا جسکی قیمت دو ہزار ہے اور اس غلام نے براہ خطا یعنی نادانستہ کسی کو مار ڈالا تو اس قتل کا خونبہا تین چوتھائی مالک کے ذمہ ہوگا اور ایک چوتھائی مضارب کے ذمہ اور غلام مالک کی تین روز خدمت کرے اور مضارب کی ایک روز (کیونکہ اسی حساب سے عوض دیا ہے اور اسی حساب سے دونون کی ملک مین ہے) مضارب کے پاس ہزار ہین اور ان سے ایک غلام خریدا اور قیمت ادا کرنے سے پہلے یہ ہزار تلف ہوگئے تو مالک کو دینے ہونگے اور اگر پھر جاتے رہین تو اور دینے ہونگے اور اصل مال ٹھہرینگے سب جسقدر دیے ہین۔ اگر مضارب کے پاس دو ہزار ہون اور رب المال سے کہے کہ تو نے مجکو ایک ہزار دیئے ہین اور ایک ہزار نفع کے ہین اور رب المال کہے کہ مین نے تجکو دو ہزار دیئے ہین تو مضارب کا قول معتبر ہوگا۔ ایک کے پاس ہزار ہین اور کہتا ہے کہ یہ مضاربت کے ہین آدھون آدھ نفع پر اور ان سے ہزار نفع کے ملے ہین اور مالک کہے کہ یہ سرمایہ تجارت کے ہین (یعنی نفع مین تجکو کچھ شرکت نہین ہے) تو مالک ہی کا قول معتبر ہے۔

کتاب الودیعۃ

اسمین امانت سپرد کرنے کا بیان ہے۔ امانت سپرد کرنا اسکا نام ہے کہ دوسرے کو اپنے مال پر قبضہ کرا دے تاکہ وہ مال کو بچائے رکھے (اور اس شخص کو امین کہتے ہین) اور جو

مال اُسکے پاس چھوڑ رکھتے ہین وہ ودیعت کہلاتا ہے اور وہ اُسکے پاس امانت رہتا ہی
کہ اُسکے جاتے رہنے سے وہ تاوان نہ دیگا۔ آمین کو اختیار ہے کہ امانت کی محافظت خود
کرے یا اپنے گھر والونکے پاس رکھدے پس اگر انکے سوا کسی اور کو سونپیگا تو ورصورت
جاتے رہنے امانت کے ضامن ہوگا۔ البتہ اگر آگ لگنے کے خوف سے اپنے پڑوسی کو یا
ڈوبنے کے خوف سے دوسرے کشتی والے کو سونپ دیگا تو بروقت تلف ضامن نہوگا اگر
مالک نے امانت طلب کی اور امین نے باوجود قدرت دینے کے ندی یا اپنے مال مین ملا لی کہ
اسکی پہچان نرہی تو امین اُسکا ضامن ہوگا اور اگر امانت خود مل گئی نہ امین نے اُسکے ملانے کے
تو اس امانت مین دونون شریک ہوجائینگے۔ اگر اس امانت مین سے کسیقدر اپنے
خرچ مین لاوے اور اُسکی جگہ ویسی ہی اور ملاوے تو سبکا ضامن ہوگا (اسلئے کہ
اُسنے اپنے مال کو مال امانت مین خلط کردیا) اگر امانت مین ایسی تعدی کرے کہ ضمان
دینا آوے پھر وہ تعدی دور ہوجاوے تو ضمان بھی موقوف ہوجائیگا (جیسے کسی اجنبی کو
امانت سونپ دے پھر اُس سے لیلے) بخلاف عاریت لینے والے اور ٹھیکہ لینے والے
کے (کہ یہ دونون اگر اس قسم کی تعدی کرین تو باوجود جاتے رہنے تعدی کے ضمان
اُنکو دینا ہوگا) اور بخلاف اقرار کرنے کے بعد انکار کے (یعنے مالک کی طلب پر اگر
انکار امانت کا کیا پھر کو اقرار کرلے مگر ہلاک کی صورت مین ضمان دینا ہوگا) امین کو جائز
ہے سفر کرنا ساتھ امانت کے اگر مالک نے منع نہ کیا ہو اور خوف جاتے رہنے کا بھی
نہو۔ اگر دو شخص ملکر امانت سونپین تو امین اُن مین سے ایک کو اُسکا حصہ نہ دے
جب تک کہ دوسرا حاضر نہو۔ اگر ایک شخص نے دو امینونکو ایسی امانت سونپی جو تقسیم
ہوسکتی ہے تو دونون کو چاہیئے کہ آدھی آدھی تقسیم کرکے ہر ایک اپنے حصہ کو

محافظت کرے اگر ایک اپنا حصہ دوسرے کو دیدیگا تو اسکا ضامن ہوگا بخلاف اس
امانت کے جو بٹ نہین سکتی (کہ اسمین ضامن نہوگا) اگر سونپنے والا امین سے کہے کہ
اسکو اپنے کنبے والونکو ندینا یا اسکو اسی کوٹھری مین محفوظ رکھنا اور امین نے ایسے شخص کو
سپرد کی جسکے ویسے بدون چارہ نہین (جیسے بی بی یا نوکر) یا اس مکان کی کسی اور
کوٹھری مین اسکی محافظت کی اور امانت ضائع ہوگئی تو ضامن نہوگا اور اگر بے ضرورت
دیدی یا کسی اور مکان مین حفاظت کی تو ضامن ہوگا۔ غاصب کا امین درصورت
تلف امانت کے ضامن ہوگا نہ امین کا امین (یعنے اگر کسی نے کسی کی چیز چھین کر
امین کے سپرد کی اور وہ جاتی رہی تو امین کو دینی آویگی اور اگر عمرو نے زید کو امانت
سونپی اور زید نے وہی امانت بکر کو تو بکر درصورت تلف ضامن نہ ہوگا) زید کے پاس
ہزار ہین عمرو کہتا ہے کہ یہ میری امانت ہین اور بکر کہتا ہے کہ میری اور زید کہتا ہے
کہ دونون کے نہین ہین اور قسم نہین کھاتا تو یہ ہزار بکر اور عمرو کے ٹھہرینگے اور
ایک ہزار زید کو اور دینے ہونگے اور بکر اور عمرو انکو بھی آدھون آدھ لیوین
(کیونکہ ہر ایک نے ایک ایک ہزار کا دعوی کیا تھا اور دونون کے دعوے
کے انکار پر اس نے قسم نہ کھائی)

کتاب العاریۃ

اسمین چیز کے مانگنے کا بیان ہے۔ عاریت کہتے ہین اپنی چیز کے نفع کے مالک
کردینے کو بغیر عوض کے (یعنی کسی شخص کو ایک چیز کے نفع کا مالک کردینا اور
اس سے کچھ عوض نہ لینا) ان الفاظ سے عاریت صحیح ہوجاتی ہے یہ چیز مین نے
تجکو عاریت دی یا زمین کا اناج مین نے تجکو دیا یا اپنا کپڑا پہننے کو تجھکو دیا یا اپنی

کتاب العاریۃ

سواری سوار ہونے کو تجکو دی یا اپنا غلام تیری خدمت کو دیا یا میرا گھر تیرے رہنے کو ہے یا میرا گھر عمر بھر تیرے رہنے کو ہے۔ عاریت دینے والا جب چاہے اپنی چیز پھیر لے۔ اگر ہلاک ہو جائے بغیر تعدی کے تو مانگنے والا ضامن نہوگا منگنی کی چیز کو کرایہ دینا اور گروی رکھنا صحیح نہین ہے مثل امانت کے۔ اگر کرایہ دے اور جاتی رہے تو ضمان دینا ہوگا جسکے پاس منگنی ہے وہ دوسرے کو منگنی دیسکتا ہی ایسی چیزین جو استعمال کرنے والے کے بدلنے سے مختلف نہون (جیسے گھر کا رہنا یا غلام کی خدمت اور جو چیز مستعمل کے اختلاف سے مختلف ہو جاسے جیسے گھوڑے کی سواری اُسکا دوسرے کو عاریت دینا نہین صحیح ہے) اگر مالک عاریت کسی وقت خاص یا نفع خاص سے مقید کر دے (مثلاً کہدے کہ فلانے دن اس سے نفع لینا یا فلان کام مین لانا) یا دونون کی قید کر دے تو مانگنے والا اُس قید سے تجاوز نکرے اور اگر کوئی قید نہین ہے تو ہر نفع ہر وقت لے سکتا ہے۔ روپیہ اشرفی اور کیل کی چیز (جیسے گیہون وغیرہ) اور تول کی (جیسے شہد روغن وغیرہ) اور شمار کی (جیسے انڈے اخروٹ وغیرہ) کا عاریت دینا بمنزلہ قرض کے ہے (کہ اُسکو خرچ کرکرا ور دیدینا صحیح ہی اور اگر عاریت اشیاء مذکورہ بالامین سے نہ ہو تو بعینہ اُسی کو واپس کرنا چاہیئے مثلاً اگر کپڑے یا ہتھیار ہون اُنہین کا پھیر دینا ضرور ہوگا) مکان بنانے یا درخت لگانے کے واسطے زمین کا عاریت دینا صحیح ہے اور مالک کو پھیر لینے کا اختیار ہے اور مانگنے والے سے کہدے کہ اپنی عمارت اور درخت دور کرو اور اگر عاریت کا وقت مقرر نکیا تو تاوان کچھ ندے لیکن اگر کسی وقت تک عاریت دی تھی اور اُس سے پہلے پھیر لینا چاہے تو جو کچھ مکان وغیرہ اُکھڑنے سے مانگنے والے کا نقصان

ہوگا مالک کو دینا پڑیگا۔ اگر کھیتی کرنے کے لیے زمین عاریت دی تو جب تک کھیتی کا وقت نہ آوے نہیں پھیر سکتا خواہ وقت معین کیا ہو خواہ نہ کیا ہو چیز کے واپس کرنے میں جو خرچ پڑے وہ عاریت میں مانگنے والے کے ذمہ ہی اور امانت میں مالک کے ذمہ اور ٹھیکہ میں ٹھیکہ دینے والے کے ذمہ اور غصب میں چھیننے والے کے ذمہ اور گرو میں گرو رکھنے والے کے ذمہ۔ اگر مستعیر یعنے عاریت لینے والے نے عاریت کے جانور کو مالک کے اصطبل وغیرہ میں پہنچا دیا یا غلام کو مالک کے گھر پہنچا دیا تو مستعیر بری الذمہ ہوا بخلاف غاصب اور امین کے (کہ غصب اور امانت کی چیز کو مالک کے سپرد کردینا ضرور ہے) اگر مستعیر نے اپنے غلام یا اپنے نوکر ورماہہ دار کے ہاتھ یا مالک کے غلام یا نوکر کے ہاتھ بھیجا تو بری الذمہ ہو جائے گا بخلاف اجنبی کے ہاتھ بھیجنے کے (کہ اس صورت میں اگر ضائع ہوگی تو تاوان دینا ہوگا) جس کو زمین عاریت دی گئی ہو وہ عاریت نامہ میں واسطے اطمینان مالک کے لکھدے کہ تو نے اپنی زمین مجکو عاریت دی۔

کتاب الہبۃ

اسمین ہبہ کا بیان ہی۔ ہبہ اسکو کہتے ہیں کہ آدمی اپنی چیز پر کسی کو مفت بلا عوض مالک کردے (جو چیز دیتا ہے اسکو واہب کہتے ہیں اور جسکو اسکا مالک کرتا ہی اسکو موہوب لہ کہتے ہیں اور جس چیز کو ہبہ کرتا ہے وہ موہوب کہلاتی ہے) ہبہ اسوقت درست ہے کہ واہب کی طرف سے ایجاب ہو (اور موہوب لہ اسکو قبول کرکے قبضہ کرلے) ہبہ کے ایجاب کے یہ الفاظ ہیں کہ واہب یوں کہے میں نے ہبہ کیا یا دیدیا یا ڈالا یا میں نے یہ کھانا کھانے کے لیے تجھے دیا یا اسکو تیرا ہی کردیا یا یہ چیز عمر بھر کو تجھے دی یا ہبہ کی نیت سے یہ کہا کہ سواری میں نے سوار ہونے کو تجھے دی یا یہ کپڑا تجھے پہنا دیا یا میرا گھر

کتاب الہبۃ

تیرے ہی لیے ہبہ ہے آمین رہو۔ اور اگر یون کہیگا کہ میرا گھر رہنے کو ہبہ ہی یا ہبہ کا رہنا ہی تو ان دونون لفظون سے ایجاب نہو گا (ایجاب کے بعد) درستی ہبہ کے لیئے موہوب لہ کا قبول کرنا چاہیئے۔ اور قبضہ اسی مجلس مین بغیر حکم واہب کے صحیح ہے اور بعد مجلس کے حکم اُسکا ضرور ہے۔ ہبہ کرنا ایسی چیز کا درست ہے جو واہب کے قبضہ مین تقسیم ہو کر آگئی ہو اور (اگر) مشترک چیز جو تقسیم نہین ہو سکتی (جیسے کنوان اور چھوٹا حمام وغیرہ مین سے کوئی حصہ ہبہ کرے تو درست ہے) اور جو تقسیم ہو سکتی ہی اُسمین سے کوئی حصہ ہبہ کرنا درست نہین ہان اگر مشترک کو تقسیم کر کے موہوب لہ کے حوالہ کریگا تو درست ہو جائیگا (مثلاً ایک مکان کئی شخصون مین مشترک ہے اور اُنمین سے ایک شخص نے اپنا حصہ بلا تقسیم ہبہ کر دیا تو درست نہو گا۔ ہان اگر شرکا سے تقسیم کر کے اپنا حصہ علیحدہ کر لیا اور ہبہ کیا تو درست ہو گا) اگر گیہون کے اندر آٹا ہبہ کیا تو صحیح نہین گو اسکو پیس کر حوالے کرے۔ اسی طرح تلون کے اندر کا تیل اور دودھ کے اندر کا گھی ہبہ کرنا صحیح نہین۔ جو چیز ہبہ کی ہے اگر وہ شے موہوب لہ ہی کے پاس ہے تو بغیر قبضہ کے مالک ہو جائیگا دوسرا قبضہ ضرور نہین۔ اگر باپ اپنے بچہ کو ہبہ کرے تو فقط ایجاب سے ہبہ پورا ہو جائیگا (یعنے باپ ہی کا قبضہ بچے کی طرف سے کافی ہے)۔ اگر کوئی اجنبی بچہ کو کچھ دے تو اُسکے ولی یا مان کے قبضہ کرنے سے یا اجنبی کے جسکی گود مین وہ بچہ ہے ہبہ تمام ہو گا اور اگر لڑکا قبض کرنا جانتا ہو تو اُسکے قبض سے تمام ہو جائیگا۔ اگر دو آدمی ایک گھر کسی شخص کو ہبہ کر دین تو صحیح ہے نہ برخلاف اسکا (یعنے ایک آدمی دو کو ایک گھر دے بلا تفصیل حصص کے تو نہین صحیح کیونکہ قبضہ ہر ایک کا اپنے حصۂ مشترک پر کامل نہین ہی۔ دس ۱۰ روپیون کو دو فقیرون پر تصدق کرنا

اور ہبہ کرنا صحیح ہے دو توانگر پر صحیح نہین کیونکہ دو فقیرونکو دینا ایسا ہی جیسا خدا کو سب دیا کہ نیت خدا کے واسطے کی ہوتی بخلاف توانگر و نکے کہ اُنمین نیت اُنہین کے دینے کی ہے اور ہبہ کرنا مشترک چیز کا بلا تعین درست نہین ہے۔

باب ہبہ کے پھیر لینے کے بیان مین۔ صحیح ہو دیکر پھیر لینا لیکن پھیر نے سے سات امر منع کرتے ہین (جو دمع خزقہ (سے سمجھے جاتے ہین) د سے تو وہ زیادتی مراد ہے جو موہوب چیز سے جدا نہو سکتی ہو جیسے زمین موہوبہ مین درخت لگانا یا مکان بنوانا یا جانور موہوب کا موٹا ہو جانا (کہ اس صورت مین ہبہ نہ پھیریگا) اور م سے مراد ہے مرنا ایک کا واہب اور موہوب لہ مین سے (کہ اگر کوئی مرجائیگا تو ہبہ واپس نہوگا) اور ع سے عوض مراد ہے (جو ہبہ کے عوض مین واہب نے موہوب لہ سے لیا ہے) اگر موہوب لہ واہب سے کہے کہ تو اپنی ہبہ کا عوض یا بدل یا اُسکے مقابلہ مین یہ چیز مجھسے لے لے اور وہ لیلے تو اختیار موہوب کے پھیر لینے کا واہب کو نرہیگا اور اگر کوئی اجنبی جو موہوب لہ نہین ہی ہبہ کا بدلہ دیدے تو جائز ہے اور واہب کو اب بھی اختیار نہ رہے گا۔

اگر عوض دینے کی صورت مین آدھا موہوب کسی اور کا نکلا تو آدھا عوض پھیر لے اور اگر عوض مین آدھا کسی اور کا نکلا تو واہب آدھا موہوب واپس نہین لے سکتا جبتک کہ موہوب لہ دوسرا نصف بھی نہ واپس کرے۔ اگر آدھے موہوب کا بدلہ پہنچ گیا تو باقی آدھے کا پھیر لینا صحیح ہے اور خ سے مراد ہی موہوب کا خارج ہو جانا موہوب لہ کی ملک سے (کہ یہ بھی مانع واپسی ہے) اگر موہوب لہ نے آدھا موہوب بیچ ڈالا تو واہب آدھا باقی پھیر لے سکتا ہے جسطرح کہ اگر بالکل نہ بیچا ہو تو پھیر سکتا ہی اور ز سے مراد زوجیت ہی (یعنے موہوب لہ کا خاوند یا جورو ہونا مانع ہبہ کے پھیرنیکا ہے

پس اگر ایک اجنبی عورت کو کچھ ہبہ کیا پھر اُس سے نکاح کیا تو ہبہ پھیر سکتا ہی نہ اسکے
عکس مین (ت یعنے پہلے نکاح کرے اور پھر اُسکو کچھ دے تو نہین پھیر سکتا اور (ق)
سے مراد قرابت ہی۔ پس اگر اپنے ذی رحم محرم کو کچھ دے تو پھیر نہین سکتا اور (ہ) سے
مراد ہلاک ہے (یعنے موہوب کا موہوب لہ کے پاس سے جاتا رہنا کہ اس سے
بھی ہبہ واپس نہوگا) اگر موہوب لہ دعوے کرے کہ موہوب جاتا رہا تو اُسکا کہنا
معتبر ہوگا۔ پھیر لینا جب ہی صحیح ہی جب دونون واہب اور موہوب لہ رضی ہون یا
حاکم حکم کرے (کیونکہ دے کر پھیر لینا مسئلہ مختلف فیہ ہی پس ان دو امرون سے ایک کا
ہونا ضرور چاہیئے تاکہ جائز ہونے کی جانب قوت پکڑے) پس اگر عین موہوب
تلف ہوگیا اور پھر اُسکا کوئی مستحق پیدا ہوا اور موہوب لہ نے مستحق کو موہوب کے
بدلہ مین تاوان دیا تو یہ تاوان واہب سے وصول نہین کرسکتا۔ ہبہ کرنا عوض لینے
کی شرط پر ابتدا مین تو ہبہ کا حکم رکھتا ہے یعنی شرط ہے کہ واہب موہوب لہ دونون
عوضون پر قابض ہوجاوین اور اگر موہوب مشترک نے تقسیم ہوگا تو یہ معاملہ باطل
ہوگا (جیساکہ ہبہ کا حال ہے) اور انتہا مین یہ عقد بیع کا حکم رکھتی ہے پس پھیر سکتا ہی
بسبب عیب اور خیار رویت کے اور (اگر موہوب گھر یا زمین ہوگی تو پڑوسی کو)
حق شفعہ پہونچ سکتا ہے (جیسے بیع مین پہونچ سکتا ہے)

فصل جسنے حاملہ لونڈی کو ہبہ کیا اور اُسکا حمل ہبہ نہ کیا یا اس شرط پر لونڈی کو
ہبہ کیا کہ مجکو پھیر دیدینا یا اسکو آزاد کردینا یا ام ولد کرلینا یا گھر ہبہ کیا اس شرط پر
کہ تھوڑا اس مین سے مجکو پھیر دینا یا تھوڑے کا عوض دینا تو (ہبہ) صحیح ہی اور استثنا
حمل اور دوسری شرطین باطل ہین۔ اگر قرضخواہ قرضدار سے کہے کہ جب کل ہو تو وہ قرض

تیرا ہے یا تو اُس سے بری الذمہ ہی یا کہے کہ مجکو آدھا قرض ادا کر دے تو باقی آدھا تیرا ہے یا تو اس سے بری الذمہ ہے تو یہ قول باطل ہے (اسلیئے کہ دونوں صورتوں میں قرض کے ہبہ کرنے کو شرط پر مشروط کیا ہے اور وہ درست نہین) صحیح ہے ہبہ عُمرٰی مُعَمَّرلَہٗ کے واسطے اُسکی زندگی تک اور اُسکے مرنے کے بعد اُسکے وارثون کے واسطے۔ عُمرٰی اسکو کہتے ہین کہ کوئی شخص اپنا گھر کسی کو اُسکی زندگی تک دیدے اور جب وہ مرجاوے تو مالک کو پھیر دیا جاوے۔ یون کہکر ہبہ صحیح نہین کہ اگر مین تجھ سے پہلے مرجاؤن تو یہ چیز تیری ہے اور اسکو فقہا کی اصطلاح مین رُقبیٰ کہتے ہین صدقہ کا حکم ہبہ کا سا ہے کہ صحیح نہین ہوتا بغیر قبضہ کے اور بھی نہین صحیح ہوتا ایسی شے مشترک مین جو تقسیم کے قابل ہے مگر صدقہ کو مثل ہبہ کے پھیر لینا صحیح نہین ہے (کیونکہ صدقہ تو خدا کے واسطے ہے نہ ہبہ)

کتاب الاجارۃ

اسمین ٹھیکہ اور کرایہ دینے کا بیان ہے۔ اجارہ کہتے ہین ایک نفع معلوم کو بیچنا چیز معلوم کے بدلے مین اور جو چیز قیمت ہو سکتی ہی وہ اُجرت اجارہ کی بھی ہو سکتی ہے۔ ٹھیکے کی مدت بیان کر دینے سے نفع معلوم ہو جاتا ہے جیسے گھر مین رہنے یا زمین کی کھیتی کرنے مین (ایک سال یا دو سال مقرر کر دیے تو گھر کا یا زمین کا نفع مجہول نرہا بلکہ معلوم ہو گیا) تو بڑی چھوٹی مدت دونون مقرر کرنا صحیح ہے مگر وقفونکے اجارہ مین تین برس سے زیادہ مدت مقرر نہ کیجاویگی۔ اجارہ کی چیزونکا نام لے دینے سے بھی نفع معلوم ہو جاتا ہے جیسے رنگائی یا سلائی کے لیئے اجارہ کرنا اور دھلائی وغیرہ مین اشارہ کرنے سے نفع معلوم ہو جاتا ہی مثلاً یون کہنا کہ اس غلے کو یہانسے وہانتک پہنچا دے

اجیر یا مزدور فقط عقد اجارے سے اُجرت کا مستحق اور مالک نہین ہوتا بلکہ چار صورتونسے
ہوسکتا ہے یا اجرت بلا شرط پہلے دیدیجاوے یا پیشگی اُجرت کی شرط ہوجاوے یا کام
تمام کرچکے یا مستاجر اجارہ کی چیز پر قادر ہوجاوے (مثلاً اگر گھر رہنے کو کرایے دیا اور
کرایہ دار نے اپنے قبضہ مین کرلیا تو گو اُسمین نرہے مگر مالک مستحق کرایے کا ہوگا) اگر کپڑے
وغیرہ کے لیئے مزدور کیا اور اُسکو اُس سے کسی نے چھین لیا تو اُسکی مزدوری ساقط
ہوجاویگی۔ گھر کا یا زمین کا مالک کرایہ دار سے کرایہ روز وصول کرسکتا ہے اور
اونٹ والا اپنے اونٹ کا کرایہ ہر منزل پر پہنچکر لے سکتا ہے اور دھوبی درزی
اپنے کام سے فراغت ہوکر اور نان بائی روٹی تنور سے نکالکر پس اگر روٹی تنور سے نکالے
اور وہ جلی ہو تو مزدوری اُسکی دینی ہوگی اور روٹی کا تاوان اُسکے ذمہ نہین ہے اور باورچی
شوربا نکالنے پر اور خشت ساز بعد تیار کرنے اور کھڑا کرنے اینٹ کے لے سکتے ہین۔ جسکے
کام کا اثر عین شے مین قائم ہو جیسے رنگریز اور دھوبی (کہ اُنکے رنگنے اور دھونے کا اثر یعنی رنگ
اور سفید ہونا کپڑے مین موجود ہوتا ہے) تو وہ اپنی مزدوری کے بدلے مین اُس شے عین
کو روک سکتا ہے پس اگر بعد روکنے کے وہ شے تلف ہوگئی تو اُسکی قیمت دینی نہ آویگی
اور مزدوری بھی نہ ملیگی۔ اور جسکے کام کا اثر قائم نہو اُسکو اُس شے کا روکنا مزدوری کیواسطے
نہین صحیح ہے (جیسے پلے دار اور ملاح وغیرہ کہ انکو مزدوری کے لیئے چیز کو روکنے کا اختیار
نہین) اگر مزدور سے ٹھہر گیا ہو کہ کام وہ خود کرے تو وہ دوسرے شخص کو اپنی جگہ مزدور
نہین کرسکتا اور اگر یہ شرط نہین ہے تو درست ہے۔ اگر ایک کو مزدور کیا اپنے
گھر والون کے لانے کے واسطے اور بعض اُن مین مرگئے اور مزدور باقیون کو
لے آیا تو اُسکو مزدوری حصہ رسدی ملیگی (یعنی مُردون کا حصہ کم ہوجائیگا) زید کو

مزدور کیا عمرو کے پاس خط لیجا کر جواب لانے پر یا کھانا لیجانے پر اور عمرو کے مرجانے کے سبب سے زید خط یا کھانا لوٹا لایا تو زید کو مزدوری نہین ملےگی۔

باب اجارہ کی قسمون میں سے جو درست ہین اور جنمین اختلاف ہے انکے بیان مین

باب اجارہ کی قسمون مین سے جو درست ہین اور جنمین خلاف ہے انکے بیان مین۔ صحیح ہے گھرون اور دکانون کا کرایہ لینا بغیر بیان کرنے اُس کام کے جو انمین کیا جاویگا اور کرایہ دار کو اختیار ہے کہ جو کام چاہے اُنمین کرے مگر یہ کہ لوہار یا دھوبی یا آٹا پیسنے والے کو اُنمین نہ رکھے (کہ اُنکے رکھنے سے عمارت کو نقصان پہونچتا ہے) کھیتی کے واسطے زمین کا کرایہ لینا صحیح ہے بشرطیکہ اُسمین جو شے بووے اُسے بیان کردے یا یون کہدے کہ جو چاہونگا بوؤنگا۔ زمین کا ٹھیکہ عمارت بنانے اور درخت لگانیکے واسطے بھی صحیح ہے پس جب ٹھیکے کی مدت گذر جاوے تو ٹھیکہ دار درخت اور عمارت کو اُکھیڑ لے اور زمین کو خالی کردیدے لیکن اگر مالک زمین اُس عمارت یا درخت کی وہ قیمت ادا کردے جو اُکھیڑنے کے بعد ملے اور آپ اُسکا مالک ہونا چاہے (تو اس صورت مین اُنکا اُکھیڑنا ضرور نہین) یا عمارت و درخت کے رہنے دینے پر راضی ہوجاوے تو اب درخت اور عمارت متاجر یعنی ٹھیکہ لینے والے کے ہونگے اور زمین موجر یعنی ٹھیکہ دینے والے کی اور رطبہ کا حکم درخت کا سا ہے۔ اگر کھیتی تیار نہین ہوئی ہے اور مدت ٹھیکہ کی پوری ہوگئی تو ٹھیکے کے نرخ پر پکنے تک زمین مین رہنے دیجاویگی چارپایہ کا ٹھیکہ واسطے سوار ہونیکے اور لادنے کے درست ہے اور کپڑے کا واسطے پہننے کے پس اگر ٹھیکہ مین سوار یا پہننے والیکا نام نہین لیا ہے تو دوسرے کو بھی سوار کرسکتا ہے اور اگر سوار یا پہننے والیکو معین کردیا پھر دوسرے کو سوار کیا یا پہنایا تو ہلاک ہونے پر ضمان دینا آوےگا۔ اسی طرح حال ہے ہر چیز کا جو استعمال کرنیوالے کے اختلاف سے

مختلف ہوجاتی ہو جو چیز ایسی نہین ہی اُسمین قید لگانا باطل ہی جیسے قید کرے کہ گھر
مین فلان شخص ہی رہے تو اُسکا کچھ اعتبار نہین مستاجر جسکو چاہے رکھے جانور
کے ٹھیکے مین اگر بوجھ کی قسم مقرر کردے جیسے گیہون کی گون تو مستاجر (کرایہ دار ۱۲) کو ویسی ہی یا اُس
سے ہلکی اور چیز کے لادنے کا اختیار ہے نہ زیادہ نقصان کرنیوالی چیز کا جیسے نمک
(کہ یہ گیہون سے بھاری ہے) اگر سواری دوسرے کو پیچھے بٹھا لینے سے مرگئی تو مستاجر کو
نصف قیمت دینی ہوگی۔ اور اگر مقرر بوجھ سے زیادہ کرنے کے سبب مرگئی تو جسقدر
زیادہ کیا اسی کے موافق قیمت ادا کرنی ہوگی۔ اگر مارنے یا لگام کھینچنے یا زین اُتار
لینے یا پالان باندھنے یا ایسے زین باندھنے سے کہ اُس جیسے جانور پر نہ باندھتے
ہون یا جو راہ ٹھہر گیا تھا اُسکو چھوڑ کر دوسرا اختیار کرنے سے بشرطیکہ دونون راہون
مین فرق ہو (یعنے دوسرا زیادہ یا سخت ہو) یا جنگل کے واسطے کرایہ کیے ہوئے
جانور کو دریا مین لادنے سے ہلاک ہوجاوے تو سب قیمت دینی ہوگی اور اگر منزل مقصود
کو پہونچا دیا تو جو کرایہ ٹھہرا تھا وہی دینا ہوگا۔ اگر گیہون کی کھیتی ٹھہری تھی اور رطبہ
بویا۔ تو جو کچھ رطبہ بونے سے زمین کا نقصان ہوا وہ دینا ہوگا اجرت لازم نہوگی۔ اگر
کُرتا سینے کو کہا تھا اور قبا سی دی تو کپڑے کی قیمت دینی ہوگی اور مالک اگر قبا کی
سلائی دستور کے موافق دے کر قبا ہی لے لے تب بھی صحیح ہے۔

باب اجارۂ فاسدہ کے بیان مین۔ اجارہ فاسد ہوجاتا ہی (اُس) شرط سے (جو عقد
کے خلاف ہو) اور اس صورت مین اگر مزدور کام کریگا تو جیسا کام کریگا ویسی ہی مزدوری
ملے گی مگر جو پہلے ٹھہری تھی اُس سے زیادہ نہوگی۔ اگر مکان کرایہ لیا روپیہ مہینے پر
تو فقط ایک مہینے کے لیے صحیح ہے مگر یہ کہ بیان کردے سب مہینونکو جس مہینے کی

باب اجارۂ فاسدہ کے بیان میں

ایک ساعت بھی رہیگا تو اُس مہینے کا کرایہ صحیح ہوجائیگا۔ اگر مکان ایک سال کے واسطے کرایہ لیا تو صحیح ہے گو ہر مہینے کا کرایہ مقرر نہ کرے شروع مدت ٹھیکہ کی عقد کے وقت سے ہی پس اگر جسوقت چاند دیکھا اُسوقت عقد کیا تب تو مہینے در مہینے کا حساب رہیگا اور جو نہین تو دنون کا حساب رہیگا۔ تپچھنے لگانے اور حمام مین نہلانے کی اجرت لینی درست ہی مگر مادہ پر نر کے ڈالنے کی مزدوری لینی درست نہین۔ اسیطرح اذان کہنے کی مزدوری اور حج کرنے کی مزدوری اور امامت کی مزدوری اور قرآن اور علم فقہ کے سکھلانے کی مزدوری ناجائز ہے مگر اس زمانے مین فتوی اسپر ہے کہ قرآن سکھلانے کی مزدوری صحیح ہے اسلیئے کہ لوگون کو مفت سکھانے کی توفیق نہین رہی اور گانے اور نوحہ کرنے اور ستار اور دف وغیرہ بجانے پر مزدوری لینی درست نہین۔ زمین مشاع کا اجارہ فاسد ہے (یعنی آدھی یا تہائی وغیرہ معین کو اجارہ دے تو فاسد ہے) لیکن اگر شریک کو دے جسکے پاس باقی ہے تو درست ہی۔ دایہ کا نوکر رکھنا اجرت معلوم پر صحیح ہے اور کھانے پہننے پر رکھنا بھی صحیح ہی۔ دایہ کے خاوند کو اُسکے صحبت کرنے سے نہ منع کرے پس اگر دایہ حاملہ ہوجاوے یا بیمار ہوجاوے تو عقد اجارہ فسخ ہوجاویگا اور دایہ کو لڑکے کی خوراک کا درست کرنا لازم ہی پس اگر لڑکے کو بکری کا دودھ پلائے گی تو مزدوری نہ ملیگی۔ اگر سوت دیا کہ آدھے کا کپڑا بُن دے اور آدھا بنائی مین لے یا مزدور کیا کہ میرا اناج فلان جگہ پہونچادے اور اُس مین سے سیر بھر لینا یا مجکو کسی قدر آٹے کی روٹی آج ایک درم کے بدلے مین پکادے یہ سب جائز نہین۔ اگر زمین ٹھیکہ مین لی اس شرط پر کہ اُسمین ہل جوتونگا اور کھیتی کرونگا یا اُسکو پانی دونگا اور کھیتی کرونگا تو صحیح ہے پس اگر شرط کرے کہ زمین پھیرتے وقت پھر ہل جوتیو یا مکرر ہل جوتیو یا اُسمین نالیان

مسئلہ جواز حجامت و جواز حج و امامت و تعلیم فقہ

کھود دو یا بیج بو یا کھات ڈالیو یا اجرت اُسکے ٹھیکے کی یہ مقرر کی کہ اس زمین کے عوض مین اپنی زمین مجکو زراعت کے لیے دینا تو یہ سب صورتین صحیح نہین جیسے اپنے گھر مین رہنے کے کرائے کے عوض کرایہ دار کا گھر رہنے کو لے تو یہ بھی درست نہین۔ اگر مزدور کیا اُس اناج کے اٹھانے کے واسطے جو اُسکی اور مزدور کی شرکت مین ہے تو اُسکو مزدوری نہ ملیگی جیسے راہن کا مرتہن سے مرہون چیز کا کرایہ لینا ہے (یعنی زید نے اپنا گھر عمرو کے پاس رہن رکھا پھر عمرو سے کرایہ کو لیلیا تو یہ صحیح نہین ہے اور کرایہ عمرو کو نہین پہنچتا) اگر زمین ٹھیکہ مین لی اور یہ بیان نہ کیا کہ اوسمین کھیتی کرونگا یا کون سی چیز بوؤن گا پھر اوسمین کھیتی کی اور ٹھیکہ کا وقت گذر گیا تو جو اُجرت ٹھہری تھی وہی دینی ہوگی اگر سواری کو مکہ معظمہ تک کرایہ کیا اور یہ نہ مقرر کیا کہ کیا لادون گا پھر جیسا لوگ لادتے ہین موافق دستور کے اُسپر لادا اور سواری ہلاک ہوگئی تو قیمت کا ضامن نہوگا اور اگر اُسنے مکہ شریف تک پہونچا دیا تو جو ٹھہرا تھا وہ دینا ہوگا۔ اگر موجر اور مستاجر مین جھگڑا ہو زمین کے بونے یا جانور کے لادنے سے پہلے یون کہ مستاجر کسی چیز کو بونا یا لادنا چاہے اور موجر اور چیز کو یا کم لادے اور یہ دونون قاضی کے پاس جھگڑا لیجاوین تو قاضی عقد اجارہ توڑ دے تاکہ فساد رفع ہوجاوے۔

باب اجیر کے ضامن ہونے کے بیان مین۔ اجیر مشترک وہ ہے جو کسی خاص شخص کا کام نہ کرے (بلکہ جو چاہے اُس سے کام لے) اور مستحق مزدوری کا نہین ہوتا جبتک وہ کام کر نہ دے جیسے رنگریز یا دھوبی اور اسباب اُسکے پاس امانت رہتا ہے (یعنی ہلاک ہونے پر تاوان نہ دیگا) جو چیز اجیر کے کام سے تلف ہوجاوے جیسے کپڑا دھوبی کے کوٹنے سے پھٹ جاوے یا مزدور کے پھسلنے سے خواہ جس رسی مین بوجھ باندھا ہو اُسکے ٹوٹنے

سے اسباب ٹوٹ جاوے یا ملاح کشتی کو کھینچ لے اور اسلیے کشتی ڈوب جاوے تو جتنا
مال کا نقصان ہوگا اُسکا تاوان ان صورتون مین لیا جاویگا مگر وہ آدمی کہ اُس
کشتی کے ڈوبنے سے ضائع ہو گئے ہون اُنکا تاوان نہین لیا جاویگا پس اگر مزدور سے
مٹکا جسکے اٹھانے کے واسطے مزدور ہوا تھا راہ مین ٹوٹ جاوے تو مزدور اُسکی قیمت
مالک کو وہان دیوے جہان سے مٹکا اُٹھایا تھا اور اس صورت مین مزدوری اُسکو
نہ ملیگی یا وہان دے جہان ٹوٹا ہے اور مزدوری اُسقدر لے جتنی راہ طے کر چکا تھا
سینگی لگانے والا اور فصد کھولنے والا جانورون خواہ انسانون کا اگر سینگی لگانے خواہ
نشتر مارنے مین معمولی جگہہ سے فرق نہ کرین تو تاوان نہ دینگے۔ خاص مزدور اپنی مزدوری
کا مستحق ہو جاتا ہے جب سے کہ مدت اجارہ مین کام پر مستعد ہو جاوے خواہ
اُس سے کام لیا جاوے یا نہ لیا جاوے جیسے کسیکو خدمتگاری کے واسطے
یا بکریان چرانے کے واسطے نوکر رکھا اور یہ مزدور تاوان نہ دے اُس چیز کا جو اُسکے
پاس سے تلف ہو جاوے یا اُسکے کام کرنے سے جاتی رہے۔ صحیح ہی دوسری مزدوری
مقرر کرنی دوسری قسم کے کام پر یا دوسرے وقت کے اعتبار سے پہلی شرط
مین (یعنی یہ اجارہ دو مزدوری کا دو طرح کے خواہ دو وقتونکے کامون پر درست
ہے مگر اجرت موافق شرط اول کے دینی آتی ہے مثلاً اگر درزی سے کہے کہ اگر
اس کپڑے کی قبا سے فارسی سیئے گا تو ایک روپیہ اور اگر رومی قبا سیئے گا تو
آٹھ آنے دونگا پس اگر موافق شرط اول کے یعنی فارسی سیئے تو ایک روپیہ مزدوری
دے اور دوسری شرط کے موافق یعنی رومی سیئے تو جو اُسکی مزدوری کا دستور ہے
وہ دینا ہوگا آٹھ آنے دینے نہونگے اسیطرح اگر یون کہا کہ اگر آج سی دیگا تو ایک روپیہ

ص نسخہ مین سرخیہ بیان باب جداگانہ ہی ۱۲

کل نہیں دیگا تو آٹھ آنے تو اسدن سیئے گا تو ایک روپیہ دینا ہوگا اور دوسرے روز سیئے گا تو دستور کے موافق مزدوری دینی ہوگی نہ آٹھ آنے) ایسا ہی حال ہی دکان اور حجرہ مین (مثلاً کہے کہ اگر دکان مین درزی کو بٹھائیگا تو اسکا کرایہ ایکروپیہ ہے اور اگر لوہار کو بٹھائیگا تو دو روپیہ پس اگر پہلی شرط کے موافق درزی کو بٹھائیگا تو ایک روپیہ کرایہ کا ہوگا اور اگر دوسری شرط کے موافق بٹھائیگا تو کرایہ مثل یعنی دستور کے موافق لازم آویگا نہ دو روپیہ) اسیطرح چارپایہ مین دوسری اُجرت باعتبار مسافت کے یا بوجہ کے مقرر کر لی درست ہے (جیسے کہے کہ اگر مکہ تک لیجائے یا دس من لادے تو ایک روپیہ اور اگر طائف تک لیجاوے یا پانچ من لادے تو آٹھ آنے تو اگر پہلی شرط کے موافق کیا تو موافق ٹھہرے ہوئے کے دینا ہوگا اور جو دوسری شرط کے موافق کیا تو موافق دستور کے دینا ہوگا نہ جو ٹھہرا تھا) جس غلام کو خدمت کے واسطے حالت اقامت مین اجیر مقرر کیا اسکو سفر مین ساتھ لیجانا صحیح نہین ہے بغیر پہلے سے شرط کرنے کے (اگر سفر کی شرط بھی کر لی تو لیجانا درست ہے) مستاجر غلام ممنوع العمل کو اسکی کار خدمت کے عوض مین جو اجرت دے وہ اس سے واپس نہ لے (صورت اسکی یہ ہے کہ زید نے ایک غلام کو جسکو مالک نے کام سے منع کر دیا ہے اجیر کیا اور کام لیا اور مزدوری دیدی پھر ظاہر ہوا کہ وہ ممنوع العمل تھا مالک کی طرف سے تو اب زید مزدوری پھیر نہین سکتا) زید نے ایک غلام عمرو سے چھین لیا پھر اس سے مزدوری کرا کر اسکی کمائی کھا گیا تو واپس کرنا اس اجرت کا زید پر نہ آوے گا۔ اگر غلام ممنوع کا مالک مزدوری جو اسنے کی اس غلام کے ہاتھ مین موجود پاوے تو لے سکتا ہے۔ صحیح ہے غلام ممنوع کو اپنی مزدوری کا لے لینا (یعنی مستاجر اگر

غلام کے حوالے کردے اور وہ قبضہ کرلے تو بری الذمہ ہوجائیگا) اگر غلام کو دو مہینے کے واسطے اسطرح نوکر رکھا کہ ایک مہینہ چار روپیہ پر اور ایک مہینا پانچ پر تو صحیح ہے پہلے مہینہ مین چار اور دوسرے مین پانچ لازم ہونگے (پہلے مین پانچ اور دوسرے مین چار نہین ہو سکتے) اگر ایک غلام کے موجر اور مستاجر آپس مین اختلاف کرین مستاجر کہے کہ تو نے جو غلام ٹھیکے مین دیا تھا وہ بھاگ گیا یا بیمار ہو گیا اور موجر کہے کہ ایسا نہین ہوا تو دیکھا جاویگا کہ اگر جھگڑے کے وقت واقع مین بھاگا ہوا ہے یا بیمار ہے تو مستاجر کا قول معتبر ہوگا اور جو نہین تو قول موجر کا۔ کپڑے کے مالک کا قول معتبر ہوگا۔ کرتے یا قبا کے سینے مین اور سرخ یا زرد رنگنے مین اور مزدوری لازم ہونے یا نہونے مین (صورت اخیرہ یہ ہی کہ مستاجر کہے کہ یہ کام تو نے اس کپڑے مین مفت کیا ہی اور اجیر کہے کہ اجرت کے عوض مین یہ مین نے کیا ہے تو مالک کا قول معتبر ہوگا)

باب ٹھیکہ توڑنے کے بیان مین۔ ایسے عیب کے سبب جو نفع لینے سے مانع ہو اور کرایے کے مکان کے خراب ہوجانے سے اور کھیتی کی زمین اور پنچکی کے پانی بند ہونے سے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے۔ اگر عاقدین مین سے ایک بھی مرجاوے درصورتیکہ اجارہ اپنی ذات کے واسطے کیا ہو تو اجارہ فسخ ہوجاویگا اور اگر غیر کے واسطے عقد کیا تھا جیسے وکیل اور وصی اور متولی وقف کا اجارہ کرتا ہی تو فسخ نہوگا۔ ٹوٹ جاتا ہی اجارہ خیار شرط اور خیار رویت سے (مثلاً کہے کہ مجکو تین روز تک اختیار ہے چاہون رہنے دون چاہون توڑ ڈالون یا یہ کہے کہ جب دیکھون تو مجکو اجارہ توڑ ڈالنے کا اختیار ہے) اور اجارہ عذر سے بھی فسخ ہوجاتا ہے اور عذر اسکو کہتے ہین کہ مستاجر اجارہ کی تعمیل سے بدون برداشت کرنے زیادہ نقصان کے جو عقد اجارہ سے اسپر ضرور نہین عاجز ہو مثلاً

کسی نے درد کی جہت سے اپنی داڑھ نکلوانے کو دوسرے کو مزدور کیا پھر درد جاتا رہا یا ولیمہ کا کھانا پکانے کے واسطے مقرر کیا پھر عورت نے اُس سے خلع کرلیا یا دُکان تجارت کے واسطے کرایہ لی پھر مفلس ہوگیا یا دُکان کرایہ پر دی پھر اُسکے ذمہ قرض لازم ہوگیا ظاہر مین یا اُسکے بیان سے یا اُسکے اقرار سے اور سوائے اُس دُکان کے اور کچھ مال اُسکا نہین یا جانور سفر کے لیے کرایہ کیا پھر ایسی کوئی بات نکل آئی کہ سفر اُسکو نکرنا مصلحت ہوا ان سب صورتون مین فسخ اجارہ کرسکتا ہے۔ اگر جانور کرایہ دینے والے کو کوئی ضرورت مانع سفر پیش آگئی تو وہ اجارہ نہین توڑ سکتا (کیونکہ دوسرے کو اپنی جگہ جانور کے ساتھ بھیج سکتا ہے)

مسائل متفرقہ۔ اگر منگنی کی زمین یا ٹھیکہ مین لی ہوئی زمین کی کھیتی جلادی اور اُسکے سبب سے دوسرے کی زمین کی کھیتی بھی جلگئی تو اُس پر تاوان نہین آویگا۔ (اگر ہوا نہو گی اور جلانے کے وقت ہوا تھی تو تاوان دینا ہوگا) اگر درزی یا رنگریز اپنی دُکان مین کسیکو بٹھا لے تاکہ کام کردے اور نصف اُجرت لے تو صحیح ہے اگر اونٹ کرایہ کیا تاکہ مکہ تک اُسپر کجاوہ رکھے اور دو سواریان بٹھلاوے تو صحیح ہے اور اُسکو اختیار ہے کہ ایسا کجاوہ رکھدے جو مروج ہو مگر اُس کجاوہ کا دیکھ لینا بہتر ہے تاکہ پھر بکھیڑا نہو چھوٹے بڑے ہین اور اگر توشہ کے لادنے کے لیئے کرایہ کیا اور مقدار توشہ کی معین کردی تو اگر اُسمین سے کچھ کھالے تو اُتنا ہی اور اُسکے عوض رکھ سکتا ہے۔ صحیح ہے اجارہ کرنا اور اُسکا فسخ کرنا اور کھیتی کرنا اور سینچنے کا معاملہ کرنا اور مضاربت اور وکالت اور کفالت اور کسی کو وصی کرنا اور مال کی وصیت کرنا اور قاضی کرنا اور امیر کرنا اور طلاق دینا اور آزاد کرنا۔ اور وقف کرنا کسی وقت

مسائل متفرقہ

کی طرف نسبت کرکر (مثلاً کہے کہ مین نے ٹھیکہ کیا مہینے کے شروع سے یا سال کے شروع سے وعلی ہذا القیاس دوسری چیزین) بیع اور بیع کی اجازت درصورت کسی اجنبی کے بیع کرنے کے اور فسخ کرنا بیع کا خیار شرط کے بعد اور قسمت اور شرکت اور ہبہ اور نکاح اور رجعت بعد طلاق اور صلح مال سے اور بری الذمہ کرنا قرض سے ان امور کو کسی اور وقت کی طرف مضاف کرنا نہین صحیح ہے (مثلاً یون کہنا کہ کل سے مین بیع کرتا ہون یا کل کو اجازت دونگا وغیرہ)

کتاب المکاتب

اسمین مکاتب کا بیان ہے (اور مکاتب وہ غلام ہے جس سے مالک نے اسکے آزاد کرنیکے لئے کچھ روپیہ ٹھہرالیا ہو کہ اتنا دیدے تو تو آزاد ہے) کتابت مین غلام تصرف پر قادر ہونے کی راہ سے تو فوراً اسی وقت آزاد ہو جاتا ہے اور ذات کے اعتبار سے انجام کو آزاد ہوتا ہے جبکہ کتابت کا بدلہ ادا کردے زید اگر اپنے چھوٹے غلام کو جو عقد کو سمجھ سکتا ہے مال کے عوض مین بالفعل یا مدت ٹھہرا کر یا قسطون کے ساتھ مکاتب کرے اور وہ قبول کرے تو صحیح ہے۔ اسیطرح اگر مالک یون کہے کہ مین نے تیرے ذمہ ہزار کیے انکو تو قسطون مین ادا کردے جنمین سے اول قسط اتنی ہو اور آخر اتنی پس اگر تو انکو ادا کردے تب تو آزاد ہے اور نہین تو غلام تو وہ غلام مالک کے تصرف سے نکلجائیگا نہ اسکی ملک سے (یعنے غلام تجارت اور بیع اور شرا وغیرہ کرسکتا ہے اور روپیہ کما سکتا ہے) مالک اگر لونڈی مکاتبہ سے صحبت کرے یا اسپر یا اسکے لڑکے پر کوئی جنایت یعنے قصور کرے (مثلاً اسکو مارڈالے یا ہاتھ پاؤن توڑ ڈالے) خواہ مکاتبہ کا مال تلف کردے تو ان صورتون مین مالک کو تاوان

ویناآویگا۔ اگر زید اپنے مملوک کو مکاتب کرے عوض شراب یا سوٗر یا قیمت اُس مملوک کے یا بدلے مین ایسی شے کے جو اُس مملوک کی ملک نہو یا عوض سو روپیہ کے اِس شرط پر کہ مالک غلام مذکور کو کوئی غلام غیر معین یا لونڈی غیر معین واپس دے ان سب صورتون مین کتابت باطل ہوجائیگی۔ پس اگر ادا کردے غلام وہ شراب تو آزاد ہوجائے گا اور اپنی قیمت مالک کو کما دینی پڑے گی پس (اگر قیمت غلام کی) شرط سے کم (ہوگی تو کم) نہ لیجاوینگے اور اگر زیادہ ہوگی تو زیادہ لیجاوے گی۔ اگر ایک جانور کے بدلے مین مکاتب کیا (اور اسکی قسم مثلاً اونٹ یا گھوڑا وغیرہ بیان کردے) تو (کتابت) صحیح ہے گو وصف اُس جانور کا نہ بیان کیا جاوے۔ صحیح ہے مالک کافر کا غلام کافر کو مکاتب کرنا شراب کے بدلے مین اور انہین سے اگر ایک بھی ایمان لایا تو مالک کو قیمت شراب کی پہونچے گی اور شراب کے لے لینے سے بھی آزاد ہوجائیگا۔

باب اُن افعال کے بیان مین جنکا کرنا مکاتب کو درست ہے اور جنکا درست نہین

باب جن افعال کا مکاتب کو کرنا درست ہے اور جنکا درست نہین اُنکے بیان مین۔ مکاتب کو بیع اور شرا اور سفر درست ہے گو مالک نے شرط کردی ہو کہ شہر سے نہ نکلنا اور اپنی لونڈی کا نکاح کردینا اور اپنے غلام کو مکاتب کرنا پھر اگر مکاتب کے مکاتب نے بدل کتابت مکاتب اول کے آزاد ہونے سے پہلے ادا کردیا تو اسکی ولا مالک کو پہونچے گی اور نہین تو مکاتب اول کو۔ مکاتب کو اپنا نکاح کرنا بے اذن مالک کے اور ہبہ کرنا اور ادنے چیز کے سوا تصدق کرنا اور کسیکا ضامن ہونا اور قرض دینا اور اپنے غلام کا آزاد کرنا گو مال کے عوض مین ہو اور اپنی ذات کا بیچنا اور نکاح کردینا اپنے غلام کا درست نہین۔ باپ اور وصی چھوٹے بچہ کے مملوک کے حق مین حکم مکاتب کا رکھتے ہین (یعنے جو امور مذکورۂ سابق مکاتب نہین کرسکتا ہے وہ باپ اپنے

بچہ کے مملوک سے اور وصی اپنے موصی کی اولاد صغیر کے مملوک سے بھی نہین کرسکتا) مضارب اور شریک کو امور مذکورہ مین سے کسیکا اختیار نہین ہے۔ اگر زید مکاتب اپنے باپ یا بیٹے کو خریدے تو وہ زید پر مکاتب ہوجائینگے (یعنی کتابت اول مین داخل ہونگے اور مکاتب کے ساتھ آزاد ہوجائین گے) اور اگر بھائی یا کسی اور رشتہ دار قریب کو خریدے تو مکاتب نہونگے۔ اگر مکاتب ایسی لونڈی کو خرید کرے جو اسکی بی بی تھی غیر شخص کی مملوک اور اُس سے اولاد بھی تھی تو اگر لونڈی کو مع لڑکے کے خریدا تو لڑکا زید پر مکاتب ہوجائیگا اور لونڈی کو بیچنا صحیح نہوگا اور بغیر لڑکے کے خریدے تو اسکا بیچنا صحیح ہے اگر مکاتب کی لونڈی مکاتب سے لڑکا جنے تو لڑکا مکاتب ہوجائیگا اور جو کمائی اُسکی ہوگی وہ باپ کو ملے گی۔ اگر مکاتب اپنی لونڈی کا اپنے غلام سے نکاح کرکے پھر دونون کو مکاتب کردے اور اُن سے لڑکا پیدا ہوا تو لڑکا ماں کی کتابت مین داخل ہوکر مکاتب ہوجائیگا اور اُسکی کمائی ماں کو ملے گی۔ اگر مکاتب یا غلام ماذون نے مالک کی اجازت سے ایک عورت سے جو اپنی دانست مین اپنے آپ کو آزاد جانتی ہے نکاح کیا اور اُسکے اولاد ہوئی پھر معلوم ہوا کہ کسی کی لونڈی ہے تو وہ لڑکا اُسی کا غلام ٹھہریگا جسکی لونڈی ہے۔ اگر مکاتب یا ماذون ایک لونڈی خرید کر اُس سے صحبت کرین پھر وہ کسی اور کی نکلے یا خرید فاسد سے خریدی تھی اور صحبت کرنے کے بعد وہ واپس ہوگئی تو صحبت کی اُجرت دونون مسئلے مین مالک کے ذمہ محسوب ہوگی اور بلے اجازت مالک کے نکاح کرکر صحبت کی ہوگی تو اُسمین جو تاوان صحبت کا دینا آویگا وہ مکاتب کی آزادی کے بعد اُس سے وصول کیا جائیگا فصل اگر مکاتب لونڈی کے مالک سے اولاد ہوئی تو مکاتب ہی رہے گی (یعنے بدل کتابت ادا کرکر آزاد ہوسکتی ہے) فصل

اور اگر بدل کتابت ادا نہو تو ام ولد ٹھہریگی۔ اگر کوئی شخص اپنے مدبر یا ام ولد کو مکاتب
کرے تو صحیح ہے اور ام ولد تو مالک کے مرنے پر مفت بلا عوض آزاد ہو جاویگی گر مدبر دو ثلث
اپنی قیمت کے وارثون کو کما دیگا اور اگر مالک فقیر ہو کر مر گیا ہو تو تمام بدل کتابت اسکو
کما دینا ہوگا۔ اگر کوئی اپنے مکاتب کو مدبر کر دے تو یہ بھی صحیح ہے پس اگر یہ بدل کتابت
ادا کر دیگا تو آزاد ہو جائیگا ورنہ مدبر رہیگا اور اگر مالک اسکا فقیر مرے تو دو ثلث اپنی
قیمت کے یا دو ثلث بدل کتابت کے کما دے۔ اگر مکاتب کو مالک آزاد کر دیگا تو آزاد
ہو جائیگا اور بدل کتابت اسکے ذمہ سے اتر جائیگا۔ اور اگر ہزار روپیہ پر جو کسی وقت
تک ادا ہونا ٹھہرے تجھے مکاتب کیا تھا پھر اُس سے صلح کر لی فی الحال پانسو دینے پر
تب بھی صحیح ہے۔ اگر کوئی بیمار جس نے اپنے غلام کو دو ہزار کے عوض ایک برس
تک کی مدت مین ادا کر دینے پر مکاتب کیا تھا مر جاوے اور غلام کی قیمت ایکہزار ہے
اور وارثون نے بدل کتابت کو دیر مین دینا روا نہ رکھا تو غلام مذکور دو تہائی بدل
کتابت فی الحال ادا کرے اور باقی ایک تہائی سال بھر مین دیتا رہے یا اگر عاجز
ہو بدل کتابت سے تو غلامی مین رہے۔ اور اگر سال کے اندر ہزار دینے پر
مکاتب کیا تھا اور قیمت اُسکی دو ہزار ہے۔ اور وارثون نے سال بھر کی دیر روا
نہ رکھی تو دو ثلث اپنی قیمت کے بالفعل ادا کر دے یا غلامی مین رہے۔ اگر ایک
آزاد نے کسی غلام کو اُسکے مالک سے ہزار پر مکاتب کرایا اور بدل کتابت بھی ادا کر دیا
تو وہ غلام آزاد ہو گیا پھر اگر غلام نے بعد اطلاع اپنے مکاتب ہونے کو جائز رکھا
تو وہ مکاتب ہوگا (یعنے جو مال آزاد شخص نے اُسکے مالک کو دیا ہے وہ اُسکے ذمہ
پر لازم ہوگا) اگر ایک شخص دو غلامون کو مکاتب کرے جسمین ایک موجود اور ایک

غائب ہی اور بدل کتابت کو غلام حاضر قبول کرے تو صحیح ہی اب ان دونوں مین سے جو مال کتابت ادا کر دیگا دونون آزاد ہو جائینگے اور جو ادا کردے وہ دوسرے سے اسکا حصہ نہین لے سکتا اور بدل کتابت کا مواخذہ غائب سے کچھ نہین ہوگا بلکہ مالک مال کا مواخذہ حاضر سے کرے اور غائب کا عقد قبول کرنا لغو ہے (یعنے اسکے قبول سے بدل کتابت اسکے ذمہ لازم نہوگا) اگر ایک لونڈی اپنے اور اپنے دو بچون کی طرف سے جو چھوٹے ہون عقد کتابت کرے تو صحیح ہے اب ان تینون مین سے جو مال ادا کردے گا دوسرے سے نہین لے سکتا ؂

باب مشترک غلام کے مکاتب کرنیکے بیان مین۔ زید و عمرو ایک غلام مین شریک ہین انمین سے ایک نے مثلاً زید نے عمرو کو اجازت دیدی کہ میرے حصہ کو ہزار کی عوض مکاتب کرکے بدل کتابت وصول کرلینا اور عمرو نے مکاتب کیا اور کچھ بدل کتابت وصول کیا پھر وہ غلام ادا سے عاجز ہوگیا تو جو لیا ہے وہ عمرو کا ہے نہ زید کا۔ زید و عمرو کی شرکت مین ایک لونڈی ہے اور دونون نے اسے مکاتب کیا پھر زید نے اس سے صحبت کی اور بچہ جنی تو زید نے کہا کہ یہ میرا بچہ ہے پھر عمرو نے صحبت کی اور دوسرا بچہ ہوا اور عمرو نے کہا کہ یہ میرا ہے پھر لونڈی ادائے بدل کتابت سے عاجز ہوگئی تو لونڈی زید کی ام ولد ٹھہریگی اور زید عمرو کو آدھی قیمت لونڈی کی اور آدھا تاوان صحبت کا ادا کردے اور عمرو زید کو سارا تاوان صحبت کا اور دوسرے لڑکے کی قیمت ادا کردے اور یہ دوسرا لڑکا عمرو کا ٹھہریگا اور زید عمرو مین سے جو کوئی صحبت کا تاوان اس لونڈی مکاتب کو دیگا تو درست ہوگا دوسرا شریک اس سے مواخذہ نہین کر سکتا مگر یہ حکم اسکے عاجز ہونے سے پہلے کا ہی اور لیکن

باب مشترک غلام کے مکاتب کرنے مین

عاجز ہونے کے تاوان صحبت زید کو پہونچے گا نہ لونڈی کو۔ اور اگر عمرو نے اُس لونڈی مشترک کو زید کی صحبت کے اور لڑکے کے دعوی کرنے کے بعد مدبر کر دیا اور عمرو نے صحبت نہین کی ہے پھر لونڈی اداے بدل سے عاجز ہوئی تو عمرو کا مدبر کرنا باطل ہے اور زید کی یہ لونڈی ام ولد ٹھہرے گی اور زید عمرو کو نصف قیمت لونڈی کی اور نصف تاوان صحبت کا دے اور لڑکا زید کا ہوگا۔ اگر زید و عمرو مین سے کوئی اس لونڈی مکاتب کو آزاد کر دے اور وہ مالدار ہو پھر لونڈی اداے زر کتابت سے عاجز ہو تو آزاد کرنے والا دوسرے شریک کو نصف قیمت لونڈی کی دے اور یہ نصف اُس لونڈی سے وصول کرے (اگر دوسرا شریک بھی آزاد کر دے یا اُس لونڈی سے نصف قیمت کموا لے تو پہلے آزاد کرنے والے سے کچھ نہین لے سکتا) اگر زید و عمرو مین ایک غلام مشترک ہے اور پھر زید نے اُسکو مدبر کر دیا اور عمرو نے اپنا حصہ حالت توانگری مین آزاد کر دیا تو زید عمرو سے نصف قیمت لے سکتا ہے اور اگر عمرو کے آزاد کرنے کے بعد زید مدبر کرے تو کچھ نہین لے سکتا (ہان غلام سے چاہے تو نصف قیمت کموا لے چاہے آزاد کر دے)

باب مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اُسکے مالک کے مرنے کے بیان مین۔ مکاتب اگر بدل کتابت کی ایک قسط کے ادا کرنے سے عاجز ہو جاوے اور کہین سے اُسکا مال جلد ملنے کو ہو تو تین روز تک حاکم اُسکے عاجز ہونے کا حکم نہ کرے اور اگر کوئی مال اُسکا نہین ہے تو حاکم اُسکو عاجز ٹھہرا کر عقد کتابت فسخ کر دے یا مالک اُسکی رضامندی سے فسخ کر دے اور اب اُسپر غلامی کے سب احکام لوٹ آوینگے اور جو مال اُسکے پاس ہوگا وہ مالک کا ہو جاوے گا۔ اگر مکاتب کچھ

مکاتب کے مرنے اور بدل کتابت سے عاجز ہونے اور اُسکے مالک کے مرنے کے بیان مین

مال چھوڑ کر مر جاوے تو عقد کتابت فسخ نہین ہوگا بلکہ بدل کتابت اُسکے مال سے ادا کیا جاویگا اور زندگی کے آخر دنون مین اُسپر حکم آزادی کا کیا جائیگا (یعنے موت آزادی کے بعد متصور ہوگی) اگر مکاتب نے لڑکا چھوڑا جو ایام کتابت مین پیدا ہوا ہے اور کوئی مال بدل کتابت کے ادا کرنے کے لیئے نہو تو یہ لڑکا باپ کی طرح بدل کتابت کی قسطون کے ادا کرنے مین کوشش کرے پس اگر بدل ادا کر دے گا تو یہ لڑکا بھی آزاد ہوگا اور اُسکا باپ بھی موت سے پہلے آزاد ٹھہرے گا۔ اگر مکاتب نے اپنا لڑکا چھوڑا جسکو خرید اتھا تو اُس لڑکے کو بدل کتابت بالفعل اکٹھا دینا ہوگا نہ قسطون سے پس اگر ادا کر دیا تو آزاد ہے اور نہین تو غلام ہو جائیگا۔ اور اگر مکاتب نے اپنے بیٹے کو خریدا اور مر گیا اور اتنا مال چھوڑا کہ بدل کتابت کو کافی ہو تو یہ لڑکا اُسکا وارث ہوگا (کیونکہ جب لڑکے نے زر کتابت ادا کیا تو باپ آزاد ہوا اور یہ لڑکا بھی اُسکا تابع ہوا آزاد ہونے مین تو لڑکا باپ کا وارث ہوگا) جس طرح کہ اگر باپ بیٹے دونون کو ساتھ ہی مکاتب کیا ہوتا (اور باپ مرتا تو بیٹا وارث اُسکا ہوتا) اگر مکاتب آزاد عورت سے ایک بیٹا چھوڑے اور اسقدر قرض اپنا اورون پر چھوڑے جو بدل کتابت کو کافی ہو اور اُس لڑکے نے کوئی تقصیر کی جسکے تاوان کا قاضی نے اُسکی مان کے کنبے پر حکم کیا تو اُس حکم سے یہ ثابت نہوگا کہ قاضی نے مکاتب کو اداے بدل کتابت سے عاجز ٹھہرایا (کیونکہ مقتضاے کتابت یہی تھا کہ لڑکے کو مان کے کنبے مین ملا دین تاکہ باپ کی طرف سے بدل کتابت کے ادا ہونے پر باپ سے لاحق ہو جاوے) اور اگر بچہ کے مان باپ کے آزاد کرنے والے اُسکی ولا مین جھگڑین اور قاضی مان کے آزاد کرنے والے کو ولا بچہ کی دلوا دے تو اس حکم

سے مکاتب کا عاجز ہونا ثابت ہوگا (اسلیئے کہ ماں کے آزاد کرنیوالے کو ولا کا ولانا اس بات کی دلیل ہے کہ اسکا باپ قابلیت اسکی نہین رکھتا کہ اپنے لڑکے کی ولا اپنے آزاد کرنیوالے کو پہونچادے اور یہ قابلیت نرکھنا آزاد نہونے کے سبب سے ہوتا ہے اور آزاد نہونا بغیر بدل کتابت سے عاجز ہونے کے نہین ہوسکتا اسلیئے اس حکم سے اسکا عاجز ہونا ثابت ہوگا) اگر مکاتب نے زکوۃ وصدقہ وغیرہ کا مال لوگون سے لیکر مالک کو بدل کتابت مین دیا اور پھر عاجز ہوگیا تو یہ مال اب مالک کو درست ہوگا گو زکوۃ وصدقہ مالک کو خود لینا درست نہو (اسکی وجہ یہ ہے کہ سبب ملک کا بدلگیا یعنے مکاتب تو اس مال کا بطور صدقہ اور خیرات کے مالک ہوا تھا اور مالک کو اپنے آزاد کرنیکے عوض مین ملا اگرچہ آزادی بعد کو ہوتی) غلام اگر تقصیر کرے پھر اسکو اسکا مالک مکاتب کردے اور اسکی تقصیر کرنے کی مالک کو اطلاع نہو پھر یہ مکاتب ادائے زر کتابت سے عاجز ہو تو مالک اس غلام کو اس شخص کے حوالے کرے جسکا اسنے نقصان کیا ہے یا اسکے قصور کا تاوان دے اسیطرح اگر مکاتب تقصیر کرے اور ابھی تاوان دینے کا حکم نہوا ہو کہ عاجز ہوجاوے ادائے بدل کتابت سے تو اسصورت مین بھی نقصان والے کو یا غلام دیا جاویگا یا تاوان پس اگر مکاتب پر حکم تاوان دینے کا کیا جاوے پھر اسکے بعد بدل کتابت سے عاجز ہو تو یہ تاوان اسکے ذمہ بمنزلہ قرض کے ہوگا کہ اسمین غلام مذکور بیچا جاویگا (اگر مالک مرجاوے تو عقد کتابت فسخ نہوگا بلکہ مکاتب کے وارثون کو بدل کتابت اپنی قسطون سے ادا کرے اور اگر وارث اسکو آزاد کردین تو آزاد ہوسکتا ہے بلے بدل کے اور اگر بعض وارث آزاد کرین تو انکا آزاد کرنا جاری نہوگا۔)

كتاب الولاء

اسمین ولاء کا بیان ہے۔ (آزاد کیا ہوا مملوک اگر مرجاوے اور کوئی وارث نہ چھوڑے تو اسکا ترکہ آزاد کرنے والے کو پہونچتا ہے اور اس ترکہ کو ولا کہتے ہین) ولا اسکو ملیگی جسنے آزاد کیا ہو گو مدبر کرنے یا مکاتب کرنے یا ام ولد کرنے یا قریب کے مالک ہونے سے آزاد ہوا ہو (مثلاً زید نے اپنے کسی ذی رحم محرم کو خریدا اور بسبب قرابت کے مالک ہوتے ہی وہ آزاد ہو گیا تو اسکی ولا زید کو پہونچے گی) اور شرط ولا کے نہ پہونچنے کی لغو ہے (یعنے اگر بروقت آزاد کرنے کے یہ شرط کیجاوے گی کہ ولا آزاد کرنے والے کو نہ ملے تو یہ شرط لغو ٹھہرے گی۔ سائبہ جو عبارت کنز مین ہے اسکے معنے آنے جانیوالے کے ہین یعنی جو کسی کی قید مین نہ ہو) اگر زید اپنی لونڈی ہندہ کو آزاد کرے جو اپنے خاوند سے کہ وہ بھی غلام ہے حمل رکھتی ہو تو لونڈی کے بچے کی ولا زید سے کبھی تجاوز نکریگی (یعنے اسکی مان کے آزاد کرنے والے کو ملیگی اگرچہ آزادی کے بعد چھ مہینے سے کم مین جنے) اور اگر چھ مہینے سے زیادہ مین جنے تب بھی بچہ کی ولا اسکی مان کے مولا (زید ۱۲) کو ملے گی (اگر اس بچہ کا باپ آزاد نہو جاوے) اور اگر وہ آزاد ہو گیا ہو تو اپنے آزاد کرنیوالے (زید ۱۲) کیطرف ولا کو کھینچ لیگا (خلاصہ یہ کہ آزادی سے چھ مہینے کے اندر اگر لونڈی جنے تو بہرصورت بچہ کی ولا اسکی مان کے آزاد کرنیوالے کو ملے گی اور اگر چھ مہینے سے زائد مین جنے اور شبہہ ہو کہ آزاد ہونے کے وقت لونڈی کو حمل تھا یا نتھا تب بھی ولا مان کو پہونچے گی لیکن اگر اس بچے کا باپ آزاد ہو جاوے تو وہ ولاء مذکور اپنے آزاد کرنیوالے کیطرف کھینچ لیگا اسلیے کہ باپ کی جانب قوی تر ہے) اگر ایک عجمی نے نکاح کیا ایک آزاد کی ہوئی عورت سے پھر وہ جنی تو اس لڑکے کی ولا اسکی مان کے آزاد کرنیوالے کو ملے گی گو اس عجمی نے کسی سے عقد موالات کیا ہو کیونکہ ترکہ پانے مین مولی عتاقہ مقدم ہے مولی

ف جو شخص اپنے غلام یا لونڈی کو آزاد کرتا ہے ... ولاء ... صورت ... ذیل مین ... ۱۲

موالات پر اور عقد موالات یہ ہے کہ ایک شخص کافر ایک مسلمان کے ہاتھ پر اسلام
لائے اور یہ عہد کرے کہ میرے بعد میری میراث تجکو پہونچیگی اور عجمی کی قید اسواسطے
ہے کہ اگر باپ عربی ہوگا تو لڑکا منسوب ہوگا اپنے باپ کی قوم کی طرف نہ ماں کے آزاد
کرنیوالے کی طرف) آزاد کرنے والا میراث لینے مین مقدم ہے ذوی الارحام پر اور موخر ہے
عصبہ نسبی سے پس اگر آزاد کرنے والا اول مرجاوے پھر اسکے بعد آزاد کیا ہوا مرجاوے
تو اس آزاد کیئے ہوے کی میراث آزاد کرنیوالے کے اس عصبی کو پہونچیگی جو سب سے نزدیک
ہے (یعنی اسکے سب وارثون کو نہین ملیگی) عورتونکو ولاء عتاقہ نہین ملتی مگر اسکی جسکو
انہون نے خود آزاد کیا ہو یا اسکے آزاد کیے ہوئے نے آزاد کیا ہو اور انکے مکاتب کی اور
مکاتب کے مکاتب کی (یعنے عورتین اپنے مورث کے ترکہ مین سے ولا کا حصہ نہین لے سکتین
مثلاً اگر کوئی شخص مرے اور کچھ ترکہ چھوڑے اور اسکے ترکہ مین سے ولا کا
مال بھی ہو اور وارث مرد اور عورتین ہون تو عورتون کو ولا مین سے حصہ نملیگا
اسکے مالک فقط مرد ہونگے ہان جسکو انہون نے خود آزاد کیا ہو یا مکاتب کیا ہو
یا اس آزاد اور مکاتب نے کسیکو آزاد اور مکاتب کیا ہو اسکی ولا عورت کو ملیگی
بخلاف مردون کے کہ وہ مورث کی ولا مین سے بھی وارث ہوتے ہین۔ یعنے عصبہ قریب ۱۲
فصل ایک شخص ایک کے ہاتھ پر اسلام لایا (یعنی اسکی رہنمونی سے مسلمان ہوا)
اس شرط پر کہ نومسلم کے مرنے کے بعد اسکے مال کا وارث وہ شخص ہادی ہو
اور اگر وہ نومسلم کسی کا کچھ نقصان کرے تو اس نقصان کا تاوان بھی وہی ہادی
دیوے یا ہادی کے سوا کسی غیر سے یہ معاملہ کرلے تو درست ہے (غرض جس سے اسطرح
کا عقد کریگا اسکو مولی موالات کہتے ہین بعد اس عقد کے) اگر نومسلم خیانت کریگا تو تاوان

سو لے کو دینا ہوگا (اور اگر مرجاویگا) اور اسکا کوئی وارث نہوگا تو میراث بھی اسیکو ملیگی ج اور مولی الموالات میراث لینے مین ذوی الارحام کے بعد ہے (یعنی میت کے ذوی الارحام مین سے بھی اگر کوئی نہوگا تب اسکو ترکہ پہونچیگا) جائز ہے اِس مسلم کہ ایک مولی الموالات سے اسکے سامنے عقد موالات فسخ کرکر دوسرے سے منعقد کرے جبتک کہ اِس پہلے نے اسکے بدلے تاوان قصور نہ دیا ہو (اور اگر اسکے عوض کچھ ڈنڈ بھر چکا ہو تو عقد موالات کا توڑنا درست نہوگا) آزاد کیئے ہوئے غلام کو درست نہین ہے کہ کسی سے عقد موالات کرے (کیونکہ مولی اسکا وہی آزاد کرنے والا ہوگا نہ دوسرا) اگر عورت سے عقد موالات کرے اور پھر جنے تو اسکا لڑکا بھی مان کے تابع ہوگا اس عقد مین (یعنی لڑکے کا مولی الموالات بھی وہی ہوگا جو اسکی مان کا ہے۔ واللہ اعلم)

کتاب الاکراہ

یعنی کسی سے زبردستی کام لینے کا بیان ہے۔ اکراہ اُس کام کو کہتے ہین جسکو آدمی دوسرے کے سبب سے کرے تو ظاہر ہے کہ وہ خود اُس کام پر راضی نہین اور زبردستی مین دو شرطین ہین اول یہ کہ زبردستی کرنیوالا (مثلاً) بادشاہ ہو یا چور جس چیز سے کہ ڈراتا ہو اُسکے کرنے پر قادر ہو (مثلاً مار ڈالنے سے اگر ڈراتا ہو تو یہ شرط ہے کہ مار ڈالنا اُسکے قابو مین ہو) دوسری شرط یہ ہے کہ جسپر زبردستی ہو وہ اُس شئے کے واقع ہونے سے ڈرے (اب اُسکے احکام بیان کیئے جاتے ہین) اگر کسیکو دوسرے نے ڈرایا کہ تو یہ چیز بیچ ڈال یا مول لے یا اقرار کرلے یا اجارہ دیدے ورنہ مین تجکو مار ڈالونگا یا سخت مار مارونگا یا بہت دنون قید کرونگا اور اُسنے ڈر کر اختیار کرلیا تو بعد اسکے اُسکو اختیار ہی چاہے اُس بیع کو رکھے چاہے توڑ دے اور اس

بیع سے ملک اُسوقت ثابت ہوگی جسوقت مبیع پر قبضہ ہو جائیگا (قبضہ سے پہلے پہلے ملک نہوگی کیونکہ زبردستی کی وجہ سے بیع مین فساد آگیا ہے) قیمت اپنی خوشی سے لے لینا بیع کی اجازت ہی جسطرح بیع کا اپنی خوشی سے دیدینا اجازت ہی (یعنی اسصورت مین حکم زبردستی کا نکیا جاویگا) اگر مشتری نے اپنی رغبت سے کوئی چیز مول لی مگر بائع نے کسی کی زبردستی سے وہ فروخت کی اور وہ شے مشتری کے پاس سے جاتی رہی تو مشتری کو اسکا دام (نرخ بازار) بائع کے حوالے کرنا چاہیئے اور بائع کو یہ بھی اختیار ہے کہ جس نے اسپر زبردستی کی ہو اُس سے چیز کا تاوان لے (مشتری سے دام لے) اگر سوئر کا گوشت یا مردار کھانے یا خون یا شراب پینے پر کوئی زبردستی کرے یا باندھنے یا پیٹنے یا قید کرنے سے ڈراوے تو اِن چیزونکا کھانا پینا حلال نہوگا - اور اگر مارڈالنے یا کسی عضو کے کاٹ ڈالنے سے ڈراوے تو انکا کھانا پینا حلال ہوجائیگا بلکہ اگر نہ کھاویگا اور اپنے قتل پر یا عضو کے کٹنے پر صبر کریگا تو گنہگار ہوگا - اگر کفر کرنے یا مسلمان کا مال ضائع کرنے پر کوئی قتل کرنے یا عضو کے کاٹ ڈالنے سے ڈراوے تو ان کامون کے کرنے کی رخصت ہے اور اگر صبر کرے اور یہ کام نہ کرے تو ثواب دیا جاویگا اور سواے خوف قتل اور عضو کٹنے کے اور باتون سے کفر کرنا اور مسلمان کا مال ضائع کرنا درست نہین - اور جسکا مال تلف ہو وہ اُس سے لے سکتا ہے جسنے تلف پر زبردستی کی ہو - اگر زید نے عمرو کو دبایا کہ بکر کو مارڈال ورنہ مین تجکو جان سے مارے دیتا ہون تو عمرو کو بکر کے مارڈالنے کی اجازت نہین اگر مارڈالیگا تو گنہگار ہوگا مگر قصاص اس سے نہین لیا جاویگا بلکہ فقط زید سے لیا جاوے گا - اگر زید پر کسی نے زبردستی کی لونڈی کے

آزاد کرنے یا بی بی کے طلاق دینے پر اور اُس نے ایسا کیا تو آزادی اور طلاق واقع ہو جائے گی۔ اب زید اپنے زبردستی کرنے والے سے قیمت لونڈی کی اور نصف مہر بی بی کا لے اگر بغیر صحبت کئے طلاق دی ہے اور اگر اکراہ کیا جاویگا (زبردستی ۱۲) مرتد ہونے پر تو بی بی اُسکی بائن نہو گی ؛

کتاب الحجر

اسمین تصرفات روکنے کا بیان ہے۔ حجر اُسکو کہتے ہین کہ بچہ ہونے یا غلام ہونے یا دیوانہ پن کے باعث قول کے تصرف سے شرعًا روک دیا جاوے اور فعل مین روک نہو (یعنے اگر ایسا شخص وہ امر کرے جو قول پر منحصر ہے تب تو ناجائز ہو جیسے معاملات ہین اور اگر ایسی بات کرے جو کرنے سے متعلق ہے تو وہ ممنوع نہو مثلًا کسی کا نقصان کر دے تو اُسکا تاوان دینا پڑیگا) صحیح نہین ہے تصرف بچہ اور غلام کا بنا اذن ولی یا مالک کے اور نہ تصرف مجنون کا کسی حال مین (نہ اذن سے نہ بغیر اذن کے) اگر عقد کرے انمین سے کوئی اور اُسکو عقد کی سمجھ بھی ہو تو ولی کو اختیار ہے چاہے عقد کو رہنے دے چاہے فسخ کرے اور اگر یہ تلف کر دینگے کوئی شے تو اُسکے ضامن ہونگے۔ اقرار کرنا بچہ اور دیوانے کا معتبر نہین اور غلام کا اقرار غلام کے حق مین معتبر ہے نہ مالک کے حق مین یعنے اگر غلام کسی مال کا اپنے ذمہ پر اقرار کرے تو اُس مال کا ادا کرنا اُسکے ذمہ پر بعد آزادی کے لازم ہو جاوے گا (کیونکہ اُسوقت اُسکا مال ملک مالک ہے بعد آزادی کے اُسکا خود کا ہوگا) اور اگر اقرار کرے گا حد کا یا قصاص کا اپنے ذمہ پر تو اُسی وقت جاری کیجاویگی بیوقوفی تصرف کی مانع نہین۔ پس اگر بالغ ہو

بیوقوف اُسکو اُسکا مال ندیا جاوے جب تک کہ ۲۵ برس کا نہولے اور جو بیع و شرا
اس عرصہ مین کریگا وہ درست ہوگی جب ۲۵ برس کو پہونچ جائے تب مال حوالے
کر دیا جاوے گو خراب کرے اور بدکاری اور کاروبار سے غفلت کرنی بھی مانع تصرف
نہین۔ اگر قرضخواہ ایسے شخص سے اپنا قرض مانگے تو قید کیا جاوے تا کہ اپنا مال قرض
مین بیچے پس اگر اُسپر قرض بھی روپیہ ہو اور اُسکا مال بھی روپیے ہون تو قرض بدون
اُسکی اجازت کے اول روپیون سے ادا کر دیا جاوے اور اگر اُسکے ذمہ قرض
اشرفیان ہین اور مال روپیہ ہو یا قرض روپیے ہین اور مال اشرفیان ہون تو ان
روپیون اشرفیون کو بیچکر قرض ادا کر دیا جاوے اور اسباب اور زمین وغیرہ اُسکی
بلے اجازت قرض کیواسطے نہ بیچے جاوین (لیکن قید کیا جاویگا تا کہ خود بیچدے)
مفلسی بھی بالغ تصرف نہین پس اگر کوئی چیز خریدی اور مفلس ہو گیا تو بیچنے والا قیمت
کے لینے مین اور قرضخواہون کے برابر ہے (یعنے وہ چیز بیچکر سبکو حصہ رسد دام ملینگے
یہ نہین کہ فقط بائع ہی کو وہ شے ملجاوے فصل بالغ ہونا لڑکے کا ان امور سے
ثابت ہوتا ہی یا احتلام سے یا کسی عورت کو حاملہ کرنے سے یا انزال سے پس اگر
یہ کوئی بات نہین ہے تو پوری اٹھارہ برس کی عمر مین بالغ ٹھہریگا اور عورت کا
بالغ ہونا ان باتون سے ثابت ہوتا ہے یا حیض کے آنے یا حاملہ ہونے یا انزال
سے اور اگر یہ باتین نہون تو جب پوری سترہ برس کی ہو جاوے اور لڑکا لڑکی دونون
کے بالغ ہونے پر پندرہ برس کی عمر مین فتوے دیا جاتا ہی۔ کم سے کم عمر بالغ ہونے
کی صغیر کے حق مین بارہ برس ہین اور صغیرہ کے حق مین نو برس پس اگر قریب البلوغ
ہو گئے صغیر اور صغیرہ اور بولے کہ ہم بالغ ہو گئے تو اُنکا کہنا معتبر ہوگا اور حکم انکا

بالغون کا سا ہو جائیگا ۔

کتاب الماذون

اسمین اذن دیئے ہوئے کا بیان ہی۔ اذن روک کے دور کرنے اور اپنے منع کے حق کو ساقط کرنے کو کہتے ہین اور اذن کسی وقت یا تعین اور خاص مین منحصر نہین رہتا (گو مالک نے خاص کسی تجارت کا اذن دیا ہو) مالک اگر اپنے غلام کو خرید و فروخت کرتے دیکھکر چپ ہو رہے تو اذن ثابت ہو جاتا ہے پس اگر مالک اسکو اذن عام دیدے نہ کسی خاص چیز کے مول لینے کا تو غلام کو درست ہی خرید نا بیچنا۔ خرید و فروخت کیواسطے وکیل کرنا گرو رکھنا گرو رکھ لینا ٹھیکہ لینا مضاربت کرنا۔ اپنی ذات یا اسباب کو ٹھیکہ مین دینا قرض یا غصب یا امانت کا اقرار کرنا مگر نکاح کرنا یا اپنے غلام لونڈی کا مکاتب کرنا اور آزاد کرنا اور قرض دینا اور ہبہ کرنا صحیح نہوگا اور ماذون کو درست ہے کہ تھوڑا سا کھانا تحفہ کے طور پر کسیکو بھیج دے یا جو اسکو کھلا دے اسکی دعوت کردے یا عیب کے سبب چیز کے دام کم کردے۔ ماذون کے ذمہ پر اگر قرض ہو جاوے تو وہ اسکی ذات سے متعلق ہوگا یعنی اگر مالک اسکی طرف سے نہ دے تو قرض کے عوض مین فروخت ہوگا اور سب قرضخواہونکو حصہ رسد بٹجاویگا اور اگر پھر بھی کچھ باقی رہیگا تو آزاد ہو نیکے بعد باقی کا مطالبہ اس سے رہیگا ماذون کا تصرف مالک کے روکنے سے رکجائیگا بشرطیکہ اکثر بازار والے اسکے روکدینے سے مطلع ہو جاوین اور اگر مالک مرجاوے یا دیوانہ ہو جاوے یا دین سے پھر کر دار الحرب مین چلا جاوے یا خود غلام ماذون بھاگ جاوے تب بھی تصرف سے رکجاویگا اور مالک اگر ماذون لونڈی کو ام ولد بنالے تو تصرف سے رکجاویگی لیکن اگر مالک غلام ماذون کو مدبر کردے تو اذن مین نقصان نہوگا اور ام ولد بنانے

اور مدبر کرنے سے مالک کو انکی قیمت قرضخواہونکو دینی ہوگی (اسلیے کہ ان دونو نکی بیع ناجائز ہے تو قرضخواہ اپنے قرضہ مین انکو بیچ نہ سکین گے اسلیے مالک کے ذمہ انکی قیمت دینی آویگی) اگر غلام ماذون بعد روک دینے کے اقرار کرے کہ میری پاس جو کچھ ہی وہ دوسرے شخص کا ہی تو یہ اقرار درست ہی۔ اگر ماذون کے پاس کا مال مع اسکی قیمت کے اسکے ذمے کے قرض کو کافی نہو تو مالک اسکے پاس کے مال کا مالک نہو گا اس سے یہ نکلا کہ اگر غلام ماذون کے پاس کوئی غلام ہو اور مالک اسکو آزاد کر دیگا تو یہ آزاد کرنا درست نہو گا۔ ہان اگر قرض اسکی قیمت اور مال سے کم ہو گا تو آزاد کر دینا اسکے غلام کا درست ہو گا۔ غلام ماذون جو قرضدار ہو وہ اگر مالک کے ہاتھ کچھ بیچے تو بیع جب ہی درست ہوگی کہ وہ قیمت مثل لے (یعنے کم دام پر نہ بیچے) اسیطرح مالک اگر اسکے ہاتھ کوئی چیز قیمت مثل یا کم دام پر بیچے تو درست ہے (زیادہ پر بیچنا درست نہین اسلیئے کہ قرضخواہونکی حق تلفی ہوگی) اگر مالک غلام ماذون قرضدار کے ہاتھ کچھ بیع کرے اور قیمت لینے سے پیشتر مبیع کو اسکے حوالے کر دے تو اب قیمت اسکی جاتی رہی (اسلیئے کہ جب مبیع اپنے غلام کو دیدی تو ثمن اسکے ذمہ قرض ہو گیا اور غلام مالک کا قرضدار ہو یہ نہین ہو سکتا) ہان مبیع کو اگر مالک ثمن لینے کے لیئے روک رکھے تو درست ہی۔ اگر غلام ماذون قرضدار کو مالک آزاد کر دے تو درست ہے مگر اس صورت مین غلام مذکور کی قیمت قرضخواہون کو دینی ہوگی اور اگر مالک قیمت بھی قرضخواہونکو دیدے اور پھر بھی قرض باقی رہے تو بقیہ کا مطالبہ غلام مذکور سے آزادی کے بعد ہو گا۔ اگر ماذون قرضدار کو مالک فروخت کر دے اور مشتری اسکو قرضخواہون سے چھپا دے (انکے حوالے نہ کرے) تو قرضخواہ اسکی قیمت مالک سے بھر لینگے پھر اگر غلام

مذکور مالک کے پاس عیب کے باعث پھر کر آوے تو مالک نے جو کچھ قرضخواہون کو دیا ہو اُن سے پھیر لے اور انکا قرض غلام مذکور سے متعلق رہیگا غلام کو اُن کے حوالے کرے کہ اگر قرضخواہ چاہین تو مشتری سے غلام کی قیمت بھر لین جسنے اسکو چھپا دیا ہو یا اس بیع کو جائز رکھین اور اُسکے دام مشتری مذکور سے لے لین - اگر مالک غلام مذکور کو فروخت کر دے اور مشتری سے مالک کہدے کہ اُسکے ذمہ قرض ہے تو قرضخواہون کو اختیار ہے کہ اس بیع کو توڑ دالین اور اگر بائع بیع کے بعد چلا جاوے تو مشتری قرضخواہونکا مدعا علیہ نہ رہیگا (یعنے قرض خواہ اُس سے مواخذہ نکرین بلکہ بائع کو جب پاوین مواخذہ کرین) اگر ایک غلام نے کسی شہر مین آکر کہا کہ مین زید کا غلام ہون اور خرید اور فروخت کی تو اُسپر تجارت مین کی ہر چیز کا مواخذہ لازم ہوجائیگا اور یہ غلام سوداگرون کے قرضہ مین فروخت ہوگا جب تک کہ اُسکا مالک نہ آوے (اور اُسکے اذن دینے کا اقرار نکرے) پس اگر زید اگر اُسکو تجارت کی اجازت دینے کا مقر ہوگا تب تو وہ قرض مین فروخت ہوگا ورنہ نہوگا - اگر لڑکے یا کم سمجھ شخص کو جو خرید و فروخت کو سمجھتے ہون اُن کا ولی خرید و فروخت کی اجازت دیدے تو اُنکا حکم خرید و فروخت مین غلام ماذون کا سا ہے -

کتاب الغصب

اسمین (غصب یعنی) کسی چیز کو چھین لینے کا بیان ہے غصب اسکو کہتے ہین کہ ایک شخص جو اپنی چیز پر تصرف حق طور پر رکھتا ہے اُسکو دوسرا شخص اپنے تصرف ناحق سے دور کر دے مثلاً کسی کا غلام چھین کر اُس سے اپنی خدمت کرادے یا جانور

کتاب الغصب

نہیں کر اسپر اپنا بوجھ لادے تو یہ غصب مین داخل ہے اور اگر مالک فرش پر بیٹھا ہو
اور اُسپر کوئی جا بیٹھے تو یہ غصب نہین (اسلیے کہ اسمین مالک کے تصرف کو دور
نہین کیا۔ جس چیز کو غصب سے لے لیا ہو اُسکے احکام یہ ہین) اگر وہ چیز بعینہ غاصب
یعنے چھیننے والے کے پاس موجود ہو تو واجب ہی کہ اُسکو جس جگہ مین چھینا ہو اُسی
جگہ مالک کو پھیر دے اور اگر چھینی ہوئی چیز غاصب کے پاس سے جاتی رہی ہو تو اُسکی
دو صورتین ہین ایک یہ کہ وہ چیز مثلی[1] تھی تو اُس جیسی اور چیز دے دیوے اور اگر
اُس چیز کا مثل اُسوقت نہ پایا جاتا ہو تو اُس کا دام جھگڑے کے دن جو کچھ ہو وہ
مدعی کے حوالے کرے دوسرے[2] یہ کہ چیز مذکور قیمت کی چیزون مین سے[3] ہو
تو اُس صورت مین اُسکا دام وہ دینا ہوگا جو چھیننے کے روز کا ہو۔ اگر غاصب
نے دعوے کیا کہ وہ چیز جاتی رہی تو قاضی اُسکو اتنے دنون قید رکھے کہ یقین نا
جان لے کہ اگر اُسکے پاس ہوتی تو اُس اثنا مین ضرور ظاہر کر دیتا پھر اُسپر حکم کر دے
کہ اُس شی کا عوض حوالے کرے اور غصب مال منقول مین ہوا کرتا ہی پس اگر زمین کو غصب کیا
اور وہ غاصب کے پاس سے جاتی رہی (مثلاً دریا برد ہو گئی) تو اُسکا تاوان نہ دیگا
ہان اگر مکان مغصوب اُسکے رہنے کے باعث یا زمین اُسکے زراعت کرنے سے ناقص
ہو جاویگی تو جسقدر نقصان ہوگا وہ غاصب کے ذمہ پڑے گا جیسا منقول چیز کا حال
ہے کہ اگر غاصب کے استعمال کرنے سے اُسمین کچھ نقصان آجاویگا تو وہ غاصب کو دینا
پڑیگا) اگر زمین مغصوب کا غلہ اور محصول غاصب نے لیا ہو تو اُسکو خیرات کر دے اور یہی
حال ہے اُس نفع کا جو غاصب نے مغصوب مین تصرف کرنے سے پیدا کرے یا مین مال
ودیعت سے تجارت وغیرہ کر کے نفع حاصل کرے (تو یہ نفع بھی خیرات کر دینا چاہیے

مغصوب چیز کو اگر غاصب اپنے تصرف سے کچھ کا کچھ کردے تو وہ چیز اُسکی ملک ہو جاتی ہے مگر اُس سے تاوان دینے کے پیشتر نفع لینا حلال نہین مثلاً بکری چھین کر اُسکو بھونے پکادے یا گیہون مغصوب کو پیسے بودے یا لوہا چھین کر تلوار بنائے خواہ سونے چاندی کے سوا اور چیز تانبا وغیرہ چھین کر برتن بنادے یا سال کی لکڑی چھین کر اُسپر عمارت قائم کرے (تو ان اعمال سے ان چیزونکا مالک تو ہو جاویگا مگر اُنسے نفع جب حلال ہوگا کہ اُنکی قیمت مالک کو حوالے کرے اور اگر چاندی سونا چھین کر برتن بنالیگا تو اُنکا مالک بھی نہوگا) اگر غاصب نے بکری چھین کر ذبح کی یا کپڑا چھین کر بہت سا پھاڑ ڈالا تو مالک کو اختیار ہے کہ خواہ قیمت اُنکی غاصب سے لیوے اور وہ چیزین اُسکے حوالے کرے یا چیزین آپ رکھے اور غاصب سے اُنکا نقصان بھرلے اور اگر تھوڑا پھاڑ دیا ہو تو اُس صورت مین مالک کپڑا آپ رکھے اور غاصب سے نقصان لیوے اگر غاصب نے کسی کی زمین مین عمارت بنائی یا درخت لگا دیے تو عمارت و درخت اُکھاڑ کر زمین مالک کو دیجاویگی اور اگر اُنکے اُکھاڑنے سے زمین کا نقصان ہوتا ہو تو مالک اُنکو رہنے دیگا اور اُکھڑنے کے بعد جو دام اُنکے ہوتے وہ غاصب کے حوالے کرنے پڑینگے۔ اگر غاصب نے کپڑا لیکر اُسکو رنگ لیا یا ستو چھین کر اُس مین گھی ملا دیا تو مالک کو اختیار ہے چاہے سفید کپڑے اور نرے ستو کے دام غاصب سے بھرلے چاہے یہ چیزین آپ لے اور جسقدر رنگ اور گھی سے اُنکا دام بڑھا ہو وہ غاصب کو دیدے

فصل اگر غاصب نے مغصوب چیز کو چھپا دیا اور اُسکی قیمت مالک کو دیدی تو اُس چیز کا مالک ہو جاوے گا۔ قیمت کے باب مین قول غاصب کا مع قسم معتبر ہے اور اگر مالک زیادتی قیمت کے گواہ پیش کرے تو اُسکے گواہ معتبر ہونگے۔ اگر غاصب نے مغصوب کو چھپا کر اُسکی قیمت جو مالک نے

له کیونکہ چاندی سونے کے برتن و زیور بنانے سے اسکی شکل و صورت نہین بدلتی ... نہین ہوتا ۱۲

تھی یا اُسکے گواہوں سے ثابت ہوئی یا غاصب پر قسم لازم ہوئی تھی اُسنے قسم سے انکار کیا اس جہت سے وہ قیمت مالک کو بھر دی اور پھر وہ چیز ظاہر ہوئی تو معلوم ہوا کہ قیمت مذکور سے زیادہ کی ہے تو اس صورت مین وہ چیز غاصب ہی کی رہیگی مالک کو اختیار نہوگا (کہ غاصب کی دی ہوئی قیمت کو واپس کر کے اُس چیز کو خود لیلے) ہان اگر غاصب نے مغصوب کا دام اپنی قسم پر دیا ہو اور پھر زیادہ کی نکلی تو مالک کو اختیار ہوگا کہ چاہے اُسی قیمت پر اکتفا کرے چاہے چیز کو لیلے اور قیمت مذکور غاصب کو پھیر دے۔ اگر غاصب غلام مغصوب کو بیچ ڈالے پھر غلام کا مالک غاصب سے اُسکا تاوان بھر لے تو غاصب کی بیع درست ہوگی اور اگر غاصب غلام مذکور کو آزاد کر دے اُسکے بعد مالک اُس غلام کی قیمت کا تاوان لے تو آزاد کرنا صحیح نہوگا۔ مغصوب چیز مین جو چیزین بڑھین وہ غاصب کے پاس امانت ہونگی (مثلاً مغصوب لونڈی کے بچہ ہو یا باغ مغصوب مین پھل لگے تو بچہ اور میوہ دونو غاصب کے پاس امانت رہین گے (یعنی اگر آپ سے جاتے رہین گے تو غاصب کے ذمہ تاوان نہوگا اور) اگر زیادتی کر کے اُنکو ہلاک و برباد کر دیگا یا مالک کے مانگنے پر اُنکو اُسکے حوالے نکریگا اور جاتے رہینگے تو قیمت دینی آویگی۔ مغصوب لونڈی بچہ جننے سے جسقدر کم ہو جاوے گی اُسکا تاوان غاصب کو دینا ہوگا لیکن اگر بچہ موجود ہوگا تو اُسی سے نقصان پورا کیا جاوے گا (یعنی لونڈی کے نقصان کے عوض مین وہ بچہ بھی مالک کو ملے گا) اگر غاصب نے مغصوب لونڈی سے زنا کیا پھر مالک کو پھیر دی اور بچہ پیدا ہونے سے وہ مر گئی تو غاصب سے اُس لونڈی کی قیمت لیجاویگی۔ اور اگر آزاد عورت سے بزور زنا کیا اور وہ بچہ جننے مین مر گئی تو اُسکا خونبہا زانی غاصب کو نہ دینا ہوگا[1] مغصوب

[1] مگر جو غصب اموال میں تاوان آتا ہے اور انسان حرہ عورت مال نہیں کہ غصب سے اسکا تاوان لازم آوے۔

چیز کے منافع کا تاوان غاصب کے ذمہ کچھ نہوگا (مثلاً اگر کسی شخص کی سواری چھین کر اسپر سوار ہوا یا گھر چھین کر اسمین رہا تو سوار ہونے اور رہنے کی اجرت اسپر لازم نہوگی) اگر غاصب کسی مسلمان کی شراب یا سوٗر چھین کر ضائع کردے تو اسپر تاوان نہ آویگا لیکن اگر شراب اور سوٗر ذمی کے ہون گے اور تلف کردیگا تو قیمت دینی ہوگی۔ اگر غاصب نے مسلمان سے شراب چھین کر سرکہ بنالیا یا مردار کی کھال چھین کر اسکو دباغت دی تو مالک کو اختیار ہے کہ یہ چیزین غاصب سے لے لے اور جسقدر کہ دباغت سے دام چمڑے کے بڑھ گئے ہون وہ غاصب کو دیدے اور اگر غاصب ان دونون چیزونکو تلف کردے تو تاوان صرف سرکے کا دینا ہوگا (چمڑے کی قیمت نہ دینی پڑے گی) اور جو شخص گانے کے آلات توڑڈالے یا چھوہارے کی شراب یا شراب منصف گرادے تو اسکو انکی قیمت دینی ہوگی اور ان چیزونکا بیچنا درست ہے (اور منصف اسکو کہتے ہین کہ انگور کے شیرہ کو جوش کرین یہانتک کہ نصف رہجاوے پھر اسکو رہنے دین تاکہ شراب بنجاوے) اگر کوئی شخص کسی کی ام ولد یا مدبر لونڈی کو چھین لے اور وہ غاصب کے یہان مرجاوے تو مدبر لونڈی کی قیمت دینی ہوگی ام ولد کی نہ دینی ہوگی۔

کتاب الشفعہ

اسمین شفعہ کا بیان ہے شفعہ اسکو کہتے ہین کہ جسکے کوئی زمین مشتری کو پڑی ہو اُتنے کے عوض بدون اسکی رضامندی کے دوسرا شخص زمین کا مالک ہوجاوے اور اُس سے وہ زمین لیلے۔ شفعہ اول خلیط کو پہونچتا ہے یعنے ایسے شریک کو جو مبیع کی ذات مین شریک ہو پھر اسکو جو مبیع کے حقوق مین شریک ہو مثلاً گھاٹ اور راستہ مین اگر یہ دونون حق خاص ہون (اور اگر سب لوگونکے ہونگے تو اسمین حق شفعہ

کتاب الشفعہ

تُسکا نہین) پھر اُسکے بعد حق شفعہ ہمسایہ کا ہے جو متصل مبیع کے ہو (اور امام
شافعی کے نزدیک ہمسایہ کو حق شفعہ نہین پہونچتا اور امام اعظمؒ کی دلیل آنحضرت صلعم کا
قول ہے کہ جَارُ الدَّارِ اَحَقُّ بِالدَّارِ یعنے مکان کا ہمسایہ مکان کا مستحق زیادہ ہے
اُسکو ابو داؤد نے روایت کیا ہے) اور جسکی چھت کسی مکان کی دیوار پر ہو یا ایک
کڑی مین شریک ہو جو مکان کی دیوار پر رکھی ہو تو وہ اُس مکان کا ہمسایہ ہے (شریک
نہین ہے یعنے اگر کوئی شریک نہوگا تو اُسکو شفعہ پہونچیگا) شفعہ شفیعون کی گنتی کے
موافق ہوتا ہے (یعنی جتنے شفیع ہونگے اُتنے حصے برابر اُس زمین کے کرکے ہر ایک
کو ایک ایک پہونچے گا۔ یہ نہوگا کہ جو شریک زیادہ سہام کا ہے اُسکو زیادہ ملے
اور کم سہام والے شریک کو کم ملے) شفعہ زمین کے بیع ہونے پر ثابت ہوتا ہے اور طلب
شفعہ پر گواہ کر دینے سے مقرر ہوجاتا ہے (اور زمین مبیع ملک مین شفیع کے یا
مشتری کی رضامندی سے آتی ہے یا قاضی کے حکم سے)

باب شفعہ کے طلب کرنے کے بیان مین۔ جب شفیع کو زمین کے فروخت
کرنے کی خبر ہو تو اُسی مجلس مین طلب شفعہ پر گواہ کر دے پھر بائع پر گواہ کرے اگر
اُسنے زمین مذکور مشتری کے حوالے نکی ہو یا مشتری پر یا زمین مبیع پر گواہ کرے
(یعنے اول گواہ کرے اپنی طلب پر پھر گواہ کرے بائع پر کہ یہ بیچتا ہے یا مشتری پر کہ
وہ خریدتا ہے یا زمین پر کہ یہ بکی ہے اور مین اُسکا شفیع ہون تم گواہ رہو کہ مین اُسکو
چاہتا ہون جب اس طرح گواہ کر چکے گا) تو اب طلب مین تاخیر کرنے سے
حق شفعہ کا جاتا نرہیگا (جب چاہے لیوے) جب شفیع قاضی کے یہان شفعہ
طلب کرے تو قاضی مدعا علیہ (یعنے مشتری سے) سوال کرے کہ جس زمین کی ملکیت

باب شفعہ کے طلب کرنے کے بیان مین

سے شفیع حق شفعہ کا طالب ہے وہ اسکی ملک ہی یا نہین اگر مشتری اقرار کرے کہ جس
زمین کے ہمسایہ کے باعث شفعہ چاہتا ہے وہ شفیع کی ملک ہے یا مشتری پر قسم لازم
ہوئی اور وہ قسم سے انکار کر گیا یا شفیع نے اپنی ملکیت کے گواہ قائم کر دیے (توان صورتون
مین دعوے شفیع کا مسموع ہوگا) پھر قاضی مشتری سے زمین متنازع کے خریدنے
کا حال پوچھے کہ تو نے مول لی ہے یا نہین اگر وہ خریدنے کا اقرار کرے یا قسم کھانے
سے انکار کرے یا شفیع گواہون سے اسکی خرید ثابت کر دے تو قاضی حکم کر دے کہ
یہ زمین شفیع کو پہونچتی ہے اور مشتری سے اسکو دلاوے۔ اور شفیع پر لازم نہین کہ
دعوی شفعہ کے وقت ثمن بھی لاوے بلکہ بعد حکم قاضی کے ثمن کا موجود کرنا زمین کے
لینے کے لیئے ضروری ہے۔ اور اگر مبیع بائع ہی کے قبضہ مین ہو تو شفیع اسی پر نالش زمین کے
دلاپانے کی کرے اور قاضی شفیع کے گواہ نہ سنے جبتک مشتری حاضر نہو جب مشتری حاضر
ہو تو اسکے سامنے بیع کو توڑ دے (اور زمین شفیع کو دلاوے) اور زمین کی قیمت کا
ضمان بائع پر ہے (یعنے زمین اگر دوسرے کی نکلے تو ثمن کا ضمان بائع دیگا مشتری سے
سروکار نہین) اور جو شخص خریدنے کے لیئے وکیل ہو وہ شفیع کا مدعا علیہ ہو سکتا ہی جبتک
کہ زمین مبیع کو اپنے موکل کے سپرد نہ کر دے (یعنی قاضی کے یہان شفیع اسپر نالش طلب
شفعہ کی کر سکتا ہی) اور اگر وکیل زمین کو موکل کے سپرد کر دے تو اسوقت وکیل سے کچھ سروکار
نہین مدعا علیہ موکل ہی ہوگا۔ شفیع کو دیکھنے کے بعد اور عیب نکلنے پر مبیع کو پھیر دینے
کا اختیار ہے گو مشتری نے بائع سے کہہ لیا ہو کہ عیب نکلے گا تو نہ پھیرونگا
اگر شفیع اور مشتری قیمت مبیع کی مختلف بتاوین تو مشتری کا قول معتبر ہوگا اور اگر
دونون گواہ پیش کرین تو شفیع کے گواہ مقبول ہونگے اگر مشتری کچھ قیمت کم اپنے اور

بائع اس سے کم کہے اور ابھی بائع نے قیمت وصول نہ کی ہو تو شفیع اسقدر قیمت دیوے جو بائع کہتا ہے اور اگر بائع قیمت مشتری سے لے چکا ہو تو شفیع اسقدر کو لے جو مشتری بیان کرتا ہی ثمن مین سے کچھ کم کردینا شفیع کے حق مین ظاہر ہوگا (یعنی اگر مشتری کے لیئے بائع نے کچھ ثمن کم کردیا ہو تو شفیع بھی اُسیقدر کم کو لے گا) لیکن اگر بائع نے مشتری کو بالکل معاف کردیا ہو یا مشتری نے کچھ زیادہ ثمن سے دیا ہو تو یہ دونوں شفیع کے لیے لازم نہونگے - اگر مشتری نے زمین کے عوض مین اسباب یا کوئی زمین دی ہو تو شفیع کو مشتری کے اسباب یا زمین کی قیمت دینی آوے گی اور اگر اسباب مثلی چیزون مین سے ہوگا تو اُس جیسا دینا آویگا - اگر مشتری نے ثمن کے دینے کی کوئی مدت ٹھہرائی ہو تو شفیع کو اختیار ہے چاہے اسی وقت دام دے کر زمین لیلے خواہ صبر کرے یہانتک کہ مدت گذر جائے اور وعدہ پر ثمن دے کر لیوے - اگر ذمی نے شراب یا سوٗر کے بدلے مین زمین خریدی ہو تو شفیع بھی اگر ذمی ہو تو شراب اور سوٗر دیکر اُسکو لیلے اور اگر شفیع مسلمان ہو تو ان دونوں کی قیمت دیکر لیوے - اگر مشتری نے زمین مبیع مین عمارت بنائی ہو یا درخت لگائے ہون تو شفیع کو اگر وہ عمارت و درخت لینے منظور ہون تو ثمن زمین کے سا تھ انکی قیمت جسقدر کہ لوگ دیوین مشتری کے حوالے کرے ورنہ مشتری سے بزور انکو اُکھڑوا ڈالے اور ثمن دیکر زمین لے لے - اگر زمین شفعہ مین عمارت و درخت شفیع نے قائم کیئے پھر وہ زمین دوسرے کی نکلی اور اُس نے لے لی تو شفیع بائع سے صرف زمین کا ثمن پھیرے (عمارت اور درخت کے دام اُس سے نہین پھیر سکتا) اگر زمین مبیع مین کوئی مکان تھا کہ وہ مشتری کے قبضہ مین آکر گر گیا یا درخت تھا کہ سوکھ گیا تو شفیع کو زمین کا کل ثمن دینا ہوویگا (اس نقصان کا اعتبار نہ کیا جاویگا) اگر مشتری زمین مبیع کے مکان کو توڑ ڈالے تو

شفیع صرف میدان کی قیمت دیکر زمین لے لے ملبہ مشتری کا رہیگا (اسکے دام دے)
اگر مشتری نے زمین اور اسکے اندر کے درخت مع پھل پھول لیے یا درختون پر پھل مشتری
کے پاس آکر لگے تو شفیع زمین اور درخت مع پھلون کے لے لیگا اور اگر پھل پہلے سے
لگے ہوئے تھے مشتری نے انکو توڑ لیا تو شفیع ثمن مین سے انکے دام کم کر دے ۔

باب کسی شفعہ ہے چیزون مین

باب ان چیزونکے بیان مین جنمین شفعہ ہوتا ہے اور جنمین نہین ہوتا شفعہ اسی
زمین مین متحقق ہوتا ہے جو مال کے بدلے مین ملک مین آوے اور جس صورت مین کہ عوض مال
نہوگا اسمین شفعہ بھی نہوگا (مثلاً کوئی مکان مہر مین لیا جاوے تو اسمین شفعہ نہوگا) اسباب
منقول مین اور کشتی مین اور عمارت اور درخت مین جو بدون زمین کے فروخت ہون حق
شفعہ نہین ہوتا مکان جو مہر مین ٹھہرا دیا ہو یا اجرت کے عوض مین کسیکو دیا ہو یا عورت نے
طلاق لینے کے عوض شوہر کو دیا ہو یا خون کے مقدمہ مین کسی مکان پر صلح ہوئی ہو
یا غلام کے آزاد کرنے کے عوض مین کسی کی ملک مین آیا ہو یا کوئی مکان کسی نے دوسرے
کو ہبہ کر ڈالا ہو اور موہوب لہ سے اسکا عوض کچھ نہ ٹھہرایا ہو تو ان صورتون مین حق شفعہ
شفیع کو نہین پہونچتا ۔ اگر مکان یا زمین اسطرح بیع ہوئی کہ بائع کو اسکے پھیر لینے کا اختیار
رہا تو جب تک بائع کو اختیار رہیگا تب تک اسمین شفعہ ثابت نہوگا ۔ اگر بیع فاسد سے
کوئی زمین بکی تو جب تک اس بیع کے فسخ کرنے کا حق مشتری کو رہیگا تب تک اسمین شفعہ
نہوگا ہان اگر مشتری اس زمین مین مکان یا درخت تیار کرے اور حق فسخ جاتا رہے
اس صورت مین البتہ شفعہ ثابت ہوگا ۔ اگر شرکت کی زمین شریکون نے باہم تقسیم کی تو
اسمین شفعہ نہوگا ۔ اگر شفیع نے حق شفعہ مشتری کو دے دیا پھر زمین مبیع مشتری نے
بسبب خیار رویت یا خیار شرط یا خیار عیب کے بائع کو حاکم کے حکم سے پھیر دی

تو اب ہمین حق شفعہ ثابت نہوگا ہان اگر بدون حاکم کے حکم کے واپس کی یا بائع و مشتری نے بیع کا اقالہ کرلیا ہو تو شفعہ ثابت ہوگا۔

باب شفعہ کی باطل کرنے والی چیزونکے بیان مین۔ (جاننا چاہیئے کہ شفعہ کی طلب کے دو طور ہین ایک طلب مواثبت (کہ بقدر سنتے خبر بیع کے اٹھ کھڑا ہو) اور (اپنے شفعہ کے طلب کرنے پر گواہ کردے دوم) طلب تقریر (کہ بائع یا مشتری یا بیع کے پاس جاکر گواہ طلب شفعہ کے کردے پس ان دونون) کے نکرنے سے شفعہ باطل ہوجاتا ہی (یعنی اگر بیع کی خبر سنتے ہی شفعہ کی طلب کے گواہ نہ کیئے نہ بائع یا مشتری یا بیع کے پاس جاکر گواہ کیئے تو پھر اگر شفعہ طلب کریگا تو دعوی سنا نہ جاویگا) اگر شفیع مشتری سے کچھ لیکر شفعہ سے دست بردار ہو تو شفعہ باطل ہے اور شفیع پر اس عوض کا مشتری کو پھیر دینا واجب ہے۔ شفیع اگر مرجاوے تو شفعہ باطل ہوگا مگر مشتری کے مرنے سے شفعہ باطل نہوگا اگر شفیع نے کسی زمین کی جہت سے دعوی شفعہ کیا اور ہنوز قاضی نے حکم شفعہ کے ملنے کا نہین کیا تھا کہ شفیع نے وہ زمین بیچڈالی تو اسکا حق شفعہ باطل ہوجاوے گا اور شفعہ نہین ہے اس شخص کو جو کسی کے لیئے وکالتًا فروخت کرے یا خود اسکے لیئے فروخت ہوئی ہو (اول مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ بائع نے ایک مکان کے فروخت کا زید کو وکیل کیا اور اسنے مکان کو فروخت کیا مگر اسکا شفیع بھی زید ہے تو اب زید کا شفعہ بیع کا وکیل ہونے سے جاتا رہا اور دوسرے کی صورت یہ ہی کہ مکان کا بائع زید کا مضارب ہی کہ اسکے لیے مال فروخت کرتا ہی اگر مضارب مذکور مال مضاربت مین سے کسی مکانکو بیچے گا تو زید کو اسمین شفع نہ پہونچیگا) اگر زید نے ایک مکان بیچا اور عمرو نے مشتری سے ضمان درک کیا (یعنے یہ کہا کہ اگر کسیکا نکلے گا تو مین ضامن ہون تو اس ضمانت

مکان کی طلب شفعہ کی باطل کرنے والی چیزون بیان مین

سے عمرو کا شفعہ جاتا رہیگا - اور جو شخص کسی کے لیئے وکالۃ خریدے یا خود اُسکے لیئے خرید واقع ہو تو اُسکو شفعہ پہونچیگا (یعنے خریدنے کا وکیل اگر شفعہ کا مدعی ہو یا مضارب کسی مکان کو مال مضاربت سے خریدے اور رب المال دعوی شفعہ کرے تو دعوی مسموع ہوگا) اگر شفیع نے لوگون سے سُنا کہ مکان ہزار روپیہ کو بکا تو اُسنے شفعہ طلب نہ کیا لیکن پھر معلوم ہوا کہ وہ کم کو بکا ہے یا گیہون خواہ جَو کے عوض مین بکا ہے جنکی قیمت ہزار یا زیادہ ہی تو اس صورت مین شفعہ کا دعوی کرسکتا ہی اور اگر یہ معلوم ہوا کہ اشرفیون کے عوض مین فروخت ہوا ہے جنکی قیمت ایک ہزار ہے تو شفعہ نہ پہونچے گا - اگر شفیع نے سُنا کہ مشتری زید ہے اور وہ شفعہ سے دستبردار ہوا پھر معلوم ہوا کہ مشتری عمرو ہے تو اُسکو شفعہ پہونچ سکتا ہے - اگر کسی نے اپنی زمین اسطرح بیچی کہ جو جانب شفیع کیطرف ملی تھی اُدھر سے ایک گز کم کرکے بیچدی (یعنے شفیع کے طرف کی گز بھر زمین فروخت نہ کی) تو شفیع کو شفعہ نہ پہونچے گا (اسلیئے کہ شفعہ کی زمین زمین مبیع سے ملی ہوئی نہ رہی اور یہ امر شفعہ کے ساقط کرنے کا ایک حیلہ ہے) اگر مکان مین سے ایک حصہ مثلاً تہائی یا چوتھائی کسی ثمن کی عوض مشتری نے خریدا بعد اسکے باقی سہامون کو خرید لیا تو ہمسایہ کا حق شفع صرف پہلے حصہ مین ہوگا باقی حصون مین نہوگا (اس لیئے کہ مشتری جب اول خرید چکا تو صرف مشتری ہی نہین رہا بلکہ اُس مکان کا شریک ہوگیا اور شریک ہمسایہ سے مقدم ہوتا ہے اور یہ صورت بھی شفعہ کے ساقط کرنے کی تدبیر ہے کہ اول ایک سہام کو بہت سے دام دیکر لے لیا بعد اسکے باقی ثمن سے بقیہ سہامونکو خرید لیا تاکہ ہمسایہ باقی سہامونکو اسوجہ سے نہ لے کہ مشتری بوجہ خرید اول کے شریک ہوگیا ہی اور اول سہام کو بسبب گرانی قیمت اور کارآمد نہونے کے نخریدی) اگر زمین کو ثمن کے عوض

حیلہ ہے اسقاط شفعہ بیچکر زمین

خرید کیا اسکے بدلے مین کپڑا بائع کو دے تو شفیع کو شفعہ وہی ثمن دینا ہوگا نہ کپڑا ۔
اور شفعہ کے ساقط کرنے اور زکوۃ کے نہ واجب ہونے کے لیئے حیلہ کرنا مکروہ نہین
(لیکن علما کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اگر حیلہ شفیع کے ضرر سے بچنے کے لیئے ہو تو اسکا
کچھ مضائقہ نہین جائز ہے اور اگر ایسا نہین تو مکروہ ہے باقی رہا زکوۃ کے ساقط کرنے
کی تدبیر تو وہ دینداری کے خلاف ہی چنانچہ دیندار پر یہ امر مخفی نہین) اگر بائع ایک
ہو اور کئی مشتریوں کے ہاتھ اپنی زمین فروخت کرے تو شفیع کو اختیار ہے کہ کچھ مشتریونکا
حصہ لے لے اور بعض کا ترک کرے اور اگر چند بائع زمین مشترک کو ایک مشتری کے
ہاتھ بیچین تو شفیع کو اختیار نہین کہ بعض کا حصہ لے اور بعض کا چھوڑ دے ۔ اگر مشتری
نے آدھا مکان بغیر تقسیم کیا ہوا لیا تو شفیع مشتری کا حصہ لے سکتا ہے جو بائع تقسیم
کر دے ۔ اگر مالک کوئی مکان بیچے اور غلام ماذون قرضدار اسکو شفعہ مین
لے لے تو درست ہے اسیطرح اسکا عکس بھی جائز ہے (یعنے مالک کو بھی حق
شفعہ غلام مدیون ماذون کی فروخت مین پہونچتا ہے) اگر کم سن لڑکے کا باپ
یا وصی حق شفعہ سے دست بردار ہون تو درست ہے اور اگر وکیل شفعہ لینے
کے لیے موکل کی طرف سے حق شفعہ سے درگذرے تب بھی درست ہے ؁

کتاب القسمۃ

اسمین مشترک چیز کے بانٹنے کا بیان ہے ۔ جو حصہ سب چیز مین مین پھیلا ہوا ہی
اسکو ایک جا کر دینے کا نام قسمت ہے (مثلاً نصف زمین کا حصہ جو متعین نہین کہ کونسا
ہے قطعہ خاص مین اسکو علیحدہ اور معین کر دین تو یہ قسمت ہوگی) پھر قسمت مین دو
باتین ہوتی ہین ایک حصہ کا جدا کرنا دوسرے ایک حق سے دوسرے حق کا بدل جانا

(اسلیئے کہ حصہ دونون شریکونکا ہر جزو مین مشترک چیز کے موجود ہے تو بانٹنے مین مبادلہ ضرور ہوگا) اور مثلی چیزون (یعنے مکیل اور موزون وغیرہ کے بانٹنے) مین جدا کرنے کو غلبہ ہے اسی لیئے ایک شریک اپنا حصہ دوسرے شریک کے غائب ہونے کی صورت مین مثلی چیز وزن سے لے سکتا ہے (کیونکہ اپنے حق کے جدا کرنے مین حاجت دوسرے کے آنے کی نہین) اور جو چیزین غیر مثلی ہین اُنکی تقسیم مین مبادلہ کو غلبہ ہے اسیوجہ سے ایک شریک دوسرے کی غیبت مین اپنا حصہ نہین لے سکتا (کیونکہ ایک مال کو دوسرے مال سے بدلنے مین دونون بدلنے والون کی حاجت ہوتی ہے) اگر مال ایک جنس کا ہے جسمین بہت لوگ شریک ہین اور کوئی شریک درخواست اُسکی تقسیم کی ایک شریک موجود سے کرے تو شریک مذکور پر تقسیم کرنیکے لیئے جبر کیا جاویگا (اور شریکونکا انتظار نہوگا) لیکن اگر مال مختلف جنسونکا مشترک ہوگا تو اسمین زبردستی موجود شریک پر تقسیم کے لیئے نہوگی (اسلیئے کہ ایک جنس ہونے مین تو جدا کرنے کو غلبہ ہے بس حاکم حق جدا کرنے پر جبر کرسکتا ہے اور مختلف جنسون مین مبادلہ کی صورت کو غلبہ ہے جسکے لیئے جبر نہین کرسکتا) مستحب ہی کہ قاضی ایک بانٹنے والا مقرر کرے جو شرکا مین مال کو تقسیم کردیا کرے اور اُسے اپنی اجرت نہ لے بلکہ اُسکا روزینہ بیت المال مین سے ملے۔ اگر بیت المال مین گنجایش نہو تو بانٹنے والے کو اجرت شرکا سے بحسب شمار شریکون کے ملنی چاہیئے (یعنی اجرت سہام کے موقوف نہو بلکہ شرکا کے شمار پر ہو مثلاً اگر ایک مال مین دو شخص شریک ہون ایک تہائی کا اور دوسرا دو تہائی کا اور قاضی کا امین دونون مین اُسکو تقسیم کرے تو اُسکی اجرت دونون سے آدھون آدھ ہوگی تہائی اور دو تہائی نہ ہوگی)

بانٹنے والے کا عادل اور امانت دار اور تقسیم کے علم سے واقف ہونا ضرور ہے۔
قسمت کرنے کو ایک ہی شخص خاص نہ کرنا چاہیئے کہ اُسکے سوا دوسرا تقسیم نکرے۔ ایک
اسباب کی تقسیم مین چند قسمت کرنے والے شریک ہونے پاوین۔ اگر وارث کسی زمین کو
میراث مین ملنے کا اقرار کرین اور تقسیم کے خواہان ہون تو وہ زمین تقسیم نہ کیجاوے
جبتک کہ وارث اپنے مورث کے مرنے کے اور وارثون کی شمار کے گواہ نہ گذارین۔
اور اگر چند شریک منقول چیز کی تقسیم کے خواستگار ہون یا یہ کہین کہ یہ زمین ہمنے خریدی ہے اسکی
تقسیم چاہتے ہین یا ملک کا دعوی کرین کہ ہماری ملک مین ہے (سبب ذکر نہ کرین کہ کسو جہ سے
ملک مین آئی) تو ان صورتون مین تقسیم کر دینا درست ہے۔ اور اگر دو شریک دعوے
کرین کہ یہ زمین ہمارے تصرف مین ہے اسکو تقسیم کر دو تو تقسیم نہ کیجاوے جب تک کہ
دونون اپنی ملکیت کے گواہ پیش نکرین۔ اگر دو وارثون نے گواہ گذرانے کہ ہمارا مورث
مرگیا اور اُسکے وارث اتنے ہی ہین جتنے ہم کہتے ہین اور مکان موروثی ان کے
قبضے مین ہے اور اُنکے ساتھ ایک وارث ہے جو اُس وقت موجود نہین یا صغیر ہے
اور درخواست تقسیم کی کرین تو قاضی اُس مکان کو تقسیم کرے اور غائب کیطرف سے
وکیل خواہ بچے کی طرف سے وصی مقرر کردے کہ وہ اپنے موکل خواہ بچے کا حصہ اپنے
قبضہ مین رکھے۔ اور اگر جو لوگ باہم تقسیم مکان چاہتے ہین وہ سب خریدار ہون اور ایک مشتری
اُن مین سے غائب ہو یا مکان مشترک صورت سابقہ مین غائب وارث کے یا
صغیر کے قبضے مین ہو یا قاضی کے سامنے وارثون مین سے ایک ہی ہو اور باقی غائب
ہون تو ان سب صورتون مین مکان تقسیم نہ کیا جاویگا۔ اگر مال مشترک کی تقسیم کا ایک
شخص خواستگار ہو اور تقسیم سے ہر شریک اپنے حصہ سے نفع لے سکتا ہے تو تقسیم

کردیا جاویگا اور اگر سب کا نقصان متصور ہے تو قسمت نہ کیا جاویگا جب تک کہ سب
راضی نہوں اور اگر بعضوں کا فائدہ ہوتا ہو اور بعضوں کو تھوڑا حصہ ملنے کی جہت سے
نقصان ہوتا ہو تو اس صورت مین اگر بڑا حصہ دار خواستگار تقسیم ہوگا تو تقسیم کردیا جاویگا چھوٹے حصہ
والے کی درخواست سے تقسیم نہوگا۔ اگر اسباب ایک جنس کا ہو تو شرکا مین تقسیم
کردیا جاوے گو سب راضی ہون یا نہون۔ اور اگر مال مشترک دو جنسین ہوں خواہ جواہر
یا غلام یا حمام یا کنوان یا چکی ہو تو انکو قاضی بدون سب شرکا کی مرضی کے تقسیم نکرے
اگر مال مشترک کئی حویلیان ہون یا ایک مکان اور زمین زراعت ہو یا مکان اور
دکان ہو تو ہر ایک چیز کی تقسیم جدا جدا ہوگی کیونکہ ہر ایک چیز مین سب شریک مشترک
ہین تقسیم کرنے والے کو چاہیئے کہ جس مکان یا زمین کو تقسیم کرے اسکا نقشہ کھینچے اور
حصے برابر درست لگادے اور گز سے پیمایش کرے اور ملبہ کے دام لگادے اور ہر ایک
شریک کا حصہ مع راہ آمد ورفت اور پانی کے حق کے جدا کردے اور ان حصون پر نشان اول
اور دوم اور سوم لکھ دے پھر شریکون کے نام لکھکر قرعہ ڈالدے جسکا نام پہلے نکلے اسکو
پہلا حصہ دے جسکا دوسری بار نکلے اسکو دوسرا اور علے ہذا القیاس۔ اور روپیونکو بدون
رضامندی شرکا کے قسمت مین داخل نکرے (اسلیئے کہ روپیو نمین کسی کے تقسیم کردینے
کی حاجت نہین انہین گن لینا کافی ہوتا ہے) اگر مکان یا زمین کی تقسیم ہوئی اور ایک
شریک کے پانی بہنے کی راہ یا آمد ورفت کا راستہ دوسرے کی ملک مین رہا اور تقسیم
کے وقت اسطرح نہین ٹھہر چکا تھا تو اگر ہوسکے تو اسکا راستہ اسی کی ملک مین کو
کردیا جاوے اور اگر نہو سکے تو یہ تقسیم توڑ دیجاوے (اور از سر نو تقسیم ہو کہ اسمین
یہ خلجان نپڑے) اگر مال مشترک ایک مکان ہو جس کے اوپر بالاخانہ ہو

اور ایک مکان بدون بالاخانہ کے ہو اور ایک مکان صرف بالاخانہ ہی ہو تو ان کی تقسیم اسطرح ہوگی کہ ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ قیمت لگا کر قیمت کے اعتبار سے تقسیم کردیئے جاوینگے۔ اگر شرکا مین سے کوئی کہے کہ مین نے اپنا حق نہین پایا اور دو بانٹنے والے گواہی حق پا لینے کی دیوین تو انکی گواہی مقبول ہوگی۔ اگر اول ایک شریک نے اقرار کیا کہ مین اپنا حصہ پاچکا پھر دعوی کیا کہ میرا اسیقدر حصہ فلان شریک کے قبضہ مین ہے تو بدون گواہی کے اسکا قول معتبر نہوگا (اور) اگر دوسرے شریک سے کہے مین اپنا حق سارا پاچکا تھا مگر بعد کو تو نے کچھ دبالیا تو مدعا علیہ یعنے دوسرے شریک کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا اور اگر مدعی نے اپنے حصہ کے بھر پانیکا اقرار نہ کیا ہو اور دعوے کرے کہ فلان جگہ تک میرا حصہ ہے مدعا علیہ نے مجھے نہین دیا اور مدعا علیہ نے اسکو جھوٹا بنایا تو دونون کو قسم کھانی پڑے گی اور قسم کے بعد قسمت توڑ دیجاویگی اگر حاکم کو تقسیم مین بہت سا غبن معلوم ہو تو تقسیم کو توڑ دے۔ اگر شرکا مین مکان تقسیم ہوگیا اور ایک شریک کے حصہ مین سے کچھ سہام کا حقدار کوئی اور نکلا جس نے اپنا حق اس شریک سے لے لیا تو یہ شریک دوسرے شریکون سے بقدر حقدار کے حصہ کے دلاپاویگا اور تقسیم کو فسخ نکرینگے۔ اگر دو شریک ایک مکان یا دو مکانون مین رہنے کی باری مقرر کرلین یا ایک غلام خواہ دو غلامون سے خدمت لینے کی نوبت مقرر کرلین یا ایک احاطہ یا دو احاطہ کے کرایہ کی باری ٹھہرالین (مثلاً یون ٹھہرالین کہ اس گھر مین ایک مہینا ایک رہے اور ایک مہینا دوسرا یا ایک مہینے کا کرایہ ایک لے ایک کا دوسرا یا غلام سے ایک مہینا ایک کام لے اور ایک مہینا دوسرا تو درست ہے۔ اگر ایک غلام کی یا دو غلامون کی اجرت مین یا ایک خچر یا دو خچر دن

سے کرایے مین یا آنکی سواری مین یا کسی درخت کے پھل مین یا کڑھی کے دودھ مین باری ٹھہرا دین تو درست نہین ♦

کتاب المزارعۃ

اسمین زراعت کا بیان ہے۔ زراعت اُس معاملہ کو کہتے ہین کہ زمین کی پیدا وار مین سے کسیقدر کے عوض مین اُسکو کاشت کرایا جاوے اس معاملہ کی درستی کے لیئے اٹھی شرطین ہین اوّل زمین کا قابل زراعت ہونا دوم زمیندار وکسان کا عاقل و بالغ ہونا سوم مدت زراعت کا بیان کر دینا چہارم بیج کے مالک کا بیان کر دینا (کہ زمیندار کا ہوگا یا کسان کا) پنجم اُسکی جنس بیان کرنی (کہ گیہون ہونگے یا جو) ششم کسان کے حصے کا ذکر ہو جانا (کہ کُل پیداوار مین سے کسقدر ہوگا) ہفتم زمین کو خالی کر کے کسان کے حوالے کرنا ہشتم زمین کی پیداوار مین مالک اور کسان کا شریک رہنا نہم زمین اور تخم ایک شخص کا ہونا اور بیل اور محنت وغیرہ امور دوسرے کے ہونے یا ایک کی فقط زمین ہو اور باقی چیزین دوسرے کے متعلق ہون (ان شرائط سے اگر کاشت کرائی جاویگی تو درست ہوگی) اگر زمین اور بیل ایک کے ہون اور بیج اور محنت دوسرے کی یا بیج ایک کا ہو اور باقی لوازم دوسرے کے یا بیج اور بیل ایک کے ہون اور باقی دوسرے کے یا زمین کی پیداوار مین سے ایک کے لیئے چند پیمانے معین کر دیئے (سب کو شریک نہ رکھا) یا یون ٹھہرایا کہ جو کچھ پانی کی نالیون اور گولون کے قریب اُگے وہ ایک کا اور باقی دوسرے کا یا یہ کہ بیج والا صرف اپنا بیج لے لے باقی دونو نکے ساجھے مین رہے یا خراج یعنے حق حاکم پیداوار مین سے مجرا دیکر باقی مشترک رہے تو ان سب صورتون مین مزارعت فاسد ہو جاویگی ہان اگر خراج معین پیمانے نہونگے بلکہ

پیداوار کا کوئی حصہ غیر معین مثلاً تہائی یا چوتھا ہوگا تو مزارعت درست ہوگی (پچھلی صورت مین) مزارعت فاسد مین پیداوار سب بیج والے کی ہوگی اور دوسرے کو جسقدر اُسنے کام کیا ہوگا اُسکی مزدوری معمول کے موافق ملے گی اور (یہ صورت اُسوقت ہے کہ زمین دوسرے کی نہو اور اگر زمین بھی اُسی کی ہو تو) زمین کا کرایہ بھی ملیگا مگر یہ مزدوری اور کرایہ اُسقدر سے زیادہ نہ دیا جاوے گا جو آپس مین دونون کے ٹھہر چکا تھا۔ اور اگر مزارعت شرائط کے ساتھ درست ہو تو پیداوار اُسی طرح پر تقسیم ہوگی جو انہون نے آپسمین شرط کرلی ہو اور اگر زمین مین کچھ پیدا نہو تو محنت کرنیوالے کو کچھ نہ ملیگا بعد معاملہ زراعت کے اگر دونون مین سے کوئی شرط کے بموجب کام کرنے سے انکار کرے تو اُس سے بزور کام لیا جاویگا لیکن اگر بیج والا انکار کرے تو اُسپر زبردستی نکیجاوے اگر دونون عقد کرنے والون مین سے کوئی مرجاوے تو مزارعت باطل ہوجاویگی۔ اگر مدت جو زراعت کے لیئے معین کی تھی گذرجاوے اور کھیتی پکی نہو تو کسان کو زمین کی اُجرت اُس جگہ کے معمول کے موافق دینی ہوگی جب تک کہ کھیتی تیار ہو (یعنے زائد دنون کا کرایہ مثل اُسکے ذمہ ہوگا) کھیتی مین جو خرچ پڑے (مثلاً کاٹنے اور اٹھانے اور دائین چلانے اور پھٹک لینے) وہ دونون کے ذمہ حقوق کے موافق پڑے گا اور اگر شرط کرلین کہ سب خرچ کسان کے ذمہ رہے تو عقد فاسد ہوجاوے گا

کتاب المساقاۃ

اسمین درختونکو پانی دینے کے معاملہ کرنے کا بیان ہے۔ مساقات اُس عقد کو کہتے ہین کہ اپنے درخت کسی شخص کو پرورش کے لیئے یہ ٹھہرا کر دے کہ اُمین جو پھل لگے وہ ہم دونون مین مشترک ہوگا اس عقد کا حال سب باتون مین مثل مزارعت کے ہے

کتاب المساقاۃ

میوہ کے درختوں اور انگوروں اور رطبہ میں اور بینگنوں کی جڑوں میں یہ معاملہ کرنا درست ہے۔ اگر پھل لگے درخت پرورش کو دیوے اور پھل ایسے ہوں کہ پانی دینے اور محنت کرنے سے بڑھتے ہوں تو درست ہے اور اگر انکا بڑھنا پورا ہو چکا ہو تو مساقات درست نہو گی جیسے مزارعت (کہ کھیتی تیار ہونے کے بعد درست نہیں ہوتی) اور عقد مساقات جب فاسد ہو جاوے تو پھل سب درخت والے کے ہونگے اور کام کرنیوالے کو معمولی مزدوری ملیگی۔ یہ عقد دونوں عقد والوں میں سے ایک کے مرجانے سے باطل ہو جاتا ہے اور عذر کے سبب سے فسخ ہو جاتا ہے جیسے مزارعت عذر کے سبب ٹوٹ جاتی ہے اور عذر یہ ہے کہ مثلاً کارکن چور ہو یا بیمار ہو کہ کام نہ کر سکے۔

اور ایک قول میں رطبہ وغیرہ کی طرح جائز ہے اور خشک کر لیا ہے تو جائز نہیں ۱۲

کتاب الذبائح

اسمیں ذبح کیئے ہوئے جانوروں کا بیان ہے۔ ذبائح جمع ذبیحہ کی ہے اور ذبیحہ اُس جانور کو کہتے ہیں جو ذبح کیا جائے اور ذبح گلے کی رگیں کاٹنے کو کہتے ہیں۔ مسلمان اور اہل کتاب (یعنے یہودی اور نصرانی کا) اور لڑکے اور عورت اور گونگے اور بے ختنہ شخص کا ذبیحہ (یعنے حلال کیا ہوا جانور) حلال ہے۔ اور آتش پرست اور بت پرست اور مرتد اور احرام باندھے ہوئے شخص کا اور ذبح کے وقت جان کر بسم اللہ کے چھوڑنے والے کا ذبیحہ درست نہیں لیکن اگر بھول کر بسم اللہ نہ کہے تو اُسکا ذبیحہ حلال ہے (اور امام شافعی کے نزدیک اگر جانکر بھی بسم اللہ نہ کہے تو اُسکا ذبیحہ حلال ہے اور دلیل امام اعظم رح کی قول اللہ تعالے کا ہے وَلَا تَاْکُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللّٰہِ عَلَیْہِ مت کھاؤ اُن جانوروں میں

ہے کہ جنکے ذبح کے وقت خدا کا نام ذکر نہ کیا گیا ہو۔ اور اگر بھول کر بسم اللہ چھوڑ دی ہو تو
حلال ہوگا اسلیئے کہ آنحضرت صلعم نے ارشاد فرمایا ہے کہ رُفِعَ عَنْ اُمَّتِی الْخَطَاءُ وَ
النِّسْیَانُ یعنے میری اُمت سے بھول چوک معاف ہے) اور ذبح کے وقت خدا تعالیٰ
کے نام کے ساتھ اور کسی کا نام لینا یا یون کہنا کہ الٰہی اسکو فلانے کیطرف سے قبول کر ذبیحہ
کو مکروہ کر دیتا ہے اور یہ الفاظ اگر بسم اللہ سے اور جانور کے لٹانے سے پیشتر کہیگا تو
مکروہ نہین اور ذبح کا مقام گلے کے اور سینہ کے اوپر کی ہڈی کے بیچ مین ہے اور ذبح مین نرخرا
یعنی سانس کی رگ اور کھانے پینے کی رگ اور دو شہ رگین اسکے آس پاس کی
کاٹنی چاہئین اور ان چار مین سے اگر تین بھی کٹجاوین گی تو کافی ہوگا اگرچہ ناخن سے
یا دانت سے کہ بدن مین نہ لگے ہون علیحدہ ہون یا سینگ سی یا ہڈی سے یا نرکل کے پوست
یا تیز پتھر سے یا ایسی چیز سے جو خون جاری کردے ذبح کیا ہو لیکن اگر دانت اور ناخن
بدن مین لگے ہون تو اُن سے ذبح درست نہوگا ذبح کے واسطے چھری کا تیز کر لینا مستحب ہے
ذبح مین اتنا کاٹنا کہ گلے کی ہڈی کے گودے تک چھری پہونچ جاوے یا سر علیحدہ ہو جاوے
مکروہ ہے (اور) گدی کی طرف سے بھی ذبح کرنا مکروہ ہے۔ اور جو شکار وحشی کہ ہل گیا ہو اسکو
ذبح کرنا چاہیئے اور جو چوپایہ پلاؤ کہ وحشی ہوکر بھاگ جاوے یا کنوئین مین گر پڑے اور
اُسکا ذبح کرنا ممکن نہو تو اُسکو زخم لگا دینا چاہیئے (کہ پھر ذبح کی حاجت نہوگی)
اونٹ کے لیئے نحر مسنون ہے (یعنے اُسکے سینے کے اوپر اور گردن کے نیچے نیزہ
مارین) اور گاے بکری کا ذبح کرنا مسنون ہے اور اسکا اُلٹا کرنا (کہ گاے بکری
کو نحر کرین اور اونٹ کو ذبح ہ) مکروہ ہے (ایسا نہ کرنا چاہیئے) اور اگر ایسا کرین
تو جانور حلال ہو جاوے گا۔ ماں کے ذبح ہونے سے اُسکے پیٹ کا بچہ ذبح

۵۷ یعنی اُسکا حکم شکار کا سا ہے اُسکی جگہ زخم لگانا کافی ہے ۱۲

نہیں ہوتا (یعنے اگر کسی گائے بکری کو ذبح کیا اور اسکے پیٹ کے اندر سے مرا ہوا بچہ نکلا تو وہ ذبیحہ میں داخل نہوگا مردار ہوگا اور اگر زندہ بچہ نکلا تو اسکو ذبح کرنا چاہیئے ورنہ حرام ہوگا اور امام شافعی رح کے نزدیک ماں کے ذبح سے بچہ بھی ذبح ہوجاتا ہی اور اسکا کھانا حلال ہے چنانچہ بعضی حدیثوں سے ایسا ہی معلوم ہوتا ہے اور دلیل امام اعظم رح کی یہ ہے کہ اللہ تعالے نے منخنقہ کو حرام فرمایا ہے۔ یعنے اس جانور کو جو سانس رک کر مرجاوے اور یہ بچہ بھی ایسا ہی ہے کہ سانس رکنے سے مرجاتا ہی یا ہمیں شبہہ ہے کہ ماں کے ذبح سے مرجاتا ہی یا سانس رکنے سے اور جس چیز میں شبہہ حلال اور حرام ہونیکا ہوتا ہے تو ہمیں حرام ہونیکی طرف کو غلبہ ہوتا ہی اسلیے حرام ہی)

فصل اُن جانوروں کے بیان میں جنکا کھانا درست ہی اور جنکا نادرست - درندوں میں سے کچلیوں والے جانور یعنی ٹیڑھے دانت کے اور پرندوں میں سے جو پنجوں سے شکار کریں حرام ہیں۔ جو کوا کھیتی کھاتا ہے (اور نجاست نہیں کھاتا) حلال ہی مگر جو کوا ابلق کہ مردار کھاتا ہے حرام ہے (اور مراد ابلق سے یہی دیسی کوا ہے کہ اسکی گردن کا رنگ بہ نسبت پرونکے سفید ہوتا ہی اسکا کھانا حرام ہی۔ کفتار اور گوہ اور بجو اور زنبور خوار سوسمار کچھوا اور زمین میں رہنے والے جانور (جیسے چوہا اور سانپ اور بچھو) اور بستی کا گدھا اور خچر اور گھوڑا حلال نہیں (اور بستی کا گدھا اسلیے کہا کہ وحشی گدھا جسے گورخر کہتے ہیں حلال ہی) اور خرگوش حلال ہے۔ جس جانور کا کھانا درست نہیں ذبح کرنے سے اسکا گوشت اور پوست پاک ہوجاتا ہی (اگرچہ کھانا حرام ہی لیکن آدمی اور سور کو اگر ذبح بھی کریں چمڑا اور گوشت پاک نہوگا) پانی کے جانوروں میں سے مچھلی کے سوا اور کوئی حلال نہیں اور اسمیں بھی یہ شرط ہی کہ خود مرکر پانی پر نہ تیر آئی ہو (کہ اسکا کھانا حرام ہے)

اور مچھلی بدون ذبح کے حلال ہے جیسے ٹیڈی (بے ذبح کیے ہوئے حلال ہے اور
امام شافعیؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک سب جانور دریا کی پیدائش کے حلال ہین اور
دلیل امام اعظمؒ کی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے وَیُحَرِّمُ عَلَیْهِمُ الْخَبَائِثَ یعنی حرام کرتا ہے
اُنپر خبیث چیزین اور مچھلی کے سوا دریائی جانور لطیف طبعونکے نزدیک سب
خبیث ہین اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ یعنی تمکو دریا کا
شکار حلال ہے اس سے مراد مچھلی ہی ہے کہ عرف مین اُسکے سوا اور چیز کا شکار
نہین کرتے اور آنحضرت صلعم نے جس دوا مین مینڈک ہو اُسکے کھانے سے منع فرمایا
اور کیکڑے کی بیع سے منع فرمایا) اگر ذبح کرنے والے کو بکری خواہ دوسرے جانور کی
موت حیات کا حال نہ معلوم ہو اور ذبح کرنے سے وہ حرکت کرے یا خون نکلے تو وہ
حلال ہے اور اگر ان دونون مین سے کچھہ نہو تو حرام ہے اور اگر اُسکو ذبح کے وقت
اُسکا جینا معلوم ہو تو حلال ہے اگرچہ حرکت نہ کرے اور خون نہ نکلے۔

کتاب الاضحیۃ

اسمین قربانی کا بیان ہے۔ قربانی کرنا اُس مسلمان پر واجب ہے جو آزاد اور مقیم اور
توانگر ہو قربانی اپنی طرف سے چاہیئے مالدار لڑکے کی طرف سے اُسپر واجب نہین
اور قربانی کم سے کم ایک بکری کی یا ساتوان حصہ بدنہ کا یعنے گائے اور اونٹ
کا ہے عید لضحےٰ کی صبح سے لیکر بارہوین تاریخ کی شام تک اُسکا وقت ہے شہر کا رہنے والا
نماز عید سے پہلے قربانی ذبح نکرے گانون والے کو اختیار ہے کہ نماز سے پہلے قربانی
کردے۔ قربانی کا جانور اگر بے سینگ کا ہو یا خصی ہو یا دیوانہ اُسکی قربانی درست ہے لیکن
اندھا یا کانا اور اتنا دبلا کہ ہڈیون مین گودا نہو اور لنگڑا اور کان اور دُم اور آنکھہ اور چکی

ین سے زیادہ حصہ کٹا ہو درست نہین۔ اونٹ کی اور گاے کی اور بھیڑ بکری ہی کی
قربانی درست ہی نر ہون یا مادہ اونٹ کی عمر پانچ برس سے کم نہو اور گاے کی دو برس
سے کم نہو اور بکری سال بھر سے کم نہو اور بھیڑ مین سے وہ بھی درست ہی جسکی عمر چھہ مہینے
سے زیادہ ہو (بشرطیکہ بڑی بھیڑون مین ملجاوے یعنی بچہ نہ معلوم ہوتی ہو) اگر سات شریکون
نے ایک گاے یا اونٹ کی قربانی کرنی چاہی اور ایک اُنمین سے مر گیا اور اُسکے
وارثون نے کہا کہ اسکو میت کیطرف سے اور اپنی طرف سے ذبح کرلو تو یہ قربانی کرنی درست ہے
اگر چھہ آدمی قربانی کرنی چاہتے ہین اور ساتوان شریک نصرانی یا مرتد ہی یا مسلمان ہے
کہ اُسکی نیت قربانی کرنے کی نہین بلکہ گوشت کا شریک ہے تو یہ قربانی کسی کیطرف سے
درست نہوگی۔ قربانی کے گوشت مین سے آپ کھانا اور مفلس اور توانگر کو کھلانا اور
رکھ چھوڑنا درست ہے اور مستحب ہے کہ مفلسون کو تہائی سے کم خیرات نکرے۔ قربانی کے
چمڑے کو خیرات کردینا چاہیئے یا اُسکا کوئی تھیلا یا چلنی بنالے کہ لوگونکے کام آوے
اگر ذبح کرنا جانتا ہو تو مستحب یہ ہے کہ اپنے ہاتھ سے ذبح کرے۔ یہودی اور نصرانی سے
ذبح کرانا مکروہ ہی۔ اگر دو شخص غلطی سے ایک دوسرے کی قربانی کو ذبح کردین تو دونونکی طرف سے
قربانی ہوگئی اور کسی کو دونون مین سے دوسرے کے جانور کی قیمت دینی نہ پڑے گی۔

کتاب الکراہیۃ

اسمین ممنوع چیزونکا بیان ہے۔ مکروہ چیز حرام کے قریب ہی اور امام محمد صاحب نے
تصریح فرمائی ہے کہ ہر مکروہ حرام ہے **فصل** کھانے پینے کی چیزونکے بیان مین
مکروہ ہے گدھی کا دودھ پینا اور سونے اور چاندی کے برتن مین کھانا اور پینا
اور تیل اور خوشبو لگانا مردون عورتون سب کو مگر رانگ اور کانچ اور بلور اور

حقیق کے برتن مین کھانا پینا وغیرہ مکروہ نہین جس برتن پر چاندی لگی ہو یا زین پر یا کرسی پر چاندی کا کام ہو اُسکا استعمال حلال ہے مگر اسطرح استعمال کرے کہ چاندی کی جگہ بچی رہے (مثلاً برتن کے کنارے پر نہو کہ مُنہ اُسپر لگے یا زین اور کرسی پر بیٹھنے کی جگہ خالی ہو) اور کافر کا قول حلال اور حرام ہونے مین مقبول ہوگا (مثلاً کسی مسلمان کا خادم آتش پرست ہو اور وہ گوشت لاوے اور کہے کہ یہ مسلمان کا ذبح کیا ہوا ہے تو اُس مسلمان کو اُسکا کھانا درست ہوگا) غلام اور لڑکے کا قول ہدیہ اور اذن کے باب مین مقبول ہے (مثلاً غلام یا لڑکا کہے کہ یہ کھانا تمکو ہدیہ بھیجا ہے یا کسی شخص سے کہے کہ تمکو صاحب خانہ اندر بلاتا ہے تو اُسکا کہا مان لیا جاویگا) بدکار شخص کا قول معاملات مین مقبول ہے اور دین کی باتوں مین معتبر نہین (مثلاً اگر مضاربت اور وکالت اور قاصدی اور تجارت مین بدکار کچھ کہیگا تو مان لین گے اور اگر پانی کی نجاست وغیرہ امور دینی مین کچھ کہیگا تو نہ مانینگے) اور جس شخص کی کوئی ضیافت ولیمہ مین کرے اور وہان راگ رنگ ہو تو یہ شخص بیٹھکر کھانا کھالے مترجم کہتا ہے کہ اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ اگر شخص مذکور اُن لوگون مین سے ہے جنکے افعال کی سند لوگ پکڑتے ہون اور وہ راگ رنگ کو منع بھی کرسکتا ہو تو وہ بیٹھے اموقوف کرادے اور کھانا کھاوے اور اگر منع نہین کرسکتا تو شریک دعوت نہو چلا آوے اور اگر عامی شخص ہے تو اُسکا حکم وہی ہے جو کتاب مین ہے اور یہ سب اُسوقت ہے کہ پہلے علم نہو اور اگر پہلے سے معلوم ہو کہ وہان بدعت ہے تو جانا ہی نہ چاہیئے لذاتی العینی فصل پہننے کے احکام کے بیان مین۔ مردونکو ریشمی کپڑا پہننا حرام ہے (یعنے جسکا تانا بانا دونون ریشم ہون) مردون کو (حرام ہے) عورتونکو حرام نہین اور ریشمی کپڑے کی گوٹ مقدار چار انگل کے مردون کو بھی حلال ہے۔ ریشمی کپڑے کا تکیہ

فصل

یا جیسونا مردونکو درست ہی جس کپڑیکا تانا ریشم کا ہو اور بانا روئی یا اون کا ہو اُسکا پہننا مردکو حلال ہے اور جسکا تانا سوت یا اون کا ہو اور بانا ریشم کا اُسکا پہننا مردون کو صرف لڑائی مین حلال ہے - مرد سونے چاندی کا زیور نہ پہنے کہ حرام ہے ہان اگر چاندی کی انگوٹھی اور پیٹی اور تلوار کا ساز ہو تو مضائقہ نہین - اور سوای بادشاہ اور قاضی کے اور لوگون کے حق مین افضل یہ ہے کہ انگوٹھی نہ پہنین - اور پتھر اور لوہے اور پیتل اور سونے کی انگوٹھی پہننی حرام ہے نگینے کے سوراخ مین سونے کی کیل لگانی اور دانتونکو چاندی کے تارون سے باندھنا درست ہی سونے کے تارون سے درست نہین - لڑکون کو سونا اور ریشمی کپڑا پہنانا مکروہ ہے - وضو کا پانی خشک کرنے کو رومال رکھنا یا ناک صاف کرنے کو کپڑا رکھنا یا بات کے یاد رکھنے کو انگلی مین دھاگا باندھنا مکروہ نہین **فصل** دیکھنے اور ہاتھ لگانے کے بیان مین - آزاد عورت جو اجنبی ہو مرد کو اُسکے چہرے اور ہتھیلیونکے سوا اور کچھ دیکھنا درست نہین اور جس مرد کو دیکھنے سے شہوت ہوتی ہو اُسکو چہرہ کا دیکھنا بھی نہ چاہیئے مگر حاکم اور گواہ اور نکاح کا پیام دینے والا (یعنے جو اُس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہو وہ اگر چہرہ دیکھے تو مضائقہ نہین) اور طبیب کو بیماری کی جگہ کا دیکھنا درست ہی - مرد کا تمام بدن سوائے برہنگی (یعنے ناف سے زانو تک) کے مرد کو دیکھنا جائز ہے اور عورت کا دیکھنا مرد اور عورت کو بھی ایسا ہی ہے (یعنی عورت دوسری عورت یا مرد کے تمام بدن کو سوائے برہنگی کے دیکھ سکتی ہے) مرد اپنی بی بی اور لونڈی کے مکان مخصوص کو دیکھ سکتا ہے اور محرم عورت کے چہرہ اور سر اور سینہ اور پنڈلیون اور بازوؤن کو دیکھ سکتا ہے مگر پیٹھ اور پیٹ اور رانونکو دیکھنا درست

انہین بھی ۔ جن اعضا کا دیکھنا جائز ہے انکو ہاتھ لگانا بھی درست ہی ۔ غیر کی لونڈی مثل محرم عورت کے ہی (یعنے اُسکے سر اور بازو وغیرہ کا دیکھنا درست ہے) اور اگر اُسکے خریدنیکا ارادہ ہو تو جن اعضا کو دیکھنا درست ہی انکو ہاتھ بھی لگاوے گو شہوت ہو جب لونڈی بالغ ہو جاوے تو اُسکو صرف ایک تہمد بندھا کر مردون کے سامنے نہ آنے دین (بلکہ اوپر کوئی کپڑا ضرور ہونا چاہیئے) اور خصّی اور آلت کٹا ہوا اور ہیجڑا مردون مین شامل ہین (یعنے دیکھنے اور ہاتھ لگانے مین جو مردونکو جائز ہے وہی انکو بھی درست ہے) عورت کا غلام مثل اجنبی مرد کے ہی (یعنے عورت کو اُس سے بھی پردہ ضرور ہے) مرد کو اپنی لونڈی سے بدون اجازت اور بی بی سے اُسکی اجازت کے ساتھ عزل درست ہی (یعنی صحبت کے وقت انزال باہر کرنا لونڈی سے بلا اجازت اور بی بی سے باجازت درست ہی)

فصل

فصل عورت کے رحم کو صاف کر لینے کے بیان مین ۔ جس شخص کی ملک مین کوئی لونڈی آوے تو اُسکو اُسکے ساتھ صحبت کرنا اور ہاتھ لگانا اور اُسکی شرمگاہ کو شہوت سے دیکھنا درست نہین جبتک کہ اُسکو ایک حیض نہ آچکے ۔ ایک شخص کے پاس دو بہنین اُسکی لونڈیان ہین اور اُسنے دونون کا بوسہ شہوت سے لیلیا تو اب اُسکو انہین سے کسیکے ساتھ صحبت کرنی یا لوازم صحبت کرنے (مثلاً مساس یا گلے چمٹانا) حرام ہے جبتک کہ ایک کی شرمگاہ کو اپنے اوپر حرام نکردے (یعنی جبتک ایک کو اپنی ملکیت سے باہر نکردے) مثلاً دوسرے کے ہاتھ بیچدے یا ہبہ کردے یا کسی کے ساتھ اُسکا نکاح کردے یا آزاد کردے تب تک دوسری سے صحبت نکرے ۔ مرد کو مرد کا بوسہ لینا اور معانقہ کرنا ایک تہمد باندھے ہوئے مکروہ ہی اور اگر تہمد پر کرتا بھی پہنے ہو تو درست ہی جیسے ہاتھ ملانا جائز ہی

فصل

فصل بیع اور غلہ بھرنے اور اجارہ وغیرہ کے بیان مین آدمی کے پاخانے کا

بیچنا مکروہ ہے مگر گوبر اور لید کی بیع مکروہ نہین - اگر بکر نے عمرو سے کہا کہ یہ لونڈی زید کی ہے
اور اُسنے اُسکے بیچنے کے لیئے مجھے وکیل کیا ہے تو عمرو کو اُسکا خریدنا جائز ہی گواہون
کی گواہی پر خرید کو موقوف نہ رکھے (کہ وکالت ثابت ہو تو خرید کرون) اگر زید کا قرضہ عمرو
کے ذمہ ہے اور دونون مسلمان ہین اور عمرو نے شراب بیچ کر وہ قرضہ ادا کیا تو زید
کو شراب کا دام قرضہ مین لینا مکروہ ہے - اور اگر عمرو کافر ہے تو شراب بیچکر اگر
قرضہ ادا کرے تو زید کو وہ دام لینے مکروہ نہین - آدمی کی غذا مثل گیہون وغیرہ کے
اور جانورونکی غذا مثل بھس وغیرہ کے گرانی کی نیت سے ایسے شہر مین بندکر رکھنا
مکروہ ہی جہان بندکر رکھنے سے لوگون کو تکلیف ہو لیکن اپنی زمین کا غلہ بندکر رکھنا یا
دوسرے شہر سے تجارت کے لیئے لاکر روک رکھنا مکروہ نہین - حاکم اپنی طرف سے نرخ
مقرر نکرے مگر جس صورت مین کہ غلہ فروش نہایت گران کردین (اُسوقت نرخ مقرر کرنا
درست ہے) شراب بنانے والے کے ہاتھ شیرہ بیچنا جائز ہی اور نواح شہر مین گھر کا کرایہ دینا
کہ کرایہ دار اُسمین آگ کو پوجے یا یہودی خواہ نصرانی اُسکو اپنی عبادتگاہ مقرر کرین یا اُسمین شراب
بکاوے درست ہی (اور نواح شہر کی قید اسلیئے ہے کہ خاص شہر کے اندر یہ امور ہونے بادشاہ
کی طرف سے ممنوع ہونے چاہئین اسلیئے یہ باتین شہر کے باہر ہی ہونگی تو اُنکے لیے وہان مکان
کرایہ دینا جائز ہے) ذمی کی مزدوری کرنی شراب اُٹھانے کے لیئے جائز ہے (اور
صاحبین کے نزدیک مکروہ ہے) شہر مکے کے مکانون کی عمارت اور زمین کا بیچنا اور
قرآن مجید مین دس آیتون پر نشان (عشر یا آیت کا) کرنا اور اُسکے حروف پر نقطے
اور اعراب لگانے اور سونے چاندی سے اُسکو مزین کرنا اور ذمی کا مسجد کے اندر
آنا اور ذمی کی بیمار پرسی کرنی اور چوپایونکو بدھیا کرنا اور گدھون کو گھوڑیون پر چھوڑنا

نسل کے لیئے ڈالنا اور ماذون غلام تاجر کا ہدیہ قبول کرنا اور اسکی ضیافت ماننی اور اس سے سواری کا جانور مانگ لینا یہ سب باتیں جائز ہیں۔ اور اگر غلام ماذون کسیکو کپڑا پہننے کو دے یا ہدیہ میں روپیہ اشرفی بھیجے تو مکروہ ہے۔ چھپے نکلے ہوئے آدمی کو زنانہ مکان میں آنے دینا اور یوں دعا مانگنی کہ الٰہی عرش پر اپنی عزت کے انعقاد کی جگہ کے طفیل سے یہ کام کردے یا یوں دعا کرنا کہ الٰہی بحق فلان یہ کام کردے مکروہ ہے۔ شطرنج کھیلنا اور گوٹوں سے کھیلنا اور تمام کھیل مکروہ ہیں اور غلامی کا نشان مثل لوہے کے طوق وغیرہ کے غلام کے گلے میں ڈالنا مکروہ ہے مگر اسکو قید کرنا درست ہے۔ دوا کے لیئے حقنہ کرنا۔ اور قاضی کا روزینہ بیت المال میں سے مقرر کرنا۔ اور لونڈی اور ام ولد کو بدون محرم سفر کرنا۔ اور جو چیزیں بچہ کے لیئے ضروری ہیں انکو اسکے چچا خواہ ماں کا مول لینا یا بیچ ڈالنا جائز ہے اسیطرح جو شخص کوئی بچہ پڑا ہوا پاوے وہ بھی بچہ کی ضروریات کی بیع و شرا کر سکتا ہے۔ بچہ کو کسیکا مزدور کرانا یا نوکر رکھانا صرف ماں کو جائز ہے (دوسرے کو اختیار نہیں)

کتاب احیاء الموات

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ احیاء کے معنی زندہ کرنا اور موات زمین مردہ یعنی ویران کو کہتے ہیں جس سے کچھ فائدہ نہو

اسمیں ویران زمین کے زراعت کرنیکا بیان ہے۔ موات اس زمین کو کہتے ہیں جسمیں کھیتی پانی کے نہونے یا پانی کی کثرت کے باعث نہو سکے اور وہ زمین بستی سے دور ہو کہ چلانے کی آواز وہاں سے بستی میں نہ پہنچے اور کسیکی ملک نہو پس ایسی زمین کو اگر کوئی شخص بادشاہ کی اجازت سے اٹھاوے (یعنے کھیتی کے قابل کرے) تو وہ زمین اسکی ہو جاتی ہے۔ اگر موات زمین کے گرد کوئی پتھروں کی مینڈھ باندھ دے (یا اور کوئی نشان خندق وغیرہ کا کردے) تو اس سے اسکا مالک نہوگا اور آبادی کے قریب کی زمین کا

زراعت کے قابل کرنا جائز نہین (یعنے زراعت کے قابل کرنیسے اُسکا مالک نہوگا)
ویران زمین مین اگر کوئی شخص کنوان کھدوادے تو کنوئین کے سب طرف سے چالیس گز
اُسکا حق ہوگا اور چشمہ (یعنی تالاب وغیرہ) کا گرد چہار طرف پانسو گز (ہوگا) پس اگر کوئی شخص کنوئین
کے گرد چالیس گز کے اندر اور چشمہ کے گرد پانسو گز کے اندر دوسرا کنوان (یا چشمہ) بنایا چاہے
تو اُسکو بنانے نہ دینگے۔ بڑے کا گرد اسقدر ہوتا ہی جو اُسکے مناسب ہو۔ دریا برآورد
زمین اگر ایسی ہو کہ پھر وہان دریا نہ آویگا تو اُسکا حکم موات کا ہے اور اگر احتمال دریا کے
پھر آنیکا ہو تو موات نہین۔ اگر موات زمین مین کوئی نہر کھودے تو اُسکا گرد وہ کچھ نہوگا
(یعنی صرف کنارونکی مٹی جس جگہ پڑی ہی وہی اُسکا حق ہے اور کچھ نہین) **فصل** پانی
کے گھاٹ کے مسائل مین۔ گھاٹ مین سے کھیتی اور جانورون کے لئے حصہ اور
باری ہونیکا نام شرب ہی۔ بڑی نہرین مثلاً دجلہ اور فرات اور گنگا جمنا کسی کی
ملک نہین اُن سے اپنی زمین کو پانی دینا اور وضو کرنا اور پینا اور اُنپر پن چکی قایم کرنی
اور اُنہین سے نہر کھود کر اپنی زمین مین لانی بشرطیکہ عام لوگونکا ضرر نہو ہر شخص کو پہنچتا
ہی۔ اور جو نہرین کہ کسیکی ملک ہون اُن سے اور کنوون اور حوضون سے ہر شخص کو پانی
پینے اور اپنے جانورون کو پانی پلانیکا اختیار ہی مگر زمین کو سینچنے کا اختیار نہین اور اگر
بیلونکی کثرت سے نہر کے خراب ہونیکا خوف ہو تو اُنکو پانی پلانے سے مالک روک
سکتا ہی اور پانی جو مٹکے وغیرہ مین رکھا ہوا ہو اُسکو بدون اجازت مالک کے کام
مین لانا درست نہین۔ اور چھوٹی نہرونکا صاف کرنا جو کسیکی ملک نہون بیت المال مین سے
چاہیئے اور اگر بیت المال مین خرچ صفائی کا نہو تو لوگون سے اُسکے لئے بزور لینا
چاہیئے۔ اور جو نہر کسیکی ملک ہو اُسکی صفائی اُسکے ذمہ لازم ہے اگر مالک انکار کرے

فصل پانی کے گھاٹ کے عرض میں

تو بزور اس سے صاف کرائی جاوے۔ اور مشترک نہر کے کوڑے وغیرہ نکالنے کا خرچ
شریکوں کے ذمہ ہے نہر کے اوپر کیجانب سے (یعنے شروع منبع کی طرف سے) ہوگا پس
جس شریک کی زمین سے نہر آگے بڑھ جاویگی وہ صفائی کے خرچ سے بری ہوجاویگا
اور جو آدمی اور جانور ایسے نہروں میں سے پانی پیتے ہوں اُنپر اسکا صاف کرنا لازم نہیں۔
گھاٹ پر اپنے پانی لینے کا دعوی کرنا بدون زمین کی ملکیت کے بھی درست ہے۔ کچھ لوگوں میں
ایک نہر مشترک ہے اور وہ اُس سے پانی لینے میں جھگڑا کریں تو نہر مذکور میں ہر ایک
شریک کا حصہ اتنا ہوگا جتنی اُسکی زمین ہے (اور وہ مشترک رہیگی) شریکوں میں سے
کسیکو اختیار نہوگا کہ نہر مشترک میں سے دوسری نہر اپنی زمین میں کھود لادے یا اُسپر
میں چکی لگادے یا رہٹ یا چرخہ سے پانی لیوے یا اُسپر پل باندھے یا نہر کے دہانہ کو
چوڑا کرے یا پانی کی تقسیم دنوں کے اعتبار سے کرے اور پہلے قلابوں کے اعتبار سے
ہو چکی ہو یا اپنے حصہ کا پانی اس نہر کا اپنی دوسری زمین میں لیجاوے جسکا پانی دینا
اس نہر میں سے ہوتا ہے (اور یہ امور اگر شرکا کی رضامندی سے کرے تو مضائقہ
نہیں) بدون رضامندی (کسیکو اختیار انکا حاصل نہیں) پانی دینے کا حق میراث میں
وارث کو پہونچ سکتا ہے اور بعینہ اس سے نفع لینے کی وصیت دوسرے کو کردینی (کہ
میرے بعد تو کام میں لائیو) درست ہے مگر اُس حق کا بیچنا اور ہبہ کرنا درست نہیں۔ اگر
ایک شخص نے اپنے کھیت کو پانی سے بھرا اور اس سے اُسکی ہمسایہ کی زمین کو ضرر ہوا یا
ڈوب گئی تو اُسپر زمین کا کچھ تاوان دینا نہ آویگا۔

کتاب الاشربہ

اسمیں شرابوں کا ذکر ہے۔ شراب شریعت میں اُس چیز کا نام ہے جو نشہ کرے چار

طرح کی شرابین حرام ہین اول خمر یعنی انگور کا کچا پانی جب خوب جوش مارنے لگے اور اسمین جھاگ آجاوین تو اسمین سے تھوڑا اور بہت حرام ہوجاتا ہے اور دوسری شراب طلا ہے کہ انگور کو نچوڑ کر اتنا پکاوین کہ ایک تہائی سے زیادہ رہجاوے اور باقی جلجاوے۔ تیسری شراب کا نام سکر ہے کہ تر چھوہارونکو پانی مین بھگو دیا اس کچے پانی کو سکر کہتے ہین چوتھی شراب نقیع زبیب ہے یعنی کشمش کو پانی مین ترکے بدون پکائے رہنے دیا یہ تینون پچھلی قسمین اگر اٹھ جاوین اور کڑوی ہوجاوین تو حرام ہین اور انکی حرمت خمر کی نسبت کم ہے یعنی ان تینونکو اگر کوئی حلال جانیگا تو کافر نہوگا بخلاف خمر کے (کہ اسکا حلال جاننے والا کافر ہے) اور چار قسمین حلال ہین ایک یہ کہ خشک چھوہارے خواہ کشمش پانی مین ترکے اس پانی کو جوش خفیف دیا جاوے تو یہ پانی اگرچہ اٹھ کھڑا ہو مگر اسمین سے اسقدر پینا کہ نشہ نہ لاوے جائز ہے اور خوشی اور کھیل کے لیئے یہ بھی درست نہین دوسری قسم یہ ہے کہ خشک چھوہارون اور کشمش کو جدا جدا ترکے دونون کا پانی ملاکر جوش خفیف کے بعد رکھ چھوڑین یہانتک کہ اٹھ کھڑا ہو تیسری یہ کہ شہد یا انجیر یا گیہون یا جو یا چینا پانی مین ترکے رکھ چھوڑین جوش دین یا نہ دین اور یہ پانی اٹھ کھڑا ہو۔ چوتھی یہ کہ انگور کے عرق کو اتنا پکاوین کہ دو تہائی اڑجاوے بعد اسکے رکھ چھوڑین کہ اٹھ آوے (اور ان چارون قسمون مین امام شافعی رح کا اختلاف ہے انکے نزدیک سب نشہ آور چیزین حرام ہین اور امام اعظم رح کے نزدیک یہ چارون اگر نشہ نکرین اور کھیل اور ترنگ کی راہ سے نہ پی جاوین تو حرام نہین یعنی مرض مین انکا استعمال کرنا درست ہے اسوجہ سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے حُرِّمَتِ الْخَمْرُ بِعَیْنِہَا وَالسُّکْرُ مِنْ کُلِّ شَرَابٍ یعنے خمر تو خود حرام ہے اور باقی شرابونکا نشہ حرام ہے اس حدیث کو اورون نے مرفوع روایت کیا ہے اور نسائی نے ابن عباس پر موقوف روایت کیا ہے) کدو کے تونبے اور شراب کے

کوزے اور مزفت اور نقیر میں نبیذ بنانا (یعنی پھلوں وغیرہ کا پانی ان برتنوں میں رکھنا) حلال
ہے شروع اسلام میں ان برتنوں میں نبیذ بنانا حرام ہوگیا تھا اس لئے کہ یہ برتن شراب کے
ہوتے تھے بعد اسکے حرمت منسوخ ہوئی کہ برتن کی جہت سے حرام نہیں بلکہ حرمت کا
سبب نشہ ہے اگر شراب خود بخود سرکہ ہوگئی یا کچھ ڈال کر اسکو سرکہ بنالیا تو اسکا کھانا جائز ہے
شراب کی تلچھٹ کا پینا اور اس میں تر کرکے کنگھی کرنی (جیسے بعض عورتوں کی عادت ہے)
مکروہ ہے اور جو شخص تلچھٹ پیوے اوسپر حد نہ ماری جاوے جبتک کہ مست نہو۔

کتاب الصید

اسمیں شکار کرنے کے مسئلے ہیں۔ شکار کرنا سکھائے ہوئے کتے اور چیتے اور باز اور سب
سکھائے ہوئے شکاری جانوروں سے حلال ہے شکار کرنے میں تین باتیں ضروری ہیں اول تو
جانور شکاری کی تعلیم اور کتے کا تعلیم یافتہ ہونا یہ ہے کہ شکار کو پکڑ کے خود نکھانے لگے جب
تین بار ایسا کرے تو وہ تعلیم یافتہ ہوگیا اور باز کی تعلیم یہ ہے کہ بلانے سے چلا آوے
دوسری بات یہ ہے کہ جب شکار پر جانور چھوڑا جاوے اسوقت بسم اللہ کہکر چھوڑے
تیسری یہ کہ شکاری جانور کسی جگہ میں زخم کرے۔ اگر شکار پکڑ کر باز خود کھانے لگے تو
اس شکار کو کھانا جائز ہے اور اگر کتا یا چیتا کھانے لگے تو اسکا کھانا درست نہیں۔ اگر
شکار کھیلنے والا شکار کو زندہ پاوے تو اسکو ذبح کرے اگر زندہ پانی کی صورت میں ذبح نکرے گا
تو وہ شکار حرام ہوجاویگا اور یہی حال ہے اگر کتا شکار پر زخم نہ لگادے بلکہ گلا گھونٹ کر
مار ڈالے یا شکاری کتے کے ساتھ بدون تعلیم کیا ہوا کتا یا کسی کافر غیر کتابی کا کتا یا ایسا کتا
جسکے چھوڑتے وقت شکاری نے قصداً بسم اللہ نہ کہی ہو شکار مارنے میں شریک
ہوگیا ہو تو شکار حرام ہوجائیگا۔ اگر ایک مسلمان نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا پھر

اسکو کسی مجوسی نے ہلکارا اور کتے نے ہلکار پر تیز ہو کر شکار مارا تو شکار حلال ہوگا اور اگر کتے کو مجوسی نے چھوڑا اور مسلمان نے ہلکارا اور کتے نے ہلکار سے تیز ہو کر شکار مار لیا تو یہ شکار حرام ہوگا۔ اور اگر کتے کو کسی نے نہیں چھوڑا تھا بلکہ وہ آپ ہی شکار پر چلا تھا پھر اسکو کسی مسلمان نے ہلکا دیا اور اسنے چستی کر کے شکار مارا تو یہ شکار حلال ہوگا۔ اگر مسلمان بسم اللہ کہکر شکار کے تیر مارے اور تیر سے وہ شکار زخمی ہو جاوے تو اسکا کھانا درست ہوگا اور اگر شکار کو زندہ پاوے تو ذبح کرلے اور باوجود زندہ ملنے کے اگر ذبح نکریگا تو حرام ہو جاویگا اگر شکار کے تیر لگا اور تیر کھا کر وہ غائب ہو گیا اور شکاری اسکو ڈھونڈھتا رہا پھر زخمی مرا ہوا ملا تو حلال ہے اور اگر تیر مارنے کے بعد شکاری نے اسکی جستجو نہ کی اور بیٹھ رہا اور پھر وہ شکار مرا ہوا پایا تو حلال نہوگا۔ اگر شکار کے تیر لگا اور وہ پانی میں گر گیا یا کسی چھت پر یا پہاڑ پر گرا پھر وہاں سے زمین پر گر کر مر گیا تو وہ حرام ہوگا اور اگر اول ہی زمین پر گر کر مر جاویگا تو حلال رہیگا۔ اگر تیر کو لکڑی کی طرح مارا اور شکار مر گیا یا غلّے اور گولی سے شکار مارا تو وہ حرام ہوگا۔ اگر شکار کے تیر مارا اور اس سے کوئی عضو اسکا جدا ہو گیا تو شکار کھایا جاویگا اور وہ عضو نہیں کھایا جاوے گا اور اگر شکار کو دو ٹکڑے اسطرح کیا کہ تہائی سر کی طرف اور دو تہائی دھڑ کی طرف ہوں تو سارا شکار کھایا جاویگا (مثلاً اگر ہرن کو تلوار سے مارا اور اسکے ایسے دو ٹکڑے ہوئے کہ تہائی سر کیجانب رہی تو سبکا کھانا درست ہے اور اگر ٹکڑے ایسے ہوں کہ سر کی جانب آدھے سے زیادہ رہی اور چوتڑوں کی طرف کم رہے تو اس صورت میں چوتڑوں کی طرف کا حصہ نہ کھایا جاویگا) اور مجوسی اور بت پرست اور مرتد کا مارا ہوا شکار حرام ہے (اسلئے کہ انکا ذبیحہ درست نہیں) اگر زید نے شکار کے تیر مارا مگر وہ ست نہوا پھر اسکے عمرو نے تیر مارا اور شکار مر گیا تو

وہ شکار عمرو کا ہوگا اور اُسکا کھانا حلال ہوگا اور اگر زید کے تیر سے شکار ڈھیلا پڑ گیا تھا اور پھر عمرو کے تیر سے مر گیا تو شکار زید کا ہوگا اور اُسکا کھانا حرام ہوگا (اسلیے کہ جب شکار مضمحل ہو گیا تھا تو چاہیئے تھا کہ اُسکو ذبح کرتا چونکہ مار ڈالا اسلیئے حرام ہو گیا) اور عمرو اُس شکار کے دام زید کو دیوے مگر اُسکی قیمت میں سے اسقدر دام مجرا کر لے جو زید کے تیر کے زخم سے اُسمین نقصان ہوا ہو۔ شکار کرنا سب جانوروں کا درست ہے خواہ گوشت اُنکا کھایا جاتا ہو یا نہو (اسلیے کہ جنکے گوشت سے نفع نہین اُنکی ہڈی اور چمڑے سے نفع ہو سکتا ہے۔

کتاب الرہن

اسمین گرو کرنے اور رکھنے کا بیان ہے کسی حق کے عوض مین مثل قرض وغیرہ کے ایسی چیز کے روک رکھنے کو رہن کہتے ہین جس سے روکنے والا اپنا حق وصول کر سکے (اس سے یہ نکلا کہ حد و قصاص کی عوض مین اگر گرو کریگا تو درست نہوگا اسلیئے کہ گرو کی چیز سے حدود و قصاص کا ملنا ممکن نہین گرو کرنے والیکو راہن کہتے ہین اور جو گرو رکھتا ہو اُسے مرتہن بولتے ہین اور گرو کی چیز کو مرہون) یہ معاملہ ایجاب و قبول اور رہن کی چیز پر مرتہن کے قابض ہونے سے لازم ہو جاتا ہے مگر مرہون چیز تقسیم کی ہوئی اور راہن کے تصرف اور واسطے سے خالی چاہیے اگر راہن نے مرہون چیز کو اپنی ملک و تصرف سے خالی کر کے مرتہن کے سامنے کر دیا اسطرح کہ وہ اُسکو لے سکے یا بائع نے مبیع کو مشتری کے سامنے اسیطرح رکھدیا تو یہ صورت قبضہ کرنے مین داخل ہے۔ راہن کو اختیار ہے کہ اگر مرتہن نے شے مرہونہ پر قبضہ نکیا ہو تو اپنے عقد رہن سے رجوع کرے (یعنی اپنی چیز ہٹا لے اور گرو نرکھے) اور مرہون چیز اگر مرتہن کے پاس جاتی رہے تو اُسکی قیمت اور قرض دونوں میں سے جونسا کم ہوگا اُسنا تاوان مرتہن کو دینا آویگا

(یعنی اگر قرض کی مقدار کم ہوگی تو وہ دینی آوے گی اور اگر اس شے کی قیمت کم
ہووے تو اتنی ہی دینی آوے گی) اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس صورت میں کہ مرہون چیز
ہلاک ہو اور اسکی قیمت اور راہن کے ذمہ جو قرضہ مرتہن کا چاہیئے دونوں کی تعداد برابر ہو
تو اس صورت میں مرتہن اپنا روپیہ بھر چکا (کہ جتنا اسکا راہن کے ذمہ تھا اتنا ہی راہن کی چیز کا
اسکے ذمہ ہوگیا) اور اگر مرہون چیز کی قیمت قرض ذمگی راہن سے زیادہ ہو تب بھی
اپنا حق پاچکا اور جسقدر قرض سے زیادہ کی چیز وہ تھی وہ زیادتی مرتہن کے پاس امانت
ہو (یعنے اسکا تاوان کچھ نہ دینا ہوگا) اور اگر قرض راہن کے ذمہ زیادہ ہو اور مرہون
کی قیمت کم - تو اس صورت میں جسقدر قیمت مرہون کی تو مرتہن کو پاچکا مگر باقی قرضہ راہن
سے وصول کریگا مرتہن کو اختیار ہے کہ بعد رہن کے راہن سے اپنی قرضہ کا تقاضا کرے
اور قرضہ کی بابت اسکو قید کرے (غرضکہ رہن کر دینے سے یہ نہیں ہوتا کہ قرض خواہ مانگنا
اور مواخذہ چھوڑ دے) رہن کے چھڑانے میں مرتہن کو حکم ہوگا کہ مرہون چیز حاضر کرے
پھر راہن کو حکم ہوگا کہ قرضہ اسکا اول ادا کردے (پھر اپنی چیز لے لے) اور جبکہ مرہون
چیز مرتہن کے پاس ہو اسکو اختیار ہے کہ راہن کو اسکے بیچنے سے روک دے جبتک کہ
اپنا قرض راہن سے نہ بھر لے اور جب قرضہ وصول کر چکے تو مرہون کو اسکے حوالے کرے
مرتہن کو مرہون چیز سے فائدہ لینا یعنی اگر غلام وغیرہ ہو تو اس سے کام لینا اور مکان
وغیرہ ہو تو اسمیں رہنا اور کپڑا ہو تو اسکو پہننا یا مرہون چیز کو مزدوری پر چلانا
یا مانگے دینا درست نہیں - مرہون چیز کی حفاظت مرتہن اپنے آپ کرے یا اسکی
بی بی خواہ لڑکا خواہ خادم جو اسکے متعلق ہو (یعنے خوراک پوشاک وغیرہ اسکے
ذمہ ہو) کرے - اگر انکے سوا کسی اور سے حفاظت کراویگا یا کسیکو بطور امانت سپرد کریگا

یا اور کسیطرح کی زیادتی مرہون چیز پر کریگا اور وہ تلف ہو جاویگی تو مرتہن کو اُسکی قیمت دینی آویگی۔ جس گھر مین مرتہن چیز کی حفاظت کرے اُسکا کرایہ اور محافظ کی تنخواہ مرتہن کے ذمہ ہے اور مرہون چیز کے چرانے والے کی اجرت اور اُسکے کھانے پینے کا دام اور اگر زمین خراجی ہو اُسکا خراج راہن کے ذمہ ہوگا۔

باب ان چیزونکے بیان مین جنکا رہن کرنا اور جنکے عوض رہن کرنا جائز ہے یا ناجائز۔ غیر معین چیز کا بدون تقسیم رہن کرنا۔ (مثلاً یون کہنا کہ اس گھر کا نصف یا تہائی گرو کرتا ہون بدون تقسیم کے) درست نہین اسیطرح پھلونکا گرو کرنا بدون درخت کے اور کھیتی کا رہن کرنا بدون زمین کے اور زمین مین کے درخت کو بدون زمین کے گرو کرنا اور آزاد اور مدبر اور مکاتب اور اُم ولد کو رہن کرنا درست نہین۔ اور امانت کے عوض مین کوئی چیز امین کی گرو رکھنی یا اس خوف سے کہ مبیع کسی اور کی نکل آوے کوئی چیز بائع کی گرو لینی یا مشتری نے ابھی مبیع پر قبضہ نہین کیا تو بائع سے اُسکی عوض کوئی چیز گرو کرنی درست نہین۔ رہن رکھنا اُس قرض کے عوض مین درست ہے جو واجب الادا ہو گو اُسکے ادا کا وعدہ دوسرے وقت پر ہو اور اگر رب المال مضارب سے راس المال کی عوض کوئی چیز رہن رکھ لے تو درست ہے اگر بیع صرف مین قیمت کے عوض کوئی چیز گرو رکھ لے یا بیع سلم مین جس چیز مین سلم کی ہے اُسکی قیمت کے بدلے مین کوئی چیز گرو کر لے تو جائز ہے پس اگر ان صورتون مین مرہون چیز ہلاک ہو جاوے تو مرتہن اپنا حق لے چکا (اب راہن سے کچھ نہ پاویگا) باپ کو اختیار ہے کہ اپنے ذمہ کے قرضہ مین اپنے نابالغ لڑکے کے غلام کو رہن رکھ لے چاندی سونے کو رہن رکھنا اور کیلی چیزون کو (مثل گیہون اور جو وغیرہ کے) اور

وزن کی چیز دن کو (مثل تانبے اور لوہے کے) گرو رکھنا درست ہی- اگر ایک جنس کو
اسی کے عوض رہن رکھا اور مرہون چیز جاتی رہی تو اسیقدر قرض مین مجرا ہوجاویگی
اور کھرے کھوٹے کا اسمین اعتبار نہوگا (یعنے مرہون چیز اور جسکی عوض رہن
ہوا ہی اگر دونون ایک جنس ہون تو کھرے کھوٹے ہونیکا فرق دونون مین نکرنا چاہیئے)
اگر ایک شخص نے اپنا غلام فروخت کیا اس شرط پر کہ مشتری ثمن کے بدلے مین ایک
معین چیز بائع کے پاس رہن کردے پھر مشتری نے اس چیز کے گرو رکھنے سے انکار کردیا
تو اب مشتری پر زور نکیا جاویگا (خواہی نخواہی گرو کردے) مگر بائع کو اختیار ہے کہ
اگر مشتری ثمن نقد ادا نکرے یا اس شے کی قیمت جسکو رہن کرنا مشروط کیا تھا رہن
کے اعتبار سے نہ دیوے تو بیع کو توڑ ڈالے- اگر کوئی (مشتری) بائع سے کہے کہ جبتک
مین دام دون تم اس کپڑے کو رکھ لو تو وہ کپڑا رہن ہوجائیگا (گو زبان سے لفظ صریح
رہن کا نکہا ہو) اگر دو غلامون کو ایک ساتھ ہزار کے عوض مین گرو کیا ہو تو یہ نہین ہوسکتا
کہ راہن انمین سے ایک حصہ کا روپیہ ادا کرکے اسکو پھیر لے جیسے یہ نہین درست ہی
کہ مشتری ثمن مین سے کسیقدر ادا کرکے حصہ رسد مبیع کو لے لے- اگر ایک شے
معین کو دو شخصونکے پاس رہن رکھا تو درست ہی مگر تلف ہونیکی صورت مین تاوان
دونون پر بقدر حصہ ہر ایک کے قرضہ کے ہوگا پس اگر راہن نے دونون مین سے ایک کا قرض
ادا کردیا تو وہ چیز دوسرے کے پاس رہن رہیگی (جسکا قرض ادا نہین کیا ہے) زید اور
عمرو دونون بکر کے غلام کے مدعی ہین (یعنے ہر ایک اس سے یہ کہتا ہی کہ اس غلام کو
تو نے میرے پاس گرو رکھا تھا اور مین نے اسپر قبضہ کرلیا تھا (اب تو ہٹا لایا ہے)
اور دونون نے اپنے دعوے کے گواہ گذرانے تو دونونکے گواہ باطل ہوویگے

(دیگر کسیکا دعوی ثابت نہوگا) اگر راہن دو مرتہنوں کے قبضہ مین غلام چھوڑکر مرجاوے اور دونون مرتہن گواہ بموجب بیان سابق گذرانین (یعنے ہر ایک یہی ثابت کرے کہ میت نے میرے پاس گرو رکھا ہے) تو اس صورت مین وہ غلام دونون کے پاس اُن دونون کے حق کے عوض مین آدھا آدھا رہن رہیگا ؛-

باب مرہون چیز کو قرض خواہ کے سوا کسی اور معتبر آدمی کے پاس رکھنے کے بیان مین۔ اگر راہن اور مرتہن مرہون چیز کو کسی دوسرے معتبر کے پاس رکھدین تو درست ہی اور دونون مین سے کیکو اُسکے لے لینے کا اختیار نہوگا اور اگر وہ چیز جاتی رہیگی تو تاوان مرتہن پر ہوگا (یعنے اُسکا قرضہ راہن کے ذمہ سے ساقط ہوجاویگا) اگر راہن قرضہ کی میعاد پوری ہونے پر مرتہن یا اُس معتبر شخص کو یا کسی اور کو مرہون چیز کے فروخت کرنے کا وکیل کردے تو درست ہی اور اگر رہن کرتے وقت یہ وکالت ٹھہر گئی ہو تو وکیل مذکور راہن کے موقوف کرنے سے اور اُسکے مرنے سے اور مرتہن کے مرجانے سے معزول نہوگا (بلکہ اُسکی وکالت بدستور قائم رہے گی) وکیل کو مرہون چیز کا بیچنا راہن کے وارثون کے پیٹھ پیچھے درست ہی۔ اگر وکیل مرجاوے تو اُسکی وکالت باطل ہوجاویگی۔ راہن اور مرتہن مین کسیکو مرہون چیز کے بیچنے کا اختیار بدون دوسرے کی رضامندی کے حاصل نہین۔ اگر مدت وعدہ کی پوری ہوجاوے اور راہن موجود نہو تو اُسکے وکیل پر شئے مذکور کے فروخت کرنے کے لیئے جبر کیا جاویگا جیسے جوابدہی کے وکیل کا حال ہی کہ اگر موکل جوابدہی نکرے اور غائب ہوجاوے تو وکیل سے مقدمہ کی جوابدہی بزور کرائی جاویگی۔ اگر معتبر شخص نے اُس شے کو بیچکر مرتہن کو اُسکا دام دیدیا اب وہ مرہون چیز کسی اور کی نکلی اور معتبر شخص سے اُسکا تاوان لیا گیا تو وہ

مرہون چیز کی قیمت یا راہن سے بھر لے یا مرتہن سے وہ دام وصول کرے جو اُس نے مستحق کو دلوائے گئے ہوں۔ اگر غلام یا گھوڑا مرہون مرتہن کے یہاں مرجاوے اور وہ کسی دوسرے کا نکلے اور مالک راہن سے اُسکی قیمت بھر لے تو اب یہ مرہون مرتہن کے دین کے عوض مریگا (یعنی مرتہن کو اب راہن سے کچھ نہ ملیگا) اور اگر مالک مرتہن سے مرہون کا دام وصول کرے تو مرتہن یہ دام جو مالک کو دیے اور اپنا قرضہ راہن سے لیوے (اس لئے کہ قرضہ ابھی ادا نہیں ہوا ہے)۔

باب مرہون کے اندر تصرف کرنے اور اُسمیں نقصان ڈالنے اور مرہون کے دوسروں کا نقصان کردینے کے بیان مین۔ اگر راہن نے مرہون کو بیچ ڈالا تو یہ بیع مرتہن کی اجازت پر ملتوی رہیگی خواہ مرتہن کے قرض کے ادا کر دینے پر موقوف رہیگی۔ (یعنی اگر مرتہن اس بیع کی اجازت دیدے یا راہن مرتہن کا قرض ادا کر دے تو بیع جاری ہو جائیگی) اگر راہن نے غلام مرہون کو آزاد کر دیا تو آزاد ہو جاویگا لیکن اگر قرضہ کی میعاد نہیں ہی تو راہن سے مرتہن کے قرضہ کا مواخذہ کیا جاویگا اور اگر قرضہ کی میعاد ہی تو راہن سے غلام مذکور کی قیمت لیکر مرتہن کے پاس غلام کے عوض رکھ دیجاوے گی اور اگر راہن مفلس ہوگا کہ غلام کی قیمت نہیں دے سکتا تو غلام مذکور اپنی قیمت یا مرتہن کا قرض دونوں میں سے جو کم ہو مرتہن کو کما دے اور جو کچھ مرتہن کو دیوے اپنے مالک یعنی راہن سے لیوے (جسکی عوض مرتہن کو دیا تھا) اور اگر راہن مرہون چیز کو تلف کر دے یا مار ڈالے تو اُسکا حکم مثل آزاد کرنے کے ہے۔ اگر مرہون کو کسی اجنبی شخص نے تلف کر دیا تو مرتہن اُسکی قیمت اجنبی سے وصول کرے اور یہ قیمت مرتہن کے پاس رہن رہیگی۔ اگر مرتہن مرہون چیز راہن کو مانگے دے تو اُسکے تاوان سے بری ہو جاویگا یعنی اگر وہ چیز ہلاک ہو جاویگی تو

مرہون مین تصرف اور نقصان سے ذکر بیع

نقصان مین راہن کی جاویگی ہان اگر راہن پھر مرتہن کو دیدے تو مرتہن پر تاوان بھر آویگا اگر راہن یا مرتہن نے ایک دوسرے کی اجازت سے مرہون چیز کسیکو مانگی دی تو اُسکا تاوان مرتہن کے ذمہ نرہیگا اور دونون مین سے ہر ایک کو اختیار ہی کہ مانگنے والے سے اُسکو واپس لیکر بدستور گرو رکھے اگر رہن کے لیے کسی سے کپڑا مانگے تو درست ہی لیکن اگر مالک مقدار اور جنس اور شہر کو معین کردے (مثلاً کہدے کہ اس کپڑے کو دس روپیہ یا دس من گیہون کے عوض یا فلان شہر مین رہن رکھنا) اور راہن مالک کے کہنے کے بموجب نکرے تو مالک کو اختیار ہی چاہیے اپنے کپڑے کے دام راہن سے لیوے خواہ مرتہن سے اور اگر راہن مالک کے کہنے کے بموجب کرے اور وہ کپڑا مرتہن کے پاس سے جاتا رہے تو مرتہن تو اپنا دین بھر پاویگا اور راہن پر واجب ہوگا کہ جسقدر دین مرتہن کا اُسکے ذمہ سے ساقط ہوا ہی اُسقدر حوالے مالک کے کرے اور اگر مالک اپنا کپڑا مرتہن سے طلب کرے اور راہن مرتہن کا قرض ادا کرچکا ہو تو مرتہن اُسکے دینے مین تامل نکرے۔ راہن اور مرتہن اگر مرہون چیز کا نقصان کرین تو اُسکا تاوان دینا ہوگا (یعنے اگر راہن اُسکو تلف کردیگا تو اُسکی جگہ اور چیز رہن کرنی پڑیگی یا مرتہن کا قرض ادا کرنا ہوگا اور اگر مرتہن اُسکو تلف کریگا تو اُسکا دین ساقط ہوجاویگا) مرہون چیز اگر راہن خواہ مرتہن کا کچھ نقصان کردے یا اُنکے مال کو بگاڑ دے تو کچھ تاوان نہوگا۔ اگر ہزار روپیہ کا غلام ہزار روپیہ کے عوض رہن رکھا اور روپیے نکے ادا کا مدت پر وعدہ ٹھہرا اس اثنا مین غلام کی قیمت کم ہوکر سو روپیہ رہ گئی اب اس غلام کو کسی نے مار ڈالا اور قاتل کو سو روپیہ تاوان دینے آئے اور مرتہن کے قرضہ کی میعاد پوری ہوگئی تو مرتہن سو روپیہ قاتل سے اپنے حق مین وصول کرلے اور راہن سے کچھ نپاویگا اور اگر مرتہن راہن کی

اجازت سے اسکو سو روپیہ کو بیچدے تو سو روپیہ مشتری سے لیوے اور نوسو راہن سے طلب کرے اور اگر غلام مذکور کو کوئی دوسرا غلام مارڈالے جسکی قیمت سو روپیہ کی ہو اور غلام قاتل مقتول کی عوض مین مرتہن کو ملجاوے تو راہن اس غلام کو تمام قرضہ کے عوض مین چھڑا دے (یعنی جتنا قرض اسکے ذمہ ہو سب مرتہن کو دیکر فک رہن کرے) اگر راہن مرجاوے تو اسکا وصی مرہون کو بیچکر مرتہن کا قرضہ ادا کرے اور اگر اسکا وصی کوئی نہو تو قاضی ایک وصی مقرر کرکے اور اسکو مرہون کے بیچنے کا حکم کرے

فصل

فصل دس روپیہ کا شیرہ انگور دس روپیہ کے عوض مین رہن رکھا پھر وہ شیرہ شراب بنکر سرکہ ہوگیا اور اس سرکہ کے دام بھی دس روپیہ ہین تو یہ سرکہ شیرہ کی عوض مین رہن رہیگا۔ اور اگر دس روپیہ کی بکری دس روپیہ کے عوض گرو رکھی اور وہ مرگئی اور اسکی کھال کو پکا لیا اور کھال ایک روپیہ کی ہوئی تو یہ کھال مرتہن کے پاس ایکروپیہ کی عوض رہن رہیگی اور باقی نو روپیہ راہن کے ذمہ قرض رہین گے مرہون مین جو کچھ بڑھے مثلاً لونڈی مرہونہ بچہ جنے اور درخت مرہون پر پھل لگے یا دودہ کا جانور دودہ دے یا اسکی اون اترے یہ سب راہن کا ہوگا اور اصل کے ساتھ گرو رہیگا اور اگر یہ زیادہ ہوئی چیز جاتی رہیگی تو مفت جاویگی (یعنے اسکے مقابل مین کچھ قرض مرتہن کا ساقط نہوگا) اور اگر اصل جاتی رہی اور زیادتی بچ رہے تو راہن اسکے موافق دام حصہ رسد دیکر چھوڑا لے اسطرح کہ اصل رہن کے وہ دام لگاوے جو مرتہن کے قبضہ کرنے کے دن تھے اور زیادتی کے وہ دام جو فک رہن کے روز ہون اور ان دونون کے مجموع پر مرتہن کے قرضہ کو پھانٹے اب جسقدر اصل رہن کے مقابل پڑے تو وہ اسکے ذمہ سے ساقط ہوگا اور جسقدر زیادتی کے مقابل پڑے اسقدر مرتہن کو دیکر اسکو چھوڑا لے۔ مرہون چیز کا زیادہ کرنا درست ہے مگر قرض

[illegible]

عوض کے قرض کا بڑھانا درست نہین (یعنے اگر ایک کپڑے کو دس روپیہ کے عوض رہن کیا ہی تو ہو سکتا ہی کہ اسکے ساتھ دوسرا کپڑا اور شامل کردے یہ نہین ہو سکتا کہ اُسی کپڑے کو رہن رہنے دے اور دس کی جگہ بیس روپیہ کرلے) اگر ایک غلام ہزار روپیے کے عوض رہن رکھا پھر دوسرا غلام اُسکی جگہ پر مرتہن کے حوالے کیا اور ان دونون غلامون مین سے ہر ایک کی قیمت ہزار روپیہ ہی تو اس صورت مین اول ہی غلام رہن ہوگا اور دوسرا نہوگا لیکن اگر مرتہن اول کو راہن کے سپرد کردے تو اب البتہ دوسرا رہن ہوگا اور جب تک دونون مرتہن کے پاس رہین تو مرتہن دوسرے غلام کے باب مین امانت دار ہوگا (یعنی اگر وہ مرجاویگا تو اُسکا قرضہ ساقط نہوگا نہ تاوان دینا ہوگا) ہان اگر دوسرے کو اول کی جگہہ رہن کرلے گا تو تاوان دینا آویگا (اسلیئے کہ اب دوسرا غلام رہن ہوگیا اور اول غلام رہن سے باہر ہوا)

کتاب الجنایات

اسمین خون کرنے اور اعضا کے نقصان کرنیکا بیان ہے (قتل یعنے جان سے مار ڈالنے کی چار صورتین ہین اور ہر ایک کا جدا حکم ہے اول) قتل عمد (ہے) یعنی جان بوجھکر کسی کو ہتھیار سے یا ایسی چیز سے مارے جو بدن کے اجزا جدا کرسکے مثلا دھاردار لکڑی یا دھاردار پتھر یا بانس کی کھپاچ تیز سے قصداً مارے یا آگ سے جلادے اس کا حکم یہ ہے کہ قاتل گنہگار ہوتا ہے اور قصاص معین لازم آتا ہی (یعنے قاتل بھی مقتول کی عوض مارا جائیگا) اور اس قتل کا کفارہ نہین (یعنی سواے قصاص کے اور کوئی عوض مقرر نہین) لیکن اگر مقتول کے وارث معاف کردین تو قاتل پر سے قصاص جاتا رہتا ہے (دوسرا) قتل شبہہ عمد (یعنی قصداً

مارنے کی مثل ہے) وہ اسطرح ہے کہ قاتل اُن چیزونکے سوا جو اوپر مذکور ہوئین
(یعنے ہتھیار یا ایسی چیز جس سے بدن کے اجزا جدا ہو سکین) کسی اور چیز سے قصداً مارے
اس قتل کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر گناہ ہوتا ہے اور کفارہ لازم آتا ہی اور اسکے قبیلہ پر دیت مغلظہ
لازم ہوتی ہی اور قاتل پر قصاص اسصورت مین نہین تیسری قسم قتل خطا (یعنے چوک اور دھوکے
سے مارنا قصداً نہ مارنا) اسکی یہ صورت ہی کہ کسی کو اس خیال سے تیر مار دیا کہ شکار ہے یا کافر
جانکر مارا اور وہ مسلمان نکلا یا تیر نشانہ پر مارتا تھا وہ کسی آدمی کے لگ گیا یا اور کوئی اسطرحکی
صورت ہو مثلاً کوئی سوتا ہوا دوسرے پر گر پڑے اور وہ دوسرا شخص دبکر مر جاوے اور
اس قتل کا حکم یہ ہی کہ قاتل پر کفارہ اور اُسکے کنبے پر دیت لازم ہوتی ہی چوتھی قسم قتل بسبب ہی
(یعنے قاتل نے ایسا سبب کیا جس سے مقتول مر گیا) مثلاً قاتل نے دوسرے کی ملک
مین کنوان کھودا اور اسمین کوئی گر کر مر گیا یا دوسرے کی زمین مین پتھر رکھدیا اور اس سے کوئی
ٹھوکر کھا کر مر گیا اور اس قتل کا حکم قاتل کے کنبے پر دیت ہی کفارہ قاتل پر نہین۔ ان چارون
صورتونمین تین صورتین اول کی قاتل کو مقتول کی میراث سے محروم کردیتی ہین مگر پچھلی
صورت سے یعنی سبب سے اگر قتل ہوگا تو قاتل میراث سے محروم نہ ہوگا شبہ عمد جان نکلے
مار ڈالنے کے سوا اور اعضا کے نقصان مین حکم عمد رکھتا ہی (مثلاً اگر کوئی شخص دھاردار
پتھر یا لکڑی سے کسیکا ہاتھ کاٹ ڈالے تو ایسا ہوگا کہ گویا چھری اور خنجر سے کاٹا اور اُسکا
قصاص اُس سے لازم ہوگا یعنے اسکا ہاتھ بھی کاٹا جاویگا۔

ف یعنے شبہ عمد جان مار ڈالنے کے سوا ایسی صورت مین نہین ہوتا عمد ہوتا ہے یا خلاف کنز الدقائق ۱۲

باب اُن صورتونکے بیان مین جنمین قصاص واجب ہوتا ہے یا نہین ہوتا۔

باب قصاص کی صورتون کے بیان مین ۱۲

خون کا قصاص (یعنے عوض مین مار ڈالنا) ایسے شخص کے قصداً خون کرنے سے
ہوتا ہی جسکے مار ڈالنے کی اجازت شریعت مین کبھی نہین اور وہ ہمیشہ کو قتل سے محفوظ ہے (یعنی

جنکا خون کرے وہ کافر حربی اور مستامن اور محصن زناکار اور مرتد نہو) آزاد شخص آزاد
اور غلام کے عوض مین مارا جاویگا اور مسلمان اگر ذمی کو مار ڈالے تو اُسکے عوض مین مارا
جاویگا مگر مسلمان یا ذمی اگر مستامن کو مار ڈالین تو اُسکے عوض مین نہ مارے جاوینگے
مرد اگر عورت کا خون کرے یا بڑا آدمی یعنے بالغ کسی نابالغ کو مار ڈالے یا تندرست
آدمی اندھے کو خواہ اپاہج کو یا جسکے ہاتھ پاؤن نہون اُسکو یا دیوانہ کو قتل کرے تو قصاص
لیا جاویگا بیٹا اگر باپ کو جان سے مارے تو اُس سے قصاص لیا جاویگا (اور امام شافعی رح
کے نزدیک آزاد آدمی کو غلام کے عوض اور مسلمان کو ذمی کے عوض نہین قتل کرتے
اور امام اعظم کی دلیل قول اللہ تعالے کا ہے کہ اَلنَّفْسَ بِالنَّفْسِ یعنے جان کے عوض
جان اور دارقطنی نے روایت کیا ہی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کو ذمی کے
عوض مین قتل فرمایا اور امام محمد رح نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی رض نے مسلمان کو
ذمی کے عوض قتل کیا اور بیہقی اور عبد الرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رض نے
مسلمان کو ذمی کے عوض قتل کیا) باپ اگر اپنے لڑکے کو مار ڈالے یا مان اپنے بچے کو
مار ڈالے تو انکو لڑکے کے عوض نہ مارا جاویگا - اور دادا نانا اور دادی نانی
مثل باپ مان کے ہین (یعنے اگر اپنے پوتے یا نواسے کو مار ڈالین تو انسے قصاص
نہ لیا جاویگا) مالک اگر اپنے غلام یا مدبر یا مکاتب کو مار ڈالے یا اپنے بیٹے کے غلام
کو قتل کرے یا ایسے غلام کو قتل کرے جسمین تھوڑا قاتل کا ہی تو اُس سے قصاص نہ لیا جاویگا
اور جو شخص اپنے باپ پر قصاص کا وارث ہو جاوے تو قصاص جاتا رہتا ہے (مثلاً
ایک شخص نے اپنی بی بی کو مار ڈالا اور اُسکا لڑکا قصاص کا وارث ہے تو وہ باپ سے
قصاص نہ لیوے) قصاص تلوار ہی سے لیا جاتا ہی (یعنی قاتل کو تلوار سے مارنا چاہئے

اگو قاتل سنے مقتول کو تیر یا خنجر سے مارا ہو) اگر مکاتب کو کوئی شخص قصداً مار ڈالے اور مکاتب مذکور اتنا مال چھوڑے کہ بدل کتابت اُس سے ادا ہوسکے اور اُسکے آقا کے سوا کوئی اُسکا دوسرا وارث نہو یا اُسکا دوسرا وارث ہو مگر مال جو بدل کتابت کو کافی ہو نہ چھوڑے تو ان دونوں صورتوں مین اُسکے قاتل سے قصاص لینگے (اسلیئے کہ ان صورتوں مین قصاص کا مدعی اُسکا مالک ہوگا اُسی کے دعوی سے قصاص لینگے) اور اگر مکاتب مذکور مال بھی اتنا چھوڑے کہ بدل کتابت کے لیے کافی ہو اور مالک کے سوا دوسرا وارث بھی اُسکا رہے تو اس صورت مین قصاص اُسکے قاتل سے نہ لیا جاویگا (کیونکہ اس صورت مین مدعی مین شبہہ پڑگیا ہی اسلیئے کہ اگر مال کے موجود ہونیکے باعث مکاتب مذکور کو آزاد کہین تو اُسکا مدعی وارث ٹھہرتا ہی اور چونکہ مال مالک تک ابھی نہین پہونچا اس لحاظ سے اگر اُسکو غلام کہین تو مدعی قصاص کا اُسکا مالک ہوتا ہی پس مدعی مین شبہہ ہونے کی جہت سے قصاص ساقط ہوگیا قاتل سے قیمت غلام مقتول کی لیکر اُسکے وارث کو دلائی جاویگی) اگر غلام مرہون کو کوئی قتل کر ڈالے تو اُسکے قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا جبتک کہ راہن اور مرتہن دونوں دعوی قصاص نکرین۔ اگر بے عقل آدمی کو کوئی مار ڈالے تو اُسکے باپ کو اختیار ہی کہ قاتل سے اُسکا قصاص لے یا مال لیکر صلح کرلے لیکن اگر بے عقل کا ولی اُسکو مار ڈالے تو اُسکو اُسکے خون کا معاف کرنا درست نہین (مثلاً بے عقل لڑکا اپنے باپ کو مار ڈالے تو بے عقل کا باپ اپنے پوتے سے یا قصاص اپنے بیٹے کا لے یا مال لیوے معاف نکرے) اور اس مسئلہ مین قاضی باپ جیسا ہی (یعنے اگر بے عقل کا باپ نہو تو قاضی اُسکا قصاص لے یا مال پر صلح کرے اور اگر بے عقل کا وصی ہو) اور باپ نہو تو وصی کو بھی اختیار ہی کہ مال پر صلح کرلے (قصاص کا اختیار نہین) اور صغیر نابالغ بچہ اس حکم مین مانند بے عقل کے ہی

(اُسکی صورت یہ ہے کہ لڑکے کی ماں اپنے بچہ کو مار ڈالے تو بچہ کا باپ یا اُس سے قصاص لے یا مال لے معاف نہ کرے) اگر مقتول کے وارث نابالغ اور بالغ دونوں طرح کے ہین تو بالغون کو اختیار ہے کہ قاتل سے اپنے مورث کا قصاص لے لین انتظار نابالغون کے بالغ ہونیکا نہ کرین۔ اگر کوئی شخص کسیا۔ کدال وغیرہ سے مار ڈالے تو اگر تیز طرف سے ماریگا تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اور اگر موٹھ کیطرف سے ماریگا تو قصاص نہ لیا جاویگا (اسلئے کہ موٹھ کی طرف سے مارنا ایسا ہے جیسا پتھر اور لاٹھی سے مارنا ہے پس اس صورت مین دیت واجب ہوتی ہے) اور یہی حال ہے اگر کسیکو گلا دبا کر یا پھانسی دیکر مارے یا پانی مین ڈبو دے (کہ اس صورت مین بھی قاتل کے کنبے پر دیت ہوتی ہی قصاص نہین ہوتا) اگر کسی شخص نے دوسرے کو قصداً زخمی کیا جس سے مجروح بہت دنون چارپائی سے نہ اٹھا اور آخر کو مر گیا تو اول شخص سے اسکا قصاص لیا جاویگا (گو اُس زخم سے اُسیوقت نہین مرا) اگر ایک شخص نے اپنے زخم لگایا اور زید نے بھی مجروح پر ایک زخم لگایا اور شیر نے بھی اُسکو زخمی کیا اور ایک سانپ نے بھی اُسے کاٹا اور ان چارون کے بعد وہ مر گیا تو زید پر اسکی تہائی دیت لازم ہوگی (اسلئے کہ اُسکی موت تین طرح کے فعلون سے ہوئی ایک اسطرحکا فعل ہی کہ اسکی پوچھ دنیا اور آخرت دونون مین کچھ نہین وہ تو شیر اور سانپ کا زخم ہے اور ایک فعل ایسا ہے کہ اسکا مواخذہ صرف آخرت مین ہی دنیا مین نہین وہ اپنے آپ کا زخم کرنا ہی اور ایک ایسا ہی کہ اسکی بازپرس دنیا و آخرت دونون مین ہی وہ زید کا زخمی کرنا ہی پس اُسکی دیت تین جگہ بٹ گئی اور زید کو تہائی دینی آئی) جو شخص مسلمانون پر تلوار کھینچے (یعنے اُنکے خون کا ارادہ کرے) تو اسکا مار ڈالنا واجب ہی اور ایسے شخص کے مار ڈالنے سے کچھ واجب نہین ہوتا (نہ قصاص نہ دیت) اگر زید نے رات کو

یا دن کو شہر مین یا غیر شہر مین عمرو پر ہتھیار کھینچا یا رات کو شہر مین اور دن کو غیر شہر مین اُسپر لاٹھی اُٹھائی اور عمرو نے اسکو مار ڈالا تو عمرو پر کچھ دیت یا قصاص لازم نہوگا اور اگر زید نے عمرو پر دن کو شہر مین لاٹھی اُٹھائی تھی اور عمرو نے زید کو مار ڈالا تو عمرو سے قصاص لیا جاویگا اگر دیوانہ آدمی زید پر مثلاً ہتھیار کھینچے اور زید اُسکو قصداً مار ڈالے تو زید پر اُس دیوانہ کی دیت اوا کرنی واجب ہوگی اسیطرح اگر لڑکا کسی پر تلوار کھینچے اور وہ لڑکے کو مار ڈالے تو اُسپر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر کوئی جانور کسی پر حملہ کرے اور وہ شخص جانور کو مار ڈالے تو جانور کی قیمت مالک کے حوالے کرنی ہوگی اگر زید عمرو پر ایک تلوار کا ہاتھ لگا کر چلا گیا اور بکر نے آکر اُسکو مار ڈالا تو بکر کو اُسکے عوض مین قتل کرینگے (لیکن یہ حکم اُس صورت مین ہے کہ عمرو زید کے زخم سے زندہ رہے اور اچھا ہو جاوے) اگر کسیکے گھر مین چور گھس آوے اور مال چرا کر باہر نکلے اور مالک اُسکے پیچھے پڑے اور چور کو مار ڈالے تو مالک کے ذمہ کچھ لازم نہوگا۔

باب جان مارڈالنے سے نیچے کے نقصانونکا قصاص (یعنے عوض) لینے کے بیان مین۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ پہنچے سے کاٹ ڈالا ہو تو زید کا ہاتھ بھی گٹے سے اُڑا دیا جاوے گو زید کا ہاتھ عمرو کے ہاتھ سے بڑا ہو اور پاؤنکا حال بھی یہی ہے (کہ اگر جوڑ پر کاٹا ہوگا تو اُسکا پاؤن بھی جوڑ پر سے کاٹا جاویگا) اور اگر زید نے عمرو کا نتھنا ناک کا خواہ کان کاٹ لیا یا آنکھ ایسی پھوڑی کہ اُسکا نور جاتا رہا مگر اپنی جگہ قائم رہی تو زید سے قصاص لیا جاویگا۔ اور اگر آنکھ کو بالکل نکال لے تو اسمین قصاص نہوگا۔ اور بلکہ دیت ہوگی اگر دانت توڑ ڈالے تو اُسکے دانت بھی توڑے جاوینگے گو دونوں کے دانتونمین بڑے چھوٹے ہونیکا فرق ہو۔ جو زخم اسطرحکا ہو کہ ویسا زخم زخمی کرنیوالے پر کرسکتے ہین تو اُسکا

باب جان مارڈالنے سے نیچے اعضا کے قصاص کا بیان

عوض لیا جاویگا (اور جو زخم اسطرح کے نہون یعنی یکسان نہو سکتے ہون انمین قصاص نہوگا مثلاً) اگر زید عمرو کی ہڈی توڑ دے تو زید سے قصاص نہ لینگے (اسلیئے کہ یہ نہین ہو سکتا کہ جسطرح عمرو کی ہڈی ٹوٹی ہے اُسیطرح زید کی بھی ٹوٹے اسیطرح) اگر کوئی مرد کسی عورت کا ہاتھ یا پاؤن کاٹ ڈالے یا عورت مرد کا ہاتھ یا پاؤن کاٹے تو قصاص نہ لیا جاویگا (اسلیئے کہ عورت مرد کے ہاتھ پاؤن مین مماثلت نہین) اور آزاد آدمی اگر غلام کا ہاتھ کاٹ ڈالے یا ایک غلام دوسرے کا ہاتھ کاٹے تو انمین مماثلت کے نہونے سے بھی قصاص نہین ہان مسلمان اور کافر کے ہاتھ پاؤن یکسان ہین (اگر ایک دوسرے کے ہاتھ پاؤن کاٹین گے تو عوض لیا جاویگا اگر کوئی کسیکا ہاتھ آدھے پہونچے سے کاٹ ڈالے تو قصاص نہوگا (اسلیئے کہ ہڈی ٹوٹنے مین برابری ممکن نہین) اور پیٹ کا زخم اگر اچھا ہو گیا ہو تو اسمین قصاص نہین اور زبان اور ذکر کے کاٹ ڈالنے مین قصاص نہین (اسلیئے کہ یہ دونون چیزین سکڑتی پھیلتی ہین انمین مساوات ممکن نہین) لیکن اگر ساری کاٹی ہو گی تو البتہ قاتل سے قصاص لیا جاویگا۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ لیا اور زید کا ہاتھ سوکھا ہوا ہے یا انگلیان چھوٹی ہین اور عمرو کا ہاتھ اچھا اور انگلیان پوری تھین تو عمرو کو اختیار ہے چاہے زید سے قصاص لے یا قیمت اپنے ہاتھ کی لے لے اور یہی حال ہے اگر زید نے عمرو کے سر مین زخم کیا ہو اور زید کا سر بہت بڑا ہو (اور عمرو کا ذرا سا ہو)

فصل اگر قصاص کے طالب مال لیکر صلح کر لین تو مال دینا قاتل پر اُسیوقت واجب ہو جائیگا اور قصاص ساقط ہو جاویگا۔ اگر ایک شخص آزاد اور دوسرا غلام ملکر زید کو مار ڈالین اور آزاد اور غلام کا مالک عمرو سے کہین کہ زید کے وارثون سے

اس خون کی صلح ہزار روپیہ کی عوض کرادو اور عمرو اُنکو ہزار لینے پر راضی کردے تو آزاد شخص اور مالک غلام کو آدھے آدھے دینے ہونگے (یعنے ہر واحد کے ذمہ پانسو ادا کرنے ہونگے) اگر مقتول کے وارثون مین سے کوئی اپنے حصہ کے عوض مال لینے پر صلح کرلے یا قاتل کو اپنا حق معاف کردے تو اس صورت مین بھی قصاص جاتا رہیگا اور باقی وارثون کو خون بہا کا حصہ ہی ملیگا اگر کئی شخص ملکر ایک کو قتل کرین تو سب قتل کیے جاوینگے اور اگر ایک شخص کئی کو قتل کرے تو صرف اُس قاتل کا قتل کرنا کافی ہے پس اگر مقتولون کے وارثون مین سے ایک مقتول کے وارث آوین اور قاتل سے قصاص کی درخواست کرین تو اُسکے عوض مین قاتل کو قتل کیا جاویگا اور باقی مقتولونکے وارثون کا حق ساقط ہوگا جیسے قاتل کے مرنے سے حق قصاص کا جاتا رہتا ہے (اور قاتل کے وارثون سے اُسکا مواخذہ نہین رہتا) اگر دو شخصون نے ملکر ایک کا ہاتھ کاٹا ہو تو دونون کا ہاتھ نہ کٹیگا بلکہ ہاتھ کی دیت دونون سے لیجاویگی۔ اگر ایک شخص دو آدمیونکا ہاتھ کاٹ ڈالے تو اُن دونون کو اختیار ہے کہ اسکا ہاتھ کاٹین اور آدھی دیت ہاتھ کی اُس سے وصول کرین اور اگر اُن دونون مین سے ایک حاضر ہوکر خواہان مجرم کے ہاتھ کٹنے کا ہو اور اُسکا ہاتھ کاٹا جاوے تو دوسرا دادخواہ نصف دیت ہاتھ کی پاویگا اگر کوئی غلام اقرار کرے کہ مین نے دانستہ خون کیا ہے تو اُس سے قصاص لیا جاویگا اگر ایک شخص نے قصداً تیر دوسرے کے مارا اور وہ تیر دوسرے کو پار ہوکر تیسرے کے لگا اور دونون مرگئے تو تیر مارنے والے کو دوسرے کے عوض مین قتل کیا جاوے گا اور تیسرے شخص کے عوض مین اُسپر دیت لازم ہوگی ؛

کیونکہ اسکا قتل عمداً ہے تیسرے کا خطا سے اور تیسرے مین دیت لازم آتی ہے

فصل

فصل اگر زید عمرو کا ہاتھ کاٹے اور پھر اُسکو مار ڈالے تو زید سے دونون قصورون کا

مواخذہ ہوگا اگرچہ دونون حرکتین اُسنے دانستہ کی ہون یا خطا سے خواہ ایک دانستہ
کی ہو اور دوسری چوک مین ہوگئی ہو اور دو کامونکے بیچ مین عمرو اچھا ہوا ہو یا نہو (خلاصہ
ان سب صورتون مین دونون جرمون کا مواخذہ اُس سے ہوگا) لیکن اگر چوک مین
ہاتھ کاٹا ہو اور ابھی عمرو اُس سے اچھا نہوا تھا کہ چوک ہی سے اُسکو قتل کیا تو اس صورت
مین البتہ ایک دیت زید کے ذمہ پر واجب ہوگی اسیطرح یہ صورت ہے کہ زید نے
عمرو کے سو کوڑے لگائے نوّے سے تو وہ اچھا ہوگیا مگر دس سے مرگیا تو اس صورت مین
بھی ایک ہی دیت لازم آویگی۔ اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹ ڈالا اور عمرو نے یہ ہاتھ
کاٹنا زید کو معاف کردیا اور پھر اُسی تکلیف مین مرگیا تو زید کو اُسکی دیت دینی ہوگی
اور اگر یون معاف کیا کہ یہ ہاتھ کاٹنا اور جو کچھ اس سے آگے ہو مین نے معاف کیا
یا یہ کہا کہ یہ تقصیر زید کی معاف کی اور مرگیا تو اس صورت مین دیت زید پر نہ آویگی
اور اگر زید نے خطا سے ہاتھ کاٹا تھا اور عمرو نے معاف کردیا تو عمرو کی تہائی مال مین
سے دیت معاف ہوگی اور اگر قصداً ہاتھ کاٹا تھا تو کل مال سے دیت معاف متصور
ہوگی۔ اگر ایک عورت نے زید کا ہاتھ قصداً کاٹ ڈالا پھر زید نے اُس سے نکاح
کیا اور مہر اپنے ہاتھ کا تاوان مقرر کیا اور اُسی تکلیف مین مرگیا تو عورت کو اُسکا مہر
مثل ملیگا اور دیت عورت کے مال مین سے دیجاویگی اور اگر خطا سے کاٹا ہوگا تو دیت
ہاتھ کی اُس عورت کی قوم پر پڑیگی اور اگر زید نے اُس سے نکاح کیا اسطرح کہ اس
ہاتھ کا کٹنا اور جو کچھ اُس سے آیندہ کو پیش آوے یا اُس عورت کی تقصیر کو مہر قرار دیا
اور ہاتھ کے درد سے مرگیا تو عورت کو دونون صورتون مین مہر مثل ملیگا اور عورت پر کچھ دینا
لازم نہ آویگا اگر اُسنے ہاتھ قصداً کاٹا ہوگا اور اگر براہ خطا کاٹا ہوگا تو عورت کی قوم پر بھی مہر مثل

ساقط ہوجائیگا اور جو کچھ زید نے اپنی دیت سے چھوڑا ہوگا اُسکا تہائی حصہ عورت کی قوم
کو پہونچیگا وصیت کے سبب سے (اسلیئے کہ زید مرگیا تو معلوم ہوا کہ عورت پر نفس یعنی جان کی دیت
واجب تھی ہاتھ کی نہ تھی اور دیت مہر ہوسکتی ہے مگر چونکہ زید نکاح کے وقت بیمار تھا اور
بیمار اگر کسی عورت سے کسی مال کے عوض مین نکاح کیا کرتا ہی تو عورت کو مہر مثل ملا کرتا ہی
اور جو کچھ مہر مثل سے زیادہ ہوتا ہی اُسکو وصیت مین شمار کیا کرتے ہین اور اس صورت مین عورت
کو لیاقت وصیت کی نہین اسلیئے کہ میت کی قاتل ہی اور قاتل کے حق مین وصیت نہین
ہوسکتی تو ضرور ہوا کہ یہ وصیت زید کی اُس عورت کے کنبے کے لیئے ہووی جب زید کی
وصیت عورت کے کنبے کے لیئے وصیت ٹھہری تو عورت کا حق اس دیت مین صرف مہر مثل
ہی اسلیئے مہر مثل اُسکی قوم پر سے ساقط ہوا اور دیت کا تہائی حصہ اُسکے کنبے کو ملیگا لیکن
یہ تہائی اُس صورت مین ہوگی کہ مہر نکالنے کے بعد جو کچھ دیت مین سے بچے وہ ترکہ میت
کی تہائی ہوسکے تاکہ وصیت اُسمین جاری ہوسکے) اگر زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور
اُسکے عوض مین زید کا ہاتھ کاٹا گیا اور پھر عمرو ہاتھ کے درد سے مرگیا تو زید کو بھی
قتل کیا جاویگا (یعنے ہاتھ کٹنے کے باعث جان کا قصاص اُسکے ذمہ سے نجاویگا)
اگر مقتول کا وارث قاتل کا ہاتھ کاٹ ڈالے اور مقتول کا خون اُسکو معاف کردے
تو وارث مذکور کو قاتل کے ہاتھ کی دیت دینی ہوگی (اسلیئے کہ اُسکا حق قصاص
لینے کا تھا کاٹنے کا نہ تھا جب قصاص کو معاف کردیا تو ہاتھ کا کٹنا اُسکی طرف
سے زیادتی ہوئی اسلیئے ہاتھ کی دیت لازم آوے گی)

باب خون کے باب مین گواہی دینے کے بیان مین۔ موجود شخص جس صورت مین کہ اُسکا
بھائی غائب ہو اور مدعی نہوا اپنے گواہون کے باعث قصاص قاتل سے نہین لے سکتا

باب شہادت
در باب مین
خون کی شہادت

(یعنی اگر مقتول کے دو لڑکے ہوں ایک موجود ہے اور ایک غائب موجود نے دعویٰ قتل قاتل پر پیش کرکے گواہ گذرانے تو اِن گواہوں کے سبب سے قاتل سے قصاص لے نہ سکیگا) جب وہ غائب لوٹ آوے تو گواہونکو پھر سے حاضر عدالت کریں تاکہ قاتل سے قصاص دونوں بھائی لیویں اور اگر قتل خطا سے ہوا ہو تو دیت ثابت کرنیکے لیے دوسرے بھائی کا آجانا شرط نہیں (موجود شخص گواہوں سے قتل خطا ثابت کرے قاتل پر دیت لازم ہو جاویگی) اسیطرح اگر انکے باپ کا کسیکے ذمہ قرض ہو (اور موجود بھائی گواہوں سے مدیون کے ذمہ قرض ثابت کردے تو غائب کے آنے پر اور گواہونکے دوہرانے پر منحصر نہ رہیگا) اگر صورت مذکورہ بالا میں قاتل ثابت کردے کہ غائب شخص نے اپنا حق مجکو معاف کردیا ہی (تو اُس سے قصاص نہ لیا جاویگا) اور اگر دو بھائیوں کا غلام مشترک مارا جاوے اور ایک بھائی وہاں موجود نہو تو قاتل سے بدون غائب کے موجود ہونیکے قصاص نہ لینا چاہیئے۔ اگر مقتول کے تین وارث ہیں اُنمیں سے دو نے گواہی دی کہ تیسرے نے اپنا حق قاتل کو معاف کردیا تو یہ گواہی لغو ہوگی پھر اگر قاتل نے اُن دونوں کو سچا کہا تو قاتل سے دیت لیکر تینوں وارثوں کو ایک ایک تہائی برابر ملیگی اور اگر قاتل نے انکو جھوٹا بتایا تو اُن دونوں وارثونکو کچھ نہ ملے گا تیسرے کو تہائی دیت کی پہونچیگی۔ دو گواہوں نے یہ گواہی دی کہ قاتل نے مقتول کو پیٹا تھا اُسوقت سے وہ چارپائی ہی پر پڑا رہا اور صحت نہ پائی یہانتک کہ مرگیا تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا اگر دونوں گواہ جگہ اور وقت میں یا جس آلہ سے قتل کیا مثلاً لاٹھی خواہ ہتھیار میں اختلاف کریں یا ایک گواہ کہے کہ لاٹھی سے مارا اور دوسرا کہے کہ مجکو معلوم نہیں کہ کس چیز سے مارا تو وہ گواہی باطل ہوگی۔ اور اگر دونوں گواہوں نے بالاتفاق بیان کیا کہ مقتول کو

اس قاتل نے مارا اور ہمکو معلوم نہین کہ کس چیز سے مارا تو قاتل پر دیت دینی آویگی اگر
دو قاتلون نے ایک مقتول کے مارنے کا اسطرح اقرار کیا کہ ہر ایک نے کہا کہ
صرف مین نے تنہا قتل کیا ہے اور مقتول کے وارث نے دعوی کیا کہ تم دونون نے
ملکر قتل کیا ہی تو وارث مذکور کو اختیار ہے کہ دونون کو قتل کرے اور اگر اقرار کی جگہ گواہی ہوتی
تو لغو ہوتی (یعنی اگر دو گواہ گواہی دین کہ اسکو زید نے تنہا مارا ہے اور دو یہ کہین
کہ صرف عمرو نے مارا ہے اور وارث کہے کہ عمرو اور زید دونون نے ملکر مارا ہے تو
اس صورت مین چارون گواہون کی گواہی بیکار ہوگی) ٭

باب قتل کی حالت کے بیان مین کہ کس وقت قتل معتبر ہوتا ہی۔ دیت وغیرہ کے
باب مین تیر چلانیکا وقت معتبر ہے اُسوقت مقتول جیسا ہوگا اُسکے اعتبار سے دیت
ہوگی مثلاً اگر مسلمان پر تیر چلایا اور ہنوز تیر اُسکے نہ لگا تھا کہ وہ مرتد ہوگیا اور تیر لگ کر مر گیا
تو دیت واجب ہوگی اسلیئے کہ تیر چلاتے وقت وہ مسلمان تھا اور اگر کافر کے تیر مارا
اور وہ تیر لگنے سے پیشتر مسلمان ہوگیا اب تیر سے مر گیا تو دیت نہ آویگی (اسلیئے
کہ وہ تیر چلانیکے وقت کافر تھا) اور اگر غلام کے تیر مارا اور تیر لگنے سے پیشتر آزاد ہوگیا
اور تیر سے جان بحق ہوا تو غلام کی قیمت دینی ہوگی دیت نہ دینی ہوگی (اسلیئے کہ تیر پھینکنے
کے وقت غلام تھا گو تیر لگتے وقت ان مقتولون کا حال بدلگیا) اگر زید کو سنگسار
کرنیکا حکم ہوا اور عمرو نے اُسکی طرف پتھر پھینکا اور پھر پتھر لگنے سے پیشتر کوئی گواہ اُسکے
زنا کا اپنی گواہی سے پھر گیا پھر زید پتھر لگنے سے مر گیا تو عمرو پر اُسکی دیت نہ آویگی (اسلیئے
کہ پتھر پھینکنے کا وقت اس باب مین معتبر ہے پس جس وقت عمرو نے پتھر پھینکا تھا اُسوقت
زید کا سنگسار کرنا واجب تھا گو بعد کو گواہ زنا پھر گیا اور زید قابل رجم نہ رہا)

باب
قتل کا اعتبار
کس حالت مین
ہوا کرتا ہے

اگر تیر چلانے والا حالت اسلام مین شکار کی طرف تیر چلاوے اور پھر مرتد ہو جاوے اور مرتد ہونیکے بعد تیر شکار کے لگے تو وہ شکار حلال ہوگا اور اگر حالت کفر مین تیر چلایا اور پھر مسلمان ہو گیا تو شکار حرام ہوگا۔ اگر محرم آدمی شکار پر تیر مارے اور تیر لگنے سے پیشتر حلال ہو جاوے تو شکار کی جزا دینی پڑیگی (کیونکہ تیر مارنے کے وقت احرام باندھے تھا) اور اگر تیر چلا کر احرام باندھ لیا پھر تیر شکار کے لگا اور مر گیا تو جزا واجب نہوگی (اس لیئے کہ تیر چلاتے وقت محرم نہ تھا)۔

کتاب الدیات

کتاب الدیات

اسمین دیتونکا یعنے خون بہا کی تعداد وغیرہ کا بیان ہے۔ قتل شبہ عمد کی دیت سو اونٹ چار طرح کے ہین پچیس ایسے جنکو دوسرا برس ہو اور پچیس جنکو تیسرا برس اور پچیس جنکو چوتھا سال ہو اور پچیس جنکو پانچوان سال ہو اور دیت سخت فقط اونٹون ہی مین ہے (کہ کئی طرح کے دینے پڑتے ہین اگر درم یا دینار سے دیت ادا کرے تو ایک طرح کے دیسکتا ہے) قتل خطا کی دیت بھی سو اونٹ ہین مگر پانچ طرح کے بیس دوسرے برس کے نر اور بیس اسی عمر کے مادہ اور بیس تیسرے برس کے اور بیس جو چوتھے سال مین ہون اور بیس جو پانچوین مین ہون (یا ہزار دینار یا دس ہزار درم سو اونٹونکے عوض دیوے) اور قتل شبہ عمد اور خطا دونونکا کفارہ وہ ہی جو قرآن مجید مین مذکور ہے (یعنے مسلمان بردہ کا آزاد کرنا اور اگر بردہ نہو سکے تو دو مہینے لگاتار روزے رکھنے) کفارہ مین قتل کے کھانا مساکین کو کھلا دینا جائز نہین اور نہ ماں کے پیٹ کے اندر کے بچہ کو آزاد کرنا درست ہے۔ ہان اگر بچہ دودھ پیتا ہو اور اسکے والدین مین سے کوئی مسلمان ہو تو اسکا آزاد کرنا کفارہ مین درست ہوگا (اور والدین مین سے کسیکا

مسلمان ہونا اسلیئے ہی کہ بچہ بھی اسکی تبعیت سے مسلمان ہووے) عورت کی دیت خواہ
جان کا بدلا ہو خواہ ہاتھ پاؤن وغیرہ کا مرد کی دیت سے آدھی ہی اور مسلمان اور ذمی کی دیت برابر ہے
فصل صورتون مفصلۂ ذیل مین پوری دیت واجب ہوتی ہے یعنی جان سے فصل
مارنے اور ناک کاٹنے اور زبان کاٹنے اور ذکر کاٹنے اور سپاری کاٹنے اور
عقل دور کرنے اور قوت سننے یا دیکھنے یا سونگھنے یا ذائقہ کے دور کرنے اور داڑھی
اور سر کو اسطرح مونڈنے مین کہ پھر بال نہ جمین اور دونون آنکھین پھوڑ ڈالنے اور دونون
ہاتھ خواہ دونون پاؤن خواہ دونون کان خواہ دونون خصیے خواہ عورت کی دونون
چھاتیان کاٹ ڈالنے مین اور دونون ابرو کے مونڈ ڈالنے مین کہ پھر نہ جمین (دیت
کامل دینی ہوگی) جو چیزین کہ دو دو ہین مثلاً آنکھ اور کان اور ہاتھ اور پاؤن انمین
سے ایک کے کاٹنے یا پھوڑنے سے نصف دیت لازم آوے گی - اگر دونون
آنکھون کی چارون پلکون کے بال دور کردے تو پوری دیت ہوگی اور ایک پلک
کے بال دور کیئے تو چوتھائی دیت دینی آویگی - ہاتھ اور پاؤن مین سے ایک انگلی
کے کاٹنے سے دیت کا دسوان حصہ ہوگا اور جن انگلیون مین تین پورین ہین انکی
ایک پور کی دیت انگلی کی دیت کی تہائی ہے اور جنمین دو پورین ہین مثلاً انگوٹھا تو اسکی
پور کی دیت انگلی کی دیت کی آدھی ہوگی - ایک دانت کی دیت پانچ اونٹ یا پانسو
درہم ہین - جو عضو کہ ضرب کے باعث بیکار ہوجاوے (یعنی جس کام کا تھا اس سے
جاتا رہے مثلاً ہاتھ سوکھ جاوے یا آنکھ مین بینائی نہ رہے تو اسمین پوری دیت لازم ہوگی -
فصل زخمون کی دیت کے بیان مین جس زخم سے کہ سر کی ہڈی کھل جاوے اسکی دیت فصل
بیسوان حصہ دیت کا ہی اور جس سے ہڈی سر کی ٹوٹ جاوے تو دیت کا دسوان حصہ او

جس سے ہڈی ٹوٹ کر سرک جاوے اسکی دیت دسوان اور بیسوان حصہ دیت کا ہی (یعنے دونونکا مجموعہ) اگر زخم مغز تک پہنچا ہو تو تہائی دیت کی اسکی دیت ہی اسیطرح پیٹ کا زخم جو اندر تک پہونچے اسکی بھی دیت تہائی ہی لیکن اگر پیٹھ کیطرف پہنچگیا ہو تو دو تہائی دیت کی اسکی دیت ہوگی - اور جس زخم سے صرف سر کی کھال چھلجاوے اور خون نہ نکلے یا خون ریلے اور بہے نہین یا خون بہے یا کھال کٹجاوے یا گوشت کٹ جاوے یا ہڈی کے پاس کی جھلی تک زخم پہونچ جاوے تو یہ زخم اگر اچھے ہوئے ہون تو جو ایک مرد عادل انکی دیت دینے کو کہے اسقدر دیت دینی ہوگی - (مضمون یہ اس زخم کے جس سے ہڈی کھلجاوے اور دانستہ زخم کیا ہو اور کسی زخم مین قصاص نہین) ایک ہاتھ کی سب انگلیون مین اگرچہ مع ہتیلی کٹی ہون نصف دیت ہوگی اور اگر نصف گٹے تک کٹی ہون تو انگلیون مین نصف دیت ہوگی اور باقی مین مرد عادل کا قول - اگر ہتیلی مع ایک انگلی کے کاٹی تو دسوان حصہ دیت کا اور دو انگلیونکے ساتھ مین پانچوان حصہ دیت کا ہوگا اور ہتیلی مین کچھ واجب نہین - اگر کسیکی زائد انگلی کاٹی یا بچہ کی آنکھ مین چوٹ لگائی یا اسکا عضو تناسل کاٹا یا زبان کاٹی اور بچہ کے دیکھنے سے آنکھ کا حال اور بولنے سے زبان کا اور ہلنے سے ذکر کا حال معلوم ہوگیا کہ یہ اعضا اچھے ہین تو مرد عادل کے کہنے کے بموجب دینا پڑیگا (اور اگر انکی صحت کا حال معلوم نہو تو بچہ کا حال مثل بالغ کے اعضا کے ہوگا جنکا بیان اوپر گذر چکا ہے) اگر زید نے عمرو کے سر پر زخم لگایا جس سے اسکی عقل جاتی رہی یا سر کے بال نہ جمے تو زید کو دیت کامل دینی ہوگی اور اس دیت مین زخم کی دیت بھی آگئی اور اگر زخم مذکور سے اسکے سننے کی قوت یا دیکھنے یا بولنے کی بھی جاتی رہی تو انکی دیت اس دیت مین

داخل نہو گی بلکہ انکی دیت جدا دینی پڑیگی) اگر زید کے سر پر ایسا زخم لگایا جس سے اسکی
آنکھیں جاتی رہیں یا ایک انگلی کاٹی اور دوسری انگلی بھی سوکھ گئی یا اوپر کی پور کاٹی
اس سے نیچے کی باقی انگلی سوکھ گئی یا ہاتھ نکما ہو گیا یا آدھا دانت توڑا اور باقی رہا ہوا
سیاہ پڑ گیا تو ان سب صورتوں میں قصاص نہ لینا چاہیے (بلکہ مجرم پر دیت دینی ہر قصور کی
واجب ہو گی) اگر ایک شخص کا دانت دوسرے نے اکھاڑ ڈالا اور اسکی جگہ دوسرا نکل آیا
تو دوسرے پر کچھ تاوان نہ ہوگا اور اگر دوسرے سے قصاص لیا گیا بعد قصاص کے اس
شخص کا وہی دانت جم آیا تو اول پر دوسرے کے دانت کا تاوان واجب ہوگا اگر زید نے
عمرو کے سر پر زخم لگایا اور وہ زخم بھر گیا اور اسکا نشان بھی باقی نہ رہا یا زید کی مار کی
جہت سے عمرو مجروح ہو گیا تھا پھر اچھا ہو گیا اور نشان نہ رہا تو زید پر کچھ تاوان نہو گا
اور زخم کرنے کا قصاص جب تک کہ مجروح اچھا نہو لے لینا نہ چاہیئے (اسلیے کہ احتمال ہے
کہ زخم شاید بگڑ جائے اور مجروح مر جاوے تو اس صورت میں مدعا علیہ کو جان سے
مارنا لازم آویگا) جس قتل عمد میں کہ شبہ سے قصاص جاتا رہے (جیسے باپ اپنے
بیٹے کو قصداً مار ڈالے کہ اسمیں یہ شبہ ہے کہ اگر قصاص لیویں تو خون کے وارث کو خون کے
عوض میں مارنا ہوگا) تو ایسے قتل میں مقتول کی دیت خاص قاتل کے مال میں ہوگی
(اسکی قوم کے مال پر نہ آویگی اور یہی حال ہے اگر خون سے یا زخم سے مال پر صلح
کی ہو یا خون اور زخم قاتل کے اقرار سے ثابت ہوا ہو یا دیت بیسویں حصہ سے
کم ہو تو یہ مال بھی قاتل کے مال میں سے دینا ہوگا) بچہ اور دیوانہ جو کچھ تقصیر خون اور زخم کی
قصداً کریں تو اسکا حکم خطا کا سا ہے اور اسکی دیت اسکے کنبے پر ہوگی
اور ان پر کفارہ نہیں ہوتا اور نہ مقتول کی میراث سے محروم ہوں

فصل - حمل کے بچے کے قتل کی صورتین - اگر کسی نے حاملہ عورت کے پیٹ پر مارا اور اُسکا بچہ مرا ہوا گر پڑا تو مجرم پر ایک بردہ پوری دیت کے بیسوین حصہ کا دینا آویگا اور اگر جیتا بچہ گر کر مر جاوے تو پوری دیت لازم ہوگی اور اگر مردہ بچہ گرے اور پھر عورت مرجاوے تو دیت عورت کی اور بچہ کے عوض بردہ لازم آویگا - اور اگر عورت پہلے مر جاوے پھر مردہ بچہ نکلے تو صرف دیت عورت کی لازم ہوگی - اور جو حمل کہ اُسکے گرا دینے مین بردہ لازم ہوتا ہے اُس سے وراثت لیجاوے (اسلیئے کہ اُسکو حیات کا حکم ہے یعنی گویا زندہ پیدا ہوکر مرا اِس میراث بھی اُسکے وارثون کو ملنی چاہیئے) مگر مجرم اُسکے مال سے کچھ نہ پاویگا مثلاً ایک شخص نے اپنی بی بی حاملہ کے پیٹ پر مارا اور اُس شخص کا لڑکا جو پیٹ مین تھا وہ مردہ نکل پڑا تو اُس شخص کے کنبے پر بردہ اُس بچہ کے عوض لازم ہوگا اور باپ کو اُس بچہ کی میراث نہ پہونچیگی - اور لونڈی کے پیٹ کے بچہ کی یہ صورت ہے کہ اگر لڑکا گرے تو یہ دیکھا جاویگا کہ اگر جیتا تو کتنے کا ہوتا جتنی قیمت کا ٹھہرتا اُسکا بیسوان حصہ مجرم کو دینا آویگا - اور اگر لڑکی گرے تو بچہ کی قیمت کا دسوان حصہ لازم آویگا - اگر زید نے عمرو کی لونڈی کے پیٹ مین مارا پھر عمرو نے اُسکے حمل کو آزاد کر دیا بعد اُسکے اُس لونڈی کا وہ حمل گر گیا اور بچہ مر گیا تو زید کو زندگی کے حال کے اعتبار سے اُسکی قیمت دینی آویگی - اور بچہ کے عوض مین بردہ کا کفارہ لازم نہوگا - اگر عورت نے حمل گرانے کی دوائی یا اپنی شرمگاہ مین کچھ رکھ لیا جس سے بچہ گر گیا تو اگر یہ کام بدون شوہر کی اجازت کے کیا ہوگا تو عورت کے کنبے پر بردہ دینا بیسوان حصہ دیت کا لازم ہوگا اور اجازت سے کیا ہو تو کچھ نہ لازم ہوگا

فصل راہ مین اگر کوئی کچھ امر بنا کرے اُسکے بیان مین - اگر کوئی شخص شارع عام کی طرف سنڈاس یا پرنالہ نکالے یا برج خواہ چبوترہ یا دکان بناوے تو ہر شخص کو ان چیزونکے توڑنے کا اختیار ہے - کوچہ نافذہ مین گھر والے کو یہ امور کرنے درست ہین بشرطیکہ لوگون کو ضرر نہو اور سربند کوچہ مین بدون اُسکے باشندون کی اجازت کے اسطرح کا تصرف جائز نہین - اگر ایسی چیزونکے کرنے سے کوئی مرجاوے تو میت کی دیت اُس شخص صاحب خانہ کے کنبے پر ہوگی اور یہی حال ہے اگر راہ مین کنوان کھودے یا پتھر رکھدے اور اُنکے سبب سے کوئی آدمی ضائع ہوجاوے تو اُسکی دیت بھی اُس شخص کے کنبے پر ہوگی لیکن اگر کوئی جانور تلف ہوگا تو اُسکا تاوان اُس شخص کے مال مین ہوگا (قوم پر دینا نہ آویگا) اگر کوئی شخص بادشاہ کی اجازت سے راستہ مین پاخانہ وغیرہ کے لئے کھتا بناوے یا اپنی ملک مین کھودے یا راستہ مین بلا اجازت بادشاہ کے لکڑی رکھدے یا پل بناوے اور کوئی شخص قصداً اُس لکڑی اور پل پر ہوکر گذرے اور تلف ہوجاوے تو ان سب صورتون مین تاوان نہ دینا ہوگا - اگر کوئی شخص راہ مین بوجھ اُٹھائے جاتا ہے اور وہ بوجھ کسی پر گر پڑا اور وہ دب کر مرگیا تو اُس شخص پر ضمان ہوگا اور اگر چادر پہنے جاتا تھا اور اُسکے گرنے سے کوئی مرگیا تو تاوان نہوگا - اگر محلہ کے آدمیون مین سے کسی نے وہان کی مسجد مین قندیل باندھی یا بوریے ڈالے یا کنکر بچھائے اور اُس سے کوئی آدمی مرگیا تو اُس شخص پر ضمان نہوگا اور اگر ان کامون کا کرنے والا اُس محلہ کا رہنے والا نہو تو ضامن ہوگا - اگر کوئی شخص مسجد مین بیٹھا تھا کہ اُس سے دبکر دوسرا ہلاک ہوگیا تو بیٹھنے والا گو اُسی محلہ کا ہو اگر نماز مین نہوگا تو ضمان دینا پڑیگا اور نماز مین ہوگا تو ضمان لازم نہ آویگا ؛

فصل

فصل جھکی ہوئی دیوار کے بیان مین - اگر زید کی دیوار شارع عام کیطرف کو جھکی ہوئی ہو اور کسی مسلمان خواہ ذمی نے زید سے اسکے توڑ ڈالنے کو کہدیا ہو اور جتنے عرصہ مین کہ وہ توڑوا سکتا تھا اتنی مدت گذر گئی تو اب جو کچھ اس دیوار سے جان خواہ مال کا نقصان ہوگا وہ زید کو دینا پڑیگا - اور اگر اول ہی سے زید نے اسکو جھکی ہوئی بنائی تھی تو اس صورت مین کسی کے کہنے وغیرہ کی کچھ شرط نہین جو کچھ اس سے نقصان ہوگا وہ زید کو دینا پڑیگا - اگر دیوار کسی کے مکان کیطرف کو جھکی تو اسکے توڑوانے کی درخواست اس مکان کے مالک کے ذمہ ہے اگر مالک مکان دیوار والے کو مہلت دے یا بری الذمہ کردے تو درست ہے (یعنی پھر مالک کا نقصان ہوگا تو دیوار والے کو دینا نہ آویگا) بخلاف اس صورت کے کہ دیوار شارع عام کیطرف کو جھکے (کہ اس صورت مین کسی خاص آدمی کی مہلت دینے اور بری الذمہ کردینے سے دیوار والے پر سے مواخذہ نجاویگا) اگر ایک دیوار پانچ آدمیونکی ملک ہے اور انمین سے ایک پر گواہ کردئیے گئے کہ تیری دیوار جھک گئی ہے اسکو توڑ ڈال پھر وہ دیوار گری اور کوئی شخص دبکر مرگیا تو جس شخص سے توڑ ڈالنے کو کہدیا تھا اسپر پانچوان حصہ دیت کا لازم ہوگا - اگر ایک احاطہ مین تین شریک ہین اور ان مین سے ایک نے اس مین کنوان کھودوایا دیوار بنائی اور اس سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو اسکے ذمہ دو تہائی دیت کی دینی آویگی (اس لئے کہ اپنے حصہ مین ان چیزون کے بنانے سے ضمان نہین لازم آتا مگر چونکہ اپنے دو شریکون کے حصہ مین یہ امر کیا تو گویا غصب کی راہ سے کیا اس لئے دو تہائی دیت کی دینی ہوگی)۔

باب

باب جانور اگر کسیکا نقصان کرے یا کوئی جانور کا نقصان کرے اور دوسرے مسائل کے

بیان میں۔ اگر سوار کی سواری کا جانور کوئی چیز یا آدمی اپنی ٹانگوں میں ملدے یا
سر کی ٹکر سے یا منہ کے کاٹنے سے یا ٹاپ مارنے سے تلف کرے تو سوار پر ضمان
آویگا لیکن اگر جانور لات مارنے سے یا دم سے کچھ نقصان کرے تو ضمان نہ آویگا مگر اُس
صورت میں کہ سواری کو راہ میں کھڑا کر دیا ہو کہ اس صورت میں نقصان کا ضمان دینا پڑیگا
اگر جانور کی ٹانگوں سے کوئی کنکر یا گٹھلی اُچھلی یا خود اُسنے ٹانگوں سے غبار یا چھوٹے
ڈھیلے اُڑائے اور اُنمیں سے کسیکی آنکھ میں کوئی کنکر گٹھلی وغیرہ جا لگی اور اُسکی آنکھ پھوٹ گئی
تو سوار پر ضمان نہوگا۔ اور اگر جانور نے بڑے ڈھیلے اُڑائے تو ضمان ہوگا۔ اگر راہ میں جانور کو
لید پیشاب کرنیکے لیئے کھڑا کیا اور اُسنے لید یا پیشاب کیا اور اُس سے کوئی تلف ہو گیا
تو سوار پر ضمان نہوگا۔ اور اگر کسی اور مطلب کو کھڑا کیا تھا اور جانور نے لید موت دیا
اور اُس سے کوئی ضائع ہوا تو ضمان ہوگا اور جو کام کہ اُنسے سوار پر ضمان آتا ہے
اُنہیں سے جانور کے ہانکنے والے اور باگ نکیل تھام کرلے جانیوالے پر بھی
ضمان آتا ہے فرق اتنا ہی کہ اگر کوئی جان سے مر جاوے تو سوار کو کفارہ دینا بھی
لازم ہوتا ہے اور ہانکنے والے اور لیجانے والے پر کفارہ لازم نہیں۔ اگر دو سوار یا
دو پیادے آپس میں ٹکرا کر ایک دوسرے کے دھکے سے مر جاویں تو ہر شخص کی دیت
دوسرے کے کنبے پر ہوگی۔ اگر ایک شخص نے اپنے جانور کو پیچھے سے ہانکا اور اُسکا
زین کسی آدمی پر گر پڑا اور وہ مر گیا تو ہانکنے والے پر دیت کا ضمان ہوگا۔ اگر زید اونٹوں
کی قطار کی نکیل تھامے آگے لیے جاتا تھا اور ایک اونٹ کے پاؤں تلے کوئی آدمی
روندا گیا تو زید کے کنبے پر میت کی دیت آوے گی اور اگر زید کے ساتھ بکر قطار کو
پیچھے سے ہانکتا تھا تو میت کی دیت زید اور بکر دونوں پر آویگی اور اگر اونٹ مذکور کو

کسی نے قطار میں باندھ دیا تھا تو جو کچھ آگے سے لیجانیوالے کے کنبے کو میت کے
عوض دینا پڑیگا وہ اونٹ باندھنے والے کے کنبے سے بھر لیں۔ اگر کوئی شخص
کسی جانور کو دوڑا دے اسطرح کہ پیچھے سے اُسے ہانکدے تو اول ہی دوڑنے میں اگر
آدمی یا مال کا نقصان ہوجاویگا وہ اُسکو دینا پڑیگا اور اگر پرندجانور کو اُڑایا یا کتا چھوڑا اور پیچھے
سے نہ مارا یا چوپایہ خود بخود بھاگا اور اُن سے کسی کی جان یا مال کا نقصان ہوا انکو خواہ
رات کو تو ضامن نہوگا۔ اگر قصائی کی بکری کی آنکھ نکال لے تو جسقدر بکری کی قیمت
مین نقصان ہوگا اُتنا دینا پڑیگا اور اگر بدنہ یعنی قربانی کی گائے اور اونٹ کی آنکھ نکالی تو
اُسکا مثل دینا ہوگا اور اگر گھوڑے یا گدھے کی آنکھ نکالی تو چوتھائی قیمت دینی ہوگی۔

باب بردہ کے نقصان کے بیان میں

باب بردہ کے نقصان کے بیان مین یعنی وہ کسیکا نقصان کرے یا اُسکا کوئی نقصان
کرے۔ بردہ اگر بہت سے نقصان کرے تو واجب ہے کہ اُسکو ایکبار مالک نقصان والون کے
حوالے کرے بشرطیکہ بردہ مذکور حوالے کرنیکے قابل ہو اور اگر وہ قابل حوالہ کرنیکے نرہا ہو (مثلاً
بعد قصور کے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا ہو) تو مالک اُسکی ایک قیمت سب نقصان والونکے حوالے
کر دے (یعنی سب نقصان والونکو ایک ایک قیمت مالک نہ دیوے بلکہ ایک ہی قیمت سبکے حوالہ کر دے)
غلام نے قصداً کسیکا نقصان کیا اور مالک نے غلام مذکور کو اُسکے حوالہ کیا تو وہ اُس غلام کا مالک ہوجاویگا۔
جبتک کہ مالک اُسکے نقصان کا عوض دیکر نہ چھڑا لے۔ اب اگر مالک تاوان نقصان دیکر چھوڑا وے
اور غلام پھر کسیکا نقصان کرے تو اُسکا حکم مثل نقصان گذشتہ کے ہے (کہ مالک یا نقصان والیکو
غلام دیڈالے یا اُسکے نقصان کا تاوان ادا کر دے) اگر غلام دو نقصان ایک ہی وضع کرے
تو اُسمین بھی مالک یا دو نقصان والونکو غلام دیڈالے یا دونو کے نقصان کا تاوان دے۔ اگر
غلام نے قصور کیا اور مالک کو اسکا علم نہوا اور اُسکو آزاد کر دیا تو مالک کو اس نقصان کے تاوان اور

غلام کی قیمت مین سے جو کم ہوگا وہ دینا آویگا اور اگر اُسکے قصور کا حال معلوم تھا اور آزاد کر دیا تو نقصان کا تاوان ہی دینا لازم ہوویگا۔ اسیطرح بیع کا حال ہے (کہ اگر قصور سے مطلع ہو کر غلام کو بیچ ڈالیگا تو قصور کا تاوان دینا پڑیگا) اور اگر مالک غلام کی آزادی کو کسی شخص کے مار ڈالنے یا تیر مارنے یا اُسکو زخمی کرنے پر مشروط کرے اور غلام مذکور ان حرکات کا مرتکب ہو تو آزاد ہوجاویگا اور مالک کو تاوان میت یا مجروح کا دینا ہوگا۔ اگر غلام نے کسی آزاد کا ہاتھ قصداً کاٹ لیا اور مالک نے وہ غلام اُس آزاد کو دے ڈالا اور اُسنے غلام مذکور کو آزاد کر دیا اور پھر اُس ہاتھ کے درد مین مر گیا تو اُس غلام کا دیدالنا اُس تقصیر سے صلح ہوگی (یعنے تاوان آزاد کے قتل کا مالک کے ذمہ کچھ نہوگا) ہان اگر آزاد نے اُس غلام کو آزاد نہ کیا ہو اور ہاتھ کے درد سے مر گیا ہو تو غلام مالک کو پھیر دینگے اور غلام سے قصاص لین گے اگر غلام ماذون قرضدار کسیکا نقصان خطا سے کرے اور مالک کو اُسکے قصور کی اطلاع نہو اور شخص اُسکو آزاد کردے تو مالک غلام مذکور کی ایک قیمت تو قرضدارون کو دے اور ایک قیمت نقصان والے کو حوالے کرے۔ اگر لونڈی ماذون قرضدار ہو اور بچہ جنے تو اُسکو مع بچہ کے قرضہ مین فروخت کیا جاویگا لیکن اگر ماذون لونڈی کسیکا نقصان کرے اور بچہ جنے تو نقصان والے کو (صرف لونڈی ملیگی) اُسکا بچہ نہ دلایا جاویگا۔ زید کا ایک غلام ہے اور عمرو نے اقرار کیا کہ اُسکے آقا نے اُسکو آزاد کر دیا ہے اب اگر غلام مذکور عمرو کے ولی مثلاً باپ کو خطا سے مار ڈالیگا تو عمرو کو اُس سے کچھ نہ ملیگا (اسلیئے کہ عمرو کے گمان مین تو وہ آزاد تھا اسلیے مالک سے مواخذہ نرہا اور چونکہ وہ واقع مین غلام ہے اسلیے اُسکے کنبے والون سے دیت کا مطالبہ نہ چاہیئے) اگر آزاد کیئے ہوئے غلام نے کسی شخص سے کہا کہ مین نے تیرے بھائی کو حالت غلامی مین قتل کیا تھا

اور اُسنے کہاکہ نہین بلکہ تونے آزاد ہونے کے بعد قتل کیا ہے (یعنے اُسکا قصاص یا دیت تیرے ذمہ ہو مالک کے ذمہ نہین) تو اس صورت مین غلام کا قول معتبر ہوگا اور اُس سے قصاص یا دیت کا مواخذہ نکیا جاویگا) اگر مالک نے اپنی لونڈی آزاد سے کہاکہ جب تو میری لونڈی تھی مین نے تیرا ہاتھ کاٹا تھا اور لونڈی نے کہاکہ تو نے آزاد کرنیکے بعد میرا ہاتھ کاٹا ہے (یعنے قصاص یا دیت تجھ پر لازم ہے) تو لونڈی کا قول معتبر ہے اور یہی حال ہے اُن چیزونمین جو آزاد کی ہوئی لونڈی سے مالک لے لیوے اور دعوی کرے کہ مین نے آزادی سے پیشتر لی ہین اور لونڈی کہے کہ بعد آزادی کے تو قول لونڈی کا معتبر ہوگا) مگر اُس سے صحبت کرنے مین اور مزدوری کی کمائی مین (اگر اختلاف ہو تو قول مالک کا ہوگا نہ لونڈی کا) ایک غلام جو تجارت سے ممنوع تھا اُسنے ایک آزاد لڑکے سے کسی شخص کے مارڈالنے کو کہا اور اُس لڑکے نے مارڈالا تو اُس میت کی دیت لڑکے کی قوم پر ہوگی (اسیطرح اگر غلام کو کوئی کسی کے مارڈالنے کو کہے اور وہ مارڈالے تو دیت اُسکی مالک پر ہوگی یا غلام کو مقتول کے وارث کے حوالے کرنا پڑیگا) ایک غلام نے زید اور عمرو کو قصداً مارڈالا اور زید کے بھی دو وارث ہین اور عمرو کے بھی دو وارث ہین جنمین سے ایک ایک نے خون غلام کو معاف کردیا تو مالک اُس غلام کا آدھا زید اور عمرو کے اُن دو وارثون کو دیوے جنہون نے معاف نکیا ہو اور اگر آدھا غلام نہ دے تو دیت آدھون آدھ اُن دونونکو دیدے۔ اور اگر زید کو غلام نے قصداً مارڈالا اور عمرو کو خطا سے اور زید کے دو وارثون مین سے ایک نے معاف کردیا تو مالک یا تو پوری دیت عمرو کے دونون وارثون کو اور آدھی دیت زید کے ایک وارث کو جس نے معاف نہین کیا حوالہ کرے

یا غلام کو اِن تینون کے حوالہ کرے کہ تہائی تہائی لے لین (یعنے ایک حصہ زید کے ایک وارث کا اور دو حصے عمرو کے دونون وارثون کے) دو شخصو نمین ایک غلام مشترک تھا اُسنے اُن دونون کے رشتہ دار کو مار ڈالا اور اُن دونون مین سے ایک نے یہ خون اُسکو معاف کر دیا تو مقتول کا سب خون ویسے ہی گیا (یعنی دوسرے مالک کو اُسکے باب مین معاف کرنیوالے پر کچھ مواخذہ نہین پہونچتا) فصل ایک غلام کو کسی نے خطا سے مار ڈالا تو قاتل سے اُسکی قیمت مالک کو دلائی جاویگی لیکن اگر اُسکی قیمت دس ہزار درم ہوگی تو اُسمین سے دس درم کم لین گے (تا کہ غلام کی خونبہا آزاد شخص کی دیت کے برابر نہو جاوے) اور اگر قیمت دس ہزار سے زیادہ ہوگی تب بھی دس کم دس ہزار دلاوینگے اور اگر لونڈی کو کوئی مار ڈالے اور اُسکی قیمت پانچہزار درم ہو تب بھی دس کم پانچ ہزار دلائے جاوینگے بخلاف اُس غلام کے جو کسی نے غصب کر لیا ہو اور غاصب کے پاس مر جاوے کہ اس صورت مین غلام مذکور کی پوری قیمت دینی غاصب پر لازم ہوگی گو دس ہزار سے کتنی ہی زیادہ ہو آزاد کیلئے نقصان کے عوض مین جتنی دیت ٹھہری ہوئی ہے اُتنے ہی غلام کے نقصان مین اُسکی قیمت مین سے ہوگی مثلاً اگر غلام کا ہاتھ کوئی کاٹ ڈالے تو غلام کی نصف قیمت اُسکو دینی ہوگی (اسلیئے کہ آزاد کے ہاتھ کاٹنے مین نصف دیت لازم ہوتی ہے) اگر کسی غلام کا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا اور اُسکے مالک نے اُسکو آزاد کر دیا اور آزاد ہونے کے بعد وہ ہاتھ کے درد مین مر گیا اور اُسکے دوسرے وارث بھی ہین تو قاتل سے قصاص نہ لیا جاویگا (اسواسطے کہ قصاص کا مدعی معین نہین رہا کہ مالک ہوگا یا وارث) اور اگر اُسکا وارث اور کوئی نہو تو قاتل سے قصاص لیا جاویگا (اسلیئے کہ اس صورت مین مدعی قصاص کا مالک ہی ہے) اگر زید کے دو غلام ہین اور اُسنے دونون سے کہا کہ تم مین سے ایک آزاد ہے

پھر کسی نے اُن دونوں کے سر کو زخمی کر دیا اور اب مالک نے بیان کیا کہ مین نے اُن مین سے فلان کو آزاد کیا تھا تو دونوں کے زخم کا تاوان مالک کو ملیگا۔ اگر زید عمرو کے غلام کی دونوں آنکھین پھوڑ دے تو عمرو کو اختیار ہے چاہے غلام زید کے حوالہ کرے اور اُس سے پوری قیمت لے لے یا غلام اندھا اپنے پاس رکھے اور زید سے کچھ نہ لے (اسلیئے کہ غلام جسم کے اعتبار سے تو زندہ آدمی ہی اور فائدہ کے اعتبار سے مردہ اور آنکھین پھوڑنے کی صورت مین تمام قیمت واجب ہوتی ہی اور وہ بدن اور آنکھون دونوں کی ہی پس اگر غلام کو رکھیگا تو آدمی ہونیکا اعتبار لحاظ کیا جاویگا۔ اور فائدہ اُسکا تابع متصور ہوگا کیونکہ صفات ذات کے تابع ہین پھر اس صورت مین اگر زید سے کچھ لیگا تو بدل اور مبدل منہ دونوں اُسکے پاس ہوجاوینگے اور یہ درست نہین مگر مدبر یا ام ولد کیکا کچھ نقصان کردین تو مالک کو اُنکی قیمت اور تاوان سے جون سا کم ہوگا دینا آویگا اور اگر مالک قاضی کے حکم سے اُنکی قیمت نقصان والے کو دیچکا ہو اور پھر وہ نقصان کرین تو دوسرا نقصان والا پہلے نقصان والیکا شریک اُنکی قیمت مین ہوگا جو مالک سے اُسے ملی ہے اور اگر مالک نے بدون حکم قاضی کے قیمت پہلے نقصان والے کو دی ہو تو دوسرے کو اختیار ہے کہ مالک سے اپنے نقصان کے تاوان کا مواخذہ کرے یا پہلے نقصان والے سے۔

باب غلام اور مدبر اور لڑکے کے غصب کرنے اور اس اثنا مین اُنمین نقصان پڑجانیکے بیان مین۔ اگر ایک غلام کا ہاتھ کسی نے کاٹ ڈالا ہو پھر اُسکو کوئی دوسرا شخص چھین لے اور غاصب کے پاس وہ غلام ہاتھ کی تکلیف سے مرجاوے تو غاصب پر ہاتھ کٹے غلام کی قیمت دینی آویگی (صحیح سالم کی دینی نہ آویگی) اگر زید نے

باب غلام اور مدبر اور لڑکے کے غصب کرنے اور اس حالت مین نقصان پڑجانیکے بیان مین

کسیکا غلام غصب کیا اور عمرو نے زید کے یہاں اُسکا ہاتھ کاٹا اور وہ غلام مرگیا تو زید اُسکے تاوان سے بری ہوگیا (یعنے اب تاوان عمرو پر دینا آویگا) ایک غلام نے جسکو تجارت کی اجازت نہ تھی آپ جیسے غلام کو چھین لیا اور دوسرا غلام اُس غلام غاصب کے پاس مرگیا تو غاصب پر قیمت دوسرے غلام کی آویگی (اپنے آزاد ہونے کے بعد ادا کرے (عمرو نے بکر کے مدبر غلام کو غصب کیا اور مدبر نے عمرو کے یہاں خالد کا قصور کیا پھر وہ مدبر بکر کو ملگیا اور اب زید کا اُسنے نقصان کیا تو بکر اُس مدبر کے دام آدھوں آدھ خالد اور زید کو حوالہ کرے یعنی غلام مذکور کی نصف قیمت اول عمرو سے لیکر خالد کو دے (اسلیئے کہ اول خالد ہی مستحق تمام قیمت کا ہوا تھا زید اُس وقت اُسکا مزاحم اور شریک نتھا پھر بکر عمرو سے آدھی قیمت غلام مدبر کی اور لے اور یہ آپ رکھے) اور اس صورت کے عکس مین غاصب سے نصف قیمت ایکبار لیجاویگی (یعنی اگر مدبر نے بکر کے یہاں زید کا نقصان کرلیا تھا کہ عمرو نے اُسکو غصب کیا اب عمرو کے یہاں خالد کا بگاڑ کیا تو اِس صورت مین عمرو سے صرف آدھی قیمت لیجاویگی) اور غلام مثل مدبر کے ہی اس حکم مین صرف اِتنا فرق ہی کہ غلام کی صورت مین مالک کو غلام حوالہ کرنا پڑتا ہے قصور والون کو اور مدبر کی صورت مین اُسکی قیمت دینی پڑتی ہی۔ اگر عمرو نے بکر کا مدبر غصب کیا اور عمرو کے یہاں اُس نے زید کا بگاڑ کیا پھر وہ مدبر بکر کو ملگیا مگر عمرو دوبارہ اُسکو چھین لیگیا اس دفعہ اُس نے خالد کا نقصان کیا تو بکر پر مدبر مذکور کی قیمت زید اور خالد کو دینی لازم ہوگی اور پوری قیمت مدبر کی عمرو سے بھر لے اور اُسمین سے نصف زید کو دیدے اور یہ نصف جو زید کو دیا اُسکو عمرو سے پھر وصول کرے غاصب نے ایک آزاد لڑکا غصب کیا جو اُسکے یہاں اَکر ناگہانی یا بخار سے مرگیا تو غاصب پر ضمان

نہوگا اور اگر بجلی اُسپر گری یا سانپ نے کاٹا اور مر گیا اُسکی دیت غاصب کی قوم پر ہوگی اور یہی حال ہی اگر کسی لڑکے کے سپرد کوئی غلام کیا جاوے امانت کے طور پر اور وہ لڑکا اُس غلام کو مار ڈالے تو لڑکے کے کنبے پر غلام کی قیمت آویگی اور اگر لڑکے کو کھانا امانت سپرد کیا جاوے اور وہ کھالے تو ضامن نہوگا ؛

کتاب القسامۃ

اسمین قسامہ یعنی خون کے باب مین جو محلہ والون پر قسم لازم آتی ہے اُسکا ذکر ہے اگر کسی محلہ مین مقتول پایا گیا جسکے قاتل کا حال معلوم نہین تو مقتول کا وارث ان محلہ والون سے پچاس آدمیون کو چھانٹے اور ان سے یہ قسم لیجاوے کہ بخدا ہمنے اسکو قتل کیا نہ اسکے قاتل کو جانین اگر اسطرح کی قسم کھالین تو محلہ والون پر اس مقتول کی دیت ہوگی اور اگر خون کا وارث اُسی محلہ مین رہتا ہو تو اُسکو قسم نہ دیجاوے گی اور جو شخص قسم کھانے سے انکار کرے اُسکو قید کیا جاوے یہانتک کہ قسم کھائے اور اگر محلہ کے قسم کھانے والے پچاس نہون تو موجود شخصونکو مکرر قسمین دیکر پچاس قسمین پوری کرلیجاوینگی (مثلاً اگر چالیس ہون تو دس آدمیونکو دو بار قسم دینگے اور باقی کو ایکبار اور اگر دس ہی ہون تو سب کو پانچ پانچ بار قسم دیوینگے) لڑکے اور دیوانہ اور عورت اور غلام پر قسامہ نہین (یعنے خون کے مقدمہ مین انکو قسم نہ دینی چاہیئے) اور جس صورت مین کہ میت پر نشان زخم یا مار کا نہو یا یہ کہ ناک سے یا منہ سے یا مقام پاخانہ سے خون جاری ہو تو اس صورت مین نہ محلہ والون پر قسم واجب ہوگی نہ اُس میت کی دیت دینی ہوگی (ناک منہ مقام پاخانہ سے خون جاری ہونے کی صورت مین دیت نہونیکی وجہ یہ ہی کہ اُنمین احتمال بیماریکا ہے

یقینی مار ڈالنا ثابت نہوگا) لیکن اگر آنکھوں سے یا کانون سے خون چلتا ہو تو قسامہ
واجب ہوگا (اسلیئے کہ ان جگہون سے خون بدون چوٹ نہین بہتا) اگر مقتول کسی
جانور پر لدا ہوا پایا گیا اور اُس جانور کو کوئی آگے سے پکڑے لیئے جاتا ہی یا پیچھے سے ہانکتا
ہی یا اُسپر سوار ہی تو اس ساتھ والے کے کنبے پر ہر وہ کی دیت ہوگی۔ اگر کوئی جانور جس پر
مقتول شخص ہی دونون گانون کے درمیان ہوکر نکلا اور کوئی اُسکے ساتھ نہ تھا
تو جو گانون نزدیک ہوگا اُسپر قسم اور دیت لازم ہوگی۔ (اور اگر دونون برابر فاصلہ پر
ہون تو دونون پر لازم ہوگی) اگر مقتول آدمی کسی کے مکان مین پایا جاوے
تو مالک مکان پر قسامہ ہوگا (یعنے پچاس قسمین کھائیگا) اور دیت اُسکے کنبے پر لازم
ہوگی۔ قسامہ زمینداروں پر واجب ہی نہ رہنے والون اور خریدنے والون پر (یعنے
جن لوگون کو بادشاہ نے زمین دی ہو اُن لوگون پر قسم واجب ہی جو باشندے اور
خریدار زمین کے ہون اُن پر واجب نہین لیکن) اگر زمینداروں مین سے کوئی نرہا ہو تو
اُسکو تیئن خرید کرنیوالون پر قسم ہوگی۔ اگر مقتول کسی حویلی مشترک مین پایا جاوے
اور شرکاء کا حصہ یکسان نہین (کوئی نصف کا شریک ہی کوئی چوتھائی وغیرہ کا) تو قسامہ
اور دیت شریکون کے عدد کے اعتبار سے ہوگی (نہ اُنکی ملکیت کے سہامون کے اعتبار سے)
اگر ایسی حویلی مین مقتول ملا کہ اُسکی بیع ہو چکی تھی مگر مشتری کے قبضہ مین نہین آئی تھی
تو دیت بائع کی قوم پر ہوگی اور اگر بیع خیار کے ساتھ ہوئی تھی تو جو حویلی جسکے قبضہ
مین ہوگی اُسکے کنبے پر دیت لازم آوے گی (خواہ قابض بائع ہو یا مشتری)
لیکن قابض کی قوم دیت نہ ادا کرین جبتک کہ اس بات کے گواہ نہ گذر چکین
کہ یہ حویلی قابض کی ملکیت ہے (ورنہ صرف مکان مین رہنے سے بدون ملکیت

کے دیت اسکی طرف سے لازم ہوگی) اگر کشتی مین مقتول ملے تو جو اسمین سوار اور ملاح ہون اُن پر قسامہ اور دیت ہوگی اور کسی محلہ کی مسجد مین اگر ملے تو محلہ والون پر ہوگی اور اور اگر شارع عام یا جامع مسجد مین ملے تو قسامہ اس صورت مین نہین اور دیت بیت المال مین سے دیجائیگی۔ اگر جنگل مین مقتول ملے یا بیچ مین دریا کے پایا جاوے تو اسکی کچھ پرسش نہوگی (نہ قسم ہوگی نہ دیت) اور اگر دریا کنارے لٹکا ہوا یا بندھا ہوا ملے تو جو گانون وہانسے زیادہ نزدیک ہوگا اُسپر قسامہ لازم آویگا۔ اگر خون کے وارث نے اہل محلہ کے سوا کسی اور پر دعوی خون کا کیا تو قسامہ اس محلہ والون پر سے جاتا رہیگا اور اگر محلہ والون ہی مین سے ایک شخص معین پر دعوی کیا تو قسامہ اُنپر سے نجاویگا۔ اگر ایک قوم تلوارین کھینچکر بھڑین اور ایک مقتول کو چھوڑکر جدا ہون تو قسامہ محلہ والونپر ہوگا جہان لڑائی ہوئی لیکن اگر خون کا وارث اُن لوگون پر جو تلوارین لیکر لڑے تھے دعوی کرے یا انمین سے ایک شخص معین پر مدعی ہو تو البتہ محلہ والون پر قسامہ نہوگا محلہ والونمین سے قسم والے نے بیان کیا کہ مقتول کو ایک شخص خاص مثلاً زید نے مارا ہو تو اسکو اسطور پر قسم دیجاویگی کہ بخدا مین نے مقتول کو نہین مارا اور نہ سوا زید کے اسکے قاتل کو جانون۔ محلہ والون مین سے اگر کچھ لوگ گواہی دین کہ غیر محلہ کے آدمی نے مارا ہی یا اُس محلہ کے ایک شخص معین کا نام لین کہ ہم مین سے فلان شخص نے مارا ہی تو یہ گواہی باطل ہوگی[۱]۔

کتاب المعاقل

اسمین دیتون کا بیان ہو (کہ کون کون آدمی دیت دین) معاقل جمع معقلہ کی ہی جسکے معنی دیت یعنی جو خونبہا کہ نفس قتل پر دینا آتا ہی وہ عاقلہ پر ہوتا ہی (نفس قتل کی قید سے وہ خونبہا نکل گیا جو صلح کی راہ سے دیاجاوے) یا شبہ کی راہ سے مثلاً باپ اپنے بیٹے کو عمداً مارڈالے کیونکہ ان دونون

[۱] اہل محلہ کی گواہی باطل ہو اسلئے کہ وہ متہم ہین۔ سرکشی کے سبب ... ۵۵ ...

حضور تو نہیں خونبہا خاص قاتل کے مال مین ہوتا ہے نہ عاقلہ پر) اگر قاتل روزینہ دار یا سپاہی بادشاہی ہو تو اُسکے عاقلہ وہ لوگ ہین جنکے نام دفتر بادشاہی مین ہون (یعنی بادشاہ کے دفتر مین اگر خاص قوم کے روزینہ دار خواہ فوج کے لوگ لکھے ہون اور اُن مین سے کوئی قاتل ہو تو باقی لوگ اُسکے عاقلہ ہین) دیت کا روپیہ اُنکی تنخواہ سے تین برس کے عرصہ مین وصول کر لیا جاوے اور اگر اُنکی تنخواہ تین برس سے زیادہ عرصہ مین یا کم مین وصول ہو تو اُسیوقت دیت کو مجرا کر لین۔ اور اگر قاتل دفتر والون مین سے نہو تو اُسکا عاقلہ اُسکا قبیلہ یعنے برادری والے رشتہ دار ہین دیت اُن سے تین برس مین بانٹ کر لیجاویگی اور ایک شخص سے سال بھر کے عرصہ مین ایک درم خواہ ایک درم اور ایک درم کی تہائی سے زیادہ نہ لیا جاویگا تو اس حساب سے ایک آدمی سے تین برس کے عرصہ مین چار درم سے زیادہ نہین لیا جاویگا اگر اُس قبیلہ کے لوگ اتنے نہون کہ اس حساب سے پڑت پڑے بلکہ کم ہون اور چار درم سے زیادہ اُنپر پڑتا ہو تو اُنمین عصبات کی ترتیب سے دوسرا قبیلہ اُنکا رشتہ دار ملا لیا جاویگا (یعنے اول بھائیون کو پھر بھتیجون کو چچون کو پھر اُنکے بیٹون کو) قاتل کو منجملہ عاقلہ کے شمار کیا جاویگا (یعنے جیسے اورون سے دیت وصول ہوگی ویسے ہی اوس سے بھی لیجاویگی) آزاد کیے ہوئے کا عاقلہ اُسکے آزاد کرنیوالے کی برادری ہے۔ اور مولی موالات کا عاقلہ وہ ہے جسکے ہاتھ پر وہ مسلمان ہوا ہو اور اُسکے کنبے کے لوگ۔ غلام کے بگاڑ کرنے کا تاوان عاقلہ پر نہین اور نہ اُس قصور کا کہ آدمی جان کر کرے اور نہ اُسکا جو صلح کرے یا اقرار کرے کہ اُنمین صرف مدعا علیہ پر تاوان ہوتا ہے لیکن اگر مدعا علیہ کے اقرار کی تصدیق عاقلہ کرے تو عاقلہ پر تاوان ہوگا۔ اگر آزاد آدمی غلام کا بگاڑ خطا کی راہ سے کرے تو اُسکا تاوان اُسکی برادری پر ہوگا (یعنے

خطا کی راہ سے بگاڑ کرنے مین برادری پر دیت آنی برابر ہے خواہ آزاد کا نقصان ہووے یا غلام کا ۔

کتاب الوصایا

(اس مین وصیتون کا بیان ہے) اور وصیت وہ ہے کہ اپنے مرنے کے بعد کسی کے لیئے کچھ مقرر کرے جو وصیت کرتا ہے اُسکو مُوصِی یعنی وصیت کرنیوالا کہتے ہین اور جسکے لیے وصیت کی ہو اُسے مُوصٰی لہ کہتے ہین اور جس شخص کو وصیت کی تعمیل کے لیئے کہا ہو اوسکو وَصِی کہتے ہین) وصیت مرنے کے بعد کے زمانے مین کسی چیز کے مالک کرنے کو کہتے ہین اور وصیت کرنا مستحب ہے ۔ میت کے مال متروک کی تہائی سے زیادہ کی وصیت درست نہین ۔ قاتل کے لیئے وصیت درست نہین (یعنے مُوصِی اپنے قاتل کے لیئے کچھ وصیت کرے تو جائز نہوگی) مورث اپنے وارث کے لیئے اگر وصیت کرے تو درست نہین بشرطیکہ دوسرے وارث جائز نرکھین (لیکن اگر اور وارث اس وصیت کو جائز رکھین تو درست ہے) مسلمان اگر ذمی کے لیئے وصیت کرے یا ذمی مسلمان کے لیئے تو درست ہے ۔ وصیت کا قبول کرنا موصی کی موت کے بعد ہونا چاہیئے اور اگر اُسکی زندگی مین موصٰی لہ اُسکو قبول نکرے یا قبول کرلے تو باطل ہو (بلکہ موت کے بعد کا اعتبار ہے) اور مستحب ہے کہ مال کی تہائی سے وصیت کم کرے اور جب موصٰی لہ وصیت کی چیز کو قبول کرلے تو وہ اُسکی ملک مین آجاتی ہے ہان اگر موصٰی لہ موصی کے مرنے کے بعد ہی مرجاوے اور نوبت قبول وصیت کی نہ پہنچے تو بدون قبول کے بھی ملک موصٰی لہ کی ثابت ہو جاویگی ۔ قرضدار کا قرض اگر اُسکے مال کا

محیط ہو (یعنے اُسکی برابر ہو یا زائد) تو ایسے قرضدار کی وصیت درست نہین۔ اسیطرح لڑکا اور مکاتب اگر کچھ وصیت کرین تو درست نہین۔ حمل کے لیئے کچھ مال کی وصیت کرنی (مثلاً یون کہنا کہ میرا اسقدر مال اس پیٹ کے بچے کو ملے) اور حمل کی وصیت کسی اور کو کرنی (مثلاً یہ کہنا کہ میری لونڈی کے حمل سے جو بچہ پیدا ہو وہ فلان شخص کو دیدینا) درست ہی بشرطیکہ بچہ وصیت کے وقت سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہو (اور اگر چھ مہینے یا زائد مین ہوگا تو وصیت دونون صورتون مین نہو سکے گی اسلیئے کہ وصیت کے وقت حمل کا یقین نرہیگا) حمل کے واسطے کوئی چیز ہبہ کرنی درست نہین۔ اگر لونڈی کی وصیت کی اور اُسکے حمل کو خارج رکھا تو درست ہی (موصی لہ کو لونڈی ملے گی حمل کا بچہ نکلے گا) موصی اپنی وصیت سے قول اور فعل سے پھر سکتا ہے (قول سے اسطرح کہ کہے کہ مین نے جو وصیت کی تھی اُس سے رجوع کی۔ اور فعل سے) اسطرح کہ جس چیز کی وصیت کی تھی اُسکو بیچ ڈالا یا ہبہ کر دیا یا سُرا تھا اسکو بوینت لیا یا بکری تھی اُسکو ذبح کر لیا اگر موصی وصیت سے انکار کرے تو اس سے رجوع ثابت نہو گا (مثلاً یون کہے کہ مین نے وصیت نہین کی اور موصی لہ گواہون سے ثابت کر دے کہ وصیت کی تھی تو موصی لہ کو وصیت کی چیز پہونچے گی)

باب اپنے مال کی تہائی کی وصیت کرنے کے بیان مین۔ اگر موصی نے تہائی مال کی زید کے لیئے وصیت کی اور دوسری تہائی عمرو کیلیئے اور وارثون نے دو تہائی کی وصیت درست نرکھی تو ایک تہائی زید اور عمرو کو برابر تقسیم ہو جاوے گی۔ اگر زید کے لیئے تہائی کی وصیت کی اور عمرو کے لیئے چھٹے حصہ کی اور وارثون نے جائز نہ رکھا تو تہائی ترکہ موصی کا زید و عمرو کو اسطرح تقسیم ہوگا کہ تین حصے کرکے دو حصے زید کو اور ایک حصہ عمرو کو دیا جاویگا۔ اگر زید کے لیے کل مال کی وصیت کی اور عمرو کے لیئے تہائی

باب اپنے مال کی تہائی کی وصیت میں

مال کی اور وارثوں نے وصیت کو جائز نہ رکھا تو ترکہ موصی کی تہائی زید و عمر مین آدھوں آدھ تقسیم ہوگی۔ موصی لہ کو ترکہ کی تہائی سے زیادہ حصہ نہ ٹھہرایا جاوے مگر تین صورتوں مین اول محابات کی صورت مین (محابات بیع مین رعایت کرنے کو کہتے ہین کہ ہزار کا مال مثلاً سو کو بیچ ڈالے پس اگر موصی کے دو غلام ہون جنمین سے ایک کی قیمت بارہ سو ہو اور ایک کی چھ سو اور وہ وصیت کرے کہ بارہ سو کا غلام زید کے ہاتھ دو سو کو بیچ ڈالنا اور چھ سو کا عمرو کے ہاتھ سو کو بیچ ڈالنا اور دوسرا کوئی مال اُسکے پاس نہو اور اُسکے وارث اس وصیت کو جائز نہ رکھین پس چونکہ صورت مذکور مین زید کے ساتھ ہزار روپیے کی رعایت کی تو گویا ہزار اُسکے لیئے وصیت کیئے اور عمرو کے ساتھ پانسو کی رعایت کی ہے تو گویا اُسکو پانسو کی وصیت کی ہے تو کل ترکے مین سے تہائی لیکر یعنی دونون غلامونکی قیمت جو اٹھارہ سو ہوتے ہین اُسکی تہائی چھ سو روپیہ زید و عمرو مین بموجب وصیت کے تقسیم کرینگے یعنے زید کا حصہ عمرو سے دونا تھا تو اسقدر کی تہائی عمرو کو دینگے اور دو تہائی زید کو یعنے دو سو عمرو کو ملین گے اور چار سو زید کو حالانکہ اس نظر سے کہ زید کو ہزار کی وصیت ہے جو تہائی ترکہ سے زائد ہے اسلیے قاعدہ کے بموجب تہائی مین دونون شریک برابر کے ہیں کہ ہر ایک کو تین سو ملنے چاہئین مگر محابات کی وجہ سے اوپر کا قاعدہ جاری نہوا) دوم سعایت کی صورت مین (اور اسکی کیفیت یہ ہے کہ موصی کے دو غلام ہون ایک دو ہزار کا دوسرا ایک ہزار کا اور وہ وصیت اُنکے آزاد کرنے کی کر جاوے اور سوا ان غلامونکے اور کچھ مال اُسکا نہو اور اُسکے وارث وصیت کو جائز نہ رکھین تو کل ترکہ کی تہائی سے یہ وصیت جاری ہوگی یعنی بقدر ہزار کے آزاد ہونگے اور دو تہائی اپنی قیمت کی یعنے دو ہزار ورثا کو کما دینگے

اور ہزار کی آزادی مین وصیت کے بموجب ہر ایک کو حصہ ملیگا دونون کو برابر نہ ملیگا)
سوم دراہم مرسلہ یعنے مطلق کی صورت مین (جنمین قید مال کی تہائی اور چوتھائی کی نہو مثلاً
زید کو تیس روپیہ کی وصیت کرے اور عمرو کو ساٹھ کی اور اُسکے پاس ان روپیونکے سوا
اور مال نہو تو درصورت نارضامندی ورثا کے وصیتنکو تہائی مال سے جاری
ہوگی اور زید وعمرو کو موافق اُنکی وصیت کے حصہ رسد ترکہ کی تہائی مین سے دیا جاویگا
برابر نہ دیا جاویگا) اگر وصیت کی کہ موصی لہ کو میرے بیٹے کا حصہ ملے تو یہ وصیت
باطل ہے (اسلئے کہ بیٹے کا حصہ کسیکو نہین پہنچ سکتا) ہان اگر یون وصیت کرے
کہ میرے بیٹے کے حصہ کی برابر اُسکو دینا تو درست ہے اس صورت مین اگر موصی کے
دو بیٹے ہون تو موصی لہ کو تہائی مال ملیگا (اسلئے کہ بیٹے کا حصہ تو آدھا ہے وہ تو اُسکو
مل نہین سکتا کیونکہ تہائی سے بڑھجاویگا اسی جہت سے تہائی مال دیا جاویگا اور
اب بھی اُسکا حصہ بیٹونکے برابر ہی رہیگا) اور اگر یہ وصیت کی کہ میرے مال کا ایک
سہام یا ایک جز فلانے کو دینا تو اُسکا بیان کرنا ورثہ کے اختیار مین ہے (جونسا
سہام چاہین موصی لہ کو دین) اگر یہ کہا کہ میرے مال کی تہائی فلانے کے لیئے ہے
پھر دوبارہ کہا کہ فلانے کے لیئے میرے مال کی تہائی ہے (یعنے ایک تہائی
ایک شخص کے لیئے دوبار کہی) تو موصی لہ کو ایک ہی تہائی ملے گی (اس سے زیادہ
نہ ملیگا) اسیطرح اگر مال کے چھٹے حصہ کو موصی لہ کے لیئے مکرر کہے تو اُسکو ایک چھٹا
حصہ ملیگا (دو چھٹے نہ ملین گے) اگر یون وصیت کی کہ میرے نقد روپیون یا بکریون
مین سے تہائی فلان کو دینا پھر دو تہائی روپیے خواہ بکریان تلف ہوجاوین تو موصی لہ
باقی بکریان یا روپیے لے لیگا۔ اور اگر غلامون یا تھانون یا گھرونکی نسبت ایسا

کہا تھا اور انہیں سے دو تہائی جاتی رہی تو اب موصی لہ کو (باقی نہ ملینگے بلکہ) باقی
کی تہائی ملیگی۔ اگر وصیت کی کہ ہزار روپیہ فلان کو دیدینا اور ترکہ مال موجود اور لوگون کے
ذمہ قرض ہی پس اگر مال موجود کی تہائی ہزار روپیہ ہو سکتے ہون تب تو ہزار روپیہ موصی لہ
کو دیدین اور اگر موجود مال اتنا نہو تو جسقدر اُسکی تہائی ہو وہ موصی لہ کو حوالہ کرین اور
پھر قرض مین سے جسقدر آتا جاوے اُسکی تہائی اُسکو دیتے رہین یہانتک کہ ہزار پورے
ہو جاوین اگر وصیت کی کہ میرے مال کی تہائی زید کو اور عمرو کو دینا اور عمرو اسوقت زندہ نہو تو
تہائی ساری زید کو ملیگی اور اگر یون کہا کہ میرے مال کی تہائی مین شریک زید ہی اور عمرو
زندہ نہو تو زید کو چھٹا حصہ ملیگا (اور عمرو کو کچھ نہ ملے گا کہ وہ مردہ ہے) اگر یہ کہا کہ فلانے کے
میرا تہائی مال ہے اور مال موصی کے پاس کچھ نہین تو موصی اپنے مرنیکے وقت جس چیز کا
مالک ہوگا اُسکی تہائی موصی لہ کو پہونچیگی۔ اگر وصیت کی کہ میرے مال مین سے تہائی
میری تین ام ولد کو اور فقیرون اور مسکینون کو دینا تو تہائی ترکہ پانچ حصے کرکے
تین حصے تین ام ولد کو اور ایک حصہ فقیرون کو اور ایک مسکینون کو دیا جاویگا
اگر وصیت کی کہ ترکہ کی تہائی زید اور مساکین کو دینا تو ترکہ کی تہائی مین سے آدھا
زید کو اور آدھا مسکینون کو ملے گا۔ اگر سو روپیہ کی وصیت زید کو کی اور سو
کی عمرو کو پھر بکر سے کہا کہ مین نے تجھے اُن دونون کا شریک کیا تو بکر کو دونون
سو مین سے تہائی ملے گا (یعنے سو کی تہائی زید سے لے اور سو کی عمرو سے
اس صورت مین ہر ایک کا حصہ مساوی ہوگا کہ ہر ایک کے پاس سو کی دو تہائی
ہونگی) اور اگر زید کو وصیت چارسو کی کی اور عمرو کو دوسو کی اور بکر سے کہدیا کہ تجھکو
دونون کا شریک کیا تو بکر کو ہر ایک سے آدھا حصہ ملے گا (یعنے زید کو چار سو

کی وصیت تھی دو سو اُسکے حصہ مین سے اور عمرو کو دو سو کی تھی سو اُسکے حصہ مین سے
بکر کو ملینگے غرضکہ بکر کو تین سو اور زید کو دو سو اور عمرو کو سو ملینگے) اگر موصی نے
اپنے وارثون سے کہا کہ زید کا مجھپر قرض ہے اور وارثون نے اُسکا قول مان لیا
تو یہہ تہائی ترکہ مین ہوگا (یعنے اگر زید دعوی قرض کا کریگا تو تہائی تک سماعت
ہوگی ترکہ کی تہائی سے زائد مین دعوے مقبول نہوگا) اگر موصی نے اول اپنے
ذمہ زید کے دین کا اقرار کیا بعد اُسکے بہت سی وصیتین کین تو موصی کے مال
کی ایک تہائی وصیت والونکے لیئے اور دو تہائیان وارثون کے لیئے علیحدہ
کرکے دونون جماعتون سے کہین کہ تمکو اپنے حصہ مین سے جسقدر قرضہ کے
مدعی زید کو سچا ٹھہرانا ہو بیان کرو جب وہ دونون گروہ بیان کردین تو ہر ایک
کے حصہ مین سے اُسیقدر زید کو دیدیوین اور اہل وصیت کے تہائی مین سے جسقدر
بچے اُسکو وہ تقسیم حصہ رسد کرین اور ورثہ کی دو تہائی مین سے جو رہے وہ اُسکو
بانٹ لین۔ اگر موصی نے کسیقدر مال کی وصیت اجنبی شخص اور اپنے ایک وارث کو
کی تو اجنبی کو مال موصی بہ کا آدھا ملیگا اور وارث کے لیے وصیت باطل ہوگی
(اسلیئے کہ وارث کے لیے وصیت درست نہین) اگر تین تھان مختلف صفت کے
(یعنے ایک بہت عمدہ اور ایک میانہ اور ایک گھٹیا) زید اور عمرو اور بکر کو بترتیب
وصیت کیے اور اُنمین سے ایک جاتا رہا اور یہہ معلوم نہوا کہ کسکے حصہ کا گیا اور
وارث میت تینون موصی لہ مین سے ہر ایک سے کہتا ہو کہ تیرے ہی حصہ کا گیا
تو اسصورت مین وصیت باطل ہوگی کسیکو کچھہ نہ ملیگا لیکن اگر میت کا وارث دونون
باقی کے تھان اُن تینونکے سامنے لا رکھے اور کہدے کہ انکو آپس مین تقسیم کرلو

تو وصیت جائز ہے اور زید کو عمدہ تھان کی دو تہائی ملینگی اور بکر کو دو تہائی گھٹیا تھان کی اور عمرو ایک تہائی اچھے تھان کی لے اور ایک تہائی برے کی (یعنی ان دونوں باقی تھانوں کو دو آدمی نہیں لے سکتے مگر بطور مذکورہ بالا تینوں تقسیم کر سکتے ہین اور اگر عمرو ڈالکر یا آپس مین رضی ہوکر دو ہی شخص انکو لے لیوین تو ہو سکتا ہے) اگر ایک حویلی مشترک مین سے موصی نے ایک کوٹھری کی وصیت زید کو کی اور وہ حویلی بعد موصی کے شریکون مین تقسیم ہوئی اور وہ کوٹھری موصی بہ موصی ہی کے حصے مین پڑی تو وہ زید کو ملیگی اور اگر وہ کسی اور شریک کے حصہ مین آگئی تو موصی کے حصہ مین سے اسقدر زمین جتنی کوٹھری کی تھی زید کو دیجاویگی اور اس باب مین اقرار کا حال مثل وصیت کے ہی (یعنے اگر بکر اپنی مشترک حویلی مین سے کسی خاص کوٹھری کا عمرو کے لیئے اقرار کرے تو بعد تقسیم حویلی کے اگر وہ کوٹھری بکر کے حصہ مین پڑے تو بعینہ اسی کو حوالے عمرو کے کرے ورنہ جسقدر زمین کوٹھری میں ہو اسقدر اپنے حصے مین سے اسکے عوض دیدے) اگر زید نے عمرو کے مال مین سے ہزار روپیہ معین کی وصیت بکر کو کردی اور مالک مال یعنے عمرو نے موصی کے مرنے کے بعد اسکی وصیت جائز رکھی اور ہزار روپیہ بکر کو دیدیئے تو درست ہی مگر عمرو کو اختیار ہے کہ اجازت کے بعد چاہے تو روپیہ نہ دے موصی کے دو بیٹے اگر اسکا مال باہم بانٹ لین اور پھر ان میں ایک اقرار کرے کہ ہمارے باپ نے یہ اتنے کی وصیت کی تھی تو اس اقرار سے صرف مقر کے حصہ کی تہائی مین وصیت جاری ہوگی (دوسرے بھائی کے حصہ مین جاری نہوگی) اگر عمرو کے لیئے لونڈی دینے کی وصیت کی اور موصی کے مرنیکے بعد اسکے بچہ ہوا تو اگر اس لونڈی اور اسکے بچہ کی قیمت ملکر کل مال کی تہائی سے زیادہ نہو تو دونوں عمرو کو ملینگے اور اگر دونون کی قیمت ترکے کی تہائی سے زائد ہو تو اول عمرو لونڈی لے اور پھر جسقدر تہائی مین

تہائی ترکے کی کمی رہے وہ بچے مین مجرا کرے (یعنی اُسکے دام کرکے ترکے کی تہائی پورا کرکے باقی بچا وارثون کو پھیر دے) موصی نے اپنے بیٹے کا فر یا دوسرے کے غلام کے لیئے اپنے مرض مین وصیت کی پھر وہ کافر مسلمان ہوگیا یا اُسکا بیٹا جو غلام تھا آزاد ہوگیا تو یہ وصیت باطل ہی اسیطرح اگر بیٹا کافر ہو یا دوسرے کا غلام ہو (اسکو کچھ ہبہ کرنا یا اوسکے لیے اقرار کرنا باطل ہے) اپاہج اور فالج زدہ اور لُنجا اور سِل کی بیماری والا اگر اُنکا مرض بڑھ جاوے اور اس مرض سے اُنکے مرنیکا خوف نہو تو تمام مال سے اُنکا ہبہ کرنا معتبر ہوگا (اسلیئے کہ اسطرح کا مریض تندرست کے حکم مین ہے) اور اگر مرض مذکور سے اُنکے مرجانے کا ڈر ہو تو صرف تہائی مال سے ہبہ کرنا معتبر ہوگا۔

باب مرض موت مین آزاد کرنے کے بیان مین۔ مرض موت مین اپنے غلام کو آزاد کرنا یا اپنے مال کو کم قیمت پر فروخت کرنا یا کسیکو کچھ ہبہ کرنا وصیت کے حکم مین ہے (یعنی یہ امور مریض کے تہائی مال مین سے جاری ہونگے) اور اگر اُسکے وارث اُسکے بعد غلام کی آزادی جائز رکھیں تو وہ وارثون کے لیئے کچھ نہ کماوے۔ زید کے دو غلام ہین سالم اور غانم اور اُسنے مرض موت مین سالم کو تو کم قیمت پر بیچا پھر غانم کو آزاد کر دیا اور اول کی فروخت مین جتنی رعایت کی ہے اور دوسرے کی قیمت ہر ایک زید کے ترکے کی تہائی کے برابر ہے تو اسصورت مین سالم کی فروخت کا اعتبار کرنا بہتر ہی (کہ اسمین سعادت مند ہی یعنی سالم کی فروخت جائز ہوگی اور غانم آزاد نہ کیا جاویگا) اور اگر پہلے غانم کو آزاد کیا پھر سالم کو رعایت کے ساتھ بیچا تو یہ دونون باتین برابر ہین (خواہ اسکا اعتبار کرین خواہ اُسکا) موصی نے وصیت کی کہ ان خاص سو روپیون کے عوض میری طرف سے ایک غلام کو آزاد کر دینا اور اُنمین سے ایک روپیہ جاتا رہا تو وصیت

باب مرض موت مین آزاد کرنے کے بیان مین

مذکور جاری نہوگی بخلاف وصیت حج کے (کہ اگر تین روپیون سے حج اپنی طرف سے کرانیکی وصیت کری اور اُنمین سے کچھہ جاتے رہین تو وصیت اُسکی دوسرے روپیون سے جاری کرینگے) اگر اپنے غلام کے آزاد کرنیکی وصیت کی اور موصی کے مرنیکے بعد غلام نے کسیکا نقصان کیا اور وارثون نے غلام کو نقصان کے عوض نقصان والے کے حوالے کیا تو وصیت باطل ہوگی اور اگر وارث نقصان کا عوض اپنے مال سے ادا کردین تو وصیت باطل نہوگی (یعنی غلام آزاد ہوجاویگا) اگر موصی اپنے مال کی تہائی زید کو وصیت کرے اور ترکے مین ایک غلام بھی ہو جسکو زید کہتا ہے کہ موصی نے ایام صحت مین آزاد کیا ہو اور وارث کہتا ہو کہ مرض موت مین اسکو آزاد کیا ہو (یعنے یہ غلام بھی داخل وصیت ہے) تو اس صورت مین وارث کا قول مع قسم معتبر ہوگا اور اگر وہ غلام ترکے کی تہائی سے کم کا ہوگا تو زید کو کچھہ نہ پہونچیگا اسلیے کہ وصیت تہائی مال مین ہوتی ہو وہ غلام کے آزاد کرنے سے پوری ہوگئی اور اگر غلام کی قیمت تہائی ترکے سے کم ہو تو جسقدر غلام کی قیمت سی ترکے کی تہائی زیادہ ہوگی اُس قدر زید کو ملیگا) یا زید گواہون سے ثابت کردے کہ موصی نے غلام کو صحت کی حالت مین آزاد کیا تھا تو اب پوری تہائی ترکے کی زید کو ملیگی۔ ایک شخص نے میت پر دعوی کیا کہ میرا قرض اُسکے ذمہ تھا اور اُسکے غلام نے یہ دعوی کیا کہ مجھکو آزاد کر مرا ہے اور وارث نے دونونکا کہنا معتبر جانا اور مال اُس میت کا اور کچھہ نہین تو غلام اپنی قیمت کماوے اور آزاد ہوجاوے (اور یہ) قیمت قرضخواہ کے حوالے کیجاوے۔ اگر موصی نے وصیت کی کہ جو حقوق اللہ تعالے کے میرے ذمے ہین اُنکو ادا کرنا تو اول فرائض ادا کیے جاوینگے بعد اُسکے واجبات گو موصی نے اپنے کہنے مین فرائض کو پیچھے کہا ہو پس حج اور زکوۃ اور کفارے پہلے ادا ہونگے اور اگر حقوق قوت مین برابر ہون (یعنے سب فرض

ایک طرح کے ہون یا واجب یکسان ہون) تو اول وہ ادا کیا جاویگا جو موصی کی زبان سے
اول نکلا ہوگا اور جو بعد کہا ہوگا وہ بعد ادا کرین گے - اگر موصی نے اپنی طرف سے
حج فرض کرانے کی وصیت کی ہو تو اسکے وارث کسی شخص کو موصی کے شہر سے
حج کرنے کو سوار کرکے روانہ کرین اور اگر خرچ اس شہر سے نائب بھیجنے کو کافی نہو تو
جہان سے کافی ہو وہان سے نائب روانہ کرین - ایک شخص اپنے شہر سے حج کے
ارادے سے چلکر راہ مین مرگیا اور وصیت کی کہ میری طرف سے حج کرایا جاوے تو
اسکے نائب کو اسکے شہر سے حج کے لیئے روانہ کرینگے (جہان وہ مرا ہے وہان سے
روانہ نہ کرینگے) اور دوسرے کی طرف سے حج کرنے والیکا حال بھی ایسا ہی ہے
(یعنے اگر وہ راستے مین مرجاوے تو دوبارہ حج کے لیئے منیب کے وطن سے
کسیکو روانہ کرنا پڑے گا مرنے کے مقام سے روانہ نکرین گے ۔

باب رشتہ دارون وغیرہ کے لیئے وصیت کرنے کے بیان مین - موصی کے ہمسایہ
وہ ہونگے جنکے گھر اسکے گھر سے ملے ہون اور اسکے سسرے وہ ہونگے جو اسکی
بی بی کے رشتہ دار محرم ہون (یعنے جنکا نکاح اسکی بی بی سے ہمیشہ کو حرام ہو)
اور اسکے داماد وہ ہونگے جو ان عورتوں کے شوہر ہون جنسے اسکا نکاح نہین
ہوسکتا اور اسکے اہل اسکی بی بی ہوگی اور آل سب گھر کے لوگ اور جنس باپ کے
گھر والے ہونگے (یعنے اگر وصیت کریگا کہ میرا مال ہمسایون کو یا میرے سسرون
یا دامادون یا اہل یا آل یا جنس کو دینا تو انسے یہ لوگ مراد ہونگے اسیطرح اگر
یون کہے کہ میرا مال فلانے کے اہل یا آل یا جنس وغیرہ کو دینا تو ان الفاظ سے
وہی لوگ سمجھے جاوینگے جو اوپر مذکور ہوئے) اگر اپنے قرابت والون یا اقارب یا

باب رشتہ دارون وغیرہ کے لیئے وصیت کرنے کے بیان مین

ذوی الارحام یا اپنے خاندانیونکو وصیت کی تو اول جو سب سے قریب ہو اُسکو دینگے اور اگر
وہ نہو تو جو اُسکے بعد قریب تر ہو اُسکو دینگے اور اس وصیت مین ماں اور باپ اور
لڑکا اور جو موصی کا وارث ہو سکتا ہے داخل نہین (اسلیے کہ وصیت وارث کے لیے
درست نہین) اور اس وصیت کے مستحق دو شخص یا زیادہ ہونگے (اسلیے کہ جمع کا لفظ
موصی نے کہا ہے وہ ایک پر نہین ہو سکتا) اگر موصی نے اقارب کے لیے وصیت کی
اور اُسکے دو چچا اور دو ماموں ہین تو وصیت مذکور دونوں چچا کو ہوگی اور اگر ایک چچا اور
دو ماموں ہون تو آدھی چچا کو اور آدھی دونوں ماموں کو ملیگی اور اگر ایک چچا اور ایک
پھوپھی ہو تو دونوں کو برابر نصف نصف ملیگی۔ اگر کہے کہ فلانے کی اولاد کو اسقدر دینا
تو مرد اور عورت کو برابر ملے گا اور اگر کہے کہ فلان کے وارثوں کو دینا تو مرد کو دو حصے
اور عورت کو ایک حصہ ملے گا (اسلیئے کہ وارثوں کا حصہ اسیطرح ہے)

باب خدمت اور سکونت اور میوہ کی وصیت کے بیان مین

باب غلام کی خدمت اور مکان کی سکونت اور درختوں کے میوے کی وصیت کیسکو
کرنیکے بیان مین۔ اپنے غلام کی خدمت اور مکان مین رہنے کی وصیت کرنی دوسرے کے
لیے مدت معین تک یا ہمیشہ کو درست ہے پس اگر غلام مال کی تہائی سے زائد نہو تو موصی لہ
حوالے کر دیا جاویگا کہ اُسکی خدمت کرے اور اگر غلام کی قیمت مال کی تہائی سے
زائد ہو تو دو روز وارثوں کی خدمت کرے اور ایک روز موصی لہ کی (یعنی اپنی مالیت
کے حساب سے خدمت کرے جسقدر کہ مالیت وصیت مین آوے اُتنی موصی لہ کی خدمت
کرے اور باقی ورثہ کی) اگر موصی لہ مرجاوے تو غلام موصی کے وارثوں کو
پھیر دیا جاویگا اور اگر موصی لہ موصی کی زندگی ہی مین مرجاوے تو وصیت باطل ہوگی
اگر موصی نے اپنے باغ کے میوے کی وصیت کی اور مرگیا اور باغ مین میوہ

موجود ہے تو موصی لہ کو وہی میوہ موجود ملیگا - اور اگر موصی نے وصیت مین لفظ ہمیشہ بھی کہا تھا تو موصی لہ کو میوہ موجود اور جو آگے کو اس باغ مین ہو سب ملیگا جیسے یون کہے کہ باغ کی آمدنی دیجاوے (تو جو پیداوار اس وقت ہوگی یا آگے کو وہ سب موصی لہ کو ملیگی) اگر اپنی بکری کی اُون یا بچون یا دودہ کی وصیت کی تو جسقدر انمین سے موصی بہ موصی کے مرنے کے وقت موجود ہوگی وہ موصی لہ کو ملے گی خواہ لفظ ہمیشہ کہا ہو یا نہ کہا ہو -

باب ذمی کے وصیت کرنیکے بیان مین

باب ذمی کے وصیت کرنیکے بیان مین - اگر ذمی اپنے گھر کو حالت صحت مین گرجا نصاری کا یا یہودیون کی عبادتگاہ بنادے تو اُسکے مرنے کے بعد وہ مکان اُسکے وارثونکو میراث مین ملیگا - اور اگر یون وصیت کی کہ میرے مکان کو بعد میرے فلان قوم کا گرجا بنا دینا تو یہ وصیت اُسکے مال کی تہائی سے جاری ہوگی اور اگر معین قوم کی عبادت گاہ بنانے کو نہ کہے بلکہ غیر معین قوم کے لیئے عبادتگاہ کی وصیت کرے تو درست ہی اسیطرح اگر کافر مستامن اپنے تمام مال کی وصیت کسی مسلمان خواہ ذمی کے لیئے کرے تو درست ہے -

باب وصی کرنے کے بیان مین

باب وصی کرنے کے بیان مین (یعنی کسیکو اپنے بعد سربراہ کار کرنا کہ مال کو وارثون مین تقسیم کردے اور جسکے ذمے میت کا حق آتا ہو اُس سے وصول کرنے اور جو باتین وہ کہہ مرے اُنکی تعمیل کردے) ایک شخص نے دوسرے کو اپنا وصی کیا اور اُسنے موصی کے سامنے وصی ہونا منظور کر لیا اور اُسی کے سامنے پھر انکار کردیا تو اس انکار سے وصی نہ رہیگا اور اگر سامنے انکار نہ کرے اُسکے بعد انکار کرے تو وصی ہونا رد نہوگا - وصی اگر موصی کے ترکے کو فروخت کرے تو یہ بیع کرنا اپنے وصی ہونے کو منظور کر لینا ہے - اگر موصی مرجانے کے

اور وصی یہ کہے کہ مجھے وصی ہونا قبول نہین اور پھر قبول کرلے تو درست ہے بشرطیکہ قاضی اسکی انکار کرنے کی جہت سے اسکو وصی ہونے سے برطرف نکر دے ورنہ پھر اسکا قبول کرنا معتبر نہوگا۔ اگر دوسرے کے غلام کو یا کافر کو یا فاسق کو اپنا وصی کرے تو قاضی اسکو معزول کرکے دوسرا وصی اسکی جگہ مقرر کرے اور اگر خاص اپنے غلام کو وصی کرے اور اسکے وارث صغیر سن ہون تو وصی کرنا درست ہے اور اگر وارث بالغ ہون تو غلام کو وصی کرنا درست نہین۔ اگر وصی وصیت کی بجاآوری سے عاجز ہو (یعنے اسکے حقوق ادا نکر سکے) تو قاضی اسکے ساتھ دوسرے شخص کو کردے تاکہ اُس کی اعانت سے وصیت کی تعمیل کرے۔ وصی اگر دو ہون تو ایک کا فعل بدون دوسرے کے ہوئے باطل ہوگا لیکن مردے کے دفن کے لوازم اور کفن خریدنا اور صغیر سن وارثون کے لیئے اُنکی حاجت کی چیز مول لینی اور اُنکو اگر کوئی کچھ دے اسکو لے لینا اور امانت معین کا مالک کو دیدینا اور موصی کا قرضہ ادا کرنا اور معین وصیت کا جاری کرنا اور معین غلام کا آزاد کرنا اور میت کے حقوق مین جوابدہی کرنی (یہ امور اگر دو وصیون مین سے ایک بھی کریگا تو درست ہونگے) وصی کا وصی دونون ترکون مین وصی ہوتا ہے (یعنے اگر زید نے عمرو کو وصی کیا تھا اور عمرو نے مرتے دم بکر کو وصی کردیا تو بکر زید اور عمرو دونون کے ترکون کا وصی ہوگا) وارثون کی طرف سے موصی لہ سے مال کے تقسیم وصی کو جائز ہے اور اسکا عکس درست نہین (یعنے موصی نے اگر زید کو کچھ مال کی وصیت کی اور موصی کے وارث موجود نہون تو وصی وارثون کی طرف سے اُنکا حصہ موصی لہ کے حصے سے جدا کر سکتا ہے اور اگر موصی لہ نہو اور وارث ہون تو موصی لہ کا حصہ وارثون سے تقسیم نہین کرسکتا) اور اگر وارثون سے موصی لہ کا حصہ لے لیا

اور وصی کے پاس جاتا رہا تو موصی لہ باقی مال کی تہائی وارثون سے لے لیگا۔ اگر موصی نے اپنی طرف سے حج کرانے کی وصیت کی تھی اور وصی نے مال وارثون مین تقسیم کر دیا اور حج کرانے کا خرچ اپنے پاس رکھا اور اُسکے پاس سے وہ خرچ جاتا رہا یا وہ خرچ حج کرنے والے کو دیدیا تھا اُسکے پاس سے جاتا رہا تو اب باقی ترکے کی تہائی مین سے موصی کی طرف سے حج کرایا جاویگا۔ اگر موصی لہ غائب ہو تو قاضی کو جائز ہے کہ وارثون مین مال تقسیم کر دے اور موصی لہ کا حصہ آپ اپنے پاس رکھے۔ وصی کو جائز ہے کہ موصی کے قرضخواہ اگر موجود نہون تو اُنکے پیٹھ پیچھے ترکے کے غلام کو فروخت کر دے اگر موصی نے وصیت کی تھی کہ میرا غلام بیچکر اُسکی قیمت خیرات کر دینا اور وصی نے غلام کو فروخت کر دیا اور قیمت اپنے پاس رکھی اور وہ تلف ہوگئی پھر غلام کسی اور کا نکلا تو وصی کو اُسکی قیمت مشتری کو پھیر دینی ہوگی اور جو کچھ مشتری کو دیوے وہ ترکہ موصی مین سے لے لے۔ اگر موصی کا ایک وارث صغیر سن لڑکا ہو اور اُسکے حصے مین کوئی غلام آوے اور وصی اُس غلام کو بیچ کر اُسکی قیمت اپنے پاس رکھے اور اُسکے پاس سے دام جاتے رہین اور وہ غلام کسی اور حقدار کا نکلے تو لڑکا وہ دام اور وارثون سے لیوے۔ لڑکے کے مال کا اگر کوئی دوسرے پر حوالہ کرے یعنی اُتار دے (مثلاً لڑکے کا مال زید کے ذمے ہے اور وہ عمرو پر اُتار دے) تو وصی کو اس حوالے کا قبول کرنا درست ہے بشرطیکہ حوالہ مذکور لڑکے کے حق مین بہتر ہو۔ وصی اگر لڑکے کے مال کو فروخت کرے یا اُسکے مال سے کچھ خریدے اور اُسمین کچھ نقصان ہو تو اگر اتنا نقصان اُس جیسے معاملات مین لوگون کو ہو جایا کرتا ہو تو وصی کی بیع و شرا درست ہوگی (اور اگر بہت سا نقصان ہوگا تو بیع و شرائے مذکور درست نہوگی) وارث بالغ کے پیٹھ پیچھے اگر وصی

اُسکی چیز بیچڈالے تو جائز ہے لیکن زمین اور عمارت کی بیع درست نہوگی وصی کو چاہئے
کہ موصیٰ کے مال مین سوداگری نہ کرے۔ لڑکے کے مال کے تصرف مین اُسکے دادا
کی نسبت کہ اُسکے باپ کا وصی بہتر ہے (یعنے باپ کے وصی کے ہوتے ہوئے
دادا کو تصرف کرنا پوتے کے مال مین اچھا نہین) لیکن اگر باپ نے کسی کو وصی نکیا
ہو تو دادا اُس لڑکے کے مال مین تصرف کرنے مین باپ کے مانند ہے۔

فصل وصی کے گواہی دینے کے بیان مین۔ بکر اور عمرو میت کے دو وصیون نے گواہی دی کہ میت نے زید کو بھی ہمارے ساتھ مین وصی کیا ہے (یعنے تین شخصونکو وصی کیا ہے) تو یہ گواہی لغو ہوگی (تہمت کے باعث سے ۱۲) لیکن اگر زید اپنے وصی ہونیکا دعوی کرے (اور بکر اور عمرو اُسکی گواہی دین تو البتہ زید کا وصی ہونا ثابت ہوگا (استحساناً ۱۲)) اسیطرح اگر موصی کے دو بیٹے گواہی دین (کہ میت نے زید کو اپنا وصی کیا ہے اور زید وصی ہونیکا منکر ہو تو اُن بیٹون کی گواہی لغو ہوگی لیکن اگر زید اپنے وصی ہونیکا دعوی کرے تو البتہ گواہی اُن دونونکی مقبول ہوگی) اسیطرح اگر دو وصی گواہی دین کہ فلان مال صغیر سن کے وارث کا ہے یا یہ مال فلان وارث بالغ کا ہے (میت کے ترکے مین سے نہین تو یہ گواہی لغو ہوگی) اگر زید اور عمرو یہ گواہی دین کہ بکر و خالد کا قرضہ میت کے ذمہ ہزار روپیے ہین اور بکر اور خالد یہ گواہی دین کہ زید اور عمرو کا قرضہ میت کے ذمہ ہزار روپیے ہین تو یہ گواہیان مقبول ہونگی اگر وصیت کے باب مین اسیطرح گواہیان ہون (مثلاً زید و عمرو گواہی دین کہ میت نے ہزار روپیے کی وصیت بکر اور خالد کے لیئے کی ہے اور بکر اور خالد گواہی دین کہ زید اور عمرو کیلیئے میت نے ہزار روپیہ کی وصیت کی ہے) تو یہ گواہیان لغو ہونگی (اور مقبول نہونگی)

فصل

کتاب الخنثیٰ

اسمین خنثیٰ کا بیان ہے خنثیٰ اُسکو کہتے ہین جسکے مرد اور عورت دونون کی علامتین (یعنے ذکر اور فرج دونون) ہون پس اگر وہ ذکر سے پیشاب کرے تو مرد کا حکم ہے اور دوسرے مقام سے پیشاب کرے تو عورت کا حکم ہے اور دونون مقامونسے پیشاب کرے تو جس مقام سے اول پیشاب نکلتا ہو ویسا ہی حکم ہوگا اور اگر دونون مقامون سے پیشاب برابر نکلتا ہو تو وہ خنثیٰ مشکل ہے (اور زیادہ ہونیکی تمیز اسمین نہین ہوسکتی) اور ایک راہ سے بہت پیشاب کا نکلنا معتبر نہین (یعنی اس سے زیادہ کا حکم نہین ہوسکتا) اور یہ علامتین بالغ ہونے سے پیشتر کی ہین) اب بالغ ہونے پر اگر اُسکے داڑھی نکلی یا عورتون سے صحبت کی تو مرد ہوگا اور اگر چھاتیان اُبھرین یا چھاتیون مین دودھ آگیا یا حیض اُسکو ہوا یا حمل رہ گیا یا اُس سے مرد صحبت کرسکتا ہے تو عورت ہوگی۔ اور اگر کوئی علامت مرد و عورت کی ظاہر نہووے یا دونون علامتین نمود ہوئین تو خنثیٰ مشکل ہوگا خنثیٰ مشکل نماز مین مردونکی صف کے پیچھے اور عورتونکے آگے کھڑا ہو اور اُسکے مال مین سے ایک لونڈی خریدی جاوے جو اُسکی ختنہ کرے اور اگر اُسکے پاس مال نہو تو بیت المال مین سے لونڈی خریدین اور ختنے کے بعد لونڈی بیچ ڈالی جاوے خنثیٰ مشکل کو بیٹے اور بیٹی کے حصے مین سے جون سا کم ہے گا وہ ملیگا مثلاً اگر ایک شخص مرے اور ایک بیٹا اور ایک خنثیٰ مشکل چھوڑے تو بیٹے کو دو حصے ملین گے اور خنثیٰ کو ایک حصہ

مسائل متفرقہ۔ گونگے کا اشارہ کرنا اور لکھنا وصیت اور نکاح اور طلاق اور بیع اور شراء مین اور قصاص مین مثل زبان کے بیان کے ہے مگر حد کے باب مین اُسکا اشارہ اور لکھنا معتبر نہین (مثلاً اگر کسیکو اشارے سے یا لکھنے سے زنا کی تہمت لگا دے تو اُسکو حد نہ مارینگے

اور اگر مجنون قصداً کرنیکا اقرار کریگا تو اُس سے قصاص لین گے) بخلاف اُس شخص کے جسکی زبان گویائی کے بعد بند ہوگئی ہو (کہ اُسکا اشارہ اور لکھدینا مثل بیان زبانی کے معتبر نہوگا) اگر بہت سی بکریان بعضی ذبح کی ہوئی اور بعضی مری ہوئی ہو دین اور اُسپین ملجاوین تو اُنہین اگر ذبح کی ہوئی بہت ہون تو دل سے اٹکل کرکے اُنہین سے کھالے اور اگر مری ہوئی زیادہ ہون تو اُنہین سے نہ کھاوے۔ ناپاک کپڑا بھیگا ہوا ایک پاک کپڑے خشک میں لپیٹ لیا اور ناپاک کی تری اُس پاک میں آگئی مگر اتنی ہی کہ اگر اُسکو نچوڑین تو کچھ نہ نکلے تو وہ پاک کپڑا اُس تری سے ناپاک نہوگا۔ بکری کا سر خون مین لتھڑا ہوا اگر جلایا جاوے اور خون اُسپر سے جاتا رہے اور اُسکا شوربا تیار کیا جاوے تو اُسکا کھانا درست ہی نجاست کے دور کرنے مین جلا دینا مثل پانی سے دھوڈالنے کے ہی اگر بادشاہ زمین کا خراج زمیندار کو دیدے اور نہ لیا کرے تو درست ہی لیکن اگر سید اوار کا عشر یعنے دہ یکی مالک کے لیے مقرر کردے تو درست نہوگا۔ اگر بادشاہ اپنے ملک کی زمین کسی قوم کو دیدے کہ وہ خراج دیا کرین تو درست ہی۔ اگر ایک شخص نے روزہ قضاء رمضان کا رکھا اور یہ نہ نیت کی کہ فلان روز خاص کا ہی تو یہ روزہ قضا مین محسوب ہوگا جیسے نماز قضا پڑھی اور یہ نیت نہ کی کہ یہ شروع کی نماز ہی یا پچھلی قضا نماز وہین کی ہے اسیطرح اگر روزہ قضا رکھا اور نیت کی کہ دو رمضان کے دو روز دن کا ہے (تو ایک رمضان کے ایک روزے مین محسوب ہوگا) اگر روزہ دار کسیکا تھوک نگلجاوے تو وہ شخص اگر روزہ دار کا محبوب ہو تب تو کفارہ دینا آویگا ورنہ کفارہ نہوگا روزے کی قضا ہوگی۔ بعض حاجیون کا جان سے مارا جانا حج کرنے والے کے لئے اُس سال حج کو نہ جانے کے واسطے عذر ہی (اسلئے کہ راستے مین امن نرہا) اگر کسی عورت نے

کہا کہ تو زن من شدی یعنی تو میری عورت ہوئی اور اُسنے جواب دیا کہ شدم یعنے ہوئی تو نکاح نہوگا اور اگر کہا کہ خویشتن را زن من گردانیدی یعنی تو نے آپنے آپکو میری بی بی بنایا اور اُسنے جواب دیا کہ گردانیدم یعنے بنایا اور زوج نے پھر کہا کہ پذیرفتم یعنی مین نے قبول کیا تو نکاح ہوجاویگا۔ اگر کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ دختر خویش را بہ پسر من ارزانی داشتی یعنے تو نے اپنی لڑکی میرے بیٹے کو دی اور اُسنے کہا کہ داشتم یعنے دی تو نکاح نہوگا۔ اگر عورت نے اپنے شوہر کو اپنے پاس آنے سے منع کیا حالانکہ شوہر اُسکے ساتھ ہی رہتا ہی تو نافرمانی مین داخل ہی (عورت کے لیئے نان نفقہ شوہر پر واجب نہوگا) اور اگر شوہر غصب کے مکان مین رہتا ہو اور اسوقت عورت اُسکے پاس آنے سے رُکے تو نافرمان نہوگی (اُسکا نان ونفقہ شوہر پر واجب ہوگا) عورت کا شوہر سے یہ کہنا کہ مین تیری لونڈی کے ساتھ نہین رہتی اور مکان علیحدہ چاہتی ہون بیجا ہے۔ ایک عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ طلاق دہ یعنی طلاق دیدے اور اُسنے جواب مین کہا کہ دادہ گیر یا کردہ گیر یا دادہ باد یا کردہ باد یعنی دی ہوئی اور کی ہوئی سمجھ لے یا ہو جیو تو طلاق واقع نہوگی لیکن اگر شوہر طلاق کی نیت کریگا تو ہوجاویگی اور اگر شوہر کہے کہ دی ہی اور کی ہی تو طلاق پڑجاویگی خواہ نیت کرے یا نکرے اور اگر کہے کہ دی ہوئی جان یا کی ہوئی فرض کر تو نہ پڑیگی گو نیت طلاق کی کرے۔ اگر بی بی کے تذکرہ کے وقت شوہر کہے کہ وہ مجھے قیامت تک یا عمر بھر نہین چاہیئے تو طلاق بدون نیت کے نہ پڑیگی۔ شوہر نے اگر اپنی بی بی سے کہا کہ حیلۂ زنان کن یعنی تو عورتونکا حیلہ کر تو یہ تین طلاقونکا اقرار ہوا اور اگر یہ کہا کہ حیلۂ خویش کن یعنے اپنا حیلہ کر تو انکا اقرار نہوگا۔ عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ مین نے تجکو مہر بخشا مجھسے ہاتھ اُٹھالے اور شوہر اُسی مجلس مین اُسکو طلاق دیدے تو اُسکا مہر ساقط ہوجاویگا

ورنہ ساقط نہو گا (کیونکہ مہر کو طلاق کا عوض کیا تھا جب طلاق نہوئی تو مہر بھی ساقط نہوا) اگر آقا نے اپنے غلام سے کہا کہ اے میرے مالک یا لونڈی سے کہا کہ مین تیرا غلام ہون تو وہ ان الفاظ سے آزاد نہونگے۔ اگر کسی نے کہا کہ مجھپر قسم ہی کہ یہ کام نکرونگا تو اللہ تعالے کی قسم کا اقرار ہوا اور اگر یون کہا کہ مجھپر طلاق کی قسم ہے کہ یہ کام نکرونگا تو یہ طلاق کی قسم کا اقرار ہوا (اُس شخص کو وہ کام نکرنا چاہیئے اگر کرے گا تو اسکی بی بی کو طلاق پڑجاوے گی) اور اگر شوہر کہے کہ مین نے یہ جھوٹ کہا تھا تو اسکا قول نہ مانین گے (طلاق پڑ جاوے گی) اور اگر کہے کہ مجھے گھر کی قسم ہی کہ یہ کام نکرونگا تو یہ اقرار طلاق کی قسم کا ہوگا۔ اگر مشتری نے بائع سے کہا کہ قیمت ہٹادے اور بائع نے کہا دیتا ہوں تو بیع فسخ ہوگئی اگر کسی نے یون کہا کہ بخارا مین جبتک مین ہون اگر فلان کام کرون تو ایسا ہو پھر بخارا سے چلا گیا اور دوبارہ آکر اُس کام کو کیا تو قسم نہ ٹوٹیگی۔ اگر کسی نے گدھی فروخت کی تو اُسکا بچہ اُسکی بیع مین داخل نہوگا جس زمین کی بابت جھگڑا ہو اُسکو قبضے والے کے تصرف سے نکالنا نچاہیئے جبتک کہ مدعی اس بات کے گواہ نگذرانے کہ یہ زمین میری ملک ہی جو زمین قاضی کی حکومت کے ماتحت نہین اُسکے باب مین قاضی کو حکم کرنا نچاہیئے۔ جب دعویٰ صحیح ہوا اور گواہ ٹھیک ٹھیک ہون اور قاضی گواہ سُنکر کچھ حکم اُس مقدمے مین کردے پھر کہے کہ مین نے اپنے حکم سے رجوع کیا یا مجکو پہلے فیصلے کے خلاف ثابت ہوا یا مین گواہون کے وہم مین آگیا یا مین نے اپنا حکم باطل کردیا اور ایسا ہی کلمہ کہے تو معتبر نہوگا اور وہی پہلا حکم جو دیچکا ہے جاری رہیگا۔ اگر زید نے کچھ لوگونکو چھپا دیا اور پھر عمرو سے خود دوبرو علیہ سے کسی چیز کا سوال کیا اور عمرو نے اُسکا اقرار کردیا تو اگر چھپے

لوگ عمرو کو دیکھتے ہون اور اُسکی گفتگو سُنتے ہون اور عمرو اُنکو نہ دیکھتا ہو تو اُن لوگونکی گواہی عمرو کے اقرار پر درست ہوگی اور اگر عمرو کے کلام تو اُنہون نے سُنے مگر اُسکو دیکھا نہین تو اُسکے اقرار کی گواہی درست نہوگی۔ بائع نے ایک زمین فروخت کی اور اُسکا کوئی رشتہ دار موجود ہے اور بیع کی اُسکو خبر ہے پھر اُسکے بعد اگر وہ رشتہ دار اُس زمین کا دعوی کریگا کہ میری ہے تو سُنا نہ جاویگا۔ ایک عورت نے اپنا مہر شوہر کو بخشدیا اور مرگئی پھر اُسکے وارثون نے شوہر سے مہر کا مطالبہ کیا اور کہا کہ عورت نے مہر اپنے مرض موت مین بخشا تھا (یعنے وصیت کے حکم مین ہے) اور خاوند نے کہا کہ حالت صحت مین بخشا تھا تو شوہر کا قول معتبر ہوگا۔ زید نے عمرو کے قرض یا کسی اور چیز کا اپنے ذمے اقرار کیا پھر کہا کہ مین نے تو جھوٹا اقرار کیا تھا تو عمرو سے یہ قسم لیجاویگی کہ زید اقرار مین جھوٹا نہ تھا اور مین اپنے دعوے مین باطل پر نہین ہون۔ اقرار کرنا ملک کا سبب نہین ہوتا ہے (یعنے اگر کسیکے لیے کچھ مال کا اقرار کردیا کہ واقع مین اپنے ذمہ پر نہین تو جسکے لیے اقرار کیا ہوگا اُسکو اُس مال کا لینا درست نہوگا اُس معاملے مین جو اُسکے اور خدا تعالی کے درمیان ہے ہان اگر اقرار کرنیوالا اپنی خوشی سے دیدے تو لے لے کہ یہ از سر نو مالک کرنا ہے) اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ مین نے اس چیز کے بیچنے کا تجکو وکیل کیا اور دوسرا اُسکر چپ ہو رہا (نہ اقرار کیا نہ انکار کیا) تو وکیل ہوجائیگا۔ اگر ایک شخص نے اپنی بی بی کو اُسی کے طلاق دینے کا وکیل کیا تو پھر شوہر کو اُس عورت کے معزول کرنیکا اختیار نہین زید نے عمرو سے یہ کہا کہ مین نے تجکو اس کام کا وکیل کیا اس شرط پر کہ جب مین تجکو وکالت سے معزول کرون تب تو میرا وکیل ہی پس اس صورت مین اگر زید عمرو کو معزول

کرنا چاہے تو معزول کرنے کے الفاظ یون کہے کہ مین نے تجھے معزول کیا پھر اور معزول
کیا (دوسری دفعہ معزول کرنے کو کہنا اسلیئے ہے کہ جو وکالت معزول کرنے پر مشروط کی
تھی وہ بھی برطرف ہو جاوے) اور اگر یون کہا تھا کہ جتنی دفعہ مین تجھے معزول کرون
اتنی ہی بار تو میرا وکیل ہے تو اُسکے معزول کرنے کو یون کہے کہ مین نے جو وکالت
مشروط کی تھی اُس سے رجوع کیا اور جو وکالت اب ہے اُس سے معزول کیا۔
جس صورت مین کہ صلح دین سے دین کے عوض ہو تو اس صورت مین (صلح کے جائز ہونے
کے لیئے جس دین پر صلح ہوئی ہو اُسکا) قبضہ کرنا شرط ہے (اُسی مجلس مین) ورنہ (صلح)
درست نہوگی اور اگر صلح ایک اسباب سے دوسرے اسباب معین کے عوض کی یا دین سے
اسباب معین کے عوض کی تو ان صورتون مین (اُسی مجلس مین) قبضہ کرنا شرط
نہین (دین سے دین کے بدلے صلح کرنے کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید کے ہزار روپیے
عمرو پر آتے ہین اور عمرو نے انکار کردیا پھر حجت کے بعد دس اشرفیون پر دس روز
کے وعدے پر دونون نے صلح کرلی تو دس اشرفیان زید اگر اُسی مجلس مین
لے لیگا تو صلح درست ہوگی ورنہ نہوگی) ایک شخص نے ایک بچے کے مکان پر
دعوی کیا اُسکے باپ نے اُس بچے کا کسیقدر مال مدعی کو دیکر صلح کرلی تو اگر مدعی کے
پاس اُسکے دعوی کے گواہ تھے اور مال جو باپ نے دیا وہ بھی گھر کی قیمت کے برابر
یا کسیقدر زائد ہو کہ اُتنے کی لوگ پروا نکرتے ہون تب تو یہ صلح درست ہوگی اور اگر
مدعی کے پاس گواہ نہونگے یا گواہ ہون مگر عادل نہون تو صلح ناجائز ہوگی۔ مدعی نے
اول بیان کیا کہ میرے پاس گواہ نہین پھر گواہ پیش کیئے یا گواہ نے اول کہا کہ میری گواہی
نہین ہے پھر گواہی دیدی تو یہ گواہی مقبول ہوگی۔ اگر بادشاہ نے امام کو حکومت

دی ہو تو امام کو اختیار ہے کہ شارع عام مین سے کسی شخص کو کوئی قطعہ زمین کا دیدے
بشرطیکہ راستہ چلنے والونکو ضرورت نہو جس شخص پر بادشاہ نے ڈنڈ ڈالا ہو اور یہ نکہا ہو
کہ اپنا مال بیچکر ادا کرنا اور وہ شخص اپنا مال بیچکر تاوان ادا کردے تو اسکی بیع درست
ہوگی اور (اگر بادشاہ نے کہدیا ہو کہ اپنا مال بیچکر ڈنڈ ادا کر اور اس صورت مین
فروخت کرے تو یہ بیع درست نہوگی اسلیئے کہ زبردستی سے ہوئی اسکی رضا سے
نہین ہوئی اور اگر اس صورت مین بھی قیمت کو بائع اپنی رغبت سے قبض کرے تو درست
ہوگی کیونکہ نارضامندی اور زبردستی نرہی) اگر اپنی بی بی کو مارسے ڈرایا تاکہ وہ
مہر بخشدے اور شوہر اسکے مارنے پر قادر بھی ہو تو اس صورت مین اگر بخشدیگی تو یہ
ہبہ درست نہوگا (کہ زبردستی سے ہوا اور اگر شوہر مارنے پر قادر نہوا اور وہ عورت مہر بخشدے
تو درست ہی اسلیئے کہ زبردستی ثابت نہوئی) اور اگر عورت پر خلع کرنے کو زبردستی کی
تو طلاق ہوجاویگی اور خلع کے عوض کا مال لازم نہوگا۔ ایک عورت کے ذمہ زید کا
کچھ قرض ہے اسنے اپنے مہر مین وہ قرضہ شوہر پر اتار دیا پھر شوہر کو مہر بخشدیا تو
یہ ہبہ درست نہوگا۔ زید نے اپنی ملک مین کنوان یا پاخانے کا کنڈا بنایا اس سے
اسکے ہمسایہ کی دیوار کو تری پہونچی اور ہمسایہ نے اسکے ہٹائے جانے کی درخواست
کی تو زید پر اسکے ہٹا لینے کے لیے جبر نکیا جاویگا اور اگر ہمسایہ کی دیوار گر پڑے گی تو
زید پر اسکا تاوان نہوگا۔ شوہر نے اپنی بی بی کے احاطے مین اپنے مال سے اسکی اجازت
لیکر عمارت بنائی تو یہ عمارت اسکی بی بی کی ہوگی اور جو کچھ اسمین خرچ پڑا ہوگا وہ عورت
کے ذمے قرض ہوگا اور اگر عمارت اپنے لیئے بدون اجازت کے بنائی تو عمارت شوہر کی
ہوگی اور اگر بی بی کے لیے مکان بدون اسکی اجازت کے بنایا تو مکان بی بی کا

ہو گا اور روپیہ جو عمارت میں لگا وہ سلوک کے طور پر ہو گا (یعنی عورت کے ذمے قرض نہوگا) اگر کسی قرضخواہ نے قرضدار کو پکڑ پایا اور کسی شخص نے اُسکے ہاتھ سے قرضدار کو چھین کر چھوڑ دیا تو یہ چھوڑنے والا قرض کا ذمہ دار نہوگا۔ کسی شخص کے پاس دوسرے آدمی کا مال ہے اور بادشاہ نے اُس سے کہا کہ یہ مال مجھے دیدے ورنہ تیرا ہاتھ کاٹ ڈالونگا یا پچاس کوڑے مارونگا اور وہ شخص مال بادشاہ کے حوالے کر دے تو اُس مال کا تاوان مالک کے لیئے اُسکو نہ دینا آویگا۔ شکاری نے بسم اللہ کہکر برچھی گاڑ دی کہ گورخر کا شکار کرے اور دوسرے دن اگر گورخر کو زخمی اور مرا ہوا دیکھا تو اُسکا کھانا درست نہیں۔ حلال جانور کی یہ چیزیں کھانی مکروہ ہیں۔ اول شرمگاہ دوم کپورے سوم غدود چہارم پھکنا پنجم پتا ششم خون جاری ہفتم آلہ تناسل ہشتم پیٹھ کی ہڈی کا گودا (واضح ہو کہ خون روان مطلق حرام ہے اور باقی سات چیزیں مکروہ ہیں) غائب شخص اور لڑکے کے مال کا اور پڑے پائے مال کا قاضی کو قرض دینے کا اختیار ہے (جسکو چاہے قرض کے طور پر دیدے) جس لڑکے کی سپاری اتنی کھلی ہو کہ اگر کوئی دیکھے تو ختنہ کیا ہوا جانے اور اُسکے ذکر کی کھال مشکل سے کٹتی معلوم ہو تو اُسکی ختنہ نکرنی چاہیئے۔ اسیطرح اگر کوئی بوڑھا شخص مسلمان ہو اور تجربہ کار لوگ کہیں کہ اسمیں طاقت ختنے کی نہیں تو اُسکی ختنہ بھی نکریں۔ ختنے کے لیے مستحب وقت ساتواں سال ہے گھوڑ دوڑ کرنی اور اونٹوں کو آپس میں دوڑانا یا پیادہ دوڑنا کہ کون آگے نکلتا ہے یا تیر چلانا کہ کسکا نشانے پر لگتا ہے درست ہے اور دونو طرف سے شرط بدنی حرام ہے (یعنی اگر زید اور عمر و گھوڑ دوڑ کریں اور یہ ٹہریں کہ زید کا گھوڑا آگے نکلے تو عمر و سو روپیہ دے اور عمر و کا نکلے تو زید سو روپیہ دے تو یہ حرام ہے) اور اگر شرط ایک ہی طرف سے ہو (مثلاً زید کا گھوڑا نکلجاویگا

تو عمروسے تنگ لیئے جاوینگے) یہ حرام نہین پیغمبرون اور فرشتون کے سوا دوسرے شخص پر درود وسلام بھیجنا نہ چاہیئے لیکن اُنکے ساتھ مین مضائقہ نہین (مثلاً یون نہ کہنا چاہیئے کہ اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی فُلَانٍ یعنی الٰہی درود اور سلام بھیج فلان شخص پر بلکہ یون کہے تو درست ہی اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی فُلَانٍ یعنی الٰہی درود وسلام بھیج اپنے حبیب محمد صلے اللہ علیہ وسلم پر اور فلان شخص پر) کافرون کے تیوہار (مثلاً نوروز اور مہرگان) کے نام سے (کہ شروع ماہ بیساکھ اور کاتک کا نام ہے) کسیکو کچھ دینا جائز نہین۔ گوشہ دار ٹوپی کے پہننے مین مضائقہ نہین سیاہ کپڑے کا پہننا اور عمامہ کا شملہ دونون مونڈھونکے درمیان مین آدھی کمر تک رکھنا مستحب ہے۔ بوڑھے آدمی جاہل سے جوان آدمی عالم کا بڑھکر چلنا جائز ہے حافظ قرآن کو مناسب ہے کہ چلے مین ایک ختم کرلیا کرے (یعنی پڑھنے مین جلدی نہ کرے)

کتاب الفرائض

اسمین میت کے وارثون کے حصے جاننے کا بیان ہے (مردے کے مال سے اول وہ قرض ادا کرنا چاہیئے جو اُس مال سے متعلق ہو مثلاً اگر مال کچھ روپیہ کے عوض گرو ہو اور اُسکا ترکہ اور کچھ نہو تو اول رہن کا روپیہ اُس مال سے ادا ہوگا بعد اسکے وہ ترتیب ہی جو کتاب والا کہتا ہے) ترکۂ میت سے اُسکے کفن دفن کا سرانجام پہلے کیا جاوے پھر جو کچھ بچے اُس سے اُسکا قرض ادا کیا جاوے پھر باقی مین سے اُسکی وصیت پوری کیجاوے پھر جو بچے اُسکو وارثون مین تقسیم کرنا چاہیے اور وارث تین طرح کے ہین فرض والے اور عصبے اور ذوی الارحام)

(فرض والونکا بیان) فرض والے (وہ وارث) ہین جنکا حصہ کلام مجید مین (یا شریعت
مین) ٹھہر چکا ہی (اور وہ بارہ آدمی ہین اوّل میت کا) باپ ہی (اُسکو میت کے بیٹے
خواہ پوتے یا پرپوتے (یعنے اولاد مذکر کے) ساتھ مین چھٹا حصہ ملتا ہی (اور اگر میت
کی بیٹی یا پوتی یا پرپوتی یعنی مونث اولاد ہو تو چھٹا حصہ بھی ملیگا اور جو فرض والون
سے کچھ بچ رہے وہ بھی ملیگا اور اگر میت کی اولاد نہ مذکر ہو نہ مونث تو باپ عصبہ ہوگا)
دوسرا صحیح دادا جسکا ناتا اگر میت سے بیان کرین تو اُس ناتے مین میت کی
مان نہ آوے (مثلاً باپ کا باپ اور باپ کا دادا وغیرہ) تو ایسے دادا اور باپ کا حکم
فرض مین ایک ہی (یعنے اگر باپ نہو تو دادا کے وہی تین حال ہین جو اوپر مذکور ہوئے)
لیکن (دو باتون مین دادا اور باپ مین فرق ہی اول یہ کہ) اگر میت کے مان باپ اور
شوہر یا بی بی بچے ہون تو مان کو دونون صورتون مین شوہر کے حصے کے بعد جو باقی بچتا ہی
اُسکی تہائی ملتی ہی دادا کے ہوتے یہ صورت نہوگی (مثلاً ایک عورت مری اور اُسنے
شوہر اور مان باپ چھوڑے تو اسمین شوہر کو نصف ترکہ پہونچیگا اور مان کو نصف کا تہائی
یعنی چھٹا حصہ اور باپ کو باقی ملیگا اور اگر اس صورت مین باپ کی جگہ دادا ہو تو نصف
ترکہ شوہر کو اور کل ترکہ کی تہائی مان کو اور باقی بچا دادا کو ملیگا یا ایک مرد مرا اور اُسنے
ایک بی بی اور مان باپ چھوڑے اس صورت مین چوتھائی بی بی کو دیکر باقی کی تہائی
مان کو اور پھر جو کچھ بچے باپ کو ملیگا اور اگر باپ کی جگہ دادا ہو تو مان کو کل ترکے کی تہائی
ملتی ہی دوسرا فرق یہ ہی کہ باپ کے ہوتے ہوئے باپ کی مان کو یعنی دادی کو حصہ نہین
ملتا) اور دادا کے ہوتے ہوئے دادی محروم نہین ہوتی (اور باتون مین باپ دادا
یکسان ہین) چنانچہ بھائی بہنونکو دادا کے ہوتے کچھ نہین ملتا (جیسے باپ کے ہوتے

فرض والونکے بیان

ہوتے کچھ نہین ملتا تیسٹرے اہل فرض) میت کی ماں (ہے اُسکو) میت کی اولاد خواہ اولاد کی اولاد کے ساتھ کتنے ہی نیچے کی ہو (اور مذکر ہو یا مونث) اور نیز (میت کے) دو یا زیادہ بھائی یا بہن کے ساتھ (خواہ حقیقی ہون خواہ علاتی خواہ اخیافی) یا بھائی بہنونکی اولاد کے ساتھ (ترکے کا) چھٹا حصہ ملتا ہے اور میت کے باپ اور خاوند یا بیوی کے ساتھ تہائی اُس کا ملیگا جو خاوند یا بی بی کو دیکر بچے (چنانچہ اُسکی مثالین ابھی اوپر گذرین (چوتھے اہل فرض) میت کی جدہ صحیحہ (ہے) جسکا ناتا میت سے بیان کرنے مین جد فاسد یعنی نانا میت کا نہ آوے (تو وہ دادی اور نانی اور پردادی اور نانی کی ماں وغیرہ ہوگی نانا کی ماں یا دادی نہوگی اور جدہ) کو ایک ہو یا بہت ہون چھٹا حصہ ملیگا اور جس جدہ کی میت سے دو ناتے ہون اور جسکا صرف ایک ناتا ہو وہ دونون برابر ہونگی (دو ناتے اسطرح ہو سکتے ہین مثلاً دادا کی ماں بھی وہی ہو اور نانی کی ماں بھی وہی ہو مثلاً ہندہ کے ایک پوتا اور ایک نواسی ہے اور پھر اُن دونونکا آپس مین نکاح ہو گیا تو انکی اولاد کا رشتہ ہندہ سے دو قرابت کا ہوگا) اور جس جدہ کا ناتا میت سے دور ہو وہ قریب کے ناتے والی سے محروم ہو جاویگی اور سب جدات خواہ دور کی ہون خواہ نزدیک کی ماں کے ہوتے ہوئے محروم رہتی ہین (پانچواں اہل فرض) میت کا شوہر (ہے) اُسکو بی بی کے ترکے کا نصف ملتا ہے اور میت کی اولاد کے ہوتے ہوئے ترکے کا چہارم ملتا ہے خواہ اولاد کتنے ہی نیچے کی ہو (چھٹے اہل فرض) میت کی بی بی (ہے اُس) کو شوہر کے مال مین سے چہارم ملتا ہے اگر شوہر کے اولاد نہو اور اولاد کے ساتھ مین خواہ کتنے ہی نیچے کی ہو بی بی کو آٹھوان حصہ ملتا ہے (اگر بیبیان دو یا تین ہون تو انکا حصہ زیادہ نہوگا چوتھائی بے اولاد کے اور آٹھوان مع اولاد کے

جسکا باپ ایک ہو ۱۲ جسکی ماں ایک ہو ۱۲

سب آپسمین تقسیم کرلین (ساتوین فرض والی) بیٹی (ہے اور وہ) اگر ایک ہو تو ترکے کا
آدھا اُسکو ملیگا اور دو بیٹیان یا زیادہ ہون تو ترکے کی دو تہائیان پاوینگی اور
(اگر وارث بیٹا اور بیٹی دونون ہون تو) بیٹونکے ساتھ (ملکر بیٹیان) عصبہ ہوجاتی ہین
اور اس صورت مین بیٹی کو پسر کے حصے سے آدھا ملتا ہی یعنے کوئی حصہ مقرری نہین رہتا
بلکہ ایک پسر کا حصہ جسقدر ہو اُسکا آدھا بیٹی کو ملتا ہی (پوتا مثل میت کے بیٹے کے ہے جبکہ
بیٹا نہو اور بیٹی کے ہوتے ہوئے پوتے کو کچھ نہین ملتا اگر بیٹی پوتے کے ساتھ ہو
تو جو مذکر قریب تر میت سے ہو گا اُسکو باقی ملیگا (یعنے آدھا بیٹی کو دیکر باقی پوتے
کو ملیگا اسلیئے کہ عصبہ ہے اور کنز مین اقرب ذکور اسلیے کہا کہ ولد الابن پوتی کو بھی
کہہ سکتے ہین مگر اُسکو باقی نہین ملتا اُسکا حال آگے آتا ہے (آٹھوین فرض والی) میت
کی پوتی (ہے پس) کو سگی بیٹی کے ساتھ چھٹا حصہ ملتا ہی تاکہ دو تہائی کامل ہوجاوین
(کیونکہ پوتی بھی گویا بیٹی ہی ہے تو دو تہائی جو بیٹیونکا حق ہے وہ ان دونون کو
ملیگا اسطرح کہ آدھا بیٹی کو دینگے اور چھٹا حصہ پوتی کو تاکہ دونون ملکر دو تہائی ہوجاوین
پس) پوتی ایک ہو یا زیادہ (ایک بیٹی کے ساتھ مین چھٹا حصہ پاویگی) اور اگر بیٹیان
ایک سے زیادہ ہون تو پوتیان محروم رہینگی لیکن اگر اس صورت مین پوتیونکے ساتھ
مین یا اُن سے نیچے کوئی لڑکا ہو گا تو وہ اپنے ساتھ والیون اور اوپر والیون کو سوائے
فرض والی بیٹیونکے عصبہ کر دیتا ہے اور مرد کو دونا حصہ عورت سے ملجاتا ہی اور جو
اس سے نیچے ہون اُنکو کچھ نہین پہونچتا (مثلاً اگر میت کے دو بیٹیان اور ایک پوتی
اور ایک پروتا اور ایک پروتی اور ایک پوتے کی پوتی ہون تو بیٹیون کو دو ثلث
ملینگے اور ایک تہائی ترکے کی جو بچی وہ پروتے کے سبب سے پروتی اور پوتی

اور پڑدادے ہین مرد کو عورت سے دونا تقسیم ہو جاویگی اور پوتے کی بیٹی جو پوتے سے نیچے درجے مین ہی اسکو کچھ نہ ملیگا - حاصل یہ کہ پوتیون کی چھ حالتین ہین - اگر اُنکے ساتھ بیٹی کوئی نہو تو ایک پوتی کو آدھا اور دو کو دو تہائی اور اگر اُن کے ساتھ ایک بیٹی ہو تو چھٹا حصہ ملیگا اور اگر دو بیٹیان ہون تو محروم ہونگی اور اگر اونکے ساتھ لڑکا ہو تو سواے فرض والیونکے برابر اور اوپر والیون کو عصبہ کر دیتا ہے اور مال مرد کو دوہرا حصہ اور عورت کو ایک اُنمین تقسیم ہوتا ہی اور اگر میت کے بیٹا ہو تو پوتیون کو کچھ نہین پہونچتا (نوین اہل فرض) میت کی حقیقی بہنین ہین اُنکا حال بیٹیون کا سا ہے جس صورت مین کہ بیٹیان اور پوتیان نہون (یعنی بہن ایک ہو تو آدھا مال پاویگی اور دو ہون تو دو تہائی) اور زیادہ بھائی اگر اُنکے ساتھ ہو تو مرد کو عورت کی نسبت دونا حصہ ملیگا) بھائیون کے ساتھ مین عصبہ ہو جاتی ہین - اور اگر بہنونکے ساتھ مین بیٹیان یا پوتیان ہونگی تب بھی بہنین عصبہ رہینگی (اور فرض والون سے بچا مال پاوینگی - (دسوین فرض والی) علاتی بہنین (ہین اُنکا حال پوتیون کا سا ہی (یعنے جو حال پوتیون کا) بیٹیون کے ساتھ (تھا وہ حال علاتی بہنون کا سگی بہنون کے ساتھ ہی کہ اگر سگی بہنین نہون تب تو ایک علاتی بہن کو آدھا اور زیادہ کو دو تہائی اور ایک سگی بہن کے ساتھ مین چھٹا حصہ خواہ علاتی بہن ایک ہو خواہ زیادہ اور دو سگی بہنون کے ساتھ مین کچھ نہین ملتا ہان اگر اُنکے ساتھ علاتی بھائی اس صورت مین ہو تو وہ اُنکو عصبہ کرتا ہے اور عصبہ کے ساتھ مین اُنکو مرد کے حصے سے آدھا ملتا ہی) اور بیٹیون اور پوتیون کے ساتھ مین علاتی بہنین بھی عصبہ ہو جاتی ہین (اور اسوقت اہل فرض سے بچا

جو مال بچتا ہے وہ انکو پہونچتا ہے خواہ ایک ہو یا زیادہ (گیارہوین اہل فرض) میت
کی اخیافی بہن (ہے) اور (بارہوین اہل فرض اخیافی) بھائی (ہے ان دونون کا یہ
حال ہے کہ اگر) ایک ہو تو چھٹا حصہ پاتا ہے اور زیادہ ہون تو تہائی مال کی ملتی ہے
اور انمین عورت مرد کا برابر حصہ ہے (یہ نہین کہ مرد کو عورت سے دونا ملے) - بھائی اور
بہن خواہ حقیقی ہون یا علاتی یا اخیافی میت کے پسر اور پوتے اور پرپوتے وغیرہ
اولاد نر کے ہوتے ہوئے خواہ میت کے باپ یا دادے کے ہوتے ہوئے کچھ نہ پاوینگے
اور سگی بیٹی اور پوتی (یعنے میت کی اولاد مونث) صرف اخیافی بہن بھائی کو محروم
کرتی ہے (سگی اور علاتی کو نہین کرتی)

(عصبونکا بیان) عصبہ اُس وارث کو کہتے ہین کہ اگر اکیلا ہو تو تمام مال لیوے
اور اگر فرض والونکے ساتھ ہو تو باقی مال لیوے (جو اُنسے بچے اور عصبہ دو قسم پر ہے
ایک نسب کا یعنی بباعث میت کی قرابت کے دوسرا عصبہ سبب کا یعنی میت کا آزاد کرنیوالا
نسبی عصبہ دوسرے سے میراث مین مقدم ہے) اور (اسکی ترتیب یون ہے کہ) سب سے زیادہ حقدار
بیٹا ہی پھر پوتا پھر پرپوتا پھر اسکی اولاد نر کتنے ہی نیچے کی ہو پھر باپ پھر دادا پھر پردادا
کتنے ہی اوپر کا ہو پھر سگا بھائی پھر علاتی بھائی پھر سگے بھائی کا بیٹا پھر علاتی بھائی کا
بیٹا پھر میت کے چچے تائے پھر باپ کے چچے تائے پھر دادے کے چچے تائے بترتیب سابق یعنی
سگے اول اور علاتی بعد ہونگے ان) عصبات نسبی کے بعد عصبہ سبب (یعنی آزاد کرنیوالا) میت
(کا اُس) کے مال کا حقدار ہے اور اگر وہ نہو تو اسکے عصبونکو اسی ترتیب سے پہونچیگا (یعنے اول
اسکی اولاد نر پھر باپ یا دادا پھر بھائی وغیرہ کو جیسا اوپر بیان ہوا) چھ عورتین ایسی ہین کہ
حصہ انکا آدھا اور دو تہائی ہے (یعنی بیٹیان اور پوتیان اور سگی اور علاتی بہنین) دو اپنے

عصبونکا بیان

بھائیونکے ساتھ مین عصبہ ہو جاتی ہین اُنکے سوا اور عورتین اپنے بھائیون کے ساتھ
مین عصبہ نہین ہوتین (اور جب اُنکے ساتھ اُنکے بھائی ہوتے ہین تو مال اُنہی میں
طرح تقسیم ہوتا ہی کہ مرد عورت سے دونا پاوے مخلاف اخیافی بہنون کے جنکا حصہ آدھا
اور دو تہائی نہین تو انہین مال کی تقسیم مرد عورت مین برابر ہے) جس شخص کا ناتا
میت سے کسیکے ذریعہ سے ہوتا ہے وہ اُس ذریعہ کے ہوتے ہوئے مال نہین پاتا (مثلاً پوتا یا
دادا کہ انکا رشتہ میت سے بذریعہ بیٹے یا باپ کے ہے تو پسر کے ہوتے پوتا اور باپ کے
ہوتے دادا حصہ نپاویگا) مگر اخیافی بہن بھائی (اس قاعدے سے خارج ہین اُن کا
رشتہ میت سے بذریعہ مان کے ہے اور مان کے ہوتے ہوئے وہ محروم نہین ہوتے)
جو شخص محجوب ہو (یعنے کسی رشتہ دار قریب کے جہت سے ترکے سے محروم ہو) وہ دوسرے کو
محجوب کر سکتا ہے مثلاً اگر میت کا باپ اور مان اور دو بھائی یا دو بہنین ہون تو
(باوجودیکہ باپ کے ہونے سے بھائی بہنونکو کچھ نہ ملیگا مگر وہ) مان کے حصہ کو تہائی
سے چھٹا کر دینگے (اگر یہ نہوتے تو مان کو تہائی ملتا انکے سبب سے مان کے حصہ
مین نقصان ہو گیا گو وہ خود محروم ہین) جو شخص غلام ہونیکی جہت سے یا میت کو اپنے
ہاتھ سے قتل کرنیکے باعث سے یا دین کے اختلاف کی جہت سے یا دار کے جدا ہونے کی
جہت سے محروم ہو وہ دوسرے کو محروم نہین کر سکتا (مثلاً میت کا بیٹا اگر دوسرے کا غلام
یا میت کا قاتل ہو یا کافر ہو یا دار الحرب مین رہتا ہو تو میت کے اور وارثون مثلاً بھائی
بہن وغیرہ کو محروم نکریگا) ایک کافر دوسرے کافر کا وارث ہوتا ہی جسطرح ایک مسلمان دوسرے کا
وارث ہوتا ہی خواہ نسب کی جہت سے (مثلاً باپ بیٹا بہن بھائی ہونے کی جہت سے) یا سبب کے علاقہ
سے (مثلاً شوہر اور بی بی ہونے سے) یا آزاد کرنے سے وارث ہو اور دو سببون سے بھی وارث

ہوتا ہی مثلاً شوہر اپنی بی بی کا آزاد کرنیوالا بھی ہو تو شوہر ہونے کی جہت سے اور آزاد کرنیکے
سبب سے دونوں سے وارث ہوگا) اگر کافر کی دو قرابتوں میں سے ایک محجوب ہو اور ایک حاجب
تو وہ حاجب کی قرابت سے میراث پاویگا نہ محجوب کی (مثلاً کسی کافر نے اپنی لڑکی سے نکاح
کیا اور اس سے لڑکا ہوا تو یہ لڑکا اس کافر سے دو قرابت رکھتا ہی اسکا بیٹا بھی ہے
اور نواسا بھی مگر نواسے ہونے کی قرابت محجوب ہی اور بیٹے کی قرابت حاجب تو اس کافر کی
میراث بیٹے ہونے کی جہت سے پاویگا نہ نواسے ہونیکے سبب سے) کافر اگر اپنی محرم سے
نکاح کرلے (مثلاً ماں سے یا بیٹی سے) تو شوہر ہونے کی میراث اسکو نہ ملیگی۔ حرام کی
اولاد اور وہ بچہ جسکی جہت سے شوہر و بی بی میں لعان ہوا ہو وہ ماں ہی کی طرف سے
میراث پاوینگے (یعنے ماں کے ترکے میں سے انکو حصہ ملیگا باپ کے ترکے میں سے نہ ملیگا کیونکہ
باپ سے انکا رشتہ علیحدہ ہو گیا ہی) حمل کیواسطے ایک بیٹے کا حصہ علیحدہ کرلیا جاویگا (یعنے اگر
میت کی جورو حاملہ ہے اور وارث خواہاں تقسیم ترکہ ہوں تو حمل کے لیے ایک پسر کا حصہ
رکھ چھوڑ دینگے باقی مال بانٹ دینگے) پھر وہ بچہ آدھے سے زیادہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہو کر
اگر مر جاویگا تو وارث ہوگا اور اگر تھوڑا ہی سا نکلکر مر جاویگا تو وارث نہوگا۔ چند شخص اگر
جل جاویں یا ڈوب کر مر جاویں تو وہ ایک دوسرے کے وارث نہونگے ہاں اگر یہ معلوم
ہو جاوے کہ فلانا پہلے مرا اور فلانا پیچھے تو ان میں وراثت جاری ہوگی

(ذوی الارحام کا بیان) ذو رحم اس رشتہ دار کو کہتے ہیں جسکا حصہ شریعت
میں مقرر ہو اور نہ وہ عصبہ ہو۔ ذو رحم کسی فرض والے اور عصبہ کے ساتھ میں وارث نہیں
ہوتا بجز شوہر یا بی بی کے ساتھ کے اسلیئے کہ ان پر مال رد نہیں ہوتا (یعنی اگر شوہر یا بی بی
کیساتھ کوئی ذو رحم ہوگا تو باوجودیکہ یہ دونوں صاحب فرض ہیں مگر انکے ساتھ میں

نہ وارث ہوتا ہے اور اسکی وجہ یہ ہے کہ شوہر یا بی بی کو بچا مال دوبارہ نہین دیتے بخلاف اور فرض والونکے کہ اگر انکے حصونسے کچھ مال بچتا ہی تو پھر وہ انہین کو حصہ رسد دیا جاتا ہی پس جب شوہر یا بی بی کو دیکر کچھ بچے اور وہ انکو پھیرا یا نہین جاتا تو اوسکا وارث بجز ذو رحم کے اور کون رہا اسلیئے انکے ساتھ مین وارث ہوتا ہی) ذوی الارحام کی ترتیب مثل عصبات کی ترتیب کے ہے (یعنی اول میت کے فروع یعنی بیٹیون پوتیون کی اولاد گو نیچے کی ہون پھر اسکے اصول یعنی جد فاسد اور جدات فاسدہ کتنے ہی اوپر کے ہون پھر اسکے مان باپ کے فروع یعنے عینی یا علاتی یا اخیافی بہن بھائیون کی اولاد پھر اسکے جد اور جدہ کی فروع یعنے ماموں خالہ پھوپھی تائی اور چچا کی لڑکیاں پھر باپ کے ماموں خالہ وغیرہ) ذوی الارحام مین درجے کے قرب سے ترجیح ہوتی ہے (یعنی قریب کے رشتہ دار کے ہوتے ہوئے دور والے کو نہ ملیگا اگر قرب مین برابر ہون تو) پھر اس بات کو دیکھتے ہین کہ اسکی اصل وارث ہی یا نہین اگر وارث ہو تو اسکو مقدم کرتے ہین اسپر جسکی اصل وارث نہو مثلاً بھتیجے کی بیٹی اور ہمشیر زادی کا بیٹا اگر وارث رہین تو مال برادر زادے کی دختر کو ملیگا اسلیئے کہ اسکی اصل یعنی برادر زادہ عصبہ ہی اور ہمشیر زادی کے پسر کو نہ ملینگے اسلیئے کہ اسکی اصل یعنے ہمشیر زادی وارث نہین ذو رحم ہی) جس وقت کہ ذوی الارحام کی جہت قرابت میت سے مختلف ہو تو جسکی قرابت باپ کی طرف سے ہوگی اسکو دونا ملیگا اور جسکی مان کیطرف سے ہوگی اسکو ایک حصہ ملیگا (مثلاً اگر میت اپنے باپ کا نانا اور مان کا دادا چھوڑے تو اول کو دو تہائی اور دوم کو ایک ملیگی) ذوی الارحام کی اصلین اگر ایک سی ہون تو ترکے کو انکی گنتی پر تقسیم کرینگے (مثلاً ایک بہن کی اولاد یا دو بہنونکی اولاد ہو تو سب بھانجون بھانجیونکو شمار کرکے ترکہ برابر تقسیم کردین اگر سب مذکر ہون یا سب مؤنث اور اگر

کچھ مرد کچھ عورتین ہون تو مرد کو دونا حصہ عورتون کی نسبت دیوین) اور اگر اُنکے
اصول متفق نہون (یعنی بعضون کی اصل مرد ہو اور بعضونکی عورت تو شمار شخصون کا
(اسوقت بھی) اُنہین سے ہوگا مگر جس درجے مین کہ پہلے اختلاف ہوا ہے مرد
و عورت کا فرق اُسمین کرلیا جاویگا (مثلاً میت کے ایک نواسی کی بیٹی اور ایک
نواسے کی بیٹی بچے تو اول کو ایک تہائی دینگے اور دوسری کو دو تہائی اسلیئے کہ اول
جہان اختلاف ہوا ہی وہان ایک جا نواسی ہی اور دوسری جا نواسا اسلیئے تہائی عورت
کے اعتبار سے ہوئی اور دو تہائی مرد کے اعتبار سے اور شمار پچھلون کے
بموجب ہوتی ہے یعنی مثلاً اگر پہلی صورت مین چار بیٹیان ہون اور دوسری مین
تین ہون تو پہلی صورت والیون کو وہی ایک تہائی چار حصہ مساوی مین تقسیم
کردیجاویگی اور دوسری صورت والیون کو دو تہائی تین جگہہ تقسیم برابر کردیجاویگی)

حصون اور مخرجونکا بیان

حصے (جو کلام مجید مین) مقرر (ہین وہ چھ ہین تین ایک قسم کے یعنی) آدھا چوتھائی
آٹھوان اور (تین دوسری قسم کے یعنی) دو تہائی تہائی اور چھٹا اور اُن کے
مخرج (یعنی ایسے عدد کہ اُن سے یہ حصے نکل سکین سات ہین) آدھے کے لیئے
دو کا عدد ہی (پس جسکو نصف مال پہونچتا ہو چاہیئے کہ مال کے دو سہام مقرر
کرلین اور چوتھائی کے لیئے چار کا عدد ہے اور آٹھوین حصے کے لیئے آٹھ کا عدد
ہی اور دو تہائی اور تہائی کے لیئے تین کا عدد ہے اور چھٹے حصے کے لیئے چھ کا
(اور ان دونون قسمون مین پچھلا عدد اپنے پہلے حصون کا بھی مخرج ہو سکتا ہی مثلاً چار کا
عدد آدھے کا بھی مخرج ہے اور آٹھ کا عدد چوتھائی اور آدھے کا مخرج ہے اور
چھ تہائی کا مخرج ہے) اور ایک دوسرے کے ملنے سی بارہ اور چوبیس مخرج ہوتے ہین

یعنے ایک قسم کا حصہ جب دوسرے سے ملیگا خواہ سب حصون سے ملے خواہ ایک سے
تو انکی صورتین تین ہین اول یہ کہ آدھا دوسری قسم سے ملے اس صورت مین چھہ مخرج ہوگا
دوسرے یہ کہ چہتائی دوسری قسم سے ملے اس صورت مین بارہ مخرج ہوتا ہی تیسرے یہ کہ
آٹھوان حصہ دوسری قسم سے ملے اسمین چوبیس مخرج ہوتا ہی) اور مخارج زیادہ ہوجاتے
ہین حصو نکے مخرج کے کمی کے باعث (یعنے جس صورت مین کہ عدد حصون کے مخرج
کا کم ہو اور سہام اُسکے ملکر زیادہ ہو جائین تو کچھہ مخرج مین زیادہ کر دیا جاتا ہے تاکہ
سب حصہ والونکو اُنکے سہام پہونچ جاوین اور اس بڑھانے کو عول کہتے ہین
اور یہ بات تین مخرجون مین ہوتی ہے جو دونون قسمونکے ملنے سے پیدا ہوتے ہین)
پس چھہ کا عدد دس تک عول ہوجاتا ہے طاق اور جفت دونون (مثلاً ایک میت کا خاوند
اور دو بہنین سگی بچین تو یہان خاوند کا نصف اور بہنون کا دو ثلث ہے عدد چھہ سے
دونون نکل سکتے ہین لیکن چھہ کا آدھا تین ہی اور دو تہائی چار مجموعہ سہامونکا سات ہوا
تو چھہ کو عول کرکے سات کر دینگے جو طاق ہے اور ترکے کے سہام سات کرکے
تقسیم کیئے جاوینگے اور اگر مثال مذکور مین میت کی مان بھی ہو تو چھٹا حصہ یعنی ایک
اُسکو بھی ملنا چاہیئے تو سہام آٹھ ہوجاوینگے اس صورت مین چھہ کا عول آٹھ کرینگے
یہ عول جفت ہی اور اگر ایک بہن اخیافی بھی مثال مین ہو تو ایک سہام اُسکا ہوگا
اور تعداد سہامونکی ۹ ہوگی اور یہ عول طاق ہوگا اور اگر دو بہنین اخیافی ہون تو چھہ کا
عول دس ہونا چاہیئے) اور بارہ کا عول سترہ تک ہوتا ہی مگر طاق ہوتا ہی (جفت نہین
ہوتا یعنے تیرہ پندرہ سترہ تین عول ہوتے ہین مثلاً ایک میت کی بی بی اور دو بہنین
علاتی اور ایک مان وارث ہون تو یہان بی بی کا چوتھائی اور بہنونکا دو تہائی اُم (سرمان)

کا چھٹا حصہ ہو اور یہ سب حصے بارہ۱۲ مین سے نکل سکتے ہین مگر بارہ کی چوتھائی تین اور دو ثلث آٹھ اور چھٹا حصہ دو ہین اور یہ کل تیرہ ہوئے تو بارہ کا عول تیرہ کیا جاویگا اور اگر ان وارثون مین ایک اخیافی بہن بھی ہو تو چھٹا حصہ بارہ کا یعنی دو سہام اُسکو بھی ملنے چاہئین تو اب پندرہ سہام ہونگے اور بارہ کا عول پندرہ کر لیا جاویگا اور اگر دو بہنین اخیافی ہون تو سہام سترہ ہونگے اور عول بھی سترہ اور) ۲۴ کا عول صرف ایک ہی ہوتا ہے یعنی ستائیس (اور اُسکی صورت یہ ہے کہ ایک میت کی بی بی اور دو بیٹیان اور مان اور باپ وارث رہین یہان سب وارثونکے حصے ۲۴ سے نکل سکتے ہین مگر اُنکے سہام یعنی تین سہام بی بی کے اور سولہ سہام بیٹیون کے اور چار چار مان باپ کے ملکر ۲۷ سہام ہوتے ہین پس ۲۴ کا عول ۲۷ کر لیا جاتا ہے اور اس مسئلے کو مسئلہ منبریہ کہتے ہین اور یہ عول سب اعداد کی تلاش سے اتنے ہی نکلے ہین) اگر ایک فرقہ کا حصہ اُسکے شخصون یعنی مستحقون پر پورا نہ تقسیم ہو (مثلاً سہام حصے کے چار ہون اور اُنکے لینے والے چھ) تو اگر دونون مین توافق کی نسبت ہو) تو مستحقون کے شمار کا وفق لے کر اصل مسئلے مین (جو مخرج سب حصونکا قرار دیا گیا تھا) ضرب کرینگے (جیسے اوپر کی مثال مین ۴ اور ۶ مین توافق ہے یعنے دونون نصف ہو سکتے ہین تو چھ کے وفق تین کو مخرج اصلی مین ضرب کرینگے) اور اگر دونون مین توافق نہو (بلکہ تبائن ہو) تو کل عدد مخرج اصلی مین ضرب کرینگے اور جو کچھ حاصلضرب ہوگا وہ مسئلے کا مخرج ہوگا (جس) سے سبکو پورا حصہ پہونچیگا) اور اگر کسر کئی جگہہ ہو (یعنے وارث کئی فرقہ ہون اور ہر فرقے پر اُسکے سہام ٹھیک نہ بٹین کسر پڑے) اور وہ فرقے آپسمین تماثل رکھتے ہون (یعنی شمار مین برابر ہون) تو ایک فرقے کی شمار کو اصل مسئلے مین ضرب

کر لینا چاہیئے اور اگر فرقے آپس مین متداخل ہون تو جنکی شمار سب مین زیادہ ہو انکے عدد کو اصل مسئلہ مین ضرب کر لین اور اگر توافق رکھتے ہون تو ایک کی شمار کے وفق کو دوسرے مین ضرب کرین اور حاصل ضرب کو اصل مسئلے مین ضرب کرین اور اگر سب فرقون کی تعداد آپسمین متباین ہو تو ایک کی تعداد کو دوسرے کی تعداد مین (ضرب کرین اور حاصلضرب کو تیسری کی تعداد مین) اور حاصل (اخیر) کو اصل مسئلے مین (ضرب دیکر تصحیح مسئلے کی کرین) اور (اگر اصل مسئلہ) عول (رکھتا ہو تو عول) مین ضرب کرنا چاہیئے (واضح ہو کہ دو عددو مین چار نسبتو مین سے ایک ہوا کرتی ہی تماثل یا تداخل یا توافق یا تباین تماثل دونون عددون کے برابر ہونے کو کہتے ہین جیسے چار چار یا دس دس اور تداخل اسکو کہتے ہین کہ دو عددون مین سے بڑا چھوٹے پر پورا بٹجادے کسر نہ پڑے یا یہ کہ اگر چھوٹے کو اسمین سے نکالتے چلے جاوین تو دو بار یا زیادہ مین بڑا عدد ہو چکے مثلاً ۲۵ اور پانچ مین تداخل ہے کہ ۲۵ پانچ پر پورا بٹجاتا ہے یا پچیس مین سے پانچ پانچ اگر کم کرتے جاوین تو پانچ دفعہ مین ۲۵ فنا ہو جاویگا اور توافق اسکو کہتے ہین کہ دو عددون کو کوئی تیسرا عدد ایک سے زیادہ فنا کرے جیسے آٹھ اور بیس کہ ان دونون کو عدد چار فنا کرتا ہے اور اس تیسرے عدد مثلاً چار کو وفق کہتے ہین اور ان دونون عددون مین توافق بالربع کہلاتا ہے اور ایک کے ربع کو ضرب کرنا پڑتا ہی اور اگر تہائی مین موافق ہون تو ایک کی تہائی کو ضرب کرتے ہین اور علےٰ ہذا القیاس اور تباین اسکو کہتے ہین کہ کوئی تیسرا عدد بجز ان دونون کو فنا نکرے صرف عدد ایک کا دونونکو فنا کرے جیسے نو اور دس ہین اور ترکیب ان تینون نسبتون اخیر کے معلوم کرنے کی یہ ہے کہ بڑے عدد کو چھوٹے پر تقسیم کرین اگر اول تقسیم مین کچھ نہ رہے تو تداخل ہے اور اگر کچھ باقی

رہے تو باقی پر چھوٹے کو تقسیم کرین اور پھر بھی بچے تو دوسری باقی پر پہلی باقی کو
تقسیم کرین اور اسیطرح کرتے جاوین اگر کسی تقسیم مین کچھ نہ رہے تو دیکھین کہ اُسکا
مقسوم علیہ کیا ہی اگر دو ہون تو دونون عددون مین توافق بالنصف ہوگا اور اگر تین ہو تو
بالثلث او علی ہذا القیاس اور اگر پہلی تقسیم مین یا اور کسی تقسیم مین عدد ایک بچ رہے
تو ان دونون عددونمین تباین ہوگا) اور اگر وارثونکے سہام اصل مسئلے سے کم ہون
اور اس جہت سے کچھ مال بچ رہے تو وہ مال اہل فروض کو موافق اُنکے حصونکے دیدینا
چاہیئے لیکن شوہر یا بی بی کو اس مقدار زائد مین سے کچھ نملیگا (اور وارثونکو مال زائد اسطرح
دیتے ہین کہ) جن وارثون پر رد ہو سکتا ہی اگر وہ ایک جنس کے ہون تو مسئلے کو اُنکے شمار
کے موافق کر لینگے مثلاً (اگر میت کی وارث دو بیٹیان یا دو بہنین ہون (تو چونکہ اُنکا
حصہ دو تہائی تھا اس جہت سے مسئلہ تین سے ہوگا اور تین کی دو تہائی یعنے دو بیٹیون
خواہ بہنونکو ملینگی اور باقی ایک تہائی زائد رہیگا اسکو بھی اُنپر ہٹا دینے کی ضرورت
ہوئی اسلیئے چونکہ ایک جنس کے حصہ وار تھے اُنکے شمار کے موافق مال کے دو حصے کرکے
ایک ایک ہر ایک کو دینگے اس ہٹا دینے کو رد کہتے ہین) - اگر جن وارثون پر رد ہو سکتا ہی
وہ کئی جنس کے ہون تو مسئلہ اُنکے سہامون کی شمار سے ہوگا (یعنے اصل مسئلہ مین سے
جسقدر سہام اُنکو پہونچے ہون اُنکو جمع کرکے جو حاصل جمع ہو وہی مسئلہ قرار دیا جائیگا
مثلاً اگر دو سدس جمع ہون (جیسے میت کی جدہ اور اخیافی بہن رہی تو اصل مسئلہ چھ سے
ہوگا اور انمین سے ایک ایک سہام دونون وارثون کو ملیگا اور دونون کا مجموعہ
دو ہین) تو مسئلہ دو سے کیا جاویگا (اور اگر تہائی اور سدس جمع ہون) تو مسئلہ تین سے
ہوگا (جیسے جدہ اور دو یا زیادہ اخیافی بہنین جمع ہون کہ جدہ کو چھٹا حصہ اور دو

ردکا بیان

یا زائد اخیافی بہنونکو تہائی ملتا ہی اور دونونکے سہام اگر چھہ سے نکالین تو تین ہوتے ہین اسلیئے مسئلہ تین سے ہوگا) اور اگر نصف اور سدس جمع ہون تو مسئلہ چار سے ہوگا (مثلاً جدہ اور سگی بہن وارث ہون تو جدہ کو چھٹا حصہ اور بہن کو نصف ہے اور چھہ مین سے دونون کے سہام ملکر چار ہین تو چار سے مسئلہ کرکے ایک جدہ کو اور تین بہن کو دینگے) اور اگر دو تہائی اور چھٹا حصہ جمع ہون یا نصف اور دو چھٹے حصے ہون یا نصف اور ایک تہائی ہو تو ان تینون صورتون مین مسئلہ پانچ سے ہوگا (اول کی مثال دو سگی بہنین اور ایک جدہ ہو کہ چھہ مین سے چار بہنونکے اور ایک جدہ کا اور دونون ملکر پانچ ہوئے اور دوم کی مثال جیسے مان اور بیٹی اور پوتی کہ چھٹا مان کا اور آدھا بیٹی کا اور چھٹا پوتی کا اور چھہ مین سے یہ سہام نکالین تو سب ملکر پانچ ہوتے ہین اور تیسری کی مثال جیسے سگی بہن اور مان کی بہن کا نصف اور مان کا ایک تہائی ہے اور چھہ مین سے دونون کے سہامون کا مجموعہ پانچ) اور اگر وارث ایک جنس کے ہون اور اونکے ساتھ شوہر بی بی مین سے بھی کوئی ہو (جسکو ہم رد نہین کرسکتے) تو اس صورت مین شوہر یا بی بی کے حصے کا کمتر مخرج نکالکر اسکا حصہ اسمین سے دیدینا چاہیئے اور باقی کو ایک جنس کے وارثون پر تقسیم کردینا چاہیے (اگر تقسیم ہوسکتی ہو) جیسے میت کا شوہر اور تین بیٹیان ہون (تو مسئلہ بارہ سے ہوتا ہے مگر سہام دونونکے گیارہ ہین اسیلئے ضرورت رد کی ہوئی تو شوہر کا حصہ چوتھائی ہے اسکا کمتر مخرج چار ہے اسمین سے اسکا حصہ ایک سہام اسکو دیکر باقی تین سہام جو بچے تین بیٹیون کو برابر ایک ایک پہونچگیا) اور اگر باقی سہام ایک جنس کے وارثون پر پورے نہ بٹین اور سہامون مین اور انکے شمار مین توافق ہو (یعنی کسی

وفق کو شوہر یا بی بی کے کمتر مخرج مین ضرب کرینگے مثلاً اوپر کی مثال مین بیٹیان
چھ ہون (تو تین سہام اُن پر پورے تقسیم ہونگے اور تین اور چھ مین تداخل ہی جسکو علم
علم فرائض کے ایسے مقام مین توافق سے تعبیر کرتے مین یعنی انمین توافق بالثلث لینگے
پس چھ کا وفق یعنے دو لیکر کمتر مخرج شوہر یعنی چار مین ضرب کیا تو آٹھ ہوئے انمین
سے دو سہام شوہر کے اور چھ سہام چھوں بیٹیونکے ہوئے) اور اگر سہام و نین
توافق یا تداخل نہو بلکہ تباین ہو تو کل شمار ورثہ کو کمتر مخرج مذکور مین ضرب کرنا چاہیئے
مثلاً مثال مذکور مین تعداد بیٹیونکی پانچ ہو (تو تین سہامون اور پانچ مین تباین ہے
اسلیے پانچ کو چار مین ضرب کرینگے بیس ہونگے بیس مین سے پانچ شوہر کو اور پندرہ
بیٹیونکو یعنی ہر ایک کو تین تین ملینگے) اور اگر شوہر یا بی بی کے ساتھ مین دو جنس کے
وارث ہوں تو جنپر رد ہو سکتا ہی (انکے مسئلے کے نکالنے کا طور اوپر گذر چکا ہے اُس
قاعدے کے بموجب سہامون سے) انکا مسئلہ نکال لینا چاہیئے پھر شوہر یا بی بی کو
اقل مخرج سی اسکا حصہ دیکر باقی کو اُس مسئلہ مذکورہ پر بانٹ دینا چاہیئے (اگر بٹ سکے)
مثلاً میت کی ایک بی بی اور چار جدات اور چھ اخیافی بہنین ہون (کہ اسصورت مین اقل
مخرج بی بی کے حصہ کا چار ہی اسمین سی ایک اسکو دیا اور جدات کا اور اخیافی بہنون کا
مسئلہ جو نکالا تو چھٹا حصہ جدات کا اور تہائی بہنونکا ہے اسلیے انکا مسئلہ تین سے ہوا
اب تین پر مخرج سے بچے ہوئے تین کو جو بانٹا تو پورا ہی یعنے ایک جدات کا اور دو بہنون کا
حصہ ہوا اب بموجب قواعد گذشتہ انکی تصحیح کرلو یعنی ایک چار جدات پر نہین تقسیم ہو سکتا
اور دو چھ بہنون پر اسلیے اول حصون اور شمار حصہ دارون مین نسبت دیکھی تو چار جو شمار
جدات کی ہی اسمین اور انکے حصے کے سہام ایک مین تباین ہے اور چھ بہنونکی تعداد

اور دو مین بچ او نکے سہام ہین تداخل یعنی توافق بالنصف ہی تو چھ کا نصف لے لیا تین ہوئے اب دونون تعدادون مین جو نسبت دیکھی یعنی چار اور تین مین تو تباین پایا اسلیئے چار کو تین مین ضرب کیا بارہ ہوئے اور بارہ کو اصل مخرج چار مین ضرب کیا تو اڑتالیس ہوئے اس سے سبکو سہام پورے پہونچینگے یعنے بارہ بی بی کو اور بارہ چارون جدات کو یعنی ہر ایک کو تین تین اور چوبیس چھون بہنون کو یعنی ہر ایک کو چار چار اور تصحیح مسئلے مین اس قاعدہ کا یاد رکھنا چاہیئے کہ اول سہامون اور تعداد مین نسبت دیکھتے ہین پھر ہر جنس کی تعدادون مین نسبت دیکھتے ہین اور تب بموجب مثال گذشتہ تصحیح کرتے ہین) اور اگر کسی مخرج سے شوہر یا بی بی کے حصے کے بعد باقی بچا ہو اور وارثان مختلف کے سہامون پر پورا نہ بٹے تو جنپر رد ہو سکتا ہے اُنکے سہام کو شوہر یا بی بی کے فرض کے مخرج مین ضرب کرنا چاہیئے پھر ہر ایک کا حصہ دریافت کرنیکے لیئے شوہر یا بی بی کے سہام کو جنپر رد ہو سکتا ہی اُنکے مسئلے مین ضرب کرو اور اُنمین سے ہر فریق کے سہام کو فرض شوہر یا بی بی کی باقی مین ضرب کرو جیسے اس مثال مین کہ میت کی چار بیبیان اور نو لڑکیان اور چھ جدات ہون (کہ کل مسئلہ چوبیس سے ہوتا ہی مگر سہام تیئیس ۲۳ ہین اسلیئے مسئلہ اول مخرج بیبیون سے یعنی آٹھ سے کرکے ایک انکو دیا اور سات جو بچے انکو جو دیکھتے ہین وہ لڑکیون اور جدات کے سہامون پر یعنے پانچ پر تقسیم نہین ہوتے اسلیے پانچ کو آٹھ مین ضرب دیا چالیس ہوئے اب بیبیونکا سہام جو ایک تھا اُسکو پانچ مین ضرب دیا پانچ ہوئے یہ حصہ بیبیونکا ہوا اور پینتیس ۳۵ لڑکیون اور جدات کے رہے یعنی سات جدات کے اور اٹھائیس لڑکیونکے) اب ہر فریق کے سہام جو اپنے مستحق پر پورے نہ بٹین تو بموجب قاعدہ سابق کے تصحیح مسئلے کی کرکے انکو برابر بانٹ دینگے (یعنی اول سہامون

اور تعداد اشخاص مین نسبت دیکھی سب جگہ تباین پایا پھر بیبیون اور لڑکیونکی تعداد مین نسبت دیکھی تو چار اور نو مین تباین پایا دونون کو آپس مین ضرب کر لیا چھتیس ہوئے چھتیس اور جدات کی تعداد مین نسبت دیکھی تو تداخل پایا اسلیئے چھتیس ۳۶ مین اصل مسئلے یعنی چالیس کو ضرب دیا تو کل تصحیح ایکہزار چارسو چالیس ہوئے اب ہر ایک کے سہاموں کو چھتیس ۳۶ مین ضرب کر لو ہر ایک کا سہام ہو جاویگا مثلاً بیبیونکے سہام پانچ تھے انکو چھتیس ۳۶ مین ضرب دیا ایکسو اسی ۱۸۰ ہوئے یہ حصہ چارون زوجہ کا ہوا ہر ایک پینتالیس پاویگی اور جدات کے سہام سات تھے انکو چھتیس مین ضرب دیا تو دوسو باون ہوئے یہ حصہ چھئون جدات کا ہوا ہر ایک کو بیالیس ملینگے اور اٹھائیس جو سہام لڑکیونکے تھے انکو چھتیس مین ضرب دینے سے ایکہزار آٹھ ہوئے یہ حصہ نو لڑکیونکا ہوا اور ہر ایک کو انمین سے ایکسو بارہ پہونچینگے) اگر مال کے تقسیم کرنے سے پہلے کوئی وارث مر جاوے تو (مناسخہ کرنا چاہیئے اور اسکی صورت یہ ہے کہ) پہلے اول میت کی تصحیح بموجب قواعد گذشتہ کے کرلین اور سہام ہر وارث کا اسمین سے دیدین پھر دوسری میت کے مسئلے کی تصحیح کرین اور جو کچھ اسکو پہلی تقسیم سے سہام ملے ہون اُن سہامون مین اور دوسری تصحیح مین نسبت دیکھین اگر وہ سہام دوسری تصحیح پر پورے بٹجاوین تو حاجت ضرب کی نہوگی دونون مسئلے تصحیح اول سے درست ہو جاوینگے (مثلاً ایک شخص مرے اور ماں اور زوجہ اور ایک چچا وارث چھوڑے اور پھر اُسکی زوجہ مرے اور ایک سگا بھائی اور سگی بہن وارث رہین تو پہلے میت اول کے مسئلے کو جو دیکھا تو بارہ سے نکلتا ہے جسمین سہام یعنی تہائی ماں کو اور تین زوجہ کو اور باقی پانچ سہام چچا کو ملین گے ثانی میت کی جو تصحیح کی تو تین سے ہوئے جسمین سے دو اُسکے بھائی کو اور ایک بہن کو پہونچتے ہین اور تین ہی سہام زوجہ کو تصحیح اول سے ملے تھے پس وہ تصحیح

باب مناسخہ

ثانی پر پورے تقسیم ہو گئے تو اب حاجت ضرب کی نہین مال کے بارہ سہام کرکے چار میت
کی مان کو اور پانچ چچا کو اور دو سالے اور ایک سالی کو دیدین) اور اگر دوسری تصحیح کے
عدد پر میت ثانی کے سہام پورے نہ بٹین تو ان دونون مین نسبت دیکھین اگر دونون
مین توافق ہو تو وہی وفق تصحیح ثانی کا لیکر تصحیح اول مین ضرب کرین (جیسے پہلی مثال
مین مان مرجاوے اور ایک بیٹی اور ایک بھائی اور ایک بہن وارث چھوڑے تو پہلے
میت کی تصحیح تو بارہ سے تھی اسمین سے چار مان کو ملے تھے اب اُسکے وارثون کی جو تصحیح
کی تو چھ سے ہوتی ہی جس مین سے تین اُسکی بیٹی کو اور دو بھائی کو اور ایک بہن کو
ملتا ہی اور اس چھ اور چار مین نسبت توافق بالنصف کی ہی اسلیئے چھ کا وفق یعنے آدھا
لیکر تصحیح اول یعنے بارہ مین ضرب کرینگے تو چھتیس کل دونون مسئلونکی تصحیح ہو جاویگی
اور اگر دوم تصحیح اور میت دوم کے سہامون مین تداخل ہو اور تصحیح ثانی کے عدد زیادہ
ہون تو اسکو حکم توافق کا ہوگا یعنے بموجب سہام میت ثانی کے وفق تصحیح
ثانی کا نکال کر اُسکو مسئلہ اول کی تصحیح مین ضرب کرنا چاہیئے) اور اگر تصحیح دوم
اور میت دوم کے سہامون مین تباین ہو تو کل تصحیح اول مین ضرب کرنا چاہیئے (مثلاً
مثال گذشتہ مین چچا مرجاوے اور ایک بیٹا اور دو بیٹیان وارث چھوڑے تو
اسکی تصحیح چار سے ہوگی اور اُسکے سہام میت اول سے پانچ تھے اور ان دونون مین
تباین ہی تو کل چار کو تصحیح اول بارہ مین ضرب کرکے اڑتالیس کو دونون مسئلونکی تصحیح کہینگے
جب معلوم ہو جاوے کہ دونون مسئلون کی تصحیح یہ عدد ہوا تو میت اول کے
وارثونکے سہام (تباین کی صورت مین) تصحیح دوم کے کل مین ضرب کرو (اور توافق
کی صورت مین) اُسکی وفق مین (غرضکہ جس عدد مین تصحیح اول کو ضرب دیا تھا اسی مین

اُسکے وارثونکے سہام کو ضرب کرو حاصلضرب وارثون کا حصہ ہوگا) اور میت ثانی کے وارثونکے سہام کو (درصورت تباین اُسکے) کل مافی الید مین (یعنی جو سہام اُسکو میت اول سے ملے تھے انمین ضرب کرو) اور (درصورت توافق) مافی الید کے وفق مین (حاصلضرب وارثان میت ثانی کے سہام تصحیح کل مین سے ہونگے اور) اگر حصہ ایک فریق کو میت اول کے وارثونمین سے اُس عدد مین ضرب کرو جسمین اصل مسئلے کو ضرب دیا ہی تو حاصلضرب حصہ ہر فریق کا ہوگا (جاننا چاہیئے کہ پہلے جو وارثونکے سہام دریافت کرنے کی ترکیب لکھی ہے اُس سے مراد کل سہام کل وارثونکے مین اب اس بیان مین ترکیب ہر فرقے کی علیحدہ علیحدہ حصہ معلوم کرنیکی بیان کی مگر مناسخے مین کل سہامونکے دریافت کرنے کی چندان ضرورت نہین ہوتی لہذا ترتیب دوم استعمال کرنی کافی ہے) اور میت ثانی کے ہر فریق کا حصہ بھی اسیطرح معلوم کرنا چاہیئے کہ ہر وارث کے سہام کو کل مافی الید یا اُسکے وفق مین ضرب دے لینا چاہیئے اب ہر فریق مین سے ایک ایک شخص کا حصہ دریافت کرنا چاہین تو دیکھین کہ اصل مسئلہ سے اُس فریق کو کتنے سہام ملے ہین جتنے اُسکے سہام اصل مسئلے مین سے ہون اُنکو اس فرقے کے شمار سے نسبت لگاوین کہ اُن سہامونسے ایک کو کتنا ملتا ہی جتنا حساب سے پڑے اُتنا ہی اُس عدد مین سے جو اصل مسئلے مین ضرب ہوا ہی اُسکو دیدین (مثلاً مثال بالا مین میت کی چار بیبیان اور نو لڑکیان اور چھہ جدات تھین اُنکا اصل مسئلہ چالیس تھا اور اُسکو چھتیس مین سے تصحیح کی تھی ایکہزار چارسو چالیس اور چار زوجات کا حصہ اصل مسئلے مین سے پانچ تھے اور پانچ مین سے چار کو دیکھا تو سوا سوا پہونچتا ہے اگر چھتیس کو سوایا کرین تو پینتالیس ہوتے ہین یہی حصہ ہر ایک کا ہوتا ہے لیکن

سہل ترکیب یہ ہے کہ ہر فریق کے سہام بموجب بیان سابق دریافت کر کے انکو اس فریق کے شمار پر تقسیم کردین خارج قسمت ایک کا حصہ ہوگا مثلاً مثال مذکور مین چار زوجات کا حصہ پانچ ضرب کیے ہوئے چھتیس ہین یعنی ایکسو اسی اور اُسکو اگر چار پر تقسیم کردین تو خارج قسمت پینتالیس ہوتے ہین جو حصہ ایک زوجہ کا ہی اور اگر مناسخہ مین دو سے زیادہ میت ہون تو دو میتون کی تصحیح بموجب بیان سابق کر کے اسکو بجاے میت اول کے شمار کرین اور سوم کو بجاے دوم اور وہی قواعد عمل مین لادین جو اوپر مذکور ہوئے اگر میت کے ترکے کو وارثون مین تقسیم کرنا ہو تو تصحیح مین سے جتنا ایک وارث کو پہونچے اُسکو کل ترکے مین ضرب کرو اور حاصل ضرب کو تصحیح پر بانٹ دو خارج قسمت وارث مذکور کا حصہ ترکے مین سے ہوگا مثلاً مثال گذشتہ بالا مین میت کے چار زوجات نو لڑکیان اور چھ جدات تھین اور تصحیح ایکہزار چار سو چالیس سے تھی اور حصہ ہر ایک زوجہ کا پینتالیس اور لڑکی کا ایکسو بارہ اور جدہ کا بیالیس تھا اگر ترکہ میت کا نوے روپیہ فرض کرین اور دریافت کیا چاہین کہ ہر وارث کا کیا حصہ ہوگا تو اول ایک زوجہ کا حصہ دریافت کیا یعنی پینتالیس اُسکے سہام تھے اُسکو کل ترکے یعنی نوے مین ضرب کیا تو چار ہزار بچاس ہوئے اُسکو تصحیح پر یعنی ایکہزار چار سو چالیس پر تقسیم کیا خارج قسمت دو ہوئے ایکہزار ایکسو ستر بچے اُنکے آنے کیے تو اٹھارہ ہزار سات سو بیس ہوئے انکو پھر ایکہزار چار سو چالیس پر بانٹا تو تیرہ خارج قسمت ہوے اور کچھ نہ بچا معلوم ہوا کہ ہر زوجہ کا حصہ دو روپیے تیرہ آنے ہوتے ہین اور لڑکی کے حصے ایکسو بارہ کو نوے مین ضرب دیا دس ہزار اسی ہوے انکو ایکہزار چار چالیس پر تقسیم کیا تو پورے سات نکلے معلوم ہوا کہ ہر لڑکی کا حصہ سات روپیہ ہین اور جدہ کے بیالیس ہین انکو نوے مین ضرب دیا تو تین ہزار سات سو اسی ہوے اسکو ایکہزار چار سو چالیس پر تقسیم کیا تو دو نکلے اور نو سو بچے اُسکے آنے کیے چودہ ہزار چار سو ہوے اور ایکہزار چار سو چالیس پر بانٹنے سے دس آنے

وارثون پر ترکے کی تقسیم کی ترکیب

تمہید طبع بار دوم از محمد احسن صاحب صدیقی [illegible] مترجم کتاب ہذا

جب اول بار یہ ترجمہ مطبع صدیقی بریلی میں چھپکر شائع ہوا تو بعض احباب نے فرمایا کہ بعض جا اس ترجمے کی عبارت کنز الدقائق مطبوعہ حال سے مختلف ہے اسلیئے میں نے اس دفعہ حرف بحرف کنز الدقائق مطبوعہ کے موافق اس ترجمے کو کردیا اور بہت جگہ محو و اثبات کرنا پڑا ہے جن لوگوں کے پاس اول بار کا [illegible] نسخہ ہو وہ اسکو اس دفعہ طبع کے موافق کرلیں کہ یہ نہایت صحیح ہوا اور تصحیح میں [illegible]

اعلان

چونکہ راقم نے جملہ حقوق ترجمہ کتاب کنز الدقائق مسمّٰی بہ احسن [illegible] مولوی ہدایت یار خان صاحب خلف مولوی اشرف خان صاحب [illegible] لیے ہیں لہذا آیندہ سواے راقم الحروف کے کوئی دوسرا شخص [illegible]

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

راقم

محمد عبد الاحد پروپرائٹر مطبع مجتبائی [illegible]

خاتمہ

الحمد للہ کہ کتاب احسن المسائل بار اول مطبع مجتبائی دہلی میں باہتمام محمد عبد الاحد کے [illegible] سنہ ۱۳۱۴ ہجری مطابق ماہ دسمبر ۱۸۹۶ع میں طبع ہوئی

میرے باپ کی ام ولد ہے (نکاحی بی بی نہین) تو اُس عورت کو میراث نہ ملے گی۔
باب بچے کے گود لینے (یعنے پرورش) کے بیان مین سب سے زیادہ مستحق (اور بہتر) بچے
کے رکھنے کے لیئے اُسکی ماں ہی باپ سے جدا ہونیکے پیشتر اور بعد جدائی کے بھی اور بعد
ماں کے نانی پھر اُسکے بعد دادی اُسکے پیچھے بہن حقیقی اُسکے بعد بہن اخیافی اُسکے
بعد بہن علاتی پھر خالہ اسیطرح (یعنے حقیقی سب سے مقدم اُسکے بعد اخیافی اُسکے بعد علاتی)
پھر پھوپھیاں اسیطور پر۔ اور جو عورت کہ بچے کے غیر محرم سے نکاح کرلے (یعنی اُسکا شوہر
بچے سے قرابت قریبہ نہ رکھتا ہو) تو اُس عورت کا حق گود لینے کا جاتا رہے گا اور اگر وہ
عورت اُس شوہر سے جدا ہو جاوے تو حق مذکور پھر ہٹ آویگا بعد ان مذکورین کے گود لینے
کے مستحق عصبات ہین ارث کی ترتیب پر اور ماں اور نانی اور دادی لڑکے کی پرورش کے
مستحق تر ہین جسوقت تک کہ وہ اپنی حاجات ضروری سے بے پروا ہو جاوے (یعنی کھانا پینا
کپڑا پہننا استنجا کرنا خود بدون کسیکی مدد کے کرسکے) اور اسکا اندازہ لڑکے کے حق مین سات
برس کا ہے (کہ اس عمر کا لڑکا یہ باتین اپنے آپ کرلیا کرتا ہے) اور لڑکی کے مستحق اُسوقت تک
ہین کہ وہ حائضہ ہو اور ماں اور جدہ کے سوا اوروں کو اُسوقت تک حق ہے کہ لڑکی
مشتہاۃ (یعنے مردوں کی خواہش کے لایق) ہو جاوے اور لونڈی کو (اپنی اولاد کے باب
مین) اور ام ولد کو (اپنے بچوں کے باب مین) حق گود لینے کا نہین جبتک کہ آزاد نہو جاوین
(اور آزاد ہونیکے بعد آزاد عورت کی طرح اُنکو حق گود مین لینے کا ہوگا) اور عورت ذمی اپنے
مسلمان بچے کے رکھنے کی اُسوقت تک مستحق ہے کہ وہ دین کو نہ سمجھے (اور بعد دین کے
سمجھ آنیکے اُس بچے کا مستحق اُسکا باپ مسلمان ہوگا) اور بچے کا اس باب مین اختیار نہین (یعنی
اُسکو اختیار نہین کہ چاہے ماں کے ساتھ رہے چاہے باپ کے ساتھ اسلیئے کہ اُسکو عقل

نہین اور غالب یہی ہے کہ اُسکے نزدیک جو بہتر ہوگا اور اُسکو آرام ملیگا وہی صورت اختیار کرے لیکن یہ امر تربیت کی مصلحت کے خلاف ہے اسلیئے کہ تربیت مین دھمکی اور گوشمالی ضروری ہے) اور جس عورت کو طلاق دیگئی ہو وہ اپنے بچے کو لیکر کہین سفر نکرے (ہان اگر اپنے وطن کو جہان اُسکا نکاح ہوا تھا لے جاوے (تو مضائقہ نہین)

باب نفقے کے بیان مین

باب نفقے کے بیان مین (نفقہ کھانا وغیرہ دینے کو کہتے ہین) عورت کا کھانا اور کپڑا شوہر پر موافق حیثیت دونونکے واجب ہے (یعنے کھانے اور پوشاک مین دونون کے حال کی رعایت مفلسی اور توانگری کے اعتبار سے (کرنی چاہیئے) اگرچہ عورت اپنا مہر لینے کے واسطے صحبت شوہر کو نکرنے دیتی ہو لیکن جو عورت کہ سرکش ہو (یعنے خاوند کے گھر سے نکلجاوے اور اُسکی بات نہ مانے) اُسکا نفقہ اور لباس شوہر پر واجب نہین اور نہ اُس عورت کا جو کم سن قابل صحبت کے نہو۔ اور نہ اسکا جو قرضدار ہونے کی جہت سے قید ہو اور نہ اُسکا جو زبردستی (شوہر سے) چھن گئی ہو اور نہ اُسکا جو حج کو شوہر کے سوا کسی اور کے ساتھ چلی گئی ہو اور نہ اُسکا جو بیماری کے سبب شوہر کے حوالہ نہوئی ہو۔ اور اگر شوہر توانگر ہو تو عورت کے خادم کا نفقہ بھی اُسکے ذمے پر ہوگا۔ اور اگر شوہر نفقہ دینے سے عاجز ہو تو عورت کو اُس سے جدا نہ کیا جاوے بلکہ اُسکو اجازت دیجاوے کہ شوہر کے نام قرض لے (یعنی قاضی حکم کرے کہ اپنے شوہر پر قرض لیکر کھاوے) اور اگر شوہر کو توانگری عارض ہوجاوے تو توانگری کے نفقہ کو پورا کرے گو نفقۂ مفلسی کا حکم ہوچکا ہو (یعنی اگر قاضی نے شوہر کو حکم دیا ہووے کہ مفلسونکا سا نفقہ عورت کو دیوے اور بعد اسکے وہ توانگر ہوجاوے تو اُسکو توانگری کا نفقہ پورا دینا پڑیگا) اور جو مدت گذر چکی ہو اُسکا نفقہ بدون قاضی کے حکم کے یا رضامندی شوہر کے واجب نہین ہوتا اور شوہر اور عورت مین سے اگر ایک مرجاوے

توجو نفقہ کہ حاکم نے مقرر کیا ہو وہ جاتا رہتا ہی اور جو نفقہ کہ شوہر عورت کو دے چکا ہو اگر شوہر مر جاوے تو عورت سے وہ واپس نہ لیا جاویگا - اور شوہر اگر غلام ہو اور منکوحہ کا نفقہ نہ دوے تو اُسکے نفقہ مین بیچ ڈالا جاوے گا - اور لونڈی منکوحہ کا نفقہ جگہہ دینے سے واجب ہوتا ہے (یعنے اگر لونڈی کے آقا نے لونڈی اور اُسکے شوہر کو جگہہ علیحدہ رہنے کی دی ہو گی تو اُسکا نفقہ شوہر پر واجب ہو گا ورنہ واجب نہو گا) اور شوہر پر (عورت کے لیے) ایک مکان رہنے کو دینا واجب ہی جو شوہر کے گھر والون اور عورت کے گھر والون سے خالی ہو - اور جائز ہے عورت کے گھر والونکو اُس عورت کی طرف دیکھنا اور اُس سے باتین کرنی (جب اُنکا دل چاہے) اور جو شخص کہ غائب ہو اُسکے لڑکے اور ماں باپ اور منکوحہ کا نفقہ اُسکے اُس مال مین مقرر کیا جاوے جو دوسرے شخص کے پاس ہو اور وہ اقرار کرے (کہ یہ فلانے کا مال ہے) اور (یہ بھی اقرار کرے کہ) یہ عورت اُسی کی منکوحہ ہی اور منکوحہ سے ضمانت لے لیجاوے (کہ اگر اُسکی منکوحہ نہوئی تو نفقہ واپس کرنا پڑے گا) اور واجب ہے نفقہ اُس عورت کے لیئے جو طلاق کی عدت مین ہو نہ شوہر کی موت کی عدت والی کو اور نہ ایسی جدائی کی عدت والی کو جو عورت کی طرف سے ہوئی ہو (مثلاً عورت کے مرتد ہونیکے باعث جدائی ہوئی ہو تو اُسکی عدت کا نفقہ شوہر پر نہو گا - اور) اگر عورت کو تین طلاقین بائن ملین اور اُسکے بعد وہ مرتد ہو گئی تو جو نفقہ عدت کا اُسکے لیے لازم ہوتا وہ ساقط ہو جاویگا اور اگر عورت مذکور شوہر کے پسر کو اپنی ہم بستری پر قادر کرے تو نفقہ مذکور ساقط نہو گا - اور واجب ہے آدمی پر نفقہ اپنے بچے محتاج کا - اور ماں پر زبردستی نکیجاوے کہ بچے کو دودھ پلاوے بلکہ باپ کسی دودھ پلانیوالی کو نوکر رکھ لے کہ ماں کے پاس اُسکو دودھ پلاوے اور اگر اُسکی ماں منکوحہ ہو یا عدت مین تو اُسکو اجرت دودھ

پلانے کی نہ ہی اور بعد عدت کے ماں کو دودھ پلانے پر اجرت لینے کا زیادہ استحقاق
ہے بشرطیکہ زیادہ اجرت نہ مانگے۔ اور واجب ہے آدمی پر نفقہ اپنے ماں باپ اور اجداد اور
جدات کا اگر وہ محتاج ہوں۔ اور دین کے مختلف ہونے سے نفقہ واجب نہیں رہتا مگر
منکوحہ ہونے سے یا باپ بیٹا ہونے سے (یعنی اگر دو شخصوں کے دین میں اختلاف ہو
تو ایک کا نفقہ دوسرے پر نہیں واجب ہوتا لیکن دو صورتوں میں اول یہ کہ منکوحہ اہل کتاب
میں سے ہو دوم یہ کہ ماں باپ کافر ہوں یا بیٹا اور پوتا کافر ہوں کہ ان صورتوں میں باوجود
دین کے مختلف ہونیکے نفقہ لازم ہے) اور باپ اگر اپنی اولاد کو نفقہ دے یا لڑکا اپنے
ماں باپ کو نفقہ دے تو اس نفقے میں کوئی اور شریک نہوگا اور جو رشتہ دار محرم کہ محتاج اور
کمانے سے عاجز ہو اسکا نفقہ وارثوں پر بقدر وراثت ہوگا۔ اگر وہ توانگر ہوں (مثلاً ایک
شخص فقیر اور اپاہج ہے اور اسکے ایک بھائی اور ایک بہن ہے تو اسکا نفقہ بھائی پر دو حصہ
اور بہن پر ایک حصہ واجب ہوگا بشرطیکہ دونوں غنی ہوں) اور باپ کو اپنے نفقے کے لیئے
اپنے بیٹے کا اسباب بیچنا درست ہے مگر زمین اسکی فروخت کرنی درست نہیں اور اگر کسی شخص نے اپنی
امانت دوسرے کے پاس رکھی اور اس دوسرے نے اسکی بدون اجازت کے اسکو اسکے ماں باپ کے
نفقے میں اٹھا ڈالا تو اسکا تاوان دینا پڑیگا۔ اور اگر ماں باپ کے پاس کچھ مال بیٹے کا ہو اور
وہ خرچ کر ڈالیں تو ان پر کچھ تاوان نہیں پس اگر ماں باپ یا بیٹے یا قریب کے لیئے قاضی نے
حکم نفقے کا دیا اور ایک مدت گذر گئی کہ وہ نفقہ انکو نہ پہونچا تو نفقہ ایام گذشتہ کا ساقط
ہو جائیگا ہاں اگر قاضی انکو حکم قرض لینے کا کر دے اور وہ قرض لے لیویں تو ساقط نہوگا
(اس شخص کے ذمے لازم رہیگا) اور واجب ہے نفقہ غلام کا آقا پر اور اگر وہ انکار کرے نفقہ
دینے سے تو غلام کا نفقہ اسکی کمائی میں ہے (یعنے جو کچھ غلام کماوے اسمیں سے کھاوے)

اور اگر کوئی پیشہ اسکو نہ آتا ہو تو اسکے فروخت کر دینے کا حکم دیا جائیگا (تاکہ ہلاک نہو)

کتاب العتاق

اسمین آزاد کرنیکے مسئلے ہین (جاننا چاہیئے کہ آزاد کرنا ایک عمل مستحب ہے کہ حدیثون مین اسکے فضائل بہت واقع ہین انمین سے یہ ہے کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی آزاد کرے مسلمان بردے کو اللہ تعالیٰ اسکے ہر عضو کے بدلے مین آزاد کرنیوالے کے ہر عضو کو دوزخ کی آگ سے آزاد کرے) آزادی ایک ایسی قوت شرعی ہے جو غلام مین بعد آقا کی ملک کے دور ہونے اور بندگی کے جاتے رہنے کے ثابت ہوتی ہے۔ اور وہ درست ہوتی ہے جسوقت آزاد عاقل اور بالغ اپنے غلام لونڈی کو یہ کہے کہ تو آزاد ہے یا ایسا لفظ کہے جس سے تمام بدن بیان کیا جاتا ہے (مثلاً کہے کہ تیری گردن یا تیرا سر یا روح آزاد ہے) یا تو عتیق ہے یا معتق ہے یا محرر ہے یا مین نے تجکو آزاد کیا ان الفاظ سے آزاد ہو جاویگا نیت کرے یا نکرے (اسواسطے کہ یہ کلمات صریح آزاد کرنیکے ہین انمین نیت کی کچھ حاجت نہین) اور (اگر آقا یہ کہے کہ) میری ملک تجھ پر نہین خواہ (یون کہے کہ) میری بندگی تجھ پر نہین یا (یہ کہ) مجکو تجھپر اختیار نہین (تو انمین) اگر نیت آزادی کی کریگا تو غلام آزاد ہو جاویگا اور اگر یہ کہے کہ یہ غلام میرا بیٹا یا باپ ہے یا لونڈی میری ماں ہے یا کہے میرا مولیٰ ہے یا یون پکارے کہ اے میرے مولیٰ یا او آزاد یا او عتیق تو ان الفاظ سے آزاد ہو گا لیکن اگر یون کہے کہ او بیٹے یا او بھائی یا مجکو تجھ پر غلبہ نہین یا الفاظ طلاق کہے یا یون کہے کہ تو مثل آزاد کے ہے تو آزاد نہو گا اور آزاد ہوتا ہے ان الفاظ سے تو نہین ہے مگر آزاد اور تو آزاد ہے خدا کی رضا کے لیے یا شیطان کی رضا کے لیے یا بت کے لیئے اور آزاد ہو جاتا ہے قریب رشتہ دار (جو ذی رحم) محرم (ہو)

مالک ہونے کے سبب سے اگرچہ مالک لڑکا یا دیوانہ ہو (یعنے قریب محرم مالک ہونیکے
آزاد ہو جاتا ہے) اور اگر کوئی زبردستی سے آزاد کرادے یا حالت نشہ مین آزاد کرے تب بھی
آزاد ہو جاویگا اور اگر آزادی کو مالک ہونے یا کسی اور شرط پر مشروط کریگا تو درست ہوگا
(مثلاً یون کہے کہ اگر مین مالک ہون اس بندے کا تو یہ آزاد ہے یا فلان شخص آوے
تو میرا غلام آزاد ہے) اور اگر حاملہ لونڈی کو آزاد کرے تو وہ اور اسکا بچہ دونون آزاد ہو جاوینگے
(مترجم کہتا ہے کہ یہ صورت اسوقت ہے کہ بعد آزادی کے چھ مہینے سے کمتر مین بچہ پیدا ہو
اور اگر بعد چھ مہینے کے پیدا ہوگا تو بچہ بالاصالت آزاد نہوگا بلکہ ماں کی تبعیت سے آزاد ہوگا)
اور اگر حمل کو آزاد کریگا تو صرف بچہ آزاد ہوگا اسکی ماں آزاد نہ ہوگی۔ اور بچہ ملک اور آزادی
اور غلام ہونے مین اور مدبر اور مکاتب اور ام ولد ہونے مین ماں کا تابع ہوتا ہے (پس اگر
لونڈی ام ولد ہوگی اور اسکے بچہ آقا کے سوا کسی اور شوہر سے ہوگا تو وہ بھی ام ولد کے
حکم مین ہوگا یعنے بعد آقا کے مرنے کے ان کے ساتھ مین آزاد ہو جاویگا اور جو
بچہ کہ لونڈی کے آقا سے ہو وہ آزاد ہے۔

باب اس غلام کے بیان مین جسکا کچھ حصہ آزاد ہو جاوے

باب اس غلام کے بیان مین جسکا کچھ حصہ آزاد ہو جاوے جو شخص کہ اپنے غلام کا کچھ حصہ
آزاد کردے تو وہ سب آزاد نہین ہوتا (بلکہ اسیقدر آزاد ہوتا ہے جو مالک نے آزاد کیا ہے)
اور جو مقدار کہ آزاد نہین ہوئی اسکے لیئے آقا کو روپیہ کماوے اور اسکا حکم مثل مکاتب کے
ہے (یعنے مالک کو اختیار ہے چاہے باقی کو آزاد کرے یا باقی کی قیمت اسکی کمائی
سے لیوے اتنا فرق ہے کہ اگر یہ غلام کمانے سے عاجز ہو جاوے تو جسقدر آزاد ہوگیا ہے
وہ پھر سے غلام نہوگا بخلاف مکاتب کے کہ وہ عاجزی کی صورت مین پھر غلام ہو جاتا ہے)
اور اگر ایک غلام مین دو شریک تھے اور ایک نے اپنا حصہ آزاد کردیا تو دوسرے شریک کو اختیار ہے

چاہیے اپنا حصہ بھی آزاد کردے خواہ غلام سے اُسقدر کما لے اور اس صورت میں ولا (یعنی ترکہ غلام کا) دونون شریکوں کو پہونچیگا (یا یہ کرے کہ) جسنے اپنا حصہ آزاد کردیا ہے اُس سے اپنے حصے کے دام بھر لے بشرطیکہ وہ روپیہ والا ہو اور وہ آزاد کرنیوالا یہ دام غلام سے بعد آزادی کے لیوے اور اس صورت مین ولا صرف آزاد کرنے والے کو پہونچے گی (دوسرے شریک کو نہ پہونچے گی) اور اگر دونون شریک ایکدوسرے کے حصہ کے آزاد کرنے پر گواہی دین (یعنے ہر ایک یون کہے کہ اس شریک نے اپنا حصہ آزاد کردیا ہے) تو وہ غلام دونون مالکونکو اُنکے حصے کا روپیہ کما دے (اور آزاد ہوجاوے) اور اگر دونون شریکون مین سے ایک تو کسی شخص کے آنے پر کل کے روز مین آزاد ہونے کو مشروط کرے اور دوسرا اُسکے برعکس مشروط کرے کہ کل گذر جاوے اور معلوم نہو (کہ دونون شرطوئین سے کونسی ہوئی) تو غلام نصف آزاد ہوجاویگا اور اپنی آدھی قیمت دونون شریکونکو کماویگا (مثلاً ایک شریک نے کہا کہ اگر زید کل کو آویگا تو میرا غلام آزاد ہی اور دوسرے شریک نے کہا کہ اگر کل کو زید نہ آوے تو میرا غلام آزاد ہی اور کل کے روز مین معلوم نہوا کہ زید آیا یا نہ آیا تو غلام مذکور نصف آزاد ہوجاویگا اور نصفی اپنی قیمت دونون کو کماویگا) اور اگر دو شخصون نے اسی طرح قسم کھائی اپنی غلام کے علیحدہ علیحدہ آزاد ہونیکی تو دونون غلامون مین سے کوئی بھی آزاد نہوگا (مراد قسم سے یہان وہی مشروط کرنا ہی مثلاً ایک شخص نے کہا کہ اگر زید کل آوے تو میرا غلام آزاد ہے اور دوسرے نے کہا کہ نہ آوے تو آزاد ہی تو اگر آنا نہ آنا متحقق نہوگا تو کوئی آزاد نہوگا اور فرق دونون مسئلون مین یہی کہ پہلے مسئلے مین غلام مشترک تھا اور اس مسئلے مین دونونکے غلام الگ الگ ہین) ور اگر باپ دوسرے شریک کے ساتھ مین اپنے بیٹے کا مالک ہو تو حصہ باپ کا آزاد ہوجاویگا ور اُسکو شریک ثانی کو کچھ دینا نہ پڑیگا اور شریک کو اختیار ہی کہ یا اُسکو آزاد کردے یا اپنے

حصے کی قیمت کموالے۔ اور اگر ایک غلام کے نصف کو ایک اجنبی نے خریدا پھر باقی
نصف کو اُس غلام کے باپ نے خریدا تو مشتری اول کو پہونچتا ہے کہ وہ یا باپ سے اپنے حصہ کا
تاوان لے لے خواہ بیٹے سے کموالے۔ اور اگر باپ نے اپنے بیٹے کا نصف کسی کی پاس
سے مول لیا جو کل کا مالک تھا تو اس صورت میں باپ اس بائع کو تاوان نہ دیگا (بلکہ بائع یا باقی کو آزاد
کردے یا اُسکی قیمت اُس بیٹے سے کموالے) ایک غلام تین توانگروں کی شرکت میں ہے
ایک نے اُسکو مدبر کر دیا اور دوسرے نے آزاد کر دیا تیسرا چپ رہا (یہ تیسرا شخص) اپنے
حصے کا تاوان مدبر کرنے والے سے لیوے اور مدبر کرنے والا آزاد کرنے والے سے تہائی قیمت
غلام مدبر کی لے اُسقدر نہ لے جتنی کہ اُسنے تیسرے کو دی ہے (اسلیئے کہ وہ تو پورے
غلام کی تہائی تھی اور مدبر کا دام پورے کی دو تہائی کہتے ہیں تو چونکہ مدبر اسی نے کیا ہے
تو اس لیے مدبر ہی کی تہائی بھی لینی چاہیئے) اور اگر ایک شریک نے دوسرے سے کہا
کہ یہ لونڈی تیری ام ولد ہے اور اُسنے انکار کیا تو وہ لونڈی ایک روز منکر کی خدمت کرے
اور ایک روز بیٹھی رہے (یعنی مدعی کی خدمت نہ کرے) اور ام ولد کی کچھ قیمت نہیں تو
اگر اُن دونوں میں سے کوئی اپنا حصہ آزاد کردیگا تو دوسرے کو کچھ تاوان دینا نہ پڑے گا
ایک شخص کے تین غلام ہیں دو کو اُن میں سے کہا کہ تم میں سے ایک آزاد ہے اس کلام کے
بعد ایک چلا گیا اور تیسرا جو نہیں تھا وہ چلا آیا پھر اُس نے وہی کہا کہ تم میں سے ایک
آزاد ہے) اور اپنی نیت کا حال بدون بیان کیئے مر گیا تو اس صورت میں جو غلام دونوں
دفعہ میں وہاں موجود رہا اُسکی تین چوتھائی آزاد ہونگی اور جو ایک دفعہ رہا (یعنی دونوں باقی)
اُنکا نصف آزاد ہوگا (اور) اگر یہ معاملہ مالک کے مرض میں ہوا ہو (اور وہ بیان کرنے سے
پہلے مر جاوے) تو سوم حصہ ترکہ کا ان سہاموں پر تقسیم کیا جاویگا (اس لیے کہ مرض میں

آزاد کرنا وصیت کے حکم مین ہے اور وصیت ترکے کی تہائی سے جاری ہوتی ہے پس سات سہام کو تقسیم کرینگے تین سہام دفعہ دونون والی کو اور دو دو سہام اُن دونون کو اور یہ سات سہام مال مالک کی تہائی مین ہی ہونے چاہئیں) اور بیچنا اور آزاد کرنا اور مرنا اور ہبہ کرنا اور مدبر کرنا مبہم آزاد کرنیکا بیان ہوتا ہے (یعنے اگر دو غلامونکو کہا کہ تم مین سے ایک آزاد ہے بعد اُسکے اُنمین سے ایک کو بیچ ڈالا یا آزاد کردیا یا وہ مرگیا یا مدبر کردیا یا ہبہ کیا تو دوسرا آزاد ہوگا) اور صحبت کرنا بیان نہین (یعنے اگر اپنی دو لونڈیون کو کہا کہ ایک تم مین سے آزاد ہے بعد اُسکے ایک کے ساتھ صحبت کی تو اس سے یہ معلوم نہوگا کہ دوسری کی آزادی مراد تھی) اور صحبت اور موت طلاق مبہم کا بیان ہوا کرتی ہین (مثلاً اگر اپنی دو بیبیون کو کہا کہ تم مین سے ایک کو طلاق ہے پھر ایک کے ساتھ صحبت کی یا ایک مرگئی تو اس سے معلوم ہوگا کہ طلاق دوسری کو ہوئی) اور اگر شوہر کہے کہ اول بچہ جو تو جنے اگر وہ لڑکا ہو تو تو آزاد ہے پھر اُسکے ایک لڑکا اور لڑکی توام ہوئی اور معلوم نہوا کہ پہلے کونسا ہوا تو لڑکا تو غلام رہیگا اور لڑکی اور اُسکی ماں نصف آزاد ہوجاوینگے (اسلیئے کہ لڑکے کا اول پیدا ہونا شرط آزادی کی ہے تو وہ ہر حال مین غلام ہے خواہ اول پیدا ہو یا پیچھے اور اُسکی ماں اور بہن مین آگے پیچھے ہونے ولادت کی رو سے شبہہ آزادی کا ہے کہ شاید لڑکا اول ہوا ہوگا تو آزاد ہونگے اسی لیئے دونون آدھے آزاد ہونگے ماں اصل مین آزاد ہوگی اور لڑکی اُسکے ساتھ مین) اور اگر دو گواہ کسی شخص پر گواہی دین کہ اُس نے اپنے دو غلامون یا دو لونڈیون مین سے ایک کو آزاد کیا ہے تو یہ گواہی لغو اور نامقبول ہوگی (اسلیئے کہ جسکے لیئے گواہی دیتے ہین وہ معلوم نہین) ہان اگر (یہ صورت) وصیت مین (واقع ہو کہ مرض مین اُسنے ایسا کیا ہے) یا طلاق مبہم مین (اسطرح کی گواہی ہو تو) مقبول ہوگی (اسواسطے کہ وصیت مین طرفداری یا

وصی ہوگا یا وارث ہوگا اور وہ معلوم ہین اور طلاق مین اسلیئے مقبول ہوگی کہ دعوی طلاق مین شرط نہین پس بدون معلوم ہونے طرفثانی کے بھی شہادت مانی جاوے گی۔

باب آزادی کو کسی چیز پر مشروط کرنے کے بیان مین۔ اگر کسی شخص نے یون کہا کہ مین اگر گھر مین جاؤن تو اس روز میرے جتنے مملوک ہین آزاد ہین حالانکہ اسوقت اس کے ملک مین کوئی غلام لونڈی نہین تو شرط کرنیکے پائے جانے سے وہ مملوک آزاد ہوجاوینگے جو اسکے ملک مین بعد اس شرط کرنیکے آئے ہین اور اگر لفظ (اس روز) نکہے گا تو جن مملوکون کا مالک بعد اس شرط کے ہوگا وہ آزاد ہونگے اور کلمہ مملوک حمل پر واقع نہین ہوتا (تو حمل اس شرط سے خارج رہیگا اور) اگر یہ کہے کہ جتنے میرے مملوک ہین یا مین انکا مالک ہون وہ کل کو آزاد ہین یا میرے مرنیکے بعد آزاد ہین تو اسمین صرف وہ مملوک شامل ہونگے جنکا وہ شخص شروع اس شرط لگانے سے مالک ہے (وہ نہ شامل ہونگے جنکو بعد اس شرط کے خریدیگا) اور اگر وہ شخص مرجاویگا تو اسکے مال کی تہائی سے وہ مملوک بھی آزاد ہونگے جنکا وہ بعد شرط کے مالک ہوا ہی (جیسے شرط کے وقت کے مملوک آزاد ہوتے ہین اس لیئے کہ یہ اسکا قول وصیت کے حکم مین ہے تو اسلیئے سوم حصہ مال سے جاری ہوگی۔

باب مال کے عوض مین آزاد کرنے کے بیان مین۔ اگر کوئی شخص اپنے بندے کو مال پر آزاد کرے اور وہ غلام اسکو قبول کرے تو آزاد ہوجاویگا۔ اور اگر آزاد ہونے کو مال کے ادا کرنے پر مشروط کردے تو وہ غلام تجارت مین ماذون ہوگا (یعنی اجازت تجارت کی اسکو آقا کی طرف سے ہوجاویگی) اور مال مشروط کو آقا کے سامنے رکھنے سے آزاد ہوجاویگا (یعنے یہ ضرور نہین کہ غلام کے آزاد کرنے کو مالک قبول بھی کرے بلکہ مال کا سامنے رکھدینا کافی ہی) اور اگر کہے کہ تو میری موت کے بعد ہزار کے بدلے مین آزاد ہے تو

باب آزادی کو کسی چیز پر مشروط کرنے کے بیان مین

باب مال کے عوض مین آزاد کرنے کے بیان مین

غلام کا قبول کرنا مالک کی موت کے بعد معتبر ہوگا اور اگر غلام کو اپنی ایک سال کی خدمت کے عوض آزاد کرے اور وہ غلام قبول کرلے تو اُسیوقت آزاد ہو جاوے گا اور مالک کی خدمت ایک برس کرنی ہوگی اور اگر مالک خدمت لینے سے پہلے مرجاوے تو اوس غلام آزاد کو اپنی قیمت مالک کے ورثہ کو دینی پڑیگی۔ اور اگر ایک شخص نے لونڈی کے مالک سے کہا کہ تو اُسکو ہزار کے عوض اس شرط سے آزاد کردے کہ اُسکا نکاح مجھ سے کردے پس مالک نے اُسکو آزاد کیا اور لونڈی نے اُس شخص کے ساتھ نکاح کرانے سے انکار کیا تو وہ مفت مین آزاد ہو جاویگی (اسلیے کہ شرط ہزار کی پوری نہوئی) اور اگر (اُس شخص نے) اتنا (اور) زیادہ کہا کہ (اُس لونڈی کو میریطرف سے ہزار کی عوض آزاد کردے الخ) تو (اس صورت مین) ہزار کو اس لونڈی کی قیمت اور اُسکے مہر مثل پر بانٹا جاویگا تو جس قدر اُسکی قیمت کے مقابل (حصہ رسد ہزار مین سے) ہوگا وہ اُس شخص کو مالک کے حوالے کرنا واجب ہوگا (اور جس قدر مہر مثل کے مقابل پڑے گا اُتنا دینا نہ آوے گا وہ نکاح نہونے کی جہت سے جاتا رہا)

باب مملوک کے مدبر کرنے کے بیان مین۔ مدبر کرنا یہ ہے کہ مملوک کی آزادی کو اپنی موت مطلق پر مشروط کردے مثلاً (یہ کہے کہ) جب مین مرون تو تو آزاد ہے یا تو آزاد ہے جسدن مین مرجاؤن یا میرے بعد تو مدبر ہے۔ یا تجکو مین نے مدبر کیا پس (اسطرحکا غلام) نہ بیچا جاوے نہ ہبہ کیا جاوے لیکن اُس سے کار خدمت لیا جاوے اور مزدوری پر بھیجا جاوے اور اگر لونڈی ہو تو اُس سے صحبت کیجاوے اور اُسکا نکاح کردیا جاوے اب مالک کے مرنے پر مدبر کے تین حال ہین۔ اگر مالک توانگر ہو تب مدبر اُسکے تہائی مال مین سے بالکل آزاد ہو جاوے گا اور اگر وہ فقیر ہو تو تہائی آزاد ہوگا اور اپنی دو تہائی

باب مملوک کے مدبر کرنے کے بیان مین

قیمت مالک کے وارثون کو کما دینی پڑیگی اور اگر مالک قرضدار ہو تو اپنی کل قیمت کما دینی ہوگی اور جس صورت مین کہ مالک کہے کہ اگر مین اپنے اس مرض خواہ اس سفر سے مرجاؤن یا دس برس تک مرجاؤن تو تو آزاد ہی یا فلان شخص کے مرنے کے بعد تو آزاد ہی تو ان صورتون مین اسکا بیچنا درست ہے (یعنے وہ مدبر نہوگا) اور اگر (ان صورتون مین) شرط پائی جاویگی تو وہ آزاد ہوجاوے گا (اس لیے کہ یہ صورتین مشروط آزادی کی ہین مدبر کرنے کی نہین)۔

باب ام ولد بنانے کے بیان مین۔ اگر کسی لونڈی کے مالک سے اولاد ہو تو اسکو دوسرے کی ملک کرنا (یعنے بیچنا اور ہبہ کرنا) درست نہین لیکن اس سے صحبت کرنی اور خدمت کرنی اور مزدوری کرانی اور دوسرے سے اسکا نکاح کرنا جائز ہے پھر اگر دوسری دفعہ اسکے اولاد ہو تو اس بچے کا نسب مالک سے بدون اسکے دعوی کے ثابت ہوگا بخلاف اول دفعہ کی اولاد کے (کہ وہ بدون دعوی مالک کے ثابت نہوگا) اور دوسری دفعہ کے بچے کے نسب کا اگر مالک منکر ہوگا تو اسکا نسب اس سے الگ ہوجاویگا اور وہ لونڈی مالک کے مرنے پر اسکے کل مال مین سے آزاد ہوجاویگی اور اپنی قیمت مالک کے قرضخواہ کے واسطے نہ کماوے گی۔ اور اگر نصرانی شخص کی ام ولد مسلمان ہوجاوے تو چاہیئے کہ وہ اپنی قیمت مالک کو کمادے (اسلیے کہ مسلمان عورت کا نصرانی کے ماتحت رہنا جائز نہین) اور اگر کوئی لونڈی نکاح کے سبب بچہ جنے پھر اسکا شوہر اسکا مالک ہوجاوے تو وہ لونڈی اس شخص کی ام ولد ہوجاویگی۔ اور اگر ایک لونڈی دو مردون مین مشترک ہو اور وہ بچہ جنے اور ان دونون مین سے ایک اسکا مدعی ہو تو اس بچے کا نسب اس سے ثابت ہوگا اور وہ لونڈی اسکی ام ولد ہوجاوے گی اور اسکو لازم ہوگا کہ آدھی قیمت لونڈی کی اور آدھی اجرت

باب ام ولد بنانے کے بیان مین

صحبت کی حوالے اپنے شریک کے کرے اُس بچے کی قیمت کچھ نہ دے اور اگر وہ دونوں شریک اس بچے کے مدعی ہوں اُسکا نسب دونوں سے ثابت ہوگا اور وہ لونڈی دونوں کی اُم ولد ہوگی اور ہر ایک پر انمیں سے نصف اُجرت صحبت کی لازم ہوگی آپس مین مجرا دیوین (یعنے نہ یہ اُس سے لے نہ وہ اس سے اس لیے کہ ہر واحد پر دوسرے کا حق برابر ہے) اور اگر ان شریکوں مین کوئی مرگیا تو وہ بچہ ہر ایک کے ترکے مین سے پوری میراث بیٹے کی پاویگا۔ اور اگر وہ انکے سامنے مرجاویگا تو اُسکے ترکے مین ان دونوں کو ایک باپ کا حصہ ملیگا (اُسکو دونوں باہم تقسیم نصفا نصف کرلین) اگر ایک شخص کے پاس غلام مکاتب ہی اور مکاتب کے پاس لونڈی ہی اُس شخص نے اُس لونڈی کے بچے کا دعویٰ کیا اور مکاتب نے اُسکے قول کی تصدیق کی تو نسب لازم ہوگا اور اجرت صحبت کی اور قیمت بچے کی اپنے مکاتب (یعنے لونڈی کے مالک کو) حوالے کرنی پڑے گی اور وہ لونڈی اُس شخص کی ام ولد ہوگی اور اگر مکاتب نے اُسکو دعوے مین جھٹلایا تو نسب اُس سے ثابت نہوگا۔

کتاب الایمان

اسمین قسموں کا بیان ہے۔ قسم اُسکو کہتے ہین کہ خبر کے سچ یا جھوٹ کو ایسی چیز کے ذکر سے مضبوط کرے جسکے نام کی قسم کھائی ہی۔ پھر قسم کی تین قسمین ہین اول یہ کہ کسی گذشتہ معاملے پر جان بوجھکر جھوٹی قسم کھاوے اُسکو غموس کہتے ہین دوسرے یہ کہ ظن غالب کی راہ سے قسم کھاوے یہ وہ قسم لغو ہے اول صورت مین گناہگار ہوتا ہی دوسری مین نہین ہوتا تیسرے یہ ہے کہ کسی امر آیندہ پر قسم کھاوے یہ قسم منعقد ہی اور صرف اسمین اگر قسم کے خلاف کریگا تو کفارہ لازم آویگا (یعنے غموس

اور لغو قسم مین کفارہ واجب نہین) اور قسم منعقد کو کسی کی زبردستی سے کھاوے یا
بھولکر کھاوے اور اسکا خلاف خواہ کسی کی زبردستی سے کرے یا بھولکر کرے سب طرح سے
کفارہ لازم آتا ہی اور قسم خدا تعالی کی اور رحمٰن اور رحیم اور اسکی عزت اور اسکی بزرگی اور اسکی
کبریائی کی ہوتی ہی اور اسکے الفاظ یہ ہین قسم کھاتا ہون اور حلف کرتا ہون اور گواہی
دیتا ہون گو خدا کی گواہی دیتا ہون نہ کہے اور لعمر اللہ اور ایم اللہ اور عہد خدا کی قسم اور
پیمان خدا کی قسم اور مجھ پر نذر ہی یا خدا تعالی کی نذر ہی اور اگر مین یہ کام کرون تو کافر ہون
(یہ سب کلمات قسم کے ہین) اور خدا کے علم اور غضب اور غصہ اور رحمت کی قسم اور
اسکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اور قرآن کی اور کعبے کی اور خدا کے حق کی قسم کھانے سے
قسم نہین ہوتی اور اگر مین یہ کام کرون تو مجھ پر خدا کا غضب اور غصہ ہو یا مین زانی یا چور یا
شراب خوار یا سود خوار ہون ان (کلمات) سے بھی قسم نہین ہوتی اور قسم کے حروف
عربی مین ب اور و اور ت ہین (مثلاً باللہ اور واللہ اور تاللہ) اور کبھی حرف قسم
پوشیدہ بھی ہوتا ہی (جیسے اللہ کہے اور مراد واللہ کہنے سے ہو) اور (اگر قسم کے خلاف
کام کرے تو) اسکا کفارہ ایک بردے کا آزاد کرنا یا دس مسکینون کو کھانا کھلانا جسطرح
ان دونون باتونکا ذکر ظہار مین گذرچکا ہی یا دس آدمیونکو کپڑا پہنانا اس طرح کہ ان کا
بدن اکثر ڈھک جاوے پس اگر یہ دونون باتین نہو سکین تو تین روزے پیہم رکھے اور قسم کے
خلاف کرنے سے بیشتر کفارہ نہ دے۔ اور جو شخص کسی گناہ کے کام کرنے کے لئے قسم کھاوے
تو اسکو چاہیئے کہ اپنی قسم کے خلاف عمل کرے اور قسم کا کفارہ دیوے۔ اور کفارہ قسم کا
کافر پر لازم نہین گو قسم کے خلاف حالت مسلمانی مین کرے اور جو کوئی اپنی ملک کو اپنے
اوپر حرام کرلے وہ حرام نہین ہوتی پس اگر اسکو استعمال مین لاوے تو کفارہ دے۔ اور اگر

یون کہے کہ ہر ایک حلال چیز مجھ پر حرام ہے۔ یہ قسم کھانے اور پینے کی چیزون پر ہوگی اور فتوی اسپر ہے کہ اس کلام سے اُسکی بی بی بدون نیت طلاق کے بائن ہو جاتی ہے۔ اور جو شخص کوئی نذر مطلق یا مشروط کسی شرط پر کرے اور وہ شرط پائی جاوے تو اوہی نذر پوری کرے خواہ نذر مطلق ہو یا مشروط لیکن اگر قسم مین کلمہ انشاء اللہ ملادے تو قسم نہوگی (اور اُسکے خلاف کرنے سے کچھ لازم نہ آوے گا)۔

باب اندر جانے اور نکلنے اور رہنے اور آنے وغیرہ پر قسم کھانے کے بیان مین۔

اگر کسی نے قسم کھائی کہ مین گھر کے اندر نہ جاؤنگا تو کعبے مین اور مسجد مین اور گرجا اور یہودیونکے مندر مین اور گھر کی ڈیوڑھی اور راستے کے چھتے اور صفے مین جانے سے اُسکی قسم نہ ٹوٹیگی (صُفّہ اُسکو کہتے ہین کہ تین دیوارون پر چھت ڈالدی جاوے) اور اگر قسم کھائی کہ کسی گھر مین نجاؤنگا اور پھر گھر مین ڈھنے کے بعد داخل ہوا تب بھی قسم نہ ٹوٹے گی اور اگر قسم کھائی کہ اس گھر مین نجاؤنگا اور اُسکے گرجانے کے بعد اُس مین جاوے تو قسم کے خلاف ہو جاویگا اگرچہ وہ مکان ٹوٹ کر دوسرا بنگیا ہو۔ اور اگر مکان مذکور ٹوٹنے کے بعد باغ یا مسجد یا حمام یا کوٹھری ہوگیا ہو تو اُسمین جانے سے قسم نہ ٹوٹے گی اسیطرح اگر کہے کہ اس کوٹھری مین نجاؤنگا اور وہ ویران ہو جاوے یا اُسکی جگہہ دوسرا مکان بنجاوے تو اُس مین جانے سے قسم نہ ٹوٹیگی اور جو شخص کہ گھر کی چھت پر کھڑا ہو وہ مکان مین داخل ہے اور اگر دروازے کی محراب مین کھڑا ہو وہ مکان کے اندر نہین۔ اور پوشاک اور سواری اور رہنے پر ٹھہرا رہنا ایسا ہے کہ گویا اب شروع کیا ہے یعنی اگر یون قسم کھائے کہ مین اس کپڑے کو نہ پہنونگا حالانکہ پہنے ہوئے ہے یا کہے کہ اس گھوڑے پر سوار نہونگا اور اسوقت سوار ہے یا کہے کہ اس گھر مین نرہونگا حالانکہ رہتا ہے

اور اسی حالت پر ٹھہرا رہے تو قسم ٹوٹ جاویگی) اور اگر یون کہے کہ مین اس گھر مین داخل
نہونگا اور آپ وہین موجود ہو اور ٹھہرا رہے تو اس ٹھہرنے سے قسم نہ ٹوٹیگی اور اگر یہ قسم کھاوے
کہ مین اس مکان مین یا اس کوٹھری یا اس محلے مین نرہونگا اور خود تو چلا گیا مگر اُس کا
اسباب اور گھر کے لوگ رہ گئے تو قسم ٹوٹ جاویگی بخلاف شہر کے (یعنی اگر اس بات
کی قسم کھائی کہ شہر مین نرہونگا اور خود نکل گیا اور اسباب اور اہل و عیال شہر مین رہے
تو قسم نہ ٹوٹیگی) اور اگر قسم کھاوے کہ مین نہ نکلونگا پھر اُسکی اجازت سے لوگ اُسکو اٹھا لائے
تو قسم ٹوٹ جائیگی اور اگر اُسکی اجازت سے اُسکو نہین اٹھایا بلکہ خود لے آئے خواہ وہ
راضی تھا یا زبردستی سے لے آئے تو قسم نہ ٹوٹیگی جیسے اس صورت مین کہ قسم کھائی کہ بجز
صرف جنازے ہی کے لیے نکلونگا اور پھر جنازے کے لیئے نکلے اور جنازے کے بعد
اپنے کسی کام کو جاوے تو قسم نہ ٹوٹیگی اور اگر قسم کھائی کہ مکے کو نہ نکلونگا یا نجاؤنگا پھر
مکے کے ارادے سے نکلے اور اثنا راہ سے پھر آوے تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر یون کہے
کہ مکے مین داخل نہونگا اور وہی صورت ہو جو مذکور ہوئی تو قسم نہ ٹوٹیگی اور اگر قسم کھاوے
کہ مین فلان شخص کے پاس ضرور آؤنگا اور نہ آیا یہانتک کہ مرگیا تو اُسکی قسم زندگی
کے آخر مین ٹوٹیگی۔ اور اگر قسم کھاوے کہ مجھ سے ہو سکیگا تو فلان کے پاس ضرور آؤنگا تو
اس ہوسکنے سے مراد بدن کی تندرستی ہوگی (یعنی بشرط خیریت ضرور آؤنگا اور بشرط قدرت
مراد نہوویگا جسکے یہ معنے ہین کہ تمام اسباب اوپر نیچے کے موجود ہون اور سب موانع
اندر باہر کے برطرف ہون کہ اس حال مین معلول کا موجود ہونا واجب ہوجاتا ہے) اور
اگر وہ شخص ان الفاظ سے بشرط قدرت ہی ارادہ کرے تو دیانت کی راہ سے مان لیا جاوے
(یعنے یہ نیت اُس معاملے مین کہ اُس سے اور خدا تعالی سے پڑیگا مقبول ہوگی مگر قاضی کی

عدالت مین مقبول نہوگی اُسکے نزدیک بشرط خیریت ہی سمجھا جاویگا) اور اگر قسم کھائی کہ
میری منکوحہ بجز میری اجازت کے نہین نکلیگی تو ہر نکلنے کیواسطے علیحدہ اجازت شرط ہوگی
(ورنہ قسم ٹوٹ جاویگی) بخلاف اسکے کہ یون کہے کہ میری عورت نہ نکلے مگر یہ کہ مین اجازت
دون یا (نہ نکلے) جبتک مین اجازت ندون (تو اس صورت مین ہر نکلنے کے لیے علیحدہ
اجازت ضرور نہوگی بلکہ اول بار نکلنے کے واسطے اجازت چاہیئے) اور اگر عورت نے نکلنے کا
ارادہ کیا یا اپنے غلام کو مارنا چاہا تو شوہر نے کہا کہ اگر تو نکلے یا غلام کو مارے تو تو طالق ہے
تو یہ طلاق اُسی نکلنے اور مارنے پر مشروط ہوگی (یعنے اگر عورت اُسوقت نکلنے یا مارنے
سے باز رہے اور پھر نکلے یا مارے تو طلاق نہ پڑیگی جیسے اس صورت مین کہ ایک شخص سے
کہا کہ بیٹھ جا میرے پاس کھانا کھالے اُسنے جوابدیا کہ اگر مین کھانا کھاؤن تو میرا غلام آزاد ہی
تو یہ آزادی اُسیوقت کے کھانے پر مشروط ہوگی) اور قسم کے ٹوٹنے مین غلام کی سواری خود
اُس شخص کی ہوگی بشرطیکہ وہ غلام کی سواری کی بھی نیت قسم مین کرلے اور ایک یہ کہ غلام کے ذمے قرض
کسیکا نہو (اور اگر قرض ہوگا تو غلام کی سواری خود اُسکی نہوگی گو وہ نیت بھی کرے اس مسئلے کی صورت
یہ ہے کہ مالک کہے کہ مین اگر اپنی سواری پر سوار ہون تو مثلاً میرا غلام آزاد ہے اور نیت کرلے کہ
سواری خواہ میری ہو یا میرے غلام کی مگر اُس غلام پر کسیکا قرض نہو تو اس صورت مین اگر
وہ اپنے غلام کی سواری پر سوار ہوگا تو اُسکا غلام آزاد ہو جاوے گا)۔

باب کھانے پینے پہننے کلام کرنے پر قسم کے بیان مین۔ اگر قسم کھاوے کہ اس درخت
مین سے نہ کھاؤنگا تو اسکا میوہ کھانے سے قسم ٹوٹ جاویگی۔ اور اگر یون کہا کہ ان کچے
چھوہارون یا پکونکو نہ کھاؤنگا یا اس دودھ کو نہ پیونگا تو جس صورت مین کچے کو معین
کیا تھا اُسمین پکوں کے کھانے سے اور پکونکی صورت مین خشک کے کھانے سے اور دودھ

باب کھانے پینے کی قسم کے بیان مین

کی صورت مین اُسکے دہی کے کھانے سے قسم نہ ٹوٹیگی۔ لیکن اگر کہا کہ اس لڑکے سے یا اس جوان سے نہ بولونگا یا اس بھیڑ کے بچے کو نہ کھاؤنگا تو اگر اس لڑکے سے جوانی مین بولیگا یا جوان سے اُسکے بوڑھا ہونے پر کلام کریگا یا بچے کو بڑا ہونے پر کھاویگا تو قسم ٹوٹ جاویگی۔ اور اگر کہے کہ مین کچے چھوہارے نہ کھاؤنگا اور پختہ کھاوے تو قسم نہ ٹوٹیگی اور اگر کہے کہ پختہ چھوہارے یا کچے نہ کھاؤنگا یا یون کہے کہ نہ پکے کھاؤنگا نہ خام تو مذنب یعنی گدرے کھانے سے قسم ٹوٹ جاویگی (اور مذنب کچے چھوہارے کو کہتے ہین جو ایکطرف سے پکنا شروع ہوگیا ہو یا پکا ہو اور تھوڑا سا کچا رہا ہو) اور اگر کہے کہ مین تر چھوہارے نخریدونگا پھر خوشہ کچے چھوہارونکا مول لے جسمین کچھ تر بھی ہون تو قسم نہ ٹوٹیگی اور اگر کہے کہ گوشت نہ کھاونگا تو مچھلی کھانے سے قسم نہ ٹوٹے گی اور سور اور انسان کا گوشت اور کلیجی اور اوجھ گوشت ہے (یعنے اگر قسم کھاوے کہ گوشت نکھاونگا تو ان چیزونکے کھانے سے قسم ٹوٹ جاویگی اور) اگر کہے کہ چربی نہ کھاؤنگا اور پیٹھ کی چربی کھاوے یا کہے کہ گوشت کو یا چربی کو نہ کھاؤنگا اور پھر دنبہ کی چکتی کھاوے یا کہے کہ ان گیہوونکو نہ کھاونگا اور اُنکی روٹی کھاوے تو ان صورتون مین قسم ٹوٹ جاویگی۔ اور اگر کہے کہ اس آٹے کو نہ کھاؤنگا تو اُسکی روٹی کھانے سے قسم ٹوٹے گی خشک کھانے سے نہ ٹوٹیگی اور روٹی (کی اگر قسم کھاوے تو اُس سے) وہ مراد ہوگی جو اُسکے شہر والون کو عادت ہو۔ اور بھنی اور پکے کی قسم سے گوشت مراد ہوتا ہی اور سری کھانے کی قسم مین وہ مراد ہوگی جو اُس شہر مین بکتی ہو (یعنی جونسی سری شہر مین بکتی ہو خواہ گاے کی ہو یا بکری کی قسم مین وہی معتبر ہوگی) اور میوے سے غرض سیب اور خربزہ اور زرد آلو ہی۔ انگور اور انار اور خرمائے تر اور کھیرا ککڑی مراد نہین اور سالن کی قسم سے وہ مراد ہوگا جسمین روٹی ترکیجاوے جیسے سرکے اور نمک اور زیتون

کا تیل اس مین گوشت اور انڈا اور پنیر داخل نہین۔ اور صبح کے کھانے سے مراد فجر کے
بریان
کہ ظہر کے وقت تک ہی اور شام کے کھانے سے غرض ظہر کے وقت سے آدھی رات
تک ہی اور سحر سے مراد آدھی رات سے صبح تک ہی۔ اگر کہے کہ مین اگر کھاؤن یا پیون یا
پہنون تو ایسا ہو اور نیت کرے کسی معین کھانے پینے پہننے کی چیز کی تو اسکی نیت نہ حکم
قاضی مین مانی جاویگی نہ دیانت کی رو سے ہان اگر یون کہیگا کہ مین اگر کھانیکی چیز کھاؤن
یا پینے کی چیز پیوٗن یا کپڑا پہنون تو ایسا ہو تو اس صورت مین اگر معین چیز کی نیت کریگا
تو دیانت کی راہ سے مان لیا جاویگا (مگر قاضی کے یہان معتبر نہوگا) اگر قسم کھاوے کہ مین
گنگا سے پانی نہ پیونگا تو مراد منھ سے پانی پینے سے ہوگی (بدون کسی برتن کے) بخلاف
اسکے کہ کہے کہ گنگا کا پانی نہ پیونگا (اس صورت مین اگر برتن مین لے کر بھی پیویگا تو قسم
ٹوٹ جاویگی اگر یون کہے کہ اگر مین آج اس کوزے کا پانی نہ پیون تو ایسا ہو حالانکہ
اس کوزے مین پانی نہو یا ہو اور اسکو گرا دیا جاوے یا وہ شخص ان الفاظ کو مطلق
کہے قید آج کی نہ لگاوے اور کوزے مین پانی نہو تو ان سب صورتون مین قسم نہ ٹوٹیگی اور اگر
پانی ہو اور گرا دیا جاوے تو قسم ٹوٹ جاویگی۔ اگر قسم کھاوے کہ مین آسمان پر چڑھونگا یا اس پتھر
کو سونا بناؤنگا تو اسی وقت قسم ٹوٹ جاویگی اور کفارہ دینا پڑیگا (اسلیے کہ امور ممکن نہین)
اگر قسم کھاوے کہ فلانے سے نہ بولونگا پھر اسکو سوتے مین پکارا کہ وہ جاگ اٹھا تو قسم
ٹوٹ جاویگی اور اگر یہ کہا تھا کہ اس سے بدون اسکی اجازت کے کلام نکرونگا اور اس
شخص نے اجازت تو دی مگر اسکو اجازت کا حال معلوم نہوا اور کلام کیا تب بھی قسم
ٹوٹ جاویگی اور اگر یون کہے کہ مین ایک مہینے تک نہ بولونگا تو شروع اس مہینے کا
اسوقت سے معتبر ہوگا جب کہ اسنے قسم کھائی ہی اور اگر یہ کہے کہ مین تکلم نکرونگا اور قرآن یا

تسبیح پڑھے تو قسم نہ ٹوٹیگی (اسلیے کہ عرف مین اسکو تکلم نہین کہتے بلکہ تلاوت اور تسبیح پڑھنا بولتے ہین) اگر یون کہے کہ جس دن فلان شخص سے بولون تو ایسا ہو تو اس سے دن اور رات دونون سمجھے جاوینگے اور اگر اُس نے قسم کے وقت اس کلام سے دن ہی کی نیت کی نہ رات کی تو مان لیا جاویگا لیکن اگر یہ کہے کہ جس رات فلان سے بولون تو ایسا ہو تو اس کلام سے خاص رات ہی مراد ہوگی (دن اسمین مقصود نہوگا) اور اگر کہے کہ اُس سے نہ بولونگا مگر اُس صورت مین کہ زید آجاوے یا کہے کہ مگر اُس صورت مین کہ وہ اجازت دے یا جبتک کہ وہ اجازت دے پھر اُسنے زید کے آنے سے پہلے اور اُسکی اجازت سے بیشتر کلام کیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر ان دونون باتون کے بعد بولیگا تو قسم نہ ٹوٹیگی۔ اور اگر زید مر جاوے تو حکم قسم کا جاتا رہیگا۔ اور اگر قسم کھاوے کہ فلانے کا کھانا نہ کھاؤنگا یا اُسکے گھر مین نہ جاؤنگا یا اُسکا کپڑا نہ پہنونگا یا اُسکی سواری پر سوار نہونگا یا اُسکے غلام سے نہ بولونگا ان صورتون مین اگر ان چیزونکی طرف اشارہ کرکے کہے (کہ اُسکے اس کھانے کو یا اس گھر مین یا اس کپڑے کو وغیرہ) اور پھر ان چیزون پر سے مالک کی ملک جاتی رہے اور قسم والا وہ کام کرے تو اُسکی قسم نہ ٹوٹیگی جیسے کہ نئی ملک مین (یعنی مالک اگر دوسرا کھانا یا گھر مول لے تو اس کھانا کھانے اور نئے گھر کے اندر جانے سے قسم نہ ٹوٹیگی) اور اگر ان چیزون کی طرف اشارہ نکرے تو مالک کی ملک کے جاتے رہنے کے بعد ان کامونکے کرنے سے قسم نہ ٹوٹیگی مگر اُسکی نئی خریدی ہوئی چیزون سے قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر کہے کہ فلان کے دوست یا اُسکی بی بی سے نہ بولونگا اور اشارہ کردیا تو ان دونون سے جب اُسکی دوستی اور زوجیت جاتی رہیگی اُسوقت بھی اگر کلام کریگا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر اشارہ نکرے گا تو قسم نہ ٹوٹیگی ہان اگر اُسکے نئے دوست اور نئی منکوحہ سے بولے گا تو ٹوٹیگی۔ اور اگر یہ کہا کہ اس چادر کے مالک سے نہ بولون گا اور

مالک نے وہ چادر بیچ ڈالی تب اُسنے اُس سے کلام کیا تو قسم ٹوٹ جاویگی اگر قسم مین لفظ الحین اور الزمان یا ان دونون کو نکرہ بولے (یعنے حین اور زمان کہدیا) تو یہ وقت چھ مہینے کا ہوگا (مثلاً اگر کہے کہ یہ کام ایک حین تک نکرونگا تو چھ مہینے مراد ہونگے) اور اگر الدہر اور الابد کہا تو تمام عمر ہوگی اور اگر دہر کو نکرہ کہا تو مجمل ہے (یعنے اسکی مقدار یقینی معلوم نہین) اور اگر الایام یا ایام کثیرہ کہا یا مہینون اور برسون کہا تو دس مراد ہونگے اور اگر انکو نکرہ بولے گا تو تین مراد ہونگے۔

باب طلاق دینے اور آزاد کرنیکے باب مین قسم کے بیان مین۔ اگر کوئی شخص یون کہے کہ اگر تو بچہ جنے تو تو طالق ہے یا لونڈی کو کہے کہ تو آزاد ہے اور لڑکے بچہ مردہ پیدا ہو تو اس شخص کی قسم ٹوٹ جاویگی (یعنے طلاق پڑجاویگی اور لونڈی آزاد ہوجاویگی) لیکن اگر اُسنے کہا تھا کہ تو بچہ جنے تو وہ بچہ آزاد ہے اور اُسکے بچہ مردہ پیدا ہوا تو اس بچے کے آزاد ہونیکا حکم نکرینگے (اور اُسکی قسم باقی رہیگی) اور اگر یون کہا کہ جس غلام کا مین اول مالک ہون تو وہ آزاد ہے پس اگر ایک غلام کا مالک ہوگا تو وہ اس قسم کی رو سے آزاد ہوجاویگا اور اگر پہلے دو غلامون کا مالک ایک ساتھ ہو پھر تیسرے کا مالک ہو تو ان تینون مین سے کوئی بھی آزاد نہوگا۔ اور اگر یون کہے کہ جس تنہا غلام کا مین اول مالک ہون وہ آزاد ہے تو البتہ اس صورت مین تنہا کی قید سے تیسرا غلام آزاد ہوجاویگا اور اگر یون کہا کہ پچھلا بندہ جسکا مین مالک ہون وہ آزاد ہے پھر وہ مالک ہوا ایک غلام کا پھر دوسرے غلام کا اور اُس کے بعد مرگیا تو دوسرا غلام اُس شخص کی ابتداء ملکیت سے آزاد ہوگا۔ اگر یہ کہے کہ جو غلام مجکو خوشخبری فلان معاملے کی سناویگا وہ آزاد ہے پھر تین غلامون نے علیحدہ علیحدہ وہی خوشخبری اُسکو سنائی تو جس نے اول سنائی

باب طلاق دینے اور آزاد کرنے کی قسمین

ہوگی وہ آزاد ہوگا اور اگر تینون نے ایک ساتھ سنائی تو سب آزاد ہو جاوینگے - اور ادائے کفارہ کے لیے اپنے باپ کا خریدنا درست ہے (اور یہی حکم ہے ہر ذی رحم محرم کے خریدنے مین کہ اگر نیت کفارے کی کرلے اور وہ مجرد خریدنے کے آزاد ہو جائے تو کفارہ ادا ہو جاویگا) لیکن اگر کسی غلام کی آزادی کو اپنے خرید پر مشروط کردیا ہو اور اسکے خریدنے مین نیت کفارہ کی کرے تو وہ شرط کی جہت سے آزاد ہوگا (نہ کفارے کی عوض مین) اور یہی حال ہے اُم ولد کے خریدنے کا (کہ وہ بھی کفارے کے عوض نہوگی اور اسکی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی منکوحہ سے جو لونڈی ہو اور اس سے اولاد رکھتی ہو کہے کہ اگر مین تجھے خریدون تو تو آزاد ہے اور خریدنے کے وقت نیت کفارے کی کرلے) اگر کہے کہ اگر مین حرم بناؤن تو وہ آزاد ہے تو یہ قول اُس وقت درست ہے کہ جس لونڈی کو کہا ہو وہ اُسوقت اُسکی ملک مین ہو (اور اگر مشروط کرنیکے وقت اُسکی ملک مین نہو تو آزاد نہوگی) اگر یون کہے کہ جتنے میرے مملوک ہین سب آزاد ہین تو اس لفظ سے اُسکے غلام اور اُم ولد اور مدبر سب آزاد ہو جاوینگے مگر مکاتب آزاد نہونگے (کہ وہ پورے مملوک نہین ہوتے) اگر کہے کہ یہ منکوحہ طالق ہے یا یہ اور یہ تو تیسری کو طلاق پڑجاویگی اور پہلی دو مین شوہر کو اختیار دیا جاویگا (کہ جسکو چاہے طلاق کے لیے معین کرلے) اور یہی حکم ہے بندونکے آزاد کرنے کا اور لوگونکے لیے مال کے اقرار کرنے کا -

باب خرید و فروخت اور نکاح اور روزہ نماز وغیرہ مین قسم کھانے کے بیان مین

جو کام کہ انکو اپنے آپ کرنے سے قسم ٹوٹتی ہے اور دوسرے کو اُنکے کرنیکی اجازت دینے سے قسم نہین ٹوٹتی وہ یہ ہین بیچنا مول لینا ٹھیکہ دینا مزدوری پر کام لینا کسی مال کے عوض صلح کرنا تقسیم کرنا مقدمات کی جوابدہی کرنا - لڑکے کو مارنا (ان

کاموں میں اگر قسم کھاوے کہ میں نکرونگا تو اپنے آپ نکرے اور اگر دوسرا شخص اسکی
اجازت سے یہ امور کرے تو اسکی قسم نہ ٹوٹیگی) اور جو کام ایسے ہیں کہ ان کو خواہ آپ
کرے یا دوسرے کو انکے کرنے کی اجازت دے دونوں صورتوں میں قسم
ٹوٹ جاتی ہو وہ یہ ہیں نکاح اور طلاق اور عورت سے خلع کرنا اور آزاد کرنا اور مکاتب
بنانا اور قتل عمد سے صلح کرنی اور ہبہ کرنا اور صدقہ دینا قرض دینا اور قرض لینا اور
غلام کو مارنا اور جانور کو ذبح کرنا اور گھر بنانا اور سینا اور امانت سونپنی یا رکھنی
اور مانگی چیز دینی یا لینی اور قرض ادا کرنا یا اپنا وصول کرنا اور کپڑا پہنانا اور کسی چیز کو
اٹھا کر سواری پر لادنا (کہ ان امور کو اگر خود کریگا یا دوسرے سے کرنیکو کہے گا
تو دونوں صورتوں میں قسم ٹوٹ جاویگی) اور داخل ہونا لام تخصیص کا (جسکے معنے
واسطے کے ہیں) بیع اور شرا اور اجارہ اور زرگری اور دوخت اور مکان بنانے پر
اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ فعل اس شخص کی اجازت سے ہوا ہے جسکے ساتھ
اسکو مشروط کیا ہو گو وہ شخص مالک اس چیز کا ہو یا نہو (مثلاً یہ کہے کہ ان بعت
لک ثوبا یعنے اگر تیرے واسطے بیچوں یا خریدوں کپڑا وغیرہ تو اسکے یہ معنے
ہیں کہ تیری اجازت سے بیچوں) اور اگر لام کسی چیز کی ذات پر داخل ہو مثلاً یوں
کہے کہ ان بعت ثوبا لک یعنی اگر میں بیچوں کپڑا جو تیرا ہے یہاں لام ثوب پر داخل
ہے نہ بیع پر تو اس صورت میں اس بات پر دلالت کریگا کہ وہ چیز اس شخص کی ملک
ہی خواہ اسنے اجازت بیچنے خریدنے وغیرہ کی دی ہو یا نہیں (جیسے مثال دوم
سے معلوم ہوتا ہے) اور اگر وہ شخص نیت اسکے سوا کرے (یعنے لفظوں میں
تو لام کو فعل پر بولے اور معنی وہ لے جو لام کو چیز پر داخل کرنے سے ہوتے ہیں

یا اُسکا اُلٹا کرے) تو اُسکی بات مانی جاویگی ایسی صورت مین کہ (اُسکی نیت کے مطابق
معنی لینے سے) اُسکا نقصان ہوتا ہو (اور اگر اُسکی مراد کے موافق معنی لینے سے اُسکا
فائدہ ہوتا ہو گا تو نہ لیے جاوینگے۔ واضح ہو کہ لام کے آنے سے غرض اُسکا متعلق
ہونا ہی اسطرح کہ جار مجرور متعلق فعل کے ہون یا چیز کی صفت پڑین یہ غرض نہین
کہ لام مقدم لایا جاوے اس لیے کہ مقدم تو دونون مثالون مین ضمیر خطاب پر ہی) اگر
یہ کہا کہ مین اگر اس بندے کو خرید کرون یا بیچون تو آزاد ہے پھر اُسکو جاکر خریدا یا
بیچا تو قسم ٹوٹ جاویگی (یعنے غلام مذکور آزاد ہو جاویگا) اور یہی حال ہی اگر بیع فاسد
کی یا دوسرے کی اجازت پر موقوف رکھی لیکن اگر بیع باطل کی تو اُسمین قسم
نہ ٹوٹیگی اگر یہ کہا کہ مین اسکو نہ بیچون تو ایسا ہو پھر اُسکو آزاد یا مدبر کردیا تو قسم
ٹوٹ جاویگی (اسلیئے کہ نہ بیچنا متحقق ہو گیا) عورت نے اپنے شوہر سے کہا کہ تو نے
مجھپر نکاح کرلیا اُسنے جواب دیا کہ میری جو منکوحہ ہو اسکو طلاق ہے تو اُس عورت پر
بھی طلاق پڑجاویگی (اور دوسری اگر ہونگی وہ بھی طلاق ہونگی) اگر کہے کہ مجھپر
پیادہ جانا خانہ خدا کو یا کعبے کی طرف واجب ہے تو حج یا عمرہ پیادہ پا کرے اگر اُسمین
سوار ہو گا تو دم دینا پڑیگا (یعنے بکری ذبح کرنی پڑیگی) بخلاف اس صورت کے
کہ کہے مجھپر نکلنا یا خانہ خدا کو جانا یا پیادہ روانہ ہونا حرم خواہ صفا یا مروہ کو واجب ہے
(کہ ان صورتون مین حج پیادہ کرنا لازم نہین ہوتا بلکہ پا پیادہ گھر سے نکلنا
لازم ہوتا ہے) اگر کہے کہ میرا غلام آزاد ہے اگر مین اس برس حج نکرون پھر وہ
مدعی حج کا ہوا اور دو گواہ گواہی دین کہ نحر کے دن وہ کوفے مین تھا تو قسم
نہ ٹوٹے گی اور غلام آزاد نہو گا (اسلیئے کہ ہو سکتا ہے کہ حج کرکے نحر کے روز کوفے

مین چلا آیا ہو) اور اگر کہے کہ مین روزہ نہ رکھونگا تو روزے کی نیت سے ایک ساعت کا روزہ رکھنے سے بھی قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر کہے کہ مین ایک روزہ یا ایکدن کا روزہ نہ رکھونگا تو تمام دن کے روزہ رکھنے سے قسم ٹوٹیگی اور اگر کہے کہ مین نماز نہ پڑھونگا تو ایک رکعت کے پڑھنے سے قسم ٹوٹیگی اور اگر پوری نماز کہیگا تو دوگانہ پڑھنے سے قسم ٹوٹیگی (ایک رکعت پڑھنے سے نہ ٹوٹیگی) اگر عورت سے کہے کہ اگر مین تیرا کاتا ہوا پہنون تو وہ ہدی ہی پھر وہ شخص روئی کا مالک ہوا اور عورت نے اسکو کاتا اور کپڑا بنا گیا اور مرد نے پہنا تو وہ ہدی ہوجاویگی (اسکو کعبے کو بھیجنا پڑیگا) اور سونے کی انگوٹھی اور موتیونکا ہار پہننا زیور کا پہننا ہی مگر چاندی کی انگوٹھی زیور مین نہوگی (یعنی اگر قسم کھائی کہ مین زیور نہ پہنونگا تو سونے کی انگوٹھی اور موتیونکی لڑی پہننے سے قسم ٹوٹ جاویگی لیکن چاندی کی انگوٹھی پہننے سے قسم نہ ٹوٹیگی) اگر یون کہے کہ مین زمین پر نہ بیٹھونگا پھر فرش پر یا چٹائی پر بیٹھے یا کہے کہ اس فرش پر نہ سوؤنگا پھر اسپر ایک دوسرا فرش بچھایا گیا اور اسپر سو رہا یا کہے کہ اس چوکی پر نہ بیٹھونگا اور اسپر دوسری چوکی بچھائی گئی اور دوسری پر بیٹھا تو ان صورتون مین قسم نہ ٹوٹیگی لیکن اگر فرش پر پلنگ پوش بچھا کر سوویگا یا چوکی پر فرش یا چٹائی ڈال کر بیٹھے گا تو قسم ٹوٹ جاوے گی ؀

باب زد و کوب اور جان سے مار ڈالنے وغیرہ پر قسم کھانیکے بیان مین۔ اگر کوئی شخص دوسرے سے کہے کہ اگر مین تجھکو مارون یا کپڑا پہناؤن یا تجھ سے بات کرون یا تیرے پاس آؤن تو ایسا ہو تو یہ افعال دوسرے کی زندگی کے حال سے متعلق ہوتے ہین (اگر بعد موت کے یہ کام کریگا تو قسم نہ ٹوٹیگی) بخلاف اس صورت کے کہ کہے اگر مین تجھکو نہلاؤن یا اٹھاؤن یا ہاتھ لگاؤن (تو ایسا ہو کہ یہ امور اگر دوسرے کے مرنیکے بعد

حاشیہ: ضرب وغیرہ پر قسم کھانیکے بیان مین

بھی کریگا تو قسم ٹوٹ جاویگی) اگر قسم کھاوے کہ مین اپنی بی بی کو نہ مارونگا پھر اُسکے بال
کھینچے یا گلا دباوے یا کاٹ کھاوے تو قسم ٹوٹ جاویگی (اسلیے کہ یہ باتین مار مین داخل ہین)
اور اگر کہا کہ مین اگر فلان شخص کو جان سے نہ مارون تو ایسا ہو اور وہ شخص اس قسم سے
پہلے مرچکا ہے تو اگر اسکو اوسکی موت کا علم ہوگا تب تو قسم ٹوٹیگی اور اگر اُسکے مرنے کو نہین
جانتا تو نہ ٹوٹیگی۔ اور اگر قسم مین زمانہ قریب یا بعید کہیگا تو مہینے سے کم مدت قریب
ہے اور ایک مہینہ اور اُس سے زیادہ مدت دراز ہے۔ اگر قسم کھائے کہ فلان کسا کا قرض
آج ادا کرونگا پھر ایسے درم ادا کیئے جو کھوٹے ہون یا چلتے نہون یا کسی اور کے
ثابت ہون تو قسم پوری ہو جاویگی اور اگر رانگ کے ہونگے یا تین پرت کے تو قسم
ٹوٹ جاویگی۔ اور قرض کے عوض مین کوئی چیز بیچ ڈالنی ادا سے قرض کے حکم مین
ہے لیکن اگر قرضخواہ قرضدار کو قرض ہبہ کردے تو ادا کے حکم مین نہوگا (یعنے
ادا پر قسم کھانے کی صورت مین اگر مدیون کوئی چیز عوض قرض کے قرضخواہ کے
ہاتھ بیچڈالیگا تو قسم جھوٹی نہ پڑیگی اور اگر قرضخواہ قرض معاف کردے تو ادا ثابت
نہوگا اور قسم ٹوٹ جاویگی) اگر قسم کھائی کہ مین اپنے قرض کے وصول کرنے مین ایکدرم کو
بدون دوسرے کے نہ لونگا (یعنی قرض مین سے کچھ نہ چھوڑونگا سب لونگا اور جدا جدا وصول
نکرونگا اکھٹا لونگا) پھر کچھ قرض قبضے مین لایا تو قسم نہ ٹوٹیگی جبتک کہ تمام قرض کو جدا جدا
وصول نکرے اور ضروری جدائی سے قسم نہ جاویگی (کہ قرض کے ادا مین اسقدر علیحدگی
ضرور ہوا کرتی ہے مثلاً روپیونکا گننا اور تولنا اور پرکھنا کہ ان امور سے قسم نہین جانیگی)
اگر کہے کہ میرے پاس سو خواہ اُس سے سوا ہون تو ایسا ہو تو اس صورت مین سو کے یا اُس سے
کمتر کے مالک ہونے سے قسم نہ ٹوٹیگی (بلکہ سو سے زیادہ کے مالک ہونے سے قسم ٹوٹیگی) اگر

کہے کہ میں ایسا کرونگا تو اُس کام کو ہمیشہ کو چھوڑ دے (یعنی ایکبار بھی کرنے سے قسم جاتی رہیگی) اور اگر قسم اس بات پر کرے کہ فلان کام ضرور کرونگا تو اُسکو ایکبار کرنے سے قسم پوری ہوجاویگی۔ اور اگر کسی شخص سے حاکم وقت قسم لے کہ ہمکو مفسد لوگون اور ہر طرح کے بدگون کی اطلاع کرتے رہو تو یہ قسم اُس حاکم کی حکومت تک مقید رہیگی (یعنے بعد اُس کے معزول ہوجانیکی اطلاع دینی لازم نہوگی) قسم پوری ہوتی ہے ہبہ کرنے سے بدون موہوب لہ کے قبول کرنے کے بخلاف بیع کے بدون قبول مشتری کے (یعنی اگر قسم کھائی کہ اس چیز کو فلانے کو ہبہ کرونگا اور پھر اُسنے اس شخص کو ہبہ کردی مگر اُس نے قبول نہ کی تو واہب کی قسم سچی ہوگئی۔ اور اگر بیع کی قسم کھانے کے بعد فروخت کی اور مشتری نے قبول نہ کی تو قسم سچی نہوگی) اور اگر قسم کھائے کہ ریحان نہ سونگھونگا تو گل گلاب اور چمیلی کے سونگھنے سے قسم نہ ٹوٹیگی (اسلئے کہ ریحان اس سبزہ خوشبو کا نام ہے جسمین تنہ نہو کہ کھڑا رہے پس اُسکو گلاب کے پھول اور چمیلی کے پھول پر نہ بول سکینگے) اور بنفشہ اور گلاب اگر قسم مین مذکور ہو تو اُس سے پھول کی پتی مراد ہوگی (نہ اُسکے پیڑ کی شاخین اور پتیان) اگر قسم کھائے کہ مین نکاح نکرونگا اور اُسکا نکاح کسی اجنبی شخص نے کردیا اور اُس نے زبان سے اُس شخص کے نکاح کو جائز رکھا تو قسم ٹوٹ جاویگی اور اگر زبان سے کچھ نکہا بلکہ ایسا) فعل کیا (جس سے نکاح کی اجازت پائی جاوے مثلاً اُس عورت کا مہر بھیجدیا) تو اس صورت مین) قسم نہ ٹوٹیگی اور گھر کا اعتبار ملک اور کرائے سے ہے (یعنی اگر قسم کھائے کہ اپنے گھر مین نہ گھسونگا پھر اپنے غلام کے گھر مین گیا یا اپنے کرایہ کے مکان مین گیا تو قسم ٹوٹ جاویگی) اور اگر قسم کھاوے کہ میرے پاس مال نہین حالانکہ اُسکا قرض

کسی مفلس کے ذمے ہو یا نادہند توانگر کے ذمے تو اُسکی قسم نہ ٹوٹیگی ؛

کتاب الحدود

ہمین حدون یعنی سزاؤن کا بیان ہی۔ حدوہ سزا ہے جو خداتعالےٰ کے حقوق کے لیے واجب ہوتی ہی (پس جو سزا اس طرح کی ہو کہ اُس مین بندے کا حق ہو تو اُسکو حد نہین کہتے جیسے قصاص ہے) اور زنا اُس صحبت کو کہتے ہین جو ایسی شرمگاہ مین ہو کہ وہ ملک اور شبہہ ملک سے خالی ہو اور زنا ثابت ہوتا ہی چار آدمیون کی گواہی سے لفظ زنا کے ساتھ اور اگر لفظ وطی اور جماع سے گواہی دینگے تو ثابت نہوگا پس اُن گواہون سے حاکم شرع یون پوچھے کہ زنا کیا چیز ہے اور کسطرح ہوا اور کہان ہوا اور کب ہوا اور کس عورت سے زنا کیا پس اگر وہ گواہ سب باتین بیان کردین اور یون کہین کہ ہمنے اس مرد کو اُس عورت سے زنا کرتے ایسے دیکھا جیسے سرمہ دانی مین سلائی اور اُن گواہون کی عدالت بھی ظاہر ظہور اور خفیہ تحقیق کر لیجاوے تو قاضی اُسوقت حکم زنا کے ہونے کا کردے اور زنا اسطرح بھی ثابت ہوتا ہی کہ جسنے زنا کیا ہو وہ چار مرتبہ اپنی چار مجلسون مین اقرار زنا کرے اور جب وہ اقرار کرے تو قاضی اُسکے اقرار کو ٹمانے اور اُس سے (زنا کی حقیقت اور وقت اور جگہہ اور کیفیت وغیرہ) امور مذکورۂ بالا پوچھے پس اگر وہ سب بیان کردے تو اُسکو سزا دے اور اگر سزا سے پیشتر اپنے اقرار سے منکر ہو یا عین سزا کے بیچ مین منکر ہو تو اُسکو رہا کرے اور مستحب ہے کہ قاضی اُسکو انکار کی وجہ ان لفظون سے تعلیم کرے کہ شاید تونے بوسہ لیا ہوگا یا ہاتھ لگایا ہوگا یا شبہے سے صحبت کی ہوگی۔ پھر اگر زانی محصن ہو تو اُسکو ایک میدان مین سنگسار کرے یہانتک کہ مرجاوے اور سنگسار کرنا گواہ شروع کرین پھر حاکم پھر دوسرے لوگ اور اگر گواہ

سنگسار کرنے سے انکار کریں تو حد جاتی رہتی ہے اور اگر زانی خود مقر ہو تو اسکو
اول حاکم پتھر مارے پھر اور لوگ۔ اور اگر زانی محصن نہو تو اسکی حد یہ ہے کہ آزاد ہو تو
سو کوڑے اور مملوک ہو تو ۵۰۔ اور کوڑا ایسا ہو کہ اسکی چوٹی میں گرہ نہو۔ اور چوٹ
متوسط ماریں نہ بہت زور سے نہ بہت آہستہ اور مرد کے کپڑے آتاریں اور سر اور
چہرہ اور ستر مگاہ کو بچا کر تمام بدن پر الگ الگ لگادیں اور حد مارنیکے وقت مرد کو کھڑا کریں
اور غیر ممدود حد ماریں (غیر ممدود سے یا یہ مراد ہے کہ زمین پر لٹا کر اور گھسیٹ کر نہ ماریں یا یہ
کوڑے کو مار کر نہ گھسیٹیں کہ زخم کر دے یا یہ کہ کوڑا مارتے وقت ہاتھ کو سر پر نہ کھینچیں تاکہ
چوٹ سخت نہ لگے) اور عورت کے کپڑے سوا پوستین اور روئی دار کے نہ آتارے
جاویں اور اسکو حد بٹھلا کر ماریں اور اسکے سنگسار کرنے کو ایک گڑھا کھود لیں نہ مرد
کے لیئے۔ اور مالک اپنے غلام کو بدون اذن بادشاہ کے حد نہ مارے اور محصن
ہونا جو سنگسار کرنے میں معتبر ہے وہ یہ ہے کہ آزاد اور عاقل اور بالغ اور مسلمان ہو اور
پہلے اس زنا سے نکاح صحیح سے کسی عورت کے ساتھ صحبت کیئے ہوئے ہو اس حال میں
کہ مرد و عورت دونوں صفت محصن ہونیکی رکھتے ہوں (یعنی شوہر و عورت آزاد اور عاقل
اور بالغ اور مسلمان ہوں اور نکاح صحیح سے آپس میں صحبت کریں) اور کوڑے
مارنا اور سنگسار کرنا اکٹھے نہ کیئے جاویں (یعنی دونوں سزا نہ دینی چاہیئیں) اسیطرح کوڑے
مارنے اور جلاوطن کرنا نہ چاہیئے ہاں اگر حاکم کسی مصلحت کیواسطے چندروز کو جلاوطن کر دے تو درست ہے
اور بیمار پر اگر سزا سنگساری کی ثابت ہو تو سنگسار کیا جاوے اور کوڑے نہ لگائے جاویں
جبتک کہ اچھا نہو لے (اسلیئے کہ سنگسار کرنے میں تو مقصود مار ڈالنا ہے۔ اسمیں بیمار اور
تندرست برابر ہیں اور کوڑے مارنے میں غرض جھڑک دینا ہے نہ مار ڈالنا پس شاید بیمار

حالت مرض مین کوڑون سے مرجاوے اسلیے انتظار صحت ضروری ہے) اور حاملہ عورت کو کوڑون کی حد نہ ماری جاوے جبتک کہ وہ بچہ جن کر نفاس سے فارغ نہو لے۔

باب اُس صحبت کے بیان مین جس سے حد واجب ہوتی ہے اور جس سے واجب نہین ہوتی جس عورت سے صحبت کی ہو اگر اسمین شبہہ حلال ہونے کا ہو گو اُس شخص کو ظن غالب اُسکے حرام ہونے کا ہو تو اُسکی صحبت سے حد نہین آتی مثلاً اپنے بیٹے یا پوتے کی لونڈی سے صحبت کرنی یا جو عورت کہ کنایے کی طلاق کی عدت مین ہو اُس سے ہم بستر ہونا (موجب حد نہین اسلیے کہ ان مین شبہہ حلال ہونیکا ہی گو وہ شخص گمان غالب انکی حرمت کا رکھتا ہو) اور نفس صحبت مین اگر شبہہ حلت کا ہو اور وہ مرد بھی اپنے گمان غالب مین حلال جان کر کریگا تب بھی حد واجب نہوگی مثلاً جو عورت کہ تین طلاقونکی عدت مین ہے اُس سے صحبت کرنی یا اپنے مان باپ کی لونڈی سے یا بیوی کی لونڈی سے یا اپنے آقا کی لونڈی سے صحبت کرنی (کہ اس صحبت کو اگر اپنے گمان مین حلال جانتا ہوگا تو حد لازم نہ آویگی اور اگر حرام جانتا ہوگا تو حد لازم آویگی) اور نسب صرف اول صورت مین ثابت ہوگا (نہ دوسری مین) اور اگر اپنے بھائی اور چچا کی لونڈی سے زنا کرے تو حد ماری جاویگی گو اُس صحبت کو حلال خیال کرے اور یہی حال ہے اگر کوئی اجنبی عورت اپنے بستر پر دیکھے اور اُس سے صحبت کرے لیکن اگر کوئی عورت بیگانہ اُسکے پاس بھیجدیجاوے اور کہدیا جاوے کہ یہ تیری دلہن ہے (اور وہ اُس سے ہم بستر ہوا تو حد واجب نہوگی بلکہ اُسکا مہر یعنی اجرت صحبت کی دینی پڑیگی۔ اور ان صورتونمین بھی حد واجب نہین ہوتی اول یہ کہ جو عورت مرد پر حرام تھی اور اُس سے اتفاقاً نکاح ہو گیا (اور اُس سے صحبت کی تو نکاح کے شبہے سے حد جاتی رہتی ہے) یا یہ کہ

باب اُس صحبت کے بیان مین جس سے حد واجب ہوتی ہے اور جس سے واجب نہین ہوتی

اجنبی عورت سے بیشابگاہ کے سوا اور جگہہ مین صحبت کرے یا کسی سے اغلام کرے یا چارپایہ سے صحبت کرے یا دار الحرب مین جاکر کشو نکے یہان ہونچکر زنا کرے یا دار الحرب مین رہنے والا ذمی عورت سے زنا کرے تو مرد پر حد نہوگی (مگر عورت پر حد جاری کرنی چاہیئے) یا لڑکا یا دیوانہ عورت بالغ مسلمان عاقل سے زنا کرے اور اگر اسکا الٹا ہو (یعنی مرد کسی لڑکی یا دیوانہ عورت سے زنا کرے) تو حد واجب ہوگی مرد پر یا زنا کرایہ کی عورت سے کرے (یعنی اگر زنا کے لئے کسی عورت کی خرچی مقرر کرے تو حد واجب نہین ہوتی) یا زنا زبردستی کرے (یعنی کسی کے زور سے اس حرکت کا مرتکب ہو تو حد لازم نہوگی یا زنا کا اقرار کرے اور طرف ثانی اسکا انکار کرے (تو اس سے بھی حد جاتی رہتی ہے) اور جو شخص کسی کی لونڈی سے زنا کرے اور وہ اس فعل سے مر جاوے اسپر حد بھی واجب ہوگی اور اس لونڈی کی قیمت مالک کے حوالے کرنی پڑے گی۔ اور بادشاہ سے قصاص کا اور مالونکا مواخذہ کیا جاوے حدون کا مواخذہ نہ کیا جاوے (یعنے بندون کے حقوق کا مواخذہ اس سے کرین اللہ تعالے کے حقوق کا نہ کرین۔

باب زنا پر گواہی دینے اور گواہی سے پھر جانے کے بیان مین۔ گواہون نے ایک پرانی بات پر گواہی دی جو موجب حد تھی سوا بہتان زنا کے تو اس شخص پر حد نہ لگائی جاویگی اور اگر گواہی چوری کی ہوگی تو اس شخص سے تاوان اسباب مسروقہ کا لیا جاویگا (مگر ہاتھ نہ کاٹا جاویگا) اور اگر گواہ ثابت کردین کہ اس مرد نے ایک غائب عورت سے زنا کیا ہے (یعنی عورت موجود نہو) تو اس مرد پر حد ماری جاویگی بخلاف چوری کے (کہ اگر غیر موجود شخص کے مال چرانے کا ثبوت کرینگے تو ہاتھ کاٹنا لازم نہوگا) اور اگر مرد زنا کا اقرار ایک عورت نامعلوم سے کرے تو اسکو حد ماری جاوے اور اگر گواہ کہین کہ

شہادت زنا اور اس سے پھر جانے کے بیان مین

اسنے ایک عورت نامعلوم سے زنا کیا ہے تو حد نہ لگائی جاوے جیسے ان صورتون مین کہ گواہ
اس عورت کی خواہش اور مجبوری مین اختلاف کرین مثلاً دو کہین کہ وہ راضی تھی اور دو کہین
کہ اس سے زبردستی کیا یا جس شہر (مین زنا ہوا اسکے نام) مین اختلاف کرین اگرچہ
ہر زنا کے فعل پر چار گواہ ہون (لیکن حد ساقط ہو جاویگی) اور اگر گواہ کوٹھری کے گوشون
مین اختلاف کرین تو اس صورت مین مرد و عورت دونونکو حد لگائی جاوے۔ اور اگر گواہون
نے ایک عورت کے زنا پر شہادت دی حالانکہ وہ باکرہ ہے (یعنی مرد کے ساتھ ہم بستر نہین ہوئی)
یا گواہ بدکار ہین یا گواہی دیوین کہ چار گواہون معتبر نے اس شخص پر زنا کی گواہی دی
ہے گو وہ اصل گواہ بھی بعد کو اس زنا پر گواہی دیوین تو اس صورت مین کسی پر حد جاری
نہوگی (نہ جسپر گواہی دی اور نہ گواہون پر) اور اگر گواہ اندھے ہون یا کسی کی گالی کے
بہتان مین حد انکو لگ چکی ہو یا چار کی جگہ تین گواہ ہون تو ان صورتون مین گواہون پر
حد لگے گی نہ اس شخص پر جسپر کہ انہون نے گواہی دی ہے۔ اور اگر کسی شخص کو گواہون
کی گواہی سے حد ماری گئی بعد کو معلوم ہوا کہ ایک گواہ غلام تھا یا بہتان کی علت مین
سزا پا چکا ہے تو چارون پر حد گالی کے بہتان کی جاری ہونی چاہیئے اور اس اول مرد کو
جوانکے سبب سے حد لگی اور زخم یا چوٹ پہونچی اسکا تاوان گواہون پر لازم نہ آویگا
اگر انکی گواہی سے وہ سنگسار ہو گیا ہوگا تو اسکا خونبہا وارثون کو بیت المال سے دیا جاویگا
اور اگر بعد اسکے رجم کے ایک گواہ پھر گیا تو اسکو سزا گالی دینے کی دیجاویگی اور چوتھائی
خونبہا کا تاوان لیا جاویگا اور اسکے سنگسار ہونے سے پیشتر اگر کوئی گواہ پھریگا تو چارون کو
حد لگیگی اور رجم ثابت نہوگا اور اگر پانچ گواہون مین سے ایک پھر جاویگا تو اسپر گالی کی
سزا لازم نہوگی لیکن اگر دوسرا اور گواہ پھریگا تو اسوقت دونون کو حد ماری جاویگی

اور دونوں کو ملکر چوتھائی خونبہا دینا پڑیگا اور دیت سنگسار کیے ہوئے شخص کی مزکی کو دینی پڑیگی اگر یہ معلوم ہو کہ گواہ غلام ہین (مزکی اس شخص کو کہتے ہین جو گواہونکا حال ٹھیک ٹھیک بتاتا ہی کہ یہ عادل قابل شہادت ہی یا نہین) جیسے اس صورت مین کہ اس شخص کو کوئی جان سے مارڈالے اور پھر گواہون کا حال ایسا ہی کھلے (یعنی ایک شخص پر رجم کا حکم ہوا دوسرے نے رجم کی جگہ اسکو تلوار سے مارڈالا پھر ظاہر ہوا کہ گواہ غلام ہین تو اس صورت مین دوسرا شخص اول شخص کے خونبہا کا ضامن ہوگا) اور اگر وہ شخص جسپر رجم کا حکم ہوا ہو سنگسار کیا جاوے اور گواہ غلام نکلین تو اسکا خونبہا بیت المال مین ہوگا۔ اور اگر زنا کے گواہ گواہی مین یہ لفظ کہین کہ ہمنے جان بوجھکر زانی اور زانیہ کی طرف دیکھا تو اونکی شہادت قبول کیجاوے (یعنے قصداً دیکھنے کے جرم مین شہادت رد نکرنی چاہیئے) اور جس شخص پر گواہی زنا کی گذری ہو اگر وہ اپنے محصن ہونے سے انکار کرے پھر اسکے محصن ہونے پر ایک مرد اور دو عورتین گواہی دین یا اسکی بیوی کے اس سے بچہ پیدا ہوا تو اسپر رجم کیا جاوے گا (اس لیئے کہ منکوحہ سے جب اسکے بچہ ہوا تو اسکا محصن ہونا ثابت ہوگیا)

باب شراب پینے کی حد کے بیان مین جس شخص نے کہ شراب پی اور ایسی طرح گرفتار ہوا کہ شراب کی بو موجود ہو یا وہ خود مست ہو اگرچہ نبیذ کے پینے سے ہوا ہو اور دو مرد اسپر شراب پینے کی گواہی دین یا وہ خود ایکبار اقرار کرے تو اسکو حد لگائی جاوے اگر یہ معلوم ہو کہ اسنے اپنی خواہش سے پی ہو اور حد حالت ہوش مین مارین (بیہوشی مین نہ مارین) اور اگر وہ خود بعد بو کے جاتے رہنے کے اقرار کرے یا دو گواہ (شراب پینے پر) بعد بو کے جانے کے گواہی دین نہ دوری فاصلہ کی جہت سے (یعنے اگر فاصلے کی دوری کی جہت سے بو جاتی رہی ہو تو اس سے حد نہ جاوے گی) یا یہ

رجم کے بدلے اگر کوئی شخص سنگسار کرنے کی جگہ تلوار سے مارے

باب شراب پینے کی حد کے بیان مین

کہ صرف اُس سے شراب کی بو پائی جاوے یا قے شراب کی کرے یا جو کچھ اقرار کیا تھا اُس سے پھر جاوے یا اقرار ایسی مستی کی حالت مین کرے کہ اُسکی عقل جاتی رہی ہو تو ان سب صورتون مین حد نہ لگائی جاویگی اور سواے شراب انگوری کے اور چیزون سے مست ہونے کی سزا اور شراب انگوری پینے کی سزا اگرچہ ایک ہی قطرہ پیوے اسّی کوڑے ہین آزاد کیواسطے اور اُسکا نصف (یعنے ۴۰) غلام کے لیئے اور یہ کوڑے حد زنا کی طرح مجرم کے بدن پر سر اور منھ اور شرمگاہ بچا کر جدا جدا لگادین ہ۔ (مست ہو یا نہو)

باب تہمت زنا کی سزا کے بیان مین

باب تہمت زنا کی حد کے بیان مین۔ (قذف یعنی کسی پر) زنا کی تہمت کرنیکی حد شراب پینے کی سی حد ہے تعداد مین بھی اور ثبوت مین بھی (یعنے ۸۰ کوڑے آزاد کے لیئے اور ۴۰ غلام کے لیئے ہین اور دو مردونکی گواہی یا ایک مرتبہ کے اقرار سے ثابت ہوجاتی ہے) پس اگر محصن مرد یا محصنہ عورت کو کوئی شخص زنا کی تہمت لگادے اور وہ مرد یا عورت اُسکی سزا کے خواستگار ہون تو حد متفرق اُسکے تمام بدن پر لگائی جاوے اور اُسکے بدن سے سواے پوستین اور روئی کے کپڑے کے اور کچھ نہ اُتارا جاوے۔ اور محصن ہونا اس باب مین یہ ہے کہ عاقل بالغ آزاد مسلمان زنا سے پرہیزگار ہو۔ اور اگر کسی شخص نے غصے مین دوسرے کو کہا کہ تو اپنے باپ کا نہین یا اُسکے باپ کا نام لیکر کہا کہ تو فلانے کا بیٹا نہین تو اُسپر حد لگائی جاویگی اور اگر غصے مین نہ کہا ہو تو حد نہ لگائی جاویگی جیسے اس صورت مین کہ اُسکو کہے کہ تو اپنے دادا کا بیٹا نہین حد نہین ہے اور اگر عرب کے رہنے والے کو کہا کہ اے نبطی (اور نبطی وہ لوگ ہین جو بری بری عادتین رکھتے ہین اور اُن کی گفتگو مین فصاحت نہین) یا (یہ کہ عربی کو کہا کہ) اے آسمان کے پانی کے بیٹے (کہ اُنکی صفائی اور سخاوت کے سبب سے اس لقب سے نامزد کرتے ہین) یا یہ کہ کسیکو کہدیا کہ تو اپنے چچا

کا یا ماموں کا یا اپنی ماں کے خاوند کا بیٹا (ہے) تو ان صورتوں میں حد) لازم نہیں آتی۔
اور اگر کسیکو کہا کہ لے چھنال کے جنے اور اسکی ماں مرگئی ہو اور وہ یا اسکا باپ یا بیٹا
خواستگار سزا کے ہوں تو حد لگائی جاویگی۔ اور اگر باپ یا آقا اپنے لڑکے یا غلام کی ماں کو
تہمت زنا کی گالی دیں تو لڑکا اور غلام خواستگار انکی سزا کے نہوں اور حد قذف کی اُس
شخص کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہے جسکو گالی دی ہو لیکن اگر مجرم کہے کہ مین نے
اپنے قول سے رجوع کیا اور جھوٹ گالی دی تھی یا جسکو گالی دی وہ کہے کہ مین نے
مجرم کو معاف کیا تو حد باطل نہوگی۔ اور اگر کسی کو کہے کہ زنیئت فی الجبل (تو نے پہاڑ مین زنا
کیا) اور مراد لی پہاڑ پر چڑھنے کی تو حد مارا جاوے (یعنی زنأ ہمزہ کے ساتھ چڑھنے کے معنوں مین
آتا ہے مگر اسکا قرینہ یہ تھا کہ اسکے بعد علے بولتا۔ جب اُسنے فی کہا تو معلوم ہوا کہ چڑھنے
کے معنے نہیں لیئے بلکہ زنا کے معنے لیئے اسلیئے حد واجب ہوئی) اور اگر کسیکو کہے
کہ لے زانی اور دوسرے نے اُسکے جواب مین کہا کہ تو زانی ہے تو دونوں کو حد ماری جاوے
اور اگر اپنی منکوحہ سے کہے کہ اے زانیہ اور وہ جواب مین کہے کہ زانی تو ہے تو عورت پر
حد لگائی جاویگی اور لعان واجب نہیں ہے اور اگر عورت یون جواب دے کہ مین نے زنا
تجھ سے کیا ہے تو حد (اور لعان) دونوں باطل ہو جاوینگے اور اگر پہلے اپنے بیٹے کا اقرار کیا
پھر کہا کہ میرا نہین تو لعان کرے اور اگر اول کہے کہ میرا نہین پھر اقرار کرے تو اسصورت مین
اُسپر حد لگائی جاوے اور دونوں صورتوں مین بیٹا اُسیکا ہوگا اور اگر عورت سے یون
کہے کہ یہ لڑکا نہ میرا ہے نہ تیرا تو حد اور لعان دونوں باطل ہونگے۔ اور اگر زنا کی گالی ایسی
عورت کو دے جسکے بچے کا باپ معلوم نہو یا جو اپنے بچے کے باب مین لعان کر چکی ہو یا
ایسے مرد کو زنا کی گالی دی جسنے لونڈی غیر مملوک سے صحبت کی ہو (مثلاً اپنی ماں یا بہن یا

بھائی کی لونڈی سے صحبت کی ہو یا گالی دی مسلمان کو جسنے حالت کفر مین زنا کیا ہو یا
گالی دی مکاتب کو جو اتنا مال چھوڑ جاوے کہ اسکی کتابت کا عوض ہو سکتا ہو
تو ان سب صورتون مین گالی دینے والے پر حد ماری جاویگی اور جس شخص نے کہ آتش
پرست لونڈی سے صحبت کی ہو یا حائضہ عورت یا مکاتب لونڈی سے یا کسی مسلمان نے
حالت کفر مین اپنی مان سے نکاح کیا ہو تو ایسے شخصون کو اگر کوئی زنا کی گالی دے تو اسپر
حد ماری جاویگی اور مستامن اگر مسلمان کو گالی دے تو اسپر حد لگائی جاویگی (مستامن اس
کافر کو کہتے ہین کہ دار الحرب سے دار الاسلام مین امن لیکر آیا ہو) اور جس شخص نے چند مرتبہ
گالی دی اور چند مرتبہ زنا کیا اور شراب پی اور حد لگایا گیا تو یہ حد اسکے کل افعال کی
ہو جاویگی (اسلیے کہ حدون مین تداخل ہو جایا کرتا ہے) فصل تعزیر (یعنی تادیب اور توبیخ)
کے بیان مین (تعزیر وہ سزا ہے جو حد سے کم ہو اسکی مقدار معین نہین حاکم کی راے پر
منحصر ہے) اگر کوئی شخص غلام یا کافر کو زنا کی گالی دے یا مسلمان کو ان الفاظ سے کوئی
کہے اے فاسق او کافر یا خبیث اے چور اے بدکار اے منافق (یعنے ظاہر کے مسلمان)
اے لونڈے باز اے سود خوار اے شراب پینے والے اے دیوث (یعنے بے غیرت کہ اپنی گھر والی
پر زنا کا روادار ہو) اے ہیجڑے اے خیانت کرنے والے اے قحبہ کے جنے او بے دین او
قلتبان یعنی کٹنے او چورون اور زنا کارون کے ٹھکانے او حرامزادے تو ان سب صورتون
مین تعزیر کیا جاویگا (اور اگر مسلمان کو یہ کہا او کتے او گدھے او پہاڑی بکرے او سور
او بیل او سانپ او بے غیرت کمینہ اور زنا کی مزدوری لینے والے او ولد الحرام او حجام ترکی
وسترگون او اونڈھے او مسخرے او ٹھٹھے باز او بے غیرت او وسوسہ دینے والے
نی شیطان او بیوقوف تو ان صورتون مین تعزیر لازم نہوگی اور تعزیر کی مقدار زیادہ سے

فصل

زیادہ ۳۹ کوڑے ہین (اسلیے کہ ۴۰ کوڑے حد غلام کے لیئے ہے اُس سے ایک کم تعزیر ہوئی) اور کم سے کم تین کوڑے اور جائز ہی مجرم کا قید کرنا بعد تعزیر کے۔ اور سخت تر مار تعزیر کی ہی پھر زنا کی حدین پھر شراب پینے کی حدین پھر گالی کی حدمین (یعنی تعزیر مین خوب سخت ہاتھ لگاوین اور اور حدون مین بتدریج نرم ہاتھ پڑے) اور جس شخص پر حد یا تعزیر اور وہ مر جاوے تو اُسکا خون معاف ہی (یعنے خونبہا بیت المال سے دینا پڑے گا بخلاف شوہر کے جو اپنی منکوحہ کو سنگار چھوڑنے پر خواہ صحبت کے لیے اپنا کہنا نہ ماننے پر خواہ نماز کے ترک کرنے پر یا ناپاکی سے غسل نکرنے پر یا گھر سے نکلجانے پر تعزیر دے (اور عورت مرجاوے تو شوہر پر خونبہا لازم ہووے گا۔

کتاب السرقہ

اسمین چوری کا بیان ہی۔ چوری اُسکو کہتے ہین کہ عاقل بالغ شخص کسیکا مال جو دس درم یا زیادہ قیمت کا ہو اور محفوظ جگہ مین خواہ نگہبان کے تحت مین ہو پوشیدہ لے لیے پس اگر وہ اُسکے لینے کا اسطرح پر ایکبار اقرار کرے یا دو مرد اُسکی چوری پر گواہی دین تو اُسکا ہاتھ کاٹا جاوے اور اگر بہت لوگون نے مال چرایا اور مال کی جگہ سے اُنمین سے بعض ہی اُٹھا لائے ہون مگر اُس مین سے حصہ ہر ایک کو دس درم سے کم نہ ملا ہو تو سبکا ہاتھ کاٹا جاویگا۔ اور لکڑی اور گھاس اور نرکل اور مچھلی اور پرند اور شکار اور ہرتال اور گیرو اور چونا اور تر میوہ اگرچہ درخت پر ہو اور دودھ اور گوشت اور کھیتی جو کٹی نہو اور نشہ آور چیزین اور تنبور اور قرآن شریف کو سونا لگا ہو۔ اور مسجد کا دروازہ اور سونے کا تر سول اور شطرنج اور نردین اور آزاد لڑکا اگرچہ زیور پہنے ہو اور بالغ غلام اور دفترون کی چوری مین ہاتھ نہ کاٹا جاوے۔ اِلّا اگر نابالغ غلام

(الف) حساب کا دفتر چراوے تو ہاتھ کاٹا جاوے اور کتے اور چیتے اور دف اور ڈھول اور سارنگی اور آلات سرود کے چرانے سے اور خیانت کرنے اور لوٹ لینے اور اچک لیجانے اور کفن چرانے اور حاکم کے مال چرانے (مثلاً بیت المال میں سے چوری کرلے) اور اس مال میں سے جو چور میں اور دوسرے شخص میں مشترک ہو اور بقدر اپنے قرض کے قرضدار کے مال میں سے چرا لینے اور ایسی چیز کے چرانے سے جسمین پہلے اسکا ہاتھ کٹ چکا ہو بشرطیکہ وہ چیز بدستور ہو کچھ بدلی نہو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا (اور اگر سال کی لکڑی یا نیزے کی چھڑ یا آبنوس یا صندل یا سبز نگینے اور یاقوت اور زمرد اور موتی اور برتن اور دروازے جو لکڑی کے ہوں چراوے تو ہاتھ چور کا کاٹا جاویگا۔ فصل محفوظ جگہہ کے بیان مین۔ جو شخص اپنے قریب محرم کا مال چراوے اور قرابت دودھ کی راہ سے ہو یا اپنی منکوحہ کا مال یا عورت اپنے شوہر کا مال یا غلام اپنے مالک کا مال خواہ مالک کی بی بی کا مال خواہ مالکہ کے شوہر کا مال یا اپنے مکاتب کا مال یا اپنے داماد اور خسر کا مال یا مال غنیمت (یعنی لوٹ کا مال جو کافروں سے ملا ہو) یا حمام مین کا مال خواہ ایسے گھر مین کا جس مین گھسنے کی اجازت ہو چراوے تو ہاتھ کاٹا نہ جاویگا۔ اور اگر کوئی شخص مسجد مین سے کچھ اسباب چراوے اور مالک اسباب کا اسباب کے پاس ہو تو ہاتھ کاٹا جاویگا۔ اور اگر کوئی مہمان میزبان کی چیز چراوے یا کوئی چیز چراوے مگر اسکو گھر سے باہر نہ لیجاوے تو ہاتھ نہ کاٹا جاوے۔ اور اگر چوری کی چیز کو حجرے سے نکالکر گھر کے صحن مین لاوے یا جو شخص حجرہ والون مین سے ہو وہ ایک حجرے کو لوٹ لے یا گھر کی دیوار مین سوراخ کر کے اندر گھسے اور کسی چیز کو سوراخ مین سے راہ مین ڈالدے پھر نکلکر اسکو اٹھالے یا کسی چیز کو گدھے پر لادکر اسکو ہانکدے اور اسباب اس طرح

یعنی بیت المال کے آٹھ مین سب کا حق ہے پس چور کا بھی حق اسمین ہوا ۱۲

فصل

باہر نکال لاوے تو ان سب صورتوں میں ہاتھ کاٹا جاویگا اور اگر گھر کے باہر سے چیز دوسرے
کو دیدے یا گھر میں صرف ہاتھ ڈال کر اسباب نکال لے یا کیسہ جو آستین کے باہر ہو کاٹ لے
یا اونٹوں کی قطار میں سے ایک اونٹ یا اسکا بوجھ چرا لے تو ہاتھ نہ کاٹا جاویگا اور اگر
اونٹ کے شلیتے کو چیر کر اس میں سے اسباب لے یا اسباب کے شلیتے کو اسی طرح لے
کہ اسکا مالک اسکی چوکسی کرتا ہے خواہ اسپر سوتا ہو یا ہاتھ صندوق میں خواہ کسیکی جیب یا
آستین میں ڈال کر مال لے تو ہاتھ کاٹا جاویگا فصل ہاتھ کاٹنے کی کیفیت اور اسکے
ثابت رکھنے کے بیان میں۔ چور کا داہنا ہاتھ پہونچے سے کاٹ کر (خون بند ہونیکے لیے)
داغ دیا جاوے اور اگر دوبارہ چوری کرے تو بایاں پاؤں کاٹا جاوے اور اگر تیسری
دفعہ چراوے تو قید کیا جاوے اور تعزیر دیا جاوے تاکہ چوری سے توبہ کرے اگرچہ ہاتھ نہ کاٹا جا
اور اسیطرح اس شخص کا حال ہے جو چوری کرے حالانکہ اسکا بایاں انگوٹھا ہاتھ کا کٹا ہو یا انگوٹھا
بیکار ہو گیا ہو یا دو انگلیاں بائیں ہاتھ کی سوای انگوٹھے کے کٹی ہوئی یا بیکار ہوں یا
داہنا پاؤں کٹا ہوا ہو (کہ ان سب صورتوں میں اس کا ہاتھ نہ کاٹا جاوے گا) اور جس
شخص کے داہنے ہاتھ کٹنے کا حکم ہوا ہو اگر کاٹنے والا اسکا بایاں ہاتھ کاٹ
ڈالے تو کچھ دیت (یعنے خونبہا) اسکو دینی نہ آویگی اور ہاتھ کاٹنے میں شرط ہے کہ
جسکے پاس سے مال چوری گیا ہو وہ درخواست کرے اگرچہ وہ شخص دوسرے کا امانت دار
ہو یا زبردستی کسیکا مال چھین لیا ہو یا سود لینے والا ہو (کہ مال بطریق سود دوسرے سے
لیا ہو) اور جس صورت میں کہ مال انہیں لوگوں کے پاس سے چوری جاوے اور مال کا اصل
مالک درخواست چور کے ہاتھ کاٹنے کی کرے تب بھی ہاتھ کاٹنا چاہیئے اور اگر ایک
چور نے مال چرایا اور چوری کے عوض اسکا ہاتھ کٹا بعد اسکے وہ مال کسی

دوسرے نے چورالیا تو اب اول چور خواہ اصل مالک اگر ہاتھ کاٹنے کی درخواست کرینگے تو دوسرے کا ہاتھ نہ کاٹا جاویگا۔ اور جو شخص کہ کوئی چیز چرا دے اور ہنوز مالک نے اسپر نالش نہین کی کہ اُس نے چیز مذکور کو مالک کے حوالے کردی یا قاضی نے حکم ہاتھ کاٹنے کا کسی چوری مین کردیا تھا بعد حکم کے وہ چیز چور کی ملک مین آگئی یا چور خود مدعی ہوا کہ یہ میری ملک ہی یا چوری کے بعد اُس چیز کی قیمت دس درم سے کم ہوگئی تو ان سب صورتون مین ہاتھ نہ کاٹا جاویگا۔ اور اگر دو چورون نے ایک چیز کے خود چرانے کا اقرار کیا پھر اُن مین سے ایک نے کہا کہ یہ میرا مال ہی تو انمین سے کسیکا ہاتھ نہ کٹے گا۔ اور اگر دو آدمی ایک چیز چراوین اور ایک اُن مین سے غائب یعنے روپوشس ہوجاوے اور گواہی سے دونون کے ذمہ چرانا ثابت ہو تو موجود چور کا ہاتھ کٹے گا اور اگر کوئی غلام چوری کا اقرار کرے تو اُسکا ہاتھ کٹے گا اور مال اُس شخص کو دلادیا جاویگا جسکے پاس سے اُسنے چرایا تھا۔ اور ہاتھ کا کاٹنا اور مال کا تاوان ایک ساتھ نہین ہوتے (یعنے یہ نہین ہوسکتا کہ ہاتھ بھی چور کا کٹے اور اُس سے مال کی قیمت بھی دلائی جاوے لیکن اگر مال مسروقہ اُسکے پاس موجود ہو تو مالک کو دلایا جاوے گا اور اگر کچھ چوریون کے عوض مین اُسکا ہاتھ کاٹا جاوے تو اور مال کہ اُسنے چرائے ہونگے اُنکا تاوان نہ دینا پڑیگا۔ اور اگر کپڑے کو چرا کر گھر ہی مین چیر پھاڑ ڈالا پھر باہر نکالا تو ہاتھ کٹے گا۔ اور اگر بکری کو چرا کر اُسی جگہ ذبح کر کے باہر نکالا تو نہ کٹے گا۔ اور اگر چاندی سونا چرا کر اُس کے روپے اشرفی بنالیئے تو ہاتھ کٹے گا اور روپے اشرفی مالک کو دیئے جاوین گے۔ اور اگر کپڑے کو چرا کر سرخ رنگا اور ہاتھ کاٹا گیا تو نہ کپڑا مالک کو دے نہ اُسکی قیمت۔ اور اگر سیاہ رنگے تو کپڑا پھیر دے۔